تصوف

مجموعہ

رسائل امام غزالیؒ

از: حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ

بادشاہ بننا چاہتے ہو یا ولی

- ایھا الولد
- تربیت اولاد کے زرّیں اصول
- شرح اسماء الحسنٰی
- مشکوٰۃ الانوار
- حقیقت السماع
- آداب الاخلاق
- القسطاس المستقیم

دار الاشاعت

تصوف

مجموعہ رسائل امام غزالیؒ اردو

از: حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ

جلد اوّل

بادشاہ بننا چاہتے ہو یا ولی

ایُّہا الولد	تربیت اولاد کے زریں اصول
شرح اسماء الحسنٰی	مشکوٰۃ الانوار
حقیقت السماع	آداب الاخلاق

القسطاس المستقیم

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 221376B

Marfat.com

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : ۲۰۰۴ء علمی گرافکس کراچی

ضخامت : 532 صفحات

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دار العلوم کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیپ روڈ لسبیلہ کراچی

بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور

بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
At Continenta (London) Ltd.
Copks Road, London E15 2PW

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Marfat.com

فہرست مضامین

مجموعہ رسائل امام غزالیؒ

جلد اول مشتمل بر ہشت حصص

عنوانات	صفحہ نمبر
آغازِ کتاب	۱۵
پہلا مقالہ	؍
دوسرا مقالہ طرز زندگانی کے بیان میں	۱۹
تیسرا مقالہ:	۲۰
چوتھا مقالہ (ترتیب خلافت کے بیان میں)	۲۲
پانچواں مقالہ (امور سلطنت کی ترتیب وتدبیر میں)	۲۳
چھٹا مقالہ (ترتیب حکام کے بیان میں)	۲۵
ساتواں مقالہ (حاشیۂ دولت کی ترتیب میں)	۲۷
آٹھواں مقالہ (چوبداروں اور وزیروں اور ہمنشیوں کی ترتیب میں)	۳۰
نواں مقالہ (نان پز اور باورچی اور قصاب کی ترتیب کے بیان میں)	۳۱
دسواں مقالہ	۳۳
گیارہواں مقالہ	۳۵
بارہواں مقالہ آداب سفر کے بیان میں	۳۶
تیرہواں مقالہ (قسم کے متعلق حیلوں کے بیان میں)	۳۸
کتاب سر العالمین کا دوسرا حصہ	۵۴
چودھواں مقابلہ (چند نصائح میں)	۵۶
پندرہواں مقالہ دلیل مستدل کے قطع کرنے میں	۵۸
سولہواں مقالہ	۵۹

Marfat.com

طہارت اور اس کے آداب	″	نبوت اور سعادات کے بیان میں	٩٧
واسباب کے بیان میں	″	ستائیسواں مقالہ	١٠٠
سترھواں مقالہ	٦١	اذکار کے بیان میں	″
کتاب الصلوٰۃ	٦٥	اٹھائیسواں مقالہ (٢٨)	١٠٢
پہلا مقالہ	″	جہاد نفس اور اس کی تدبیر کے بیان	١٠٣
اٹھارہواں مقالہ	٦٩	مین	″
خواص کے بیان اور تحقیق میں	″	انتیسواں مقالہ (٢٩)	١٠٨
زعفران بنانے کی ترکیب	٧٢	فصل	١١٠
مشک بنانے کی ترکیب	٧٣	(شوق اور مکاشفہ کے بیان میں)	″
بیسواں مقالہ	٧٥	فصل	١١٢
علم عزائم وتسخیر کواکب کے بیان	″	(وعظ اور نصیحت کے بیان میں)	″
میں	″	تیسواں مقالہ	١١٣
اکیسواں مقالہ	٧٨	(علم وعمل کے بیان میں)	″
گفتگو کے بیان میں	″	فصل	١١٦
بائیسواں مقالہ	٨٢	(عجائب اسفار کے بیان میں)	″
(وجود عالم کے بیان میں)	″	فصل	١٢٠
تیئسواں مقالہ	٨٥	(بلند ہمتی کے بیان میں)	″
شربتوں کے بیان میں	″	مقالہ ابن سیناء پر رد کے بیان میں	١٢٢
مربوں کا بیان	″	فصل	١٢٤
چوبیسواں مقالہ	٩٠	(زہد کے بیان میں)	″
(کھانے پینے کے آداب میں)	″	فصل	١٣٠
پچیسواں مقالہ	٩٣	روح کے بیان میں	″
(تہذیب نفوس کے بیان میں)	″	فصل	١٣٣
چھبیسواں مقالہ (٢٦)	٩٦	موت کے بیان میں	″

Marfat.com

فصل	۱۳۷
(قیامت صغریٰ اور کبریٰ کے بیان میں)	″
فصل	″
(اسرار نبوت کے بیان میں)	۱۴۰
فصل	۱۴۴
نصائح امام غزالیؒ	۱۴۶
یعنی	″
ایھا الولد	″
تعارف کتاب	۱۴۸
حاتم بن اصمؒ کے بیان کردہ فوائد	۱۶۲
شیخ کے اوصاف	۱۶۷
شیخ کی اطاعت	″
ظاہری آداب	۱۶۸
باطنی آداب	″
تصوف کی حقیقت	″
بندگی کی حقیقت	۱۶۹
توکل کی حقیقت	″
اخلاص کی حقیقت	″
آٹھ نصیحتیں	۱۷۱
مناظرہ کا اصول	″
مریض کی اقسام	۱۷۲
نصیحت بقدر ظرف	۱۷۳
نصیحت کے قابل شخص	″
۲ وعظ کی حقیقت	۱۷۴
۳ امراء اور بادشاہوں سے دور رہنا	۱۷۶
۴ حاکموں کے تحفے قبول نہ کرنا	″
عمل کے قابل چار باتیں	۱۷۷
اللہ تعالیٰ سے تعلق کا طریقہ	″
اللہ کے بندوں سے تعلق کا طریقہ	″
مطالعہ کی تلقین	۱۷۸
۱۴ خوراک کا ذخیرہ نہ کرنا	۱۷۹
تربیت اولاد کے زریں اصول	۱۸۲
از	″
حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	″
تربیت اولاد	۱۸۳
سخنہائے گفتنی	″
اولاد کی تربیت میں والدین کی ذمہ داری	۱۸۴
موجودہ اسکولوں کی حالت	۱۸۵
پس چہ باید کرد اے اخوان دیں	۱۸۷
آخری گذارش	۱۸۸
ضروری عرضداشت	۱۸۹
حضرت امام غزالیؒ	۱۹۰
بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت	۱۹۰

Marfat.com

اور تحسین اخلاق کا بیان	"
تمہید	"
حلال غذا کی ضرورت واہمیت	۱۹۲
آداب طعام کا بیان	۱۹۳
آداب لباس کا بیان	۱۹۵
شعروشاعری کی وباء	۱۹۶
نیکیوں پر ابھارنے اور برائیوں سے روکنے کا طریقہ	۱۹۷
زیادہ جھڑکنے کے نقصانات	"
سونے کے آداب ولوازم	۱۹۸
تکبر اور غرور کی ممانعت	۱۹۹
آداب مجلس وآداب کلام	۲۰۰
صبروتحمل	۲۰۱
ورزش کی اہمیت وفوائد	۲۰۲
بزرگوں کی تعظیم کے آداب	"
غذا کے متعلق عمدہ تخیل	۲۰۳
دنیا کی بے ثباتی	"
عقل مند کون ہے؟	"
بچے کی فطرت اور والدین کا فرض	۲۰۴
عمدہ تربیت کے اعلیٰ نتیجہ پر ایک تاریخی شہادت	"
حاصل کلام	۲۰۶
الحمد للہ والمنہ حجۃ الاسلام ابو حامد امام محمد الغزالیؒ کی کتاب	۲۰۷
المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء الحسنیٰ	"
مقدمہ	۲۰۹
(۱) پہلا فن	"
(۲) دوسرا فن	"
(۳) تیسرا فن	"
فن اول	"
پہلا فن	۲۱۱
ابتدائی باتوں میں	"
پہلی فصل	"
اسم، مسمیٰ اور تسمیہ کے معنی	"
پہلی صورت	۲۱۵
دوسری صورت	"
تیسری صورت	"
دوسری فصل	۲۲۷
اسماء قریب المعنیٰ کا بیان اور اس امر کا ذکر کہ کیا	"
ایسے اسماء کا مترادف ہونا جائز ہے یا ان کے مفہومات مختلف ہونا لازم ہے	"
تیسری فصل	۲۲۹
مختلف معنوں والے اسم کا بیان	"
چوتھی فصل	۲۳۱

Marfat.com

اس امر کا بیان کہ بندہ کا کمال اور سعادت اس میں ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اخلاق الٰہیہ کا خوگر بنے اور اللہ کے اسماء وصفات کے معنی سے اپنا باطن آراستہ کرے۔	″	(۹) اَلْعَزِیْزُ	۲۵۹
اول	۲۳۲	(۱۰) اَلْجَبَّارُ	۲۶۰
دوم	″	(۱۱) اَلْمُتَکَبِّرُ	۲۶۱
سوم	۲۳۳	(۱۲) اَلْخَالِقُ	۲۶۲
اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی کے معانی کی تفصیل شروع کرتے ہیں۔	۲۴۵	(۱۳) اَلْبَارِئُ	″
دوسرا فن	″	(۱۴) اَلْمُصَوِّرُ	″
مقاصد خاص میں	″	(۱۵) اَلْغَفَّارُ	۲۶۶
پہلی فصل	″	(۱۶) اَلْقَهَّارُ	۲۶۷
اللہ کے ننانوے نام کی شرح	″	(۱۷) اَلْوَهَّابُ	۲۶۸
(۱) اللہ	۲۴۶	(۱۸) اَلرَّزَّاقُ	۲۷۱
(۲) الرحمٰن	۲۴۸	(۱۹) اَلْفَتَّاحُ	۲۷۲
(۳) الرحیم	″	(۲۰) اَلْعَلِیْمُ	۲۷۳
(۴) اَلْمَلِكُ	۲۵۲	(۲۱) القابض	۲۷۴
(۵) اَلْقُدُّوْسُ	۲۵۳	(۲۲) اَلْبَاسِطُ	″
(۶) اَلسَّلَامُ	۲۵۵	(۲۳) اَلْخَافِضُ	۲۷۵
(۷) اَلْمُؤْمِنُ	۲۵۶	(۲۴) اَلرَّافِعُ	″
(۸) اَلْمُهَیْمِنُ	۲۵۸	(۲۵) اَلْمُعِزُّ	۲۷۶
		(۲۶) اَلْمُذِلُّ	″
		(۲۷) اَلسَّمِیْعُ	۲۷۷
		(۲۸) اَلْبَصِیْرُ	۲۷۸
		(۲۹) اَلْحَكَمُ	۲۷۹
		(۳۰) اَلْعَدْلُ	۲۸۵
		(۳۱) اَللَّطِیْفُ	۲۸۹
		(۳۲) اَلْخَبِیْرُ	۲۹۱

Marfat.com

(۳۳) اَلحَلِیمُ		(۵۷) اَلحَمِیدُ	۳۱۸
(۳۴) اَلعَظِیمُ		(۵۸) اَلمُحصِی	
(۳۵) اَلغَفُورُ	۲۹۳	(۵۹) اَلمُبدِیٔ	۳۱۹
(۳۶) اَلشَّکُورُ		(۶۰) اَلمُعِیدُ	
(۳۷) اَلعَلِیُّ	۲۹۴	(۶۱) اَلمُحیِی	۳۲۰
(۳۸) اَلکَبِیرُ	۲۹۷	(۶۲) اَلمُمِیتُ	
(۳۹) اَلحَفِیظُ		(۶۳) اَلحَیُّ	
(۴۰) اَلمُقِیتُ	۳۰۰	(۶۴) اَلقَیُّومُ	
(۴۱) اَلحَسِیبُ	۳۰۱	(۶۵) اَلوَاجِدُ	۳۲۱
(۴۲) اَلجَلِیلُ	۳۰۳	(۶۶) اَلمَاجِدُ	
(۴۳) اَلکَرِیمُ	۳۰۴	(۶۷) اَلوَاحِدُ	
(۴۴) اَلرَّقِیبُ		(۶۸) اَلصَّمَدُ	۳۲۲
(۴۵) اَلمُجِیبُ	۳۰۵	(۶۹) اَلقَادِرُ	
(۴۶) اَلوَاسِعُ	۳۰۶	(۷۰) اَلمُقتَدِرُ	
(۴۷) اَلحَکِیمُ	۳۰۷	(۷۱) اَلمُقَدِّمُ	۳۲۳
(۴۸) اَلوَدُودُ	۳۰۹	(۷۲) اَلمُؤَخِّرُ	
(۴۹) اَلمَجِیدُ	۳۱۰	(۷۳) اَلاَوَّلُ	۳۲۴
(۵۰) الباعث	۳۱۱	(۷۴) اَلآخِرُ	
(۵۱) اَلشَّہِیدُ	۳۱۴	(۷۵) اَلظَّاہِرُ	۳۲۵
(۵۲) اَلحَقُّ		(۷۶) اَلبَاطِنُ	
(۵۳) اَلوَکِیلُ	۳۱۶	(۷۷) اَلبَرُّ	۳۲۷
(۵۴) اَلقَوِیُّ	۳۱۷	(۷۸) اَلتَّوَّابُ	۳۲۸
(۵۵) اَلمَتِینُ		(۷۹) اَلمُنتَقِمُ	
(۵۶) اَلوَلِیُّ		(۸۰) اَلعَفُوُّ	۳۲۹

Marfat.com

(۸۱) اَلرَّءُوْفُ	،
(۸۲) مَالِکُ الْمُلْکِ	،
(۸۳) ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ	۳۳۰
(۸۴) اَلْوَالِیْ	،
(۸۵) اَلْمُتَعَالِیْ	۳۳۱
(۸۶) اَلْمُقْسِطُ	،
(۸۷) اَلْجَامِعُ	۳۳۲
(۸۸) اَلْغَنِیُّ	۳۳۳
(۸۹) اَلْمُغْنِیْ	،
(۹۰) اَلْمَانِعُ	۳۳۴
(۹۱) الضَّارُّ	،
(۹۲) النَّافِعُ	،
(۹۳) اَلنُّوْرُ	۳۳۵
(۹۴) اَلْهَادِیْ	،
(۹۵) اَلْبَدِیْعُ	۳۳۶
(۹۶) اَلْبَاقِیْ	،
(۹۷) اَلْوَارِثُ	۳۳۷
(۹۸) اَلرَّشِیْدُ	۳۳۸
(۹۹) اَلصَّبُوْرُ	،
خاتمہ	۳۳۹
فصل اول	،
فصل دوم	۳۴۷
مقاصد اور غایات میں	،
فصل سوم	۳۴۹

فلاسفہ متعاضلین کے مذہب پر ان	۳۴۹
تمام صفات کے ایک ذات کی	،
طرف رجوع کرنے کا بیان	،
تیسرا فن لواحق اور تتمہ جات میں	۳۵۲
پہلی فصل	،
اس امر کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے نام	،
صرف ننانوے نہیں ہیں	،
دوسری فصل	۳۵۴
اسمائے باری تعالیٰ میں سے ننانویں	،
کی تخصیص کا فائدہ	،
تیسری فصل	۳۶۰
اس امر کا بیان کہ اسمائے باری	،
تعالیٰ توقیف پر موقوف ہیں یا	،
بطریق عقل جائز ہیں	،
مشکوٰۃ الانوار	۳۶۴
دیباچہ	۳۶۵
باب اول	۳۶۶
اقسام انوار	،
نور عامی	۳۶۷
بلحاظ حسن اشیاء	،
حقیقت	۳۶۸
فرق مراتب	۳۶۹
عقل کی روایت یکساں نہیں	۳۷۲

Marfat.com

نتیجہ	۳۷۳	التماس	۴۰۹
نکتہ	۳۷۴		
نکتہ		آداب الاخلاق	۴۲۹
حقیقت	۳۷۶	یعنی	
حقیقت حقائق	۳۷۸	اخلاقِ محمدی ﷺ	
خاتمہ	۳۸۰	مصنفہ	
باب دوم	۳۸۵	آداب واخلاق	۴۳۰
مشکوٰۃ ومصباح اور زجاجہ وغیرہ کی تشریح	،	آنحضرت ﷺ کے اخلاق ومعجزات	،
قطب اوّل	۳۸۶	پہلا بیان	۴۳۱
قطب دوم	،	اس امر میں کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ	،
قطب اول	،	تعالیٰ نے آداب قرآنی سے	،
تمثیل اور طرز تمثیل کا راز	،	مؤدب فرمایا	،
خاتمہ ومعذرت	۳۹۱	دوسرا بیان	۴۳۶
نکتہ:	۳۹۳	حضور انور ﷺ کے ان اخلاق حمیدہ	،
قطب دوم	۳۹۴	کے ذکر میں جو بعض علماء نے	،
مراطب ارواح بشریہ نورانیہ	،	احادیث سے منتخب کیے ہیں	،
آیت کی مثالوں کا بیان	۳۹۶		
خاتمہ	۳۹۸	تیسرا بیان	۴۴۲
باب سوم	۳۹۹	سرور کائنات ﷺ کے ان اخلاق	،
قسم اول	۴۰۰	وآداب کے ذکر میں جو حضرت ابو	،
حقیقۃ السماع	۴۰۸	البختری نے روایت کیے ہیں	،
بوارق الالماع		چوتھا بیان	۴۴۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
حضور علیہ السلام کی گفتگو اور خندہ کے ذکر میں	,,
پانچواں بیان	۴۴۹
سرور عالم ﷺ کے کھانا کھانے کے آداب کے ذکر میں	,,
چھٹا بیان	۴۵۵
سید الکونین ﷺ کے اخلاق و آداب متعلقہ لباس کے ذکر میں	,,
ساتواں بیان	۴۵۹
اس ذکر میں کہ حضور اکرم ﷺ باوجود قدرت کے مجرموں کے قصور معاف فرمادیا کرتے تھے	,,
آٹھواں بیان	۴۶۲
اس ذکر میں کہ سید المرسلین ﷺ بری باتوں کو دیکھ کر بھی چشم پوشی فرمایا کرتے تھے۔	,,
نواں بیان	۴۶۳
سید العرب والعجم ﷺ کی جود و سخاوت کے ذکر میں	,,
دسواں بیان	۴۶۵
سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شجاعت کے ذکر میں	,,
گیارہواں بیان	۴۶۶
خاتم النبیین ﷺ کی تواضع کے ذکر میں	,,
بارھواں بیان	۴۶۷
حضور پرنور ﷺ کے حلیہ مبارک کے ذکر میں	,,
تیرھواں بیان	۴۷۰
حضور اکرم ﷺ کے معجزات کے ذکر میں جن سے حضور کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔	,,
قسطاس المستقیم	۴۸۰
مصنف علیہ الرحمۃ کی مختصر سوانح عمری	۴۸۲
مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی حسب ذیل تصانیف ہیں	۴۸۵
موازین التعادل میں سے میزان اکبر کا بیان	۴۹۲
میزان اوسط کے بیان میں	۴۹۹

Marfat.com

میزان اصغر کے بیان میں	۵۰۱
میزان التلازم کے بیان میں	۵۰۳
میزان التعاند کا بیان	۵۰۵
شیطانی ترازوؤں سے اہل تعلیم کا وزن کرنا	۵۱۱
اس بارے میں جناب سرور کائنات ﷺ اور آنحضرت کی امت کے علماء کے ہوتے امام معصوم کی ضرورت نہیں اور یہ کہ معجزات کے لحاظ سے جو آنحضرت کی سچائی ظاہر ہوتی ہے اس سے زیادہ واضح اور واثق طریق سے آنحضرت نبی برحق ہیں اور یہ عارفوں کا طریقہ ہے	۵۱۶
اختلافات کی تاریکی سے خلقت کو نجات دلانے کے بیان میں	۵۲۱
رائے اور قیاس کی تصاویر اور ان کے اظہار کے حقیقت کے بیان میں	۵۳۰

Marfat.com

آغازِ کتاب

پہلا مقالہ

معلوم ہو کہ ملک ایک عظیم اور مقیم چیز ہے اور اسی کے واسطے ہر صالح اور طالع اور خاسر و رابح اور ادنے و اعلیٰ میں قصے قضیے اور جھگڑے فساد پیدا ہوتے ہیں اُسی کے سبب سے آپس میں حسد و بغض اور عداوت کی آتش مشتعل ہوتی ہے اور اس کام کے واسطے اصل اور مرتبہ اور تحصیل اور صبر اور علم اور تحمل بہت ضروری چیزیں ہیں اور سب سے بڑھ کر اصل اصول اس کام کے لئے بلند ہمتی کا ہونا ہے۔ جیسا کہ معاویہ کا قول ہے۔ هَمَمْتُ بِمَعَالِي الْأُمُورِ لِيَتَنَا وَكُوهَا فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِلْخِلَافَةِ أَهْلًا فَهَمَمْتُ بِهَا فَنِلْتُهَا ترجمہ: بڑے بڑے کاموں کا قصد کرو تاکہ وہ تم کو حاصل ہوں کیونکہ میں خلافت کا اہل نہ تھا مگر میں نے اس کا قصد کیا لہذا وہ مجھ کو حاصل ہو گئی شاہان سلف کے واقعات بھی تم نے سنے ہونگے کہ ان میں کسی کو ماں باپ سے سلطنت نہیں پہنچی تھی، بلکہ ہر ایک نے اپنی کوشش سے حاصل کی تھی۔ شعر۔

وَكَمْ نُزِعَ الْمُلْكُ مِنْ يَدِ وَّارِثٍ مُسْتَحِقٍ

مِثْلُ أَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ وَّ سِوَاهُمْ

کتنی ہی سلطنتیں وارث مستحق کے ہاتھ سے نکل گئیں۔ مثل اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کے۔ ہم ذوالقرنین کا مختصر قصہ تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں اصلی نام ان کا صعب بن جبل ہے اور باپ ان کے جولا ہے تھے اور ان کی ماں کا نام میلانہ تھا۔ یمن کی قوم بنی حمیر میں بہ بحالت یتیمی گزران کرتے تھے ان کی ماں نے سنا کہ شہر قسطنطنیہ میں ایک کارخانہ ہے جس میں مختلف قسم کے کام لوگوں کو سکھائے جاتے ہیں وہ ان کو لیکر اس کارخانے میں پہنچی سکندر نے وہاں بادشاہ کی تصویر دیکھی۔ اور سب کاموں پر اس کو پسند کیا۔ پھر ان کی ماں نے ان سے پوچھا کہ بیٹا تم اس کارخانہ میں کونسا کام پسند کرتے ہو۔ سکندر نے شاہی تاج پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں ان کی ماں نے کئی بار ان کو ٹھوکا دیا۔ مگر یہ وہی کہہ گئے۔ یونان نے ان کو

Marfat.com

غور سے دیکھا اور پھر ان کی ماں سے کہا کہ کیا تمہارا نام میلانہ ہے؟ اور یہ تمہارا بیٹا صعب بن جبل ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ تب یونان نے ذوالقرنین سے اس مضمون کا عہد و پیمان لیا کہ میں اور میری آل اور اولاد اور سلطنت سب تمہاری امان میں ہے۔ کیونکہ تمہاری سلطنت کا سایہ شرق و غرب پر محیط ہوگا۔ پھر ذوالقرنین کی ماں ان کو زمین بابل میں لائی اور کسی سے ان کا حال بیان نہ کرتی تھی۔ پھر ذوالقرنین نے تین خواب ایسے دیکھے جو خاص ان کے کام کی دلیل اور اُن کی سعادت کے گواہ تھے۔ پہلا خواب یہ دیکھا کہ زمین مثل روٹی کے ہے اور انہوں نے اس کو کھا لیا ہے۔ اور دوسرا خواب یہ دیکھا کہ سمندر کو انہوں نے پی لیا ہے اور اسکی کیچڑ تک کھالی ہے۔ اور تیسرا خواب یہ دیکھا کہ آسمان میں چڑھے اور ستاروں کو توڑ کر زمین پر پھینک دیا ہے اور سورج پر سوار ہو کر چاند کی پیشانی پکڑ لی ہے۔ پھر جب ذوالقرنین کی حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی اور یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے ان کو بڑی مبارک اور عظیم الشان سلطنت کے حاصل ہونے کی خوشخبری دی اور کہا کہ ایک نبی اور ایک حکیم ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے، اسی طرح اگر تم خیال سے دیکھو تو بہت سی اسی قسم کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ اس واسطے تم کو لازم ہے کہ بلند ہمتی کے پرندے پر سوار ہو کر آلاتِ سلطنت حاصل کرو تاکہ اس کی کیمیا تمہارے پاس موجود ہو جائے اور ایسے سچے اور صاحب علم و فضل دوست تمہارے پاس مجتمع ہوں جو تمہارا راز کسی کے سامنے فاش نہ کریں، اور اس کتاب سر العالمین کے اسرار سے بخوبی واقف ہوں اور نیز کسی علم کیمیا کے واقف کو بھی اپنا دوست بناؤ جو سرخ و سفید رنگ بنا کر روپیہ کی امداد تم کو پہنچائے، اور اگر ایسے دوست مہیا نہ ہوں اور ہر طرح سے تمہارا بازو کمزور ہو اور مال بھی پاس نہ رکھتے ہو، پس تم کو چاہیے کہ خوب علم و فضل حاصل کرو اور ایک گوشۂ خلوت اختیار کر کے زہد و تقویٰ کے راستہ پر چلو، اور شاگردوں کو سبق دینا اور مریدوں کو ارشاد و تلقین کرنا شروع کر دو اور جہاں تک ہو سکے ان کی تعداد بڑھانے میں کوشش کرو، اور وقتاً فوقتاً کرامتیں بھی ان پر ظاہر کرو، تاکہ سچے دل سے وہ تمہارے معتقد اور غلام بے زر خرید ہو جائیں، اور اصلاح و تقویٰ کا راستہ ان کو تعلیم کرو اور اپنی عظمت بطریق حکمت ان کے دل میں خوب بٹھا دو، پھر جب وہ لوگ اس سبق کو خوب یاد کر لیں تب لوگوں کی بد اعتقادی اور فسق و فجور اور اپنے دشمن بادشاہ یا حکام کے ظلم و ستم پر اُن کی نظر دوڑانی شروع کر دو اور مختصر طور سے ایسا وقتاً فوقتاً سمجھاؤ کہ وہ کل منکرات سے متنفر ہو کر ان کے قلع و قمع پر آمادہ ہو جائیں۔ اور پھر ان شاگردوں کو یہ سبق پڑھاؤ کہ وہ ہر جگہ تم کو شہرت دیں اور بڑے بڑے لوگوں کے دلوں میں تمہاری عظمت بٹھا کر ان کو

Marfat.com

تمھارے مطیع فرمان بنادیں اور کچھ قوت پکڑلو تب تم خاص لوگوں سے نرمی اور رفاقت اور نصیحت کا برتاؤ کرو، اور جو لوگ تمھارے اعتقاد اور مقصد کے برخلاف ہوں ان سے مباحثہ اور مجادلہ کرتے رہو اور جو سخت طبیعت اور حاسد ہوں ان سے سختی کے ساتھ پیش آؤ۔

دیکھو اسلام کی ابتداء کس طرح ہوئی ہے، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے پہل یہ حکم ہوا۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ یعنی کہہ دوائے پیغمبر میں ان کی عبادت نہ کرونگا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمھارے واسطے تمھارا دین اور میرے واسطے میرا دین ہے، پھر جب اسلام کی ترقی ہوئی تب زبانِ شمشیر سے یہ آواز ظاہر ہوئی، فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ یعنی جب تم کافروں کے مقابل ہو تو ان کی گردنیں مارو اور کمزوری کے وقت صلح کر کے جزیہ لینے کا حکم ہوا وان جنحوا للسلم فاجنح یعنی اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تب تم بھی صلح کو اختیار کرلو۔ پھر جب اقبال اسلامی کی ہوا چلی اور ترقی کا خیمہ مسلمانوں پر سایہ فگن ہوا تو حکم پہونچا مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ یعنی نبی کو یہ لائق نہیں ہے کہ اُن کے پاس قیدی ہوں اور وہ اُن کو فدیہ لے کر چھوڑ دیں، یہاں تک کہ زمین میں خوب خون بہا دیں۔ سلطنت کے طالب کو بھی یہی وطیرہ اختیار کرنا چاہیئے۔ ہر شخص سے اس کی عقل کے موافق گفتگو کرے اور عدل و انصاف میں کسی اپنے یا بیگانے کا پاس و لحاظ نہ کرے۔ لشکر کو وقت پر تنخواہ بانٹے اور ہر مشکل کام کے وقت انعام و اکرام کا امیدوار کرے اور وعدہ کا کسی ادنیٰ شخص سے بھی خلاف نہ کرے، اہل فضل کی تعظیم و تکریم بجالائے۔ مظلوم کے نقصان کی مکافات کرے اور انصاف میں اپنی ذات اور دوسرے کو برابر جانے اور اپنے ملازموں، حاکموں یا عاملوں کی تنخواہیں اس قدر مقرر کرے کہ وہ خرچ کے محتاج نہ رہیں، ورنہ رشوت کا سلسلہ ان کے اندر جاری ہو جائیگا۔ اور تمھارا ظلم رعایا میں ظاہر ہوگا اور لوگ تم سے بددل ہو جائیں گے۔ اور ظاہر و باطن میں تمھارے خلاف کارروائیاں کریں گے۔ معلوم ہو کہ تمھارے اغراض کے برخلاف مظلوم کی ہمت اور اس کے دل کی بددعا بہت کافی وافی ہوتی ہے۔ جیسے کہ باران طلبی کے وقت اہل زمین کی دعا اور ان کی دلی خواہش کا اثر آسمان پر ہوتا ہے، اور مینہ برسنے لگتا ہے۔ سلطان

Marfat.com

محمود بن سبکتگین نے اپنا ایک ایلچی ہندوستان کے راجہ کے پاس یہ بات دریافت کرنے بھیجا کہ باوجود اس بات کے کہ تم لوگ منکر صانع اور رسولوں کی تکذیب کرنے والے ہو پھر تمھاری عمریں اس قدر دراز کیوں ہوتی ہیں، اور ہم لوگ باوجودیکہ خدا پر ایمان رکھنے والے اور رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں، اور ہماری عمریں چھوٹی ہوتی ہیں، اس کا کیا سبب ہے۔ راجہ نے سلطان کے ایلچی سے کہا کہ میں تم کو اس بات کا جواب اس وقت دونگا جب یہ پھل دار درخت جو تمھارے سامنے ہے، خود بخود گر پڑے گا۔ پھر ایلچی کو ایک مکان میں فروکش کر کے بہت اچھی طرح سے ان کی دعوت اور مہمانی کا حکم دیا، اب ایلچی صاحب اس فکر میں ہیں کہ دیکھنا چاہیے کب یہ درخت گرتا ہے جو میں جواب لیکر واپس جاؤں، اور خدا کرے کہ یہ درخت جلدی گرے، پھر تھوڑے ہی دن گذرے تھے جو ایک روز اس درخت کے گرنے کی آواز آئی اور لوگ دوڑتے ہوئے اس درخت کے پاس گئے، راجہ صاحب بھی آئے اور ایلچی صاحب بھی تشریف لائے، جس وقت راجہ نے ایلچی کو دیکھا تو کہا بس اب تشریف لے جایئے آپ کا یہی جواب ہیکہ یہ درخت گر پڑا اپنے سلطان سے کہنا کہ جب ایک شخص کی ہمت نے پھل دار درخت کو گرا دیا تو پھر مظلوموں کی ایک جماعت کی ہمت ظالموں کے قلع قمع میں کیوں نہ اثر کریگی، اور نیز مظلوموں کی دعا ابر کے اوپر پہونچتی ہے۔

بعض قدیم کتابوں میں وارد ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ اگر میں ظالم سے بدلہ نہ لوں تو میں خود ظالم ہوں، اور بعض آثار میں وارد ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس شخص کی بد دعا سے ڈرو جس کا میرے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اور اے طالب سلطنت تم کو معلوم ہو کہ عدل کرنا اور بوقت ضرورت لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت قائم کرنے کے واسطے دشمنوں کو قتل کرنا اور سولی دینا یا زخمی کرنا یا اور اقسام کی تکالیف سے ان کو ستانا ملک اور رعایا میں امن اور دلوں میں اطمینان پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ بادشاہ زمین میں خدا کا سایہ ہے، ہر مظلوم اپنی دادرسی کے واسطے اس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور ہر چیز کو اس کے موقع پر کرنا نہایت موزوں اور مناسب بلکہ اکثر اوقات واجب ہوتا ہے، اور مفسدوں کے قتل و غارت کرنے سے غریبوں کی جانیں بچتی ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا أُولِي الْأَلْبَابِ یعنی اے اہل عقل تمھارے واسطے قصاص میں زندگی ہے کیونکہ اپنے قتل ہونے کے سبب سے کوئی شخص دوسرے کو قتل نہ کریگا۔ اور یہی باعث زندگی ہے، عمرو بن عاصؓ جو بڑے صحابی تھے معاویہ کو انہوں نے افعال قبیحہ پر اپنے عقائد لامیہ

Marfat.com

اور قونیہ میں بہت زور شور سے آمادہ کیا ہے چنانچہ ایک جگہ کہا ہے۔ مُعَاوِیَ فِی الْخَلْقِ لَا تَعْدِلُ یعنی اے معاویہ خلقت میں عدل سے کام نہ لو: اور دوسری جگہ کہا ہے۔ مُعَاوِیَ اِنِّیْ لَمْ اَبَا یِعْکَ فِلْتَۃً زمانہ میں دل کھول کر جس کام کو کرنا چاہتا ہے کر لے چاہے ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

اور حصول سلطنت کا ایک اور طریق مال کا بکثرت خرچ کرنا ہے اور ایک طریق یہ ہے کہ خوب شمشیر زنی کرے مگر اس کے واسطے اپنے لشکر کا دل ہاتھ میں رکھنا اور مظلوم کی دادرسی کرنی بہت ضروری ہے۔ اور جو چیزیں اوقاف کی قسم سے ہیں خواہ وہ کسی مذہب وملت کی ہوں ان سے معترض نہ ہونا چاہئیے، اور یہ بات بھی تم کو لازم ہے کہ ایک وقت رعایا کی نگرانی کا اور ایک وقت لشکر کے معائنہ کا مقرر کرو، کیونکہ تمہاری غفلت سے رعایا کے اندر ظلم پھیل جائیگا، اور سب حکام وعمال حرام خور ہو جائیں گے، اور بچشم خود دفتروں کو دیکھا کرو اگر دن کو فرصت نہ ہو تو عشاء کے وقت، منشیوں نے جو کچھ دن کو لکھا ہے اس کو دیکھ لیا کرو تا کہ وہ تمہارے خوف سے کچھ تغیر وتبدل نہ کر سکیں، کیونکہ بہت سے مظلوم بادشاہ کی غفلت کے باعث اپنے حق سے محروم ہو جاتے ہیں، اور اگر تم یہ چاہو کہ کوئی حال تم سے پوشیدہ نہ رہے تب تم اپنی زندگانی اس طریقہ سے گذارا کرو جو دوسرے مقالہ میں مذکور ہے۔

دوسرا مقالہ طرز زندگانی کے بیان میں

اے بادشاہ تم کو لازم ہے کہ صبح کی نماز پڑھ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو، اور پھر اشراق کی نماز کے بعد اپنے گھر کے لوگوں کو یا ملازموں کو جس جس کام کے واسطے کہنا سننا ہو کہہ سنکر گھوڑے پر ہتھیار لگا کر سوار ہو، اور خبر اور اخبار معلوم کرنے کے واسطے شہر میں گشت کرو تا کہ کوئی مظلوم یا پریشان حالت شخص تم کو ملے تو تم اس کی دادرسی کرو، اور ہتھیار لگانے کی ضرورت یہ ہے کہ کوئی دشمن تم پر حملہ نہ کر سکے۔ اور پھر اس گشت سے فارغ ہو کر اپنے دیوان عام میں بیٹھ کر مقدمات فیصل کرو۔ اور خط وخطوط کے جواب لکھوا اور ایلچیوں سے گفتگو کرو، اور دیوان عام میں اپنے سامنے لوگوں کی دو صفیں دائیں اور بائیں بٹھاؤ اور بیچ کا میدان کھلا رکھو تا کہ کوئی مظلوم یا دشمن وغیرہ تمہاری نظر سے پوشیدہ نہ رہے، اور جس شخص پر تم کو شبہ ہو اس کے حال کو خوب دریافت کرو اور ایسے شخص کو اپنی خدمت میں نہ رکھو جس کے حال سے تم واقف نہ ہو بلکہ

Marfat.com

ایسے شخص سے خدمت لو جس کی نیک بختی تم کو معلوم ہو یا کوئی معتبر شخص اس کا ضامن ہو، یا وہ شخص تمھارا معتقد ہو، اور ایک گروہ اہل علم و فضل اور تجربہ کاروں اور متقی وزیروں اور اہل رائے کا تمھارے پاس رہنا چاہیے، نالائق اور خائن لوگوں سے بالکل پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ جو شخص اپنی جان پر امین نہ ہوگا وہ دوسرے کے حق میں کیا امانتداری کرے گا۔

پھر ظہر کے وقت سے پہلے دیوان عام سے اٹھ کر محل میں جاؤ اور لشکر کے واسطے کھانا تقسیم کرنے کا حکم کرو اور اپنے اقربا اور عزیزوں کو بلوا کر ان کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھاؤ، اور بادشاہوں کے واسطے باورچی بھی بہت امین ہونا چاہیے، اور سب سے پہلے اسی کو اس کھانے میں سے لقمہ کھلانا چاہیے، پھر جو لوگ کھانا لائے ہوں ان کو لقمے کھلانے چاہئیں۔ پھر جو شخص دسترخوان پر کھانا چنے وہ بھی لقمہ کھائے، جب سب طرح سے اطمینان ہو جائے اس وقت بادشاہ کو ہاتھ ڈالنا چاہیے، اور یہ احتیاط اس واسطے ہے کہ شہریار بن زاد آدھا سیب کھانے سے مر گیا تھا، اور ساسان نے شراب کا آدھا پیالہ پی کر جان دی۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کی دست میں زہر ملا کر کھلایا گیا، اور ابولولو نے چھری کو زہر آلود کر کے حضرت عمرؓ کو اس کے ساتھ شہید کیا، اور عبدالرحمٰن بن ملجم نے تلوار کو زہر آلود کر کے حضرت امیر المومنین علیؓ کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا، اور اسی سے آپ کی شہادت ہوئی، اور جعدہ بنت جوجو بن کعب غسانی نے اپنے خاوند حضرت امام حسنؓ کو زہر دے کر شہید کیا، اور یہ مکر زہر خورانی کا شامیوں کی طرف سے تھا، جو دانہائے انگور میں دھلے ہوئے نہ تھے آمیز کر کے دیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ اور ہزاروں اس قسم کی مثالیں زمانہ میں موجود ہیں، لہذا بادشاہ کو لازم ہے کہ اپنے کھانے اور پینے اور پہننے اور سونے میں زہر کا بہت خیال اور احتیاط رکھے، یہاں تک کے اپنا رومال بھی بہت احتیاط سے رکھے اور اپنی سلطنت میں اور دنیا کے غیر ممالک میں بھی مخبروں کو مختلف لباسوں اور طرز و روش کے ساتھ روانہ کرے، تاکہ ہر قسم کی خبریں ہر ملک سے ان کو پہنچتی رہیں، مثلاً کوئی مخبر صوفی بنا ہوا ہے، کوئی فقیر ہے، کوئی دکاندار ہے، کوئی سوداگر ہے۔

مامون رشید عباسی کے پاس بہت سے مخبر تھے، جو تمام ممالک دنیا سے اس کو خبریں پہنچایا کرتے تھے اور کل بادشاہ ہونے کا یہی طریقہ ہے۔

تیسرا مقالہ:

بادشاہ کو چاہیے کہ پہلے نصف شب میں قضاء سے متعلق مہمات اور پوشیدہ واقعات

Marfat.com

سننے کے واسطے بیدار رہے اور قدرے دن کو دوپہر کے وقت سو رہے، کیونکہ اس سے رات کے جاگنے پر بہت بڑی مدد ملتی ہے، اور آخر رات میں سو رہنے سے پہلی رات میں جاگنے کی تھکان جاتی رہتی ہے۔ اور حمام سے جلد فارغ ہو جانا بہت بہتر ہے، اور موافق مزاج کے کسی شربت کا استعمال رکھنا بھی ضروری ہے۔ بادشاہ کو یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اپنے متعلق خطوط کے جواب یا فرمانات جو منشی سے لکھوائے ایک نظر خود بھی ان کو ملاحظہ کر لیا کرے۔ کیونکہ کاتب کی بعض غلطیوں سے سخت فساد پیدا ہو جاتے ہیں، دیکھو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ جو محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا، اسی قسم کی غلطی سے تھا، یہ واقعہ بہت مشہور اور کتب سیر میں موجود ہے۔

بادشاہ کو لازم ہے کہ کسی لونڈی یا حرم کو اپنی بیوی پر فضیلت نہ دے کیونکہ اس سے حسد کی آگ بھڑکتی ہے، اور نتیجہ بد ظاہر ہوتا ہے، اور نیز قیام امن میں کسی اپنے یا بیگانے کا پاس ولحاظ نہ کرے، بلکہ اپنی ذات کو بالکل تنہا سمجھے کہ کوئی اس کا نہیں ہے، جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

فَلَمْ نَزَلْ فَلَمَّا الْاَنْصَافُ قَاطِعَةٌ   بَیْنَ الْاَنَامِ وَاَوْکَانُوْا ذَوِیْ رَحِیْمٍ

اور جو اس کے باپ کے دوست آشنا ہیں ان کے واسطے تواضع اور خوش اخلاقی سے پیش آئے، اگرچہ غریب و فقیر ہوں اور اپنے اپنے ان دوستوں سے بھی جو سلطنت حاصل ہونے سے پہلے کے ہیں، تعظیم اور محبت کا برتاؤ رکھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک یہودیہ حاضر ہوتی تھی جب وہ آتی آپ اس کے واسطے کھڑے ہو جاتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک روز عرض کیا کہ آپ ایک یہودی عورت کے واسطے کیوں کھڑے ہوتے ہیں، فرمایا یہ عورت خدیجہؓ کے وقت سے ہمارے پاس آتی ہے یعنی ظہور اسلام سے پہلے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطافت اخلاق سے ہے، بادشاہ کو بھی اپنے اخلاق ایسے ہی رکھنے چاہئیں۔

[1] لَا تَلْقَ فِیْ بِئْرٍ شَرِبْتَ زُلَالَهَا   اٰجُرَّةً فَیُقَالُ اِنَّکَ غَادِرٌ"

---

[1] جس کنوئیں کا تو نے پانی پیا ہے اس میں اینٹ نہ ڈال نہ تجھ...... کرنے والا کہا جائیگا۔

Marfat.com

چوتھا مقالہ

(ترتیب خلافت کے بیان میں)

خلافت نص کے ساتھ ثابت ہے اور دلیل اس کی یہ آیت ہے۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

عرب کے ان لوگوں سے جو پیچھے رہنے والے ہیں کہہ دو کہ عنقریب تم ایک خوفناک قوم کے مقابلہ کی طرف بلائے جاؤ گے جن سے تم لڑو یا وہ صلح کر لیں، پس اگر تم نے اس حکم کے بجالانے میں اطاعت کی تو خدا تم کو اچھا ثواب دیگا۔ اور اگر تم نے اسی طرح پیٹھ پھیری جیسے کہ پہلے پھیر چکے ہو تب وہ تم کو سخت عذاب کریگا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیقؓ نے اطاعت کی طرف بلایا اور لوگوں نے ان کی اطاعت قبول کی اور بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِىُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا یعنی نبی نے اپنی ایک بیوی سے پوشیدہ بات کہی۔

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ اے حمیرا تمھارا باپ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ اور ایک عورت نے آپ سے عرض کیا کہ جب ہم آپ کو نہ پاویں تو کس کے پاس جاویں، آپؐ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور نیز ابو بکرؓ نے حضورؐ کی حیات میں مسلمانوں کی امامت کی۔ اور امامت دین کا ستون ہے یہ تو اُن لوگوں کا بیان ہے جو نص سے اس کو ثابت کرتے ہیں، پھر یہ لوگ تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حضرت علیؓ پہلے خلیفہ ہوتے تو ان تینوں خلفاء کو خلافت نصیب نہ ہوتی، اور نہ ان کو فتوحات اور مناقب نصیب ہوتے، اور حضرت علیؓ کے چوتھا خلیفہ ہونے سے اُن کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاؑ ہونے سے آپ کی شان میں فرق نہیں آیا، اُن کے بعد بنی اُمیہ نے حکمت سے حکومت لے لی، اُن سے بزور بازو عباسیوں نے چھین لی۔

Marfat.com

پس اے سلطنت کے طالب اپنا سامان درست کر اور اپنی حالت کو آراستہ بنا، اور خوب مال خرچ کر، اور صبر کے ساتھ کام لے اور لوگوں کو اپنی طرف منجذب کر، اور جہاں تک ہو سکے صلاحیت سے کام لے۔

پانچواں مقالہ

(امور سلطنت کی ترتیب وتدبیر میں)

جب تم سلطنت پر قابض ہو جاؤ اور مال وخزانہ کثرت کے ساتھ تمھارے تصرف میں آئے تب تم لوگوں سے اپنی اطاعت پر بیعت اور عہد واثق لو۔ اور خوش بیان لوگوں کو مقرر کرو کہ لوگوں کے سامنے تمھاری اطاعت کے وعظ کہیں اور ان کے دلوں کو تمھاری طرف راغب بنائیں۔

شعر:[1] اِذَا هَبَّتْ رِيَاحك فاغتنمها فَاِنَّ لِكُلِّ خَافِقَةٍ سُكُوْن
وَلَا تَغْفَلْ عَنِ الْاِحْسَانِ يَوْمًا فَمَا تَدْرِيْ السُّكُوْنُ مَتٰى تَكُوْنُ

اور بہت جلد اپنی سلطنت میں رستے اور پل تیار کراؤ تاکہ ضرورت کے وقت تم کو ان پر سے گذرنا آسان ہو، اور اگر تم کسی زوردار شخص کو دیکھو تو طرح طرح کے معالجوں کے ساتھ اُس کا علاج کرو، اور سب سے آخر وہ داغ دینا ہے، اور تم کو یہ بھی ضروری ہے کہ لشکر کی تعداد اور رعایا کی مردم شماری خوب معلوم رکھو اور آمد اور خرچ کا حساب سب تم کو معلوم رہنا چاہیئے، اور سال میں تین بار لشکر سے قواعد کی مشق کرایا کرو اور چار سو سپاہی بڑے جانباز اور خیر خواہ اپنی اردلی میں رکھو۔ اور اگر جنگ کا ارادہ ہو تو اپنے لشکر کو خوب شکم سیر ہو کر کھانے کو دو، اور جب میدان جنگ میں دشمن کے مقابل جاؤ تو اپنے لشکر کی صفیں ایسی ترتیب سے باندھو کہ ایک صف کے پیچھے دوسری ہو، اور اپنے خاص خاص سپاہیوں کو حکم کرو کہ تمھارے لشکر کی جو صف شکست کھا کر بھاگے اس کو تلواروں سے قتل کریں، اور تم خود کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر جنگ کا معائنہ کرو، اور تم خاص اپنے واسطے نہایت عمدہ گھوڑے اور بہادر سپاہی تیار کرو۔ اور یہ یاد رکھو کہ جو شخص ابتداء میں تمھارے ساتھ دھوکا دیگا وہ آخر میں بھی دھوکا کریگا، اور تمھارا بگل یعنی بوق تمھارے ساتھ رہنا چاہیئے، اور اگر مناسب سمجھو تو ایک بوق اپنے لشکر میں بھی رکھو، اور ایک لشکر

[1] جب تیرے اقبال کی ہوا چلے تو اسکو غنیمت سمجھ کیونکہ ہر ایک چلنے والے کی آخر کو سکون ہوتا ہے۔

Marfat.com

بہادر سپاہیوں کا کسی پوشیدہ جگہ کمین گاہ میں چھپا دو تا کہ جس وقت تمھارے لشکر میں کمزوری پیدا ہو تو دشمن کو اپنے پیچھے لگا کر اس موقع پر لاؤ جہاں تمھارا لشکر پوشیدہ ہو، اور اپنے لشکر کی ایک خاص علامت مقرر کرو تا کہ آپس میں ہر ایک دوسرے کو پہچان لے، اور کسی قلعہ کے محاصرہ کرنے سے بددل نہ ہو، اور یہ خیال کرو کہ لشکر کو تکلیف ہوگی بلکہ بغیر فتح کئے نہ چھوڑو، اور اپنے مقتولوں کا قصاص لینے میں کمی نہ کرو، جیسا کہ ذوالقرنین نے دارا کے ساتھ جنگ میں کیا تھا کہ ان کو اس قدر تنگ کیا کہ وہ بزدل ہو کر ہمت ہار بیٹھے، پھر ان کو خوب قتل کیا، اور تم مال کے خرچ کرنے میں ہرگز کمی نہ کرو، اور آمدنی کے دفتروں کو دیکھ کر جس میں مناسب سمجھو کمی یا زیادتی کرو، اور تم کو جنگ کرنے والوں کا تجربہ ہونا بھی ضروری ہے، جو سپاہی بہادری ظاہر کرے، اور بہت سے دشمنوں کو معرض قتل میں لائے، اس کو اس قدر انعام دینا چاہیے کہ وہ خوش ہو جائے، اور جو نامرد و بزدل ہو اس کو سزا دینی چاہیے، اور اپنے خزانوں کی حالت سے بھی تم کو واقف ہونا چاہیے کہ کس قدر رقم خزانے میں بڑھی اور کس قدر کم ہوئی، اور اگر تم کو شادی کی ضرورت ہو تو ایسی عورت تلاش کرو جو مال و جمال اور دین و نسب سب باتیں رکھتی ہو، اور شارعؑ علیہ السلام نے امر تزویج میں دین کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

جس بادشاہ کے مخبر نہیں ہیں وہ مثل جسم بلا روح کے ہے، اس بات کو یاد رکھو، اور قلعہ بندی کے جس قدر سامان کی ضرورت ہو اس کے مہیا کرنے میں بہت چستی سے کوشش کرو، کیونکہ تم کو کچھ خبر نہیں کہ تمھاری اس کامیابی کے بعد کیا صورت ظاہر ہو، اور خصوصاً لشکر میں ایسا انتظام کرو کہ سپاہ میں باہم جنگ و لڑائی نہ ہونے پائے، جو مولوی فتنے فسادوں اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازیوں کے وعظ کہتے ہیں ان کے منھوں میں خار دار لگامیں چڑھا دو تا کہ ایک حرف نہ بول سکیں، اور اپنے حکاموں سے کہہ دو کہ وہ تمھارے ملک میں جو غلہ ہے اس کا انتظام کریں اور کسی سوداگر کو اس کی بھرتی سے نہ روکیں، کیونکہ جو چیز تمھاری رعایا کے پاس ہے وہ بوقت ضرورت تمہارے ہی واسطے ہے، اور ان لوگوں کی حالت پر غور کرو جنھوں نے زراعت چھوڑ دی ہے، اگر انہوں نے مفلسی اور سامان زراعت نہ ہونے کے سبب سے چھوڑ دی ہے تب تم کو ان کی امداد کرنی چاہیے، اور اگر ان پر کسی نے ظلم کیا ہے تب ان کی داد رسی کرو، جیسا کہ ہندوستان کے ایک راجہ کا قول ہے کہ میں گاؤں میں زیادہ مرغیاں دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں، کیونکہ ان سے آبادی کی علامت معلوم ہوتی ہے، اور زیادہ کثرت کے ساتھ عورت کو پیغام دینے والوں کو دیکھ کر میں غمگین ہوتا ہوں کیونکہ اس سے فساد کا اندیشہ ہوتا ہے، ذوالقرنین اپنی

Marfat.com

تمام رعایا کی مردم شماری کیا کرتے تھے، اور جب کوئی عورت دودھ کی ہنڈیا ان کے پاس سے لے گذرتی وہ اس کو دیکھتی اگر اس میں چکنائی پاتے تو خوش ہوتے، اور اگر نہ پاتے تو غمگین ہوتے، اور کہتے تھے کہ میں کاشتکاری کی مثال نہیں پاتا ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطنت کی بنیاد کاشتکاری پر ہے، اگر کاشتکار نہ رہینگے تو سلطنت کے خزانے میں کیا داخل ہوگا، اور لشکر اور اہلکاروں کی تنخواہیں کہاں سے تقسیم ہونگی، غرض کہ ساری سلطنت کاشتکاری پر منحصر ہے، اور جب متغیر طعام کو تبدیل کر سکتا ہو تو ضرور کردے۔

مامون عباسی ہتھیاروں اور دیگر آلات حرب، خیمہ اور خرگاہ و منجنیقیں وغیرہ کو تھوڑے عرصہ بعد تبدیل کرا دیتا تھا، اور اپنے داروغہ اصطبل سے کہتا تھا کہ کل اصطبل کی چیزوں کو اسی طرح تبدیل کیا کرو جیسے کہ باسی گھاس تبدیل کرتے ہو۔

چھٹا مقالہ

(ترتیب حکام کے بیان میں)

حاکم ایسے شخص کو بنانا چاہیے جو رعایا کے ساتھ شفیق، مہربان منتظم، باہیبت و باوقار ہو، اور اس قدر کام اس کے سپرد نہ کیے جائیں جو اس کی طاقت سے باہر ہوں، اور تنخواہ اس کی معقول مقرر کرنی چاہیے، ایسے اپنے لشکر کو بھی پیٹ بھر کر کھانا دے اور اگر کسی وقت قلعہ بند ہونے کا موقعہ ہو تو اپنے لشکر کو نہایت ترتیب کے ساتھ قلعہ کی حفاظت پر مقرر کرے اور قلعہ کی فصیل کو پہلے ہی سے درست کرے، اور پہرہ داروں کو بدلتا رہے تاکہ تھک نہ جائیں، اور پانی اور غلہ کی خوب حفاظت کرنے اور جس راہ سے یہ چیزیں قلعہ کے اندر آتی ہوں اس راہ کو بھی چوکی پہرہ سے محفوظ رکھنا چاہیے، اور خود بنفس نفیس تمام قلعہ اور بروج وفصائل پر بادشاہ کو گشت کرنا ضروری ہے، اور رات کے وقت اپنے لشکر سے پرخطر اور پرحذر رہنا چاہیے تاکہ کوئی ضرر نہ پہنچے، اور دشمنوں کے حالات بخوبی معلوم کرلے اور چھوٹے سے چھوٹے دشمن کو بھی حقیر نہ جانے کیونکہ مکھی اونٹ کو مار ڈالتی ہے اور بہت سے بچھو ایسے ہیں کہ جن کے کاٹنے سے انسان جاتا ہے، چنانچہ اس کا قول ہے:

ولا تحقرن اقربا صغیرا قربتا تموت الافاعی من سقوم العقارب

یعنی کسی چھوٹی سی بات کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے، کیونکہ اکثر مرتبہ افعی (سانپ) بچھوؤں

Marfat.com

کے زہر سے مر جاتے ہیں، اور دشمنوں کے مکر سے بھی ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے اور حاکم یا والی کو شراب نہ پینی چاہیے، کیونکہ شراب میں بہت سی آفتیں ہیں، اور خصوصاً صاحب ملک سے بہت لوگ حسد کرتے ہیں۔

نجاشی حبش کے بادشاہ نے حضرت جعفر بن ابی طالب سے سوال کیا کہ تمھارے نبی کا کھانے میں کیا طریقہ ہے جعفر نے فرمایا وہ زمین پر کھانا کھاتے ہیں، نجاشی نے کہا یہ بات ان کی تواضع کے سبب سے ہے، جس سے ان کے اصحاب کے دل ان کی طرف مائل اور منجذب ہوتے ہیں۔ پھر نجاشی نے کہا کہ اگر تمھارے نبی بادشاہ ہوتے تو خوان پر اپنے بھائیوں اور خاص خاص لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے، تنخواہ میں اگر کسی کو جاگیر دی ہو تو خیر اور اگر ماہوار از نقد مقرر ہو تو ہر مہینہ میں دینی چاہیے، اور بادشاہ کو السلام علیکم کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور جو سفیر غیر ممالک سے اُس کے پاس آویں تو ان کی خاطر و مدارات میں کمی نہ کرے، کیونکہ اس کے سبب بہت بڑی بدنامی ہوتی ہے، اور شعراء اور عوام الناس ہجو کرتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہفتہ کے دنوں کو تقسیم کر رکھا تھا، بعض دن لشکر کی نگہداشت کے واسطے اور بعض دن فیصلوں کے واسطے، اور بعض دن سفیروں سے ملاقات کے واسطے، بعض دن عبادت و ذکر کے واسطے، اور فرماتے تھے اے ارکان سلطنت اہل علم و اصلاح کی صحبت اختیار کرو کیونکہ جب تم گمراہ ہوگے تو وہ تم کو ہدایت کرینگے۔ اور جس بات سے تم جاہل ہوگے وہ تم کو بتلائیں گے، اور جب تم غضب میں ہوگے تو وہ تم کو مہربان کرلیں گے، اور جب تم محروم ہوگے تو وہ تم کو نفع دیں گے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

وَلَا تَصْحَبْ اَخَا الْجَهْلِ وَاِيَّاكَ وَاِيَّاهُ   فَكَمْ مِنْ جَاهِلٍ اَرْدٰى حَلِيْمًا حِيْنَ اٰخَاهُ

یعنی جاہل کی صحبت میں نہ رہو، اور اپنے آپ کو اس سے بچاؤ کیونکہ بہت سے جاہلوں نے حکیموں سے بھائی چارہ کر کے ان کو دھکا دے دیا ہے۔

بادشاہ کو چاہیے کہ زیادہ لوگوں کو اپنا ہمنشین نہ بنائے، اور ہنسی مذاق بالکل چھوڑ دے، ہیبت اور وقار کی عادت ڈالے اور وزیر بھی نہایت قابل اور عالم تجربہ کار ہر شخص کے مرتبہ اور عزت سے واقف ہونا چاہیے، جو ہر شخص کے ساتھ اس کی عزت اور قابلیت کے موافق سلوک کرے، اور جاہل شخص کی خوشی لیاسی کچھ عزت نہیں رکھتی نقل ہے کہ بہلول دانا ایک روز ہارون رشید کے دربار میں آئے اور جہاں لوگ جوتیاں اتارتے تھے وہاں بیٹھ گئے، ہارون رشید نے ان سے کہا کہ یہاں صدر مجلس میں تشریف رکھیے بہلول نے کہا جو مجلس کرفنا ہونے والی ہے اس

Marfat.com

کا صدر کہاں ہے اور پھر یہ اشعار پڑھے:

كُنْ رَجُلاً وَّارْضَ بِصَفِّ النِّعَالِ وَلَا تَطْلُبِ الصَّدْرَ بِغَيْرِ الْكَمَالِ

فَاِنْ تَصَدَّرْتَ بِلَا اٰلَةٍ جَعَلْتَ ذَاكَ الصَّدْرَ صَفَّ النِّعَالِ

یعنی تجھ کو چاہیے کہ ایک معمولی شخص بنے اور جوتیوں کی صف میں بیٹھنے کے ساتھ راضی ہو جائے، اور بغیر کمال حاصل کیے صدر جگہ نہ تلاش کرے پھر اگر بغیر کمال کے صدر جگہ میں تو بیٹھا تو اس صدر جگہ کو تو نے جوتیوں کی صف بنا دیا، بادشاہی کے لوازمات میں سے یہ بھی ایک بات ہے کہ بادشاہ ایک خاص کھانا اپنے واسطے پسند کرے، جیسا کہ مامون عباسی نے اپنے واسطے ایک کھانا تجویز کیا تھا جس کا نام مامونیہ تھا، ایسے ہی مہلب عراق کے کھانے کا نام مہلبیہ تھا، اور بنی اُمیہ ہریسہ اور زلابیہ بکثرت کھاتے تھے، اور گوشت کو دھلواتے نہ تھے، بلکہ صرف کھال اتار کر پکوا لیتے تھے، ابوطالب مکی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے جبرائیل علیہ السلام سے قوت جماعی کی ضعف کی شکایت کی انہوں نے ہریسہ کھانے کو کہا جس کے سبب سے میں اپنی پشت میں قوت پاتا ہوں، اور حضرت سکندر ذوالقرنین چوزہائے مرغ کا شوربا پسند کرتے تھے، کیونکہ یہ خلط صفراوی کو تسکین دیتا ہے ایک دفعہ بہ سبب غلبہ صفراء کے ذوالقرنین کی پیشانی میں درد ہوا تب انہوں نے سرکہ سکنجبین پی، پھر کہا اس سے میری پیشانی کو تسکین ہو گئی۔

بادشاہ کے واسطے درمیانی درجہ کے آٹے کی روٹی پکنی چاہیے کیونکہ میدہ کی روٹی دیر ہضم ہوتی ہے، اور کمزور معدہ کو نقصان پہنچاتی ہے، اور موٹے آٹے کی روٹی ضعیف معدہ اور بلغمی مزاج کو مفید ہے۔

ساتواں مقالہ

(حاشیہ دولت کی ترتیب میں)

فراش کے واسطے ضروری ہے کہ پاکیزہ اور صاف طبیعت ہر چیز کو ستھرا رکھنے والا اور قوی شخص ہو، اور کھانے اور میوہ جات اور ترکاریوں کی ترتیب اور دسترخوانوں پر لگانے سے خوب واقف ہو، اور یہی باتیں باورچی اور آب دار کے واسطے ضروری ہیں، اور آب دار خانے میں سرد پانی اور ہر قسم کے شربت وغیرہ موجود رہنے چاہئیں، اور سکنجبین کا نہار منہ پینا بہت نافع ہے، اور

Marfat.com

کھانا اس سے ہضم ہوتا ہے، اور معدہ کو قوت ہوتی ہے، مگر معدہ میں نفخ پیدا کرتی ہے۔

بادشاہوں کو کھانے پینے میں اہل تصوف کے آداب اختیار کرنے چاہئیں، حضرت ابراہیم بن ادہم نے بادشاہوں کے تکبرانہ طریقہ کو چھوڑ کر اہل تصوف کا طریقہ اختیار کیا تھا، اور کھٹی چیزوں کے ساتھ کھانا شروع کرتے تھے، کھانے کے وقت جو خدمتگار اور رکاب دار ہوں وہ نہایت چست اور چالاک اور جوان ہونے چاہئیں، اور لشکر کے سپاہی بھی ایسے ہی ہونے ضروری ہیں، بوڑھے لوگ بھی ہیبت اور وقار اور مشورہ کے واسطے ساتھ ہونا ضروری ہیں، اور لشکر کو دشمن کے مقابلے پر نیچی جگہ اتارنا چاہیئے، اور قلعہ کا محاصرہ کرنے کے واسطے جاڑے کا موسم بہتر ہے، اور سامان سفر تیار کرنے اور جنگ پر جانے کے واسطے گرمی کا موسم ہونا چاہیئے۔

بادشاہ کو سفر میں اس وقت جانا چاہیئے جب شمس برج سرطان میں ہو، اور جب شمس برج قوس میں ہو اس وقت سفر کو نہ جائے کیونکہ سال کی چار فصلیں ہیں نصف خریان سے نصف ابلول تک گرمی ہے اور نصف کانون اول تک خریف ہے، پھر نصف ازار تک جاڑا ہے، اور نصف خریاں تک ربیع ہے، حدیث میں وارد ہے کہ جب مہینے آدھے ہوتے ہیں زمانہ کا حال بدلتا ہے پھر اگر سوار ہو تو عصر کی نماز کے بعد سوار ہو، ورنہ مقدمات طے کرنے یا کتابوں کا مطالعہ کرنے یا خبروں اور فیصلوں کے سننے میں وقت صرف کرے، اور یہ سب باتیں بادشاہ کو خلوت میں کرنی چاہئیں، کیونکہ پہلے زمانہ کے بادشاہ جب سلام لینے کے لئے بیٹھتے تھے تو خلوت میں بیٹھتے تھے، اور چوبدار ایک ایک شخص کو سلام کے واسطے لاتا تھا، تاکہ زیادہ لوگ اکٹھے ہو کر بادشاہ کو کسی طرح کا صدمہ نہ پہنچائیں۔

اور مخبروں سے ہر قسم کی ادنیٰ ادنیٰ باتیں دریافت کرنی چاہئیں، اور کتب طب اور تواریخ خصوصاً شاہنامہ عجم اور سکندرنامہ اور مجموعہ واقدی وغیرہ کا ضرور مطالعہ جاری رکھے، اور بادشاہوں کے واقعات جیسا کہ شہریار دیلمی اور رستم زاد میں ہوئے، اور حضرت سلیمان علیہ السلام اس زمانہ میں نبی تھے، پھر جو قضیے ان میں واقع ہوئے اور ایک نے دوسرے کو ہلاک کیا ان سب باتوں کو یاد رکھے تاکہ وقت پر کام آئیں۔

بادشاہ کے مصاحبوں کو چاہیئے کہ اس کی حفاظت میں بہت کوشش کریں، خصوصاً حمام میں، کیونکہ اکثر بادشاہ حمام میں ہلاک ہوئے ہیں، اور بادشاہ کے ہر ایک راز کو نہایت پوشیدہ رکھیں کہ کوئی دوسرا قائم مقام ہو جائے پھر اس کی بیعت کے استحکام کے بعد اس کی موت کی خبر شائع کریں۔

Marfat.com

اے بادشاہ جہاں تک تم سے ہو سکے ایسا کام کرو جن سے ہمیشہ تمھارا ذکر خیر کے ساتھ جاری رہے، اور ابن ابی الدنیا کی کتابوں اور تاریخ طبری کا ملاحظہ کرنا ضروری ہے، اور حنفی اور شافعی جو مذہب رکھتا ہو اس کی کتابیں بھی ضرور دیکھنی چاہئیں، اور کوئی فعل بدعت اختیار نہ کرے کیونکہ بنی بویہ وغیرہ کی سلطنت خواہش پرستی ہی کے سبب سے برباد ہوگئی، اور تم کو اپنے اور خدا کے درمیان میں صلاح اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

حکایت ہے کہ ایک ظالم بادشاہ گھوڑے پر سوار کسی ضرورت کے واسطے جارہا تھا ملک الموت نے گھوڑے ہی پر اس کی روح قبض کرلی، اور وہ اپنی خواہش کو پورا نہ کرسکا، اور ایک نیک بادشاہ کے پاس ملک الموت نے آکر کان میں کہا کہ میں ملک الموت ہوں، بادشاہ نے جواب دیا کہ مرحبا تم خوب آئے اور بہت اچھے آئے، تمھارا مجھے بہت انتظار تھا اب تم جس کام کو آئے ہو اُس کو شروع کرو ملک الموت نے کہا کہ میں یوں تمھاری روح قبض نہ کرونگا بلکہ جس حالت کو تم اختیار کرو اس میں تمھاری روح قبض کرونگا، بادشاہ نے اسی وقت وضو کر کے سجدہ میں سر رکھا اور سجدہ ہی میں ملک الموت نے روح قبض کی، اور ایک لطیف حکایت یہ ہے کہ جب محمود بن بومیہ ملک عراق کا مالک ہوا تو اُس نے اپنے غلام کو ایک ہزار اشرفیاں دیکر کہا کہ تو اصفہان میں جا، اور وہاں شاہی سڑک کے قریب ایک مکان ہے اس میں ایک بوڑھا اور بڑھیا رہتے ہیں ،اُن کے پاس جا کر سلام کر کے یہ اشرفیاں ان کو دینا اور کہنا کہ تمھارے بیٹے نے پوچھا ہے کہ اس کے فراق میں تمھارا کیا حال ہے، جب یہ غلام وہاں پہنچا اور ان سے حال بیان کیا تو انہوں نے کہا یہ اشرفیاں تو واپس لے جا، اُس نے کہا کہ تم دونوں محتاج ہو بہتر ہے کہ یہ تمھارے کام آئینگی، انہوں نے کہا ہمارے دل کی تو تونگری باقی ہے پھر یہ شعر پڑھا:

لَا قبه وَزِیْنِیْ وَتزْ دَرِیْ خَلْقِیْ فَاِنَّمَا الدُّرُّ داخِلُ الصَّدَفْ

مجھکو برا نہ کہہ بلکہ میرے اخلاق کو برا کہہ پس بے شک موتی سیپ کے اندر داخل ہوتا ہے، اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی دو اشعار اسی مضمون میں ہیں۔

عَلَیَّ ثِیَابٌ لَوْ تُبَاعُ جَمِیْعُهَا بِفَلْسٍ لَكَانَ الْفَلْسُ مِنْهُنَّ اَكْثَرَ
وَفِیْهِنَّ نَفْسٌ لَوْ تُقَاسُ بِبَعْضِهَا نُفُوْسُ الْوَرٰی كَانَتْ اَجَلَّ وَاَكْبَرَ

یعنی میرے جسم پر ایسے کپڑے ہیں کہ وہ سب ایک پیسہ کو فروخت کیے جائیں، تو ایک پیسہ بھی ان سے بہت زیادہ ہے، اور ان کے اندر ایک ایسا نفس ہے کہ اگر مخلوق میں سے بہت سے نفوس کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جائے تو ان سے بزرگ اور بڑا ہے۔

Marfat.com

اور بادشاہوں کے واسطے ایک گانا سنانے والے شخص کی بھی ضرورت ہے، جو عالم موسیقی سے خوب واقف ہو، اور شاعر اور خوش آواز بھی ہو، اور کتاب موسیقی کا مطالعہ کرتا ہو، خصوصاً شیخ الرئیس ابو علی بن سینا کی کتابیں ضرور دیکھتا ہو، اور ہم نے اس کی تفصیل اپنی کتاب سبیل الابناء السبیل میں بیان کی ہے، اور ایک نقطہ یہاں بھی بیان کرتے ہیں، نقطہ کہا گیا ہے کہ گردش افلاک سے ایسے نغمہائے خوش ظاہر ہوتے ہیں کہ اگر ان کو کوئی غافل سنے تو بے ہوش ہو جائے، اسی گردش افلاک سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نغموں کی ترجیعات مثل مربع اور مسدس اور مثمن کے جوڑ دوایا ہے، بطریق تلحین کے اخذ کی ہیں، اسی گردش سے زردست بنی مجوس نے زمزمہ مرتب کیا ہے، اور نصاریٰ نے بھی اس میں سے کچھ لیا ہے، چنانچہ الحان روم میں اور تجنیس عراق میں اور زقائق عجم میں اور طبل زنی حبشہ میں اور بوق یہودیوں میں ہے۔

اور یہ کل ستر داستانیں ہیں، مثل داستان رجبل کے اس کے ورن میں کہتے ہیں، اَلْکَسْبُ فَاَنْتَ الْمُظَفَّرُ اِذْ کَبَّ فَا اللّٰهُ اَکْبَر ' اور باقی لڑائی کے وقت اور منزل پر اترنے کے وقت وغیرہ کی داستانیں ہیں، سقراط کا قول ہے کہ آواز کے نغموں کا مشتبک ہونا عبادات کی صورتوں سے ہے، اور اصل اس کی گردش افلاک سے ہے، اور اس کی تاثیر ایسی ہے جیسے نظر بد اور جادو کی، ہم اس کو موقع پر بیان کریں گے۔

بادشاہوں کی خدمت میں حکماء کے اس قول کے مطابق رہنا چاہیئے کہ جب تو بادشاہ کی خدمت میں ہے تو ہر وقت خوف کا لباس پہنے رہ، اور جب تو ان کے پاس جائے تو اندھا ہو کر جا یعنی ان کے کسی سبب پر نظر نہ کر، اور جب ان کے پاس سے آئے تو گونگا ہو کر آ یعنی ان کی بات کسی سے نہ کہہ۔

آٹھواں مقالہ

(چوبداروں اور وزیروں اور منشیوں کی ترتیب میں)

چوبدار پس پشت کھڑے ہوں اور وزیر دائیں ہاتھ کی طرف بیٹھے اور منشی بادشاہ کے تخت کے پاس زبردست بیٹھے اور تخت کے قریب کوئی شخص نہ بیٹھے اور دربار ہیبت و وقار سے پر ہو۔

بادشاہ کو جو کام ہو وہ چوبدار سے کرائے اور خطوط کے جواب منشی سے لکھوائے اور جو

Marfat.com

ت دریافت کرنی ہو وزیر سے دریافت کرے اور معاملات ملکی میں خود بادشاہ غور کرے اور
زموں کی ترتیب و تادیب میں بادشاہ کے بعد وزیر خیال رکھے۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ بادشاہ جمعہ کی نماز میں جائے تو ایک علیحدہ مسجد کے حجرہ میں نماز پڑھے جس کا دروازہ اندر سے بند کرلیا ہو اور معتبر لوگ بادشاہ کے ساتھ اس حجرہ میں موجود ہوں اور بادشاہ سب لوگوں کے بعد اپنے خاص دروازے سے مسجد میں داخل ہو۔

ہفتہ میں دو روز بادشاہ کو قرآن خوانی اور لوگوں سے ملاقات کرنے اور اہل علم سے محبت رکھنے کے واسطے ہونے چاہئیں۔ صبح کی نماز سے فارغ ہوکر بادشاہ قرآن شریف پڑھے۔ پھر قاری لوگ آکر نوبت بنوبت قرآن سنائیں، پھر واعظ وعظ کہیں، پھر شاعر شعر سنائیں، پھر قل ھو اللہ احد اور معوذتین اور فاتحہ اور الم مفلحون تک پڑھ کر امام ختم کرے اور بادشاہ اور مسلمانوں کے حق میں دعائے خیر کرے، اور ہفتہ میں ایک روز بادشاہ عبادت اور ذکر اور حساب کتاب دیکھنے میں صرف کرے۔

نواں مقالہ

(نان پز اور باورچی اور قصاب کی ترتیب کے بیان میں)

قصاب اور نان پز اور باورچی غیر مذہب نہ ہونا چاہئے کیونکہ غیر مذہب پاکی ناپاکی کی پرواہ نہیں کرتا ہے، اور طعام پزی کا کل سامان باورچی خانہ میں موجود رہنا چاہئے، اور گوشت کو زیادہ دھونا اور ہاتھوں میں ملنا اچھا نہیں ہے باورچی نہایت تجربہ کار اور ہوشیار، اپنے فن سے خوب واقف ہونا چاہئے، اور کشاجم کی کتابیں جو اس فن میں ہیں اس کے مطالعہ میں رہیں، اور شربت، مربے، روغن، مٹھائیاں، خوشبوعات اور عجیب وغریب رنگ بادشاہوں کے واسطے ہر وقت موجود رہنے چاہئیں۔

جو مرغ یا پرندے گھروں میں بند رہتے ہیں ان کا گوشت کھانا مفید نہیں ہے بلکہ عمدہ اور مفید گوشت آزاد جانوروں کا ہے، جن میں ترش پانی ڈال کر پکایا گیا ہو اور روٹی اس کے شوربے میں بھگو کر کھائی جائے، اور مٹھائی عمدہ وہ ہے جس میں آٹا زیادہ اور مٹھاس بقدر ضرورت ہو۔ مفصل حال ان سب چیزوں کا ان فن کی کتابوں سے معلوم ہوسکتا ہے مختصر طور پر ان کا بیان ہم نے اپنی کتاب سلسبیل میں کیا ہے۔

Marfat.com

اور اگر اعلیٰ درجہ کی باتیں معلوم کرنی ہوں تب کتاب شفاء شیخ اور نجات کو دیکھنا چاہیئے، اور اگر کتب اُصول دینیہ دیکھنی منظور ہوں تو شافعی مذہب میں امام الحرمین کی کتاب ارشاد اور ہماری کتابوں میں سے الاقتصاد فی علم الاعتقاد اور کتاب قواعد العقائد جو احیاء علوم الدین کا پہلا حصہ ہے، اور رسالہ قدسیہ وغیرہ کو دیکھو اور کتب طب کو بھی ضرور ملاحظہ کرو، اور علوم شرعیہ کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے تاکہ مولوی اور مفتی کی غلطی معلوم کرسکو، اور علم حساب سے بھی واقفیت ہونی چاہیئے، اور تحصیل دار بھی ایسے ہی لوگوں کو بناؤ جو حساب میں پوری مہارت رکھتے ہیں، اور جو مقابلہ اور مساحت سے خوب واقف ہیں اور امتحان میں پورے اترتے ہیں جیسے کہ منشیوں سے رسائل اور جواب لکھوا کر امتحان لیا جاتا ہے اور ان لوگوں کو کتب قوانین سے بھی آگاہ ہونا چاہیئے اس کام کے واسطے صاحب بن عباد بن اسحاق صحابی کا رسالہ بہت مفید ہے اور منشی کو نہایت فاضل اور جلد لکھنے والا اور کتب دفاتر سے واقف ہونا چاہیئے۔

بادشاہ کو چاہیئے کہ اپنے کُل حکام اور عمال سے ان کے کاموں کا حساب لے، اور ہر شہر کے وکیلوں سے عدل یا ظلم کا حال دریافت کرے کہ وہاں کے حاکم نے کیا انتظام کر رکھا ہے اور بادشاہ کو بدمزاج یا کھلاڑی یا بدزبان نہ ہونا چاہیئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ شطرنج کھیلنا بادشاہ کو جائز ہے مگر نرد یعنی چوسر نہ کھیلے کیونکہ یہ قمار بازی سے مشابہت رکھتی ہے جب اردشیر نے نرد کو ایجاد کیا ہے تو کسی نے اُس سے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ ہاتھ کاٹے جائیں، اردشیر نے کہا کہ میں ان کی طرف سے ہاتھ کاٹ لونگا یعنی اس کے ساتھ نہ کھیلونگا ایسے ہی حجاج بن یوسف نے اپنی مٹی کھانے کی شکایت کی کسی نے کہا اپنی ہمت اپنا عزم مٹی پر ڈالدے پس حجاج نے پھر کبھی مٹی نہ کھائی۔

بِقَدرِ الکَسْبِ یَکتَسِبُ المُعَالِیْ وَمَنْ طَلَبَ العُلٰے سَھَرَ اللَّیَالِیْ
تَرُوْ مُ العِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَیْلًا یَغُوْصُ البَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللّاٰلِیْ
لَنَوّ لُ الصَّخرِ مِنْ قتلِ الجِبَالِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ مَّنِّ الرِّجَالِ
وَقَالُو مِفتیٌ فِیْ لِکَسْبِ عَارٌ نَقُلْتُ اَلْمَامِ فِیْ ذِلِّ السُّؤالِ
اِذَا عَاشَ امْرءٌ بِسِتِّیْنَ عَامًا فَنِصْفُ العُمْرِ تُحْفَۃُ اللَّیَالِیْ
وَنِصْفُ النِّصْفِ یَمْضِیْ لَیْسَ یَدْرِیْ اَتَقْضِیْ فِیْ یَمِیْنٍ اَوْ شِمَالٍ
وَرُبْعُ العُمْرِ اَمْرَاضٌ وَشَیْبٌ وَشُغْلٌ بِالتَّفَکُّرِ وَالعِیَالِ
فَحُبُّ المَرْءِ طُوْلُ العُمْرِ قُبْحٌ وَقِسْمَتُہٗ عَلٰی ھٰذَا المِثَالِ

Marfat.com

تکلیف کے برابر بلند مرتبے حاصل کئے جاتے ہیں اور جو شخص بلند کا طالب ہوتا ہے وہ راتوں کو جاگتا ہے، تم عزت کا قصد کرتے ہو اور رات کو سوتے ہو جو موتیوں کا طالب ہوتا ہے وہ سمندر میں غوطہ لگاتا ہے، میرے نزدیک پہاڑی کی چوٹی سے پتھر ڈھونا کسی کا احسان لینے سے بہتر ہیں جوان سے لوگ کہتے ہیں کہ کما کر کھانے میں بدنامی ہے، میں کہتا ہوں کہ بدنامی اور ذلت سوال کرنے میں ہے، اگر کوئی شخص ساٹھ برس زندہ رہا تو آدھی عمر اس کی راتیں مٹا دیتی ہے۔

اور ایک چوتھائی عمر اس طرح گذر جاتی ہے کہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ دائیں طرف گئی یا بائیں طرف، اور ایک چوتھائی عمر بیماریوں اور بڑھاپے کا حصہ ہے، اور اہل وعیال کے فکر وکاروبار کا، پس انسان کی درازی عمر کی خواہش کرنا بہت برا ہے کیونکہ عمر کی تقسیم اس طرح ہے جو بیان ہوئی۔

دسواں مقالہ

اے بادشاہ اگر تمہارا ارادہ کسی بادشاہ سے جنگ کرنے کا ہو تو پہلے اپنے لشکر کو دیکھو کہ کس قدر ہے، اور کیسی طاقت رکھتا ہے اور اہل لشکر کے دلوں کو نفاق سے پاک وصاف کرو، پہلے اپنے دشمن کی قوت کو دیکھو کہ اگر وہ تم سے زبردست ہو تو اس کی طرف رخ نہ کرو بلکہ اس کے ساتھ محبت ودوستانے کی راہ ورسم اختیار کرو، اور اگر وہ تم سے خود چھیڑ چھاڑ شروع کرے اور تم اسکے مقابلے کی طاقت نہ رکھتے ہو تو جہاں تک ہو سکے صلح کرلو کیونکہ زمانہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا ہے، اگر تم اس وقت کمزور ہو اور ہمت سے کام لوگے تو امید ہے کہ تھوڑے عرصہ میں زبردست ہو جاؤ گے، اور جہاں تک تم سے ممکن ہو اپنے دشمن کے مقربوں، مصاحبوں اور سرداروں کو اپنے سے ملالو اگرچہ رشوت دینی پڑے، اور جس طرح ہو سکے دشمن کے لوگوں میں عداوت ڈالو، اور ایک کو دوسرے کی طرف سے بہکا دو اور خوب دھوکے دو مگر نہایت ہوشیاری اور عقلمندی سے کہ تمہارا راز فاش نہ ہو جائے، اور اگر تمہاری سلطنت میں کوئی ایسا شخص ہو جس سے تم اندیشہ رکھتے ہو اور اس کو سزا دینے کا موقع نہ ہو تو حکمت اور تواضع کے ساتھ اس کو اپنے سے ملاؤ تاکہ تمہارا راز کسی سے ظاہر نہ کرے اور تمہارے دشمن سے نہ مل جائے اور پھر اس کی تاک میں رہو، یقین ہے کہ تھوڑے عرصہ میں تمہارا قابو چل جائیگا اور تم بخوبی بدلہ لے لوگے، اور اگر تم کسی

Marfat.com

قلعہ کا محاصرہ کرو تو لازم ہے کہ ایسی ترکیب لڑاؤ جس سے قلعہ والوں میں اختلاف ہو جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب رستم زاد پر لشکر کشی کی اور وہ قلعہ بند ہوا تو سلیمان علیہ السلام نے رستم زاد کو لکھا کہ تمھارے ساتھی اور رفیق چاہتے ہیں کہ تم کو گرفتار کر کے تمھارے دشمنوں کے حوالہ کر دیں، اور ایک خط علیحدہ اس کے بڑے بڑے سرداروں کو اس مضمون کا لکھا کہ رستم تم لوگوں سے اندیشہ ناک ہے اور یہ خط اُس نے میرے پاس تمھارے مکروفریب کے متعلق بھیجا ہے، پس اگر یہ قلعہ شہر یار کے قبضہ میں گیا تو تم سب لوگ قتل ہو جاؤ گے، پھر جب لڑائی ہوئی وہ سب لوگ بھاگ کر شہر یار سے جا ملے اور رستم قتل ہو گیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہایت اطمینان سے دونوں کو منگوالیا، یعنی رستم کو بھی اور شہر یار کو بھی اور عجمیوں کے قتل و غارتگری کی وہ حالت ہوئی جو بنی اسرائیل کی بخت نصر کے زمانہ میں ہوئی تھی، اور عورتوں کی حالت ایسی بیکسی کی تھی کہ جس کا جی چاہتا ان پر تصرف کرتا تھا۔

اور اے بادشاہ تم اس شخص کی طرح نہ بنو جس نے شہد کے قطروں کے چاٹنے پر اکتفا کر لیا تھا، اگر تم ایسا کرو گے تو تینوں شخصوں میں سے زیادہ بدنصیب ہو گے مظلوم کو ثواب ہوتا ہے اور ظالم اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے، اور تم پر صرف حساب کی سختی باقی رہیگی، اور حسرت سے یہ کہو گے کہ اے کوے یہ ویرانہ کب آباد ہوگا، اور جب تم قلعہ کا محاصرہ کرو تو قلعہ والوں کو پیغام بھیجو اگر آدمی کے ہاتھ نہ ہو تو لکھ کر تیر میں باندھو اور قلعہ پر پہنچا دو کہ جو کوئی اپنی سلامتی چاہتا ہو وہ ہمارے پاس آجائے پھر جب قلعہ فتح ہو جائے تو ہر طرف اس میں محافظ مقرر کرو کہ کوئی شخص اس میں آنے جانے نہ پائے، اور جو لوگ تمھارے مخالف ہوں جس طرح چاہو اُن سے سلوک کرو، اور شمشیر زنی شروع کر دو اور لوٹ اور قتل کا چاروں طرف قلعہ میں حکم دے دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کا محاصرہ کیا ہے تو نکلنے والوں کو راستہ دے دیا تھا مگر کسی کو قلعہ میں جانے نہ دیتے تھے اور جو لوگ قلعہ سے نکلے تھے وہ بہت بھوکے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھانا کھلایا پھر اگر تم کو نقب زنی یا منجنیق لگانے کی ضرورت ہو تو فوراً ان کاموں کو کرو، اور دشمن کو خوب خوف دلاؤ اور اپنا رعب ان پر بٹھاؤ اور اگر قلعہ کی رعایا کسی طرف کو بھاگ رہی ہو تو ان کو بھاگ جانے دو اور ان کی طرف سے اپنے دل میں برائی کو راہ نہ دو۔

Marfat.com

گیارہواں مقالہ

سفر میں جانے سے پہلے سامان سفر تیار کر لینا چاہیے، اور سفر میں جانے سے ایک ہفت پہلے سے اپنے لشکر میں تیاری کا اعلان کر دو پھر جب تم سفر میں چلے جاؤ تو کسی ایسے شخص کو قائم مقام کرو جو تمہارے پیچھے فوجیں تیار کر کے تمہارے پاس بھیجتا رہے اور جس قدر جس فن کام کے کاریگروں کی ضرورت ہو وہ سب تمہارے پاس ہونے چاہئیں اور تمہارے لشکر کے بازار میں نہایت امن و انتظام ہونا چاہیے اور تمہارے وزیر کو کتب سیاست پر پورا عبور ہونا چاہیے مثلاً کتاب مسالک والممالک اور سیاسیات مغربی جس کو شیخ الرئیس نے اپنی کتاب ادویہ قلبیہ کے آخر میں لگا دیا ہے اور کتاب قوانین الملک بن مرہ کی فن بیطرہ یعنی سلوتری کے فن کی کتابوں کو بھی دیکھنا ضروری ہے، مثلاً بیطرہ کشاجم اور بیطرہ ابن قتیبہ و کنبھل الرومی ان کتابوں میں چوپایوں کی بیماری اور اُن کے علاج وادویات کا مفصل ذکر ہے اور ان کی کل اقسام کا بھی بیان ہے چنانچہ گھوڑے کی ساٹھ قسموں میں حضرت سکندر گھوڑے کو دیکھ کر اس کے مرض کو پہچان لیتے تھے۔ جانوروں کی طب نہایت مشکل ہے کیونکہ ان کے مرض کا حال کہنے سننے سے معلوم نہیں ہو سکتا ہے۔ حضرت سکندر ایک بلند جگہ خیمہ لگا کر اس میں بیٹھتے تھے۔ اور جانوروں کا معائنہ کرتے ہوئے کسی نے کہا کیا یہ کام آپ خود کرتے ہیں؟ کہا ہاں، کیونکہ یہ کام میری ذات کا ہے، ایک گھوڑا ان کے سامنے بیمار ہو گیا فوراً انہوں نے اشنان کا پانی اس کو پلایا وہ اچھا ہو گیا اور چوپایوں کے واسطے ایک مجرب علاج یہ ہے کہ کفاروں کے قبرستان میں ان کو لے جایا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، آپؐ نے فرمایا جانور ان کی قبروں سے عذاب کی آوازیں سنتے ہیں اور خوف زدہ ہو کر اُن کو آرام ہو جاتا ہے، حیوانات، نباتات اور جمادات کے بہت خواص اسی قسم کے ہیں جن میں سے مختصر ہم نے اس کتاب کے بعض مقالوں میں بیان کیے ہیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر بیت المقدس کو فتح کر کے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو وہاں کا امیر مقرر کیا تو میں ہجرت کر کے بیت المقدس پہنچا اور عبد اللہ کے پاس گیا تو میں نے اُن کے ہاں نہ کوئی چوب دار دیکھا نہ دربان دیکھا، میں نے اُن کا سبب ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا عنقریب

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کو حاصل کریں گے پھر تم سنو گے کہ اُن کے مکان میں کیا ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں پھر میں نے ابن مسعود کو دیکھا کہ اپنے گھوڑے کا دانہ اپنے ہاتھ سے درست اور صاف کر رہے تھے، میں نے اس کا سبب پوچھا کہنے لگے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے جو شخص اپنے گھوڑے کا دانہ اپنے ہاتھ سے صاف کریگا ہر دانہ کے بدلے دس نیکیاں اُس کو ملیں گی، اب تم بتاؤ کہ میں اپنا یہ ثواب غیر کو کیوں دوں اور جو بات کہ تم کو نجات دے وہ تمھارے اس تکبر سے بہتر ہے جو تم کو سرکش بنادے۔

اور ایسے ہی ابو حازم سے منقول ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گیا رات کا وقت تھا چراغ خاموش ہونے لگا عمر خود چراغ کو درست کرنے کھڑے ہوئے میں نے کہا میں تمھارے غلام کو جگا دیتا ہوں، کہا نہیں، میں نے کہا میں درست کر دوں کہا نہیں، پھر خود ہی اس کو درست کیا اور کہا جب میں کھڑا ہوا تو میں عمر تھا اور جب میں بیٹھ گیا تو میں عمر تھا تکبر کرنے والوں کو خدا غارت کرے۔

[1] اِذَا عَظُمَ الْاِنْسَانُ زَادَ تَوَاضُعًا وَاِنْ لَؤُمَ الْاِنْسَانُ زَادَ تَرَفُّعًا
كَذَا الْغُصْنُ اِنْ تَقْوٰى الثِّمَارَتَنَا لَهٗ وَاِنْ يَّعْرُعَرَ جَمُلِ الثِّمَارِ تَرَفَّعَا

بارھواں مقالہ

آداب سفر کے بیان میں

اے بادشاہ جب تم سفر میں جاؤ تو اپنے محافظ اور چوکیداروں کو خوب ہوشیار رکھو اور خود بھی ہر وقت ہوشیار رہا کرو، دن کو پیٹ بھر کر کھایا کرو اور رات کو بیدار رہا کرو، ادھر ادھر کی خبریں اور واقعات مخبروں سے سنا کرو، اور جب گھر پر ہو تب بھی دروازہ کی وہ چوکی خوب مضبوط رکھو، اور دربان نہایت خیر خواہ ہونا چاہیے اور محل میں ایک خاص کمرہ اپنے رہنے کے واسطے تیار کراؤ جس کی کنجی تمھارے ہی پاس رہے پھر اگر تم کو کسی وقت حرم کی ضرورت ہو تو سرد مزاج یعنی گوری عورت سے پرہیز کرو، حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آپ سیاہ رنگ کو سفید رنگ پر کیوں ترجیح دیتے ہیں فرمایا ایک سرد مزاج ہے اور ایک گرم مزاج ہے۔ اور

[1] جب انسان بزرگ ہوتا ہے تب تواضع زیادہ کرتا ہے اور اگر نالائق ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بلند سمجھتا ہے اسی طرح جو ٹہنی درخت کی پھل دار ہوتی ہے وہ جھکتی ہے اور جو خالی ہوتی ہے وہ اونچی رہتی ہے پہلا شاخ پر میوہ سر بر زمین۔

Marfat.com

مزاج کام کی نہیں ہے، کسی کا قول ہے کہ عمدہ جماع وہ ہے جو نہایت بے باکی کے ساتھ ہو، ایک بادشاہ نے قوت جماعی کی ضعف کی شکایت کی اور یہ بادشاہ گرم دواؤں کے استعمال سے خوف کرتا تھا حکیموں نے اس کے واسطے ایک کتاب لکھی جس میں بطریق حکایت کے لکھا تھا کہ فلاں عورت نے فلاں شخص کے ساتھ یہ کیا اور فلاں شخص نے فلاں عورت کے ساتھ اس طرح کیا بادشاہ کو اس کتاب کے پڑھنے سے آرام ہو گیا اور قوت اس کی از حد تیز ہو گئی حجاج نے اسی مضمون میں شعر کہا ہے۔

اکرھن النساء للشیب الا انہ موذن بنوم الذکور

عورتیں بڑھاپے کو اسی سبب سے برا سمجھتی ہیں کہ مرد بوڑھے ہو کر سو جاتے ہیں اور راتوں کے کام کے نہیں رہتے۔

مامون رشید کی دو لونڈیوں ایک سیاہ اور ایک سفید میں تکرار ہوئی سفید نے سفیدی کی تعریف کی اور کہا کہ برف دوا میں کام آتی ہے اور سورج کی سفیدی نہایت عجیب ہے، اور کپڑوں میں بہتر کپڑا سفید ہے، سیاہ لونڈی نے جواب دیا کہ عنبر اشہب اور عود قماری گردنوں کے ہار میں خوشبو میں لگائے جاتے ہیں، اور جاڑے میں کوئلے گرمی کے ٹھنڈے پانی سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں اور آنکھ میں سفیدی اندھا کر دیتی ہے، اور شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور جوانی کی سیاہی کو سب عورتیں تلاش کرتی ہیں بنی عباس کے قبوں کی سیاہی کیسی ہیبت ناک ہے پھر اس نے یہ شعر پڑھا۔

احب بحبھا السودان حتی احب لحبھا سود الکلاب

ایک معتبر شخص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ منصور نے بہت سے سادات علویہ کو شہید کرایا چنانچہ بقیہ سادات یمن کی طرف ہجرت کر گئے، مامون خلیفہ ہوا تو اس نے اہل بیعت سے محبت اختیار کی اور ان کو تلاش کرنا شروع کیا چنانچہ معلوم ہوا کہ بہت سے سادات بنی فاطمہ یمن میں ہیں مامون نے ان کے بلانے کو قاصد روانہ کیے جب ان سادات کو خبر ہوئی تو انہوں نے باہم مشورہ کر کے یہ بات قرار دی کہ ہم لوگ بذات خود تو نہیں جاتے بلکہ ہمارے وہ غلام جو شکل و شمائل میں ہم سے مناسبت رکھتے ہیں اُن کو اپنے نام سے بھیج دیتے ہیں پھر انہوں نے ایسا ہی کیا کیونکہ مامون کی طرف سے سادات موصوفین مطمئن نہ تھے الغرض جب یہ سادات جو دراصل غلام تھے مامون کے پاس پہنچے تو اس نے ان کی بہت خاطر کی اور یہ لوگ سادات ہی مشہور رہے اور انہوں نے شادیاں کیں اور اولاد بھی اُن کی سادات کہلانے لگی اسی سبب سے

Marfat.com

جب تم کسی سید کو بدصورت بدخلق بد دماغ دیکھو تو جان لو کہ یہ انہیں غلام زادوں میں سے ہے، کیونکہ سادات کا خاندان عالیشان ایسا نہیں ہے جس میں کمینوں کی گنجائش ہو سکے اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب ہے کہ ہم پاک گھرانے کے لوگ ہیں نہ ہم خود فسق و فجور کرتے ہیں نہ ہمارے ساتھ کیا جاتا ہے۔

تیرہواں مقالہ

(قسم کے متعلق حیلوں کے بیان میں)

شراب میں اگر لہسن ڈال کر جوش کریں تو قولنج بارد کے مریضوں کو نافع ہے اور ہمارے بہت سے اصحاب اس کو جائز کہتے ہیں جس اختلافی مسئلہ کی صحت کا حاکم حکم کر دے اس کا اختلاف زائل ہو جاتا ہے۔

قسم ایسے الفاظ کے ساتھ کھانی چاہیے جن سے اس کے فسخ میں تاویل کر سکے اور قسم قسم کھانے والے کی نیت پر موقوف ہوتی ہے وکیل کی عقل سے پرہیز کرنا چاہیے اور الفاظ قسم کے محدود نہ ہونے چاہئیں۔

اور اے بادشاہ تم حکماء کے قول اور اُن کے ساتھ فتویٰ دینے کی ممانعت نہ کرو اور اگر تم ان کو اختیار کرو تو پوشیدہ رکھنا چاہیے، اور خدائے تعالیٰ اور اسکی صفات و افعال کے ساتھ قسم کھانے سے بہت خوف رکھو اور دیگر بزرگ چیزوں کی قسم کھانے میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور جھوٹی قسم کھانے سے شہر اجڑ جاتے ہیں اور جھوٹی قسم یہ ہے کہ جس بات کو جھوٹ جانتا ہو اُس کے صحیح ہونے کی قسم کھائے اے بادشاہ جب تم دربار میں بیٹھو تو نہایت ادب و وقار کے ساتھ بیٹھو اور کلام بہت کم کرو کیونکہ بادشاہوں اور زاہدوں کو جہت کلام کرنا بڑا ہے اور علماء کو بہت سے فوائد کلام کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں اور خود بحث و مباحثہ نہ کرو بلکہ مباحثہ کرنیوالوں میں باہم مقابلہ کرا دو تم نے سنا ہوگا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے اپنے دل سے فتویٰ لو اگرچہ لوگ کچھ ہی فتویٰ دیں کیونکہ حلال اور حرام دونوں ظاہر میں اور ان کے درمیان میں امور متشابہات ہیں پس اس چیز کو چھوڑ دو جو تم کو شک میں ڈالے اور اس چیز کو اختیار کرو جو یقین سے پر ہو ایسے شخص کی دعا قبول ہوتی ہے اور مروت اُس کے اندر آتی ہے اور اندرون اسکا بہتر ہوتا ہے، اور نام اسکا بلند ہوتا ہے اور امید اسکی حاصل ہوتی ہے اور موت اسکی اچھی ہوتی ہے اور اولاد اسکی پاک ہوتی

Marfat.com

ہے اور نطفہ اسکا نورانی ہوتا ہے، اور آنسو اسکے رقیق ہوتے ہیں اور حکمت اُس کی ظاہر ہوتی ہے اور غصہ اسکا دور ہوتا ہے، اور قلب اسکا نرم ہوتا ہے اور گناہ اسکے ہلکے ہوتے ہیں۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے علی ایک درہم مال حرام کا نہ لینا خدا کے نزدیک چالیس ہزار مقبول حجوں سے افضل ہے، اے علی جس نے ناحق غصہ کیا اس پر غصہ کیا جائیگا، اور جس نے ظلم کیا اس پر ظلم کیا جائیگا، اور جس نے کثرت کے ساتھ صدقہ دیا اُس کی اولاد کی مدد کی جائے گی۔

حرام کے اندر راز یہ ہے کہ کُل نفوس کی معاد ایک ہے، اور کُل نفوس کا قبض ہونے کا مرجع اسی کی طرف ہے پس جب ایک شخص ظلم کرتا ہے وہ ظلم کُل نفوس کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔اور یہی اس کلام الٰہی کے معنی ہیں۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ...... فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ...... یعنی جس نے کسی نفس کو بغیر قصاص کے قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اس کو زندہ کیا یعنی قتل ہونے سے بچایا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا، اور جب تم کسی نیکی یا صدقہ کا ثواب کسی روح کو بخشتے ہو تو اس کا اثر سب روحوں کو پہنچتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے تیرا بعض حصہ طلاق والا ہے تو کس طرح طلاق ساری عورت پر واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ طلاق ایسی چیز نہیں ہے جس کے حصے ہو سکیں۔اے بادشاہ تمھارے واسطے ایک امام ضرور ہونا چاہیے، جو تم کو نماز پڑھایا کرے، اور امام بوڑھا یا اندھا ہو اور عالم دیندار ہو، اور تم اپنے غلاموں اور خدمتگاروں کو لکھنا پڑھنا اور رموز وارشادات خوب تعلیم کرو اور ان کا معلم بھی بوڑھا شخص ہونا چاہیے اور عورتوں کے تعلیم دلوانے کو نیک بخت معلّمہ تلاش کرائے، بادشاہ زمانے کے لوگ بہت خراب ہیں مرد مردوں سے اور عورت عورتوں سے بدفعلی کرتی ہیں اور یہ بات نہایت غضب الٰہی کے نازل ہونے کی ہے اور ایسی ہی باتوں میں لوگوں نے غلو کر کے تحلیل وتحریم کو اُڑا دیا ہے اور عقلی ونقلی بیہودہ دلیلیں قائم کر لی ہیں مثلاً نقلی دلیل خدا تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا یعنی خدا کی وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کے اندر سب چیزیں تمھارے واسطے پیدا کی ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ کے لوگ اسی طریقہ پر تھے کہ نہ کسی چیز کو حلال جانتے تھے نہ حرام انبیاءؑ نے حلال وحرام کی تفریق کی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ یعنی خرابی ہے ان مشرکوں کے واسطے جو زکوۃ نہیں دیتے ہیں، اور یہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کے اموال یعنی حنیفہ کو مباح کر لینے کی حجت لاتے ہیں، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب موجود کے واسطے ہوتا ہے یا معدوم کے، اگر معدوم کے واسطے ہے تو معدوم ایسی چیز نہیں ہے جس سے خطاب کیا جائے پس جو لوگ ان کے زمانوں میں موجود تھے وہی ان کے مخاطب تھے اور اسی شبہ کے ساتھ بصریہ وغیرہ فرقوں نے تمسک کیا ہے، عنقریب ہم ان کے دلائل اور مواقع بیان کریں گے۔

اے بادشاہ ہم تمھارے طریقہ کے متعلق تم سے پورا بیان کر چکے ہیں کہ تم کو اچھا اور نفیس کپڑا پہننا، کم گفتگو کرنا، اپنے دوستوں اور ملازموں کو مؤدب رکھنا چاہیئے، اور یہ بات ضرور ہے کہ وہ لوگ تم سے قریب ہوں یا دور ہوں مگر مطمئن ہوں، تمھاری طرف سے شک میں نہ ہوں جیسا کہ ایک حکیم کا قول ہے کہ تین شخص ہیں اگر تو ان پر ظلم نہ بھی کریگا تو وہ تیرے اوپر ظلم ضرور کریں گے، ایک اولاد، دوسری بیوی اور تیسرے بادشاہ، اور اے لوگو! تم کو بادشاہوں کے قرب سے دور رہنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ تم کو اپنے پاس رکھیں گے تو ضرور کسی وقت فتنہ میں ڈالیں گے اور اگر کہیں دور پہنچیں گے تو غمگین کریں گے۔

یہ سب وصیتیں حصول سلطنت کے متعلق ہیں اگر تم اسکے حاصل کرنے کا قصد کرو گے تو امید ہے کہ خدا تمھاری مدد کریگا اور جب خدا کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اسکے اسباب مہیا کر دیتا ہے، اور ہر کام کے واسطے اسباب کا ہونا ضروری ہے، دیکھو خدا تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کے واسطے خشک کھجور میں پھل لگائے پھر حضرت مریمؑ کو حکم کیا کہ اسکو اپنی طرف ہلاؤ تو تازہ بتازہ کھجوریں جھڑیں گی حالاں کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ بغیر مریمؑ کے ہلائے کھجوریں جھاڑ دیتا، اسی طرح ہر کام میں حرکت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ فِی الْحَرَکَۃِ بَرَکَۃٌ یعنی حرکت میں برکت ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ قَالَ لِمَرْیَمَ وَھُزِّیْ اِلَیْکِ الْجِذْعَ تَسَاقَطُ الرُّطَبُ
وَلَوْ شَآءَ اَجْنَی الْجِذْعَ مِنْ خیر ھَزِّھَا وَلٰکِنَّمَا الْاَشْیَاءُ تَجْرِیْ لھا سَبَبٌ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خداوند تعالیٰ نے مریم سے فرمایا کہ کھجور کو اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ کھجوریں جھڑیں گی، اور وہ چاہتا تو بغیر مریم کے ہلائے کھجوریں جھاڑ دیتا، مگر ہر چیز کے واسطے سبب ہونا ضروری ہے۔

اے طالب سلطنت اگر تم سے ہو سکے تو سرخ و سفید بنانے کی ترکیب حاصل کرو مگر یہ کام تم سے ہونا مشکل ہے مگر جب ہمت سے کام لو گے تو کچھ نہ کچھ راستہ تم پر کھل جائیگا، اور اگر

Marfat.com

کہو کہ کیمیا نہیں بن سکتی تو اگر یہ پہلے بنتی تھی تو اب بھی بننی ممکن ہے، کیا تم نے حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رموز میں نہیں سنا کہ زیبق جراج میں شب مصور کے ساتھ بے انتہا مال ہے مگر کم ہمت لوگ تم کو تمھارے حصول مقصد سے باز رکھتے ہیں ورنہ جو شخص کوشش کے ساتھ تلاش کرتا ہو کہ ایک درویش ذی علم نے اس حدیث کو سن کر کہا کہ میں اس کا تجربہ کرتا ہوں کہ بادشاہت مجھ کو حاصل ہوتی ہے یا نہیں، اور یہ شخص لائق سلطنت بھی تھا کیونکہ ذی علم مہذب و مؤدب آدمی تھا بادشاہ کے ہاں جا کر فراشوں میں نوکر ہوا اور اپنی خوش خلاقی اور قابلیت سے تھوڑے عرصہ میں مشہور ہو گیا اور فراشوں کے سردار کے مرتے ہی اس کی جگہ قائم کیا گیا، پھر جب وہاں بھی اُس نے بڑی دیانت سے کام کیا تو اس کی اور ترقی ہوئی یہاں تک کہ وزیر نے اس کو اپنے خاص ہاتھ کے نیچے بلا لیا پھر یہ خود وزیر ہو گیا اور نہایت عدل انصاف سے کام کرنا شروع کیا ظلم کے دروازے بند کر دیئے۔ اور حساب و کتاب صاف کر دیا لوگوں کو نہایت راحت نصیب ہوئی، یہاں تک کہ بادشاہ بھی مر گیا اور بالاتفاق اس کو بادشاہ بنایا گیا اور اس نے اس بادشاہ کی لڑکی سے شادی کر لی۔

پس اسی طرح تم کو اپنا عزم بالجزم حصولِ عزت کے واسطے رکھنا چاہیے اور پہلے آلات سلطنت کے حاصل ہونے کا فکر کرو جن کو ہم تمھارے تئیں خوب بتلا چکے ہیں اور تم نے حسن بن صباح کا قصہ سنا ہو گا۔ جب کہ یہ الموت کے قلعہ کے نیچے زاہد بن کر رہا ہے اور اس قدر لوگوں کو اس نے اپنا گرویدہ بنایا تھا کہ تمام اہل قلعہ یہ چاہتے تھے کہ یہ قلعہ کے اندر آئے مگر یہ اُس میں نہ جاتا تھا اور رات دن لوگوں کے مرید کرنے میں مشغول تھا اور کچھ طریق ارادت اور عدل ان کو تعلیم کرتا تھا پھر اسکے بعد اپنے دل سے عجیب عجیب باتیں گھڑ کے ان کی عقلوں کے موافق ان کو سناتا مثلاً کہتا لا الہ الا اللہ کہنے والے کے حق میں تم کیا کہتے ہو اگر تم نے کہا کہ وہ حق پر ہے تو وہ کہتا کہ یہ بات تو یہودیوں اور نصرانیوں کی ہے اور اگر تم نے کہا کہ وہ حق پر نہیں ہے تو وہ کہتا کہ پھر اس کو کیوں پڑھتے ہو پھر اُس نے مریدوں کو خوب اپنا مطیع فرما لیا اور اُن سے کہنے لگا کہ دیکھو لوگوں نے کس طرح شریعت کو چھوڑ دیا ہے ان کی اصلاح کرنی ضروری ہے پھر جب مریدوں کی تعداد معقول ہو گئی تب یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واسطے اٹھ کھڑا ہوا تب بہت مخلوق اُس کے ساتھ جمع ہو گئی، پھر ایک روز بادشاہ قلعہ سے نکل کر شکار کے واسطے گیا اور اکثر اہل قلعہ اسی کے مرید تھے اُس نے جھٹ پٹ قلعہ پر قبضہ کر لیا اور

لے یعنی کیمیا کے ذریعے سونا چاندی بناؤ، کیمیا کی بحث کتاب کلید اسرار سے ملاحظہ فرمادیں ۱۲۔

Marfat.com

بادشاہ کو شکار گاہ ہی میں پہنچ کر قتل کیا پھر دن بدن اُس کے مذہب اور سلطنت کو ترقی ہونے لگی یہاں تک کے اس کے دور میں کتاب قواصم الباطینہ لکھی گئی اور ضرور ایسے ہی لوگ آخر زمانہ میں دین کے طریقے چھوڑ دیں گے اور محرمات کو اختیار کرینگے۔

اب تم ان سب باتوں کو خوب غور کرو ہم نے اشارہ کے طور پر سب کچھ تم کو بتا دیا ہے ،اور یہ ہمارا بیان تمھارے واسطے ایک سیڑھی ہے جس کے ذریعہ سے تم اپنے مقاصد حاصل کر سکتے ہو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حطیہ کو عیش اور دنیا کے قصے جمع کرنے کا حکم فرمایا تھا ایسی کتابوں کے جمع کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے بس تم کو ایسی ہی ہمت کرنی چاہیئے کہ تم کل مراتب سے اعلیٰ اورزاولی مرتبہ حاصل کرو اورزا گر تم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں دیکھو تو یہ بھی تمھاری ہمت بڑھانے کے واسطے بہت کافی ہیں کیونکہ تم کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے تبلیغ احکام کے واسطے کس قدر مصائب سہے ہیں اور کیسی کیسی تکلیفیں اٹھا کر اپنے مطلب کو پہنچے ہیں اور تم نے داؤد بن ابشا حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد کا قصہ بھی سنا ہوگا کہ جب تائید غیبی ان کو مددگار ہوئی تو جالوت کو قتل کر کے انہوں نے طالوت بادشاہ وقت کی بیٹی سے شادی کی اور بادشاہ بن گئے اور اگر تم کو ضرورت ہو تو کتاب اسباب ید العارف تصنیف ابن قیتبہ کا ملاحظہ کرو اور سفر کے خیال کو چھوڑ دو، دیکھو حیوان جو بالکل بے زبان ہے مار پیٹ سے ادب، تہذیب، ناچنا اور کرتب دکھانا حاصل کر لیتا ہے، ہارون رشیدؒ کے مرنے کے بعد جب آمین خلیفہ ہوا تو مامون بھاگ کر شہر اصفہان میں پہنچا حسن بن سہل اس کے ساتھ تھا اور خود مامون ذی علم ادیب اور عقل مند شخص تھا، جامع مسجد میں جا بیٹھا اورزادنی غالیچہ کا فرش اس میں بچھوا دیا لوگ علم تحصیل کرنے کے واسطے اس کے پاس دوڑنے لگے اور حسن بن سہل لوگوں سے کہتا تھا کہ کیا یہ خلیفہ حق نہیں ہیں ان کی بیعت کرو کیونکہ یہ بالکل اگلے بزرگوں کے طریق پر ہیں یہاں تک کہ اسی ہزار آدمیوں کا لشکر اس کے ساتھ جمع ہو گیا اور عجم کے جس قدر لوگ تھے وہ اس کی خراب حالت سن کر اُس سے بددل ہو گئے تھے سب بھاگ بھاگ کر مامون کے پاس جمع ہو گئے چنانچہ مامون نے طاہر بن حسین کو لشکر کا سردار کر کے امین کے مقابل روانہ کیا اور انہوں نے جاتے ہی اسکو قتل کر دیا پھر تو مامون کی سلطنت مستحکم ہو گئی۔

اسی قسم کی بہت سی حکایات منقول ہیں اور ہم نے تم کو یہ واقعات اس واسطے سنائے ہیں تاکہ تمھاری ہمت قوی ہو اور پہلی کتابیں مثل کلیلہ ودمنہ اور کتاب المغازی اور عبدالوہاب

Marfat.com

کا قصہ وغیرہ کو ملاحظہ کرو اور ان کے غلط یا صحیح ہونے سے غرض نہ رکھو بلکہ ان حکمتوں پر غور کرو جو ان کے اندر مذکور ہیں شافعی فرماتے ہیں سر کا گرنا انسان کا گرانے والا ہے یعنی بادشاہ کی تباہی رعیت کی بربادی ہے، اور تم کو عہد اور بات کا پورا ہونا چاہیئے اور شہر میں ایک کوتوال مقرر کرو جو تمہارے محل اور تمام شہر کا انتظام کرے اور شہر کے راستوں اور ہر چیز کے نرخ مقرر کرنے کی ممانعت ہے مگر اس زمانہ میں کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ لوگوں کی حالت خراب ہوگئی ہے اور امانت جاتی رہی ہے، جیسا کہ کتب علائم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ منقول ہے اور اس میں حضورؐ نے آئندہ زمانہ کی حالت کا بیان فرمایا ہے، اقبال مندی کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی ہے۔

منقول ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا تو کسی نے حکیم افلاطون سے کہا کہ تمھارا شاگرد موسیٰ علتہ العلل سے خطاب کرتا ہے افلاطون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلوایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں افلاطون نے کہا تم یہ بات کس دلیل سے کہتے ہو کہا مہم السعادت سے افلاطون نے کہا کس طرف سے تم اُس آواز کو سنتے ہو، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہر طرف سے، افلاطون نے کہا کہ ہر نبی کا ایک معجزہ ہوتا ہے تمھارے پاس کیا معجزہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا جو فوراً اژدہا بن گیا، ایک حاسد بولا کہ جزیرہ سراندیپ میں ایک قسم کی لکڑی ہوتی ہے کہ جب اس کو اس ملک میں لاتے ہیں تو وہ سانپ بن جایا کرتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو اُس لکڑی کو لے آ اگر تیرا کہنا سچ ہے تو تیرے ہاتھ میں بھی یہ عصا سانپ بن جائیگا اس بات کو سن کر وہ شخص حیران ہو گیا افلاطون نے کہا اے لوگو! موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرو کیونکہ یہ شخص معجزہ اور سعادت کلیہ فیض اول سے لیکر آیا ہے اور فیض اول علتہ اولیٰ سے بطریق فیض فہمی کے جس کی حقیقت کے ادراک سے عقول عاجز ہیں جاری ہوتا ہے اور جو فیض اول علتہ العلل سے صادر ہوتا ہے وہ عقل فعال ہے جو بالکلیہ اس سے صادر ہوتی ہے اور نفس کلیہ وہ ہے جو فیض کو اُس سے حاصل کرتا ہے اور مخلوق میں عقل کی تجلی کی مثل ایسی ہے جیسی سورج کی شعاع روشندانوں اور سوراخوں اور مکانوں میں پہنچتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اندر عقل کا ظہور ایسا ہے جیسے صاف چٹیل میدان میں دھوپ ہوتی ہے اور اس حدیث شریف کا بھی یہی مطلب ہے کہ فرمایا ہے خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنے نور میں سے نور ڈالا پس جس کو وہ نور پہنچا اُس نے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہنچا وہ کافر رہا اور یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ

Marfat.com

اور فرماتا ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔

اور یہی نور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ابتداء میں بقدر کواکب کے ظاہر ہوا تھا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام نے مجاہدات میں ترقی کی انوار قدسیہ اُن کے دل پر منکشف ہوئے اور شمس وقمر کا انہوں نے مشاہدہ فرمایا پھر جب علت صاف ہوئی تو خُلت خالص ہوگئی اور القیاس الخط کے ساتھ انہوں نے علت اولیٰ کی اصل کو جس کے اندر سعادت کا فیض ہے مشاہدہ فرمایا اور فہم سعادت کے ساتھ کہنے لگے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یعنی میں نے اپنے چہرہ کو متوجہ کیا ہے اُس ذاتِ پاک کی طرف جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے اور جب نور الٰہی کے اشتراق کو پایا تو مال اور اولاد کی طرف بالکل التفات چھوڑ دیا اور اس عالم ذوق وشوق میں اپنے کمال پر نظر کر کے کہنے لگے کہ میرا جسم آتش عشق کے واسطے ہے اور میری اولاد راہ خدا میں قربان ہیں اور میرا مال مہمانوں کے واسطے ہے۔

پس اے بادشاہ تم کو بھی طریق اور وظیرہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ باطن کا راز تم پر منکشف ہو اور تم تخت پر بیٹھ کر لوگوں کے احوال معلوم کر و اور اپنی فراست کے نور سے ظلم ومظلوم کو پہچان لو۔

معلوم ہو کہ مال واسباب حصول سلطنت دنیوی واخروی کا ذخیرہ ہیں پھر جب تم یہ طریقہ اختیار کرو گے تو فہم السعادت کے ذریعہ سے اپنے کُل مخالفوں پر غالب ہو جاؤ گے اور اسی سے تم کو ہمم علویہ کی تسخیر حاصل ہوگی یعنی فرشتے تمہارے مطیع ہونگے اور تم سے ملاقات کرنے آویں گے اور یہ بات اُس وقت ہوگی جب تم اپنی روح کو پاک کرو گے کیونکہ فرشتے ارواح مجردہ ہیں یعنی ان کی روح ہی ان کا جسم ہے خدا کی حمد وثناء کرنے سے اُن کی تالیف قلوب ہوتی ہے لطائف وحکایات میں وارد ہے کہ فرشتوں نے آپس میں کہا کہ ہمارے پروردگار نے ناپاک نطفہ سے اپنا دوست پیدا کیا ہے اور بہت بڑا ملک اس کو عنایت فرمایا ہے خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ تم اپنے میں سے ایک بہت بڑا زاہد اور سردار فرشتہ چھانٹ لو پس سب فرشتوں کا اتفاق حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام پر ہوا یہ دونوں فرشتے بصورت انسان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں آئے حضرت ابراہیمؑ نے اس روز اپنے تمام جانوروں اور مال واسباب کو جمع کیا تھا اور آپ کے پاس چار ہزار کتے تھے جن میں سے ہر ایک کے گلے میں طوق چاندی کا اور ایک سونے کا تھا اور چالیس ہزار بکریاں دودھ والی تھیں اور گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کا تو کچھ حساب ہی نہیں ہے یہ دونوں فرشتے راستہ کے

Marfat.com

دونوں طرف آ کر کھڑے ہوئے اور ایک نے نہایت خوش آواز سے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کہا دوسرے نے رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوحِ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم دونوں پھر یہی کہو میں اپنا نصف مال تم کو دے دوں گا، انہوں نے دوبارہ کہا پھر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اگر اب کے کہو تو میرا تمام مال و اولاد اور میرا جسم تک تمہارا ہے پس اس وقت آسمان کے فرشتوں نے آواز دی کہ یہ بخشش ہے اس کو دیکھو اور ایک منادی نے عرش کے نیچے سے آواز دی کہ خلیل (دوست) اپنے خلیل دوست سے موافق ہے۔ اور اے بادشاہ تم کو مال کے ہونے کی خوشی اور نہ ہونے کا کچھ غم نہ کرنا چاہیئے اور جب پورے طور سے تم سلطنت پر قابض ہو جاؤ اُس وقت کتاب سلسبیل اور احیاء علوم الدین میں سخاوت اور بخشش کے سبق پڑھو اور اگر تم پہلے بزرگان کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہو تو دیکھو کتاب فتوح الدین کوفی میں لکھا ہے کہ جب بیت المقدس کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حصار سے تنگ آئے تب انہوں نے کہا کہ ہم یہ شہر خاص امیر المومنین حضرت عمرؓ کے حوالہ کریں گے صحابہ کرامؓ نے یہ حال حضرت عمرؓ کو لکھا حضرت عمرؓ جب اس حال سے واقف ہوئے تو ایک گھوڑا اور ایک گدھا آپ نے سواری کے واسطے تیار کیا اور ایک غلام ساتھ کیا۔

اہل مدینہ نے عرض کیا کہ اس طرح آپ کے تشریف لے جانے میں اسلامی سلطنت کی بدنامی ہے آپ نے فرمایا سلطنت کا دینے والا آسمان والا ہے تم اپنے دلوں کو صاف رکھو اور اپنی ہمتوں کو بلند کرو تا کہ سعادت کو تم نورانی عقل کے ساتھ افلاک کے اوپر سے دیکھ لو پھر آپ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے اور بحسب اتفاق ایسا موقعہ ہوا کہ جس روز آپ بیت المقدس پہنچے وہ دن آپ کے گدھے پر سوار ہونے اور غلام کے گھوڑے پر سوار ہونے کا تھا اور گدھا آپ کو لیکر ایک پانی کے گڑھے میں گر پڑا اور تمام کپڑے آپ کے کیچڑ میں تر ہو گئے ہر چند لوگوں نے آپ سے کہا کہ یہ کپڑے اتار دیجئے اور گھوڑے پر سوار ہو جایئے کیونکہ بیت المقدس کے سب لوگ آپ کو لینے اور دیکھنے آئے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان باتوں کی طرف کچھ التفات نہ فرمایا یہاں تک کہ شامی لوگ اپنے تزک واحتشام کے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کیا آپ عمرؓ ہیں ہم آپ کو شہر تسلیم کرتے ہیں اور آپ کے متبع ہوتے ہیں اور آپ کا دین اختیار کرتے ہیں جیسا کہ مسیح ہم کو فرما گئے ہیں کہ جب تمہارے پاس کیچڑ پانی میں تر کپڑے پہنے ہوئے امیر آئیں تو ملک ان کو تسلیم کر دینا پس یہ خبر رسول خدا ﷺ کے اسرار معارف کی ہے کہ آپ کا قلب کیسا صافی ووافی تھا خداوند تعالیٰ

Marfat.com

نے آپ کو تمام اسرار گزشتہ و آئندہ کے بتلا دیے تھے اور انھیں انوار نبوت سے لوگوں نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق روشنی حاصل کی ہے خصوصاً حضور کے بہر اور عزیز القدر حضرت علی مرتضیٰ نے اسی نور سے کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں مثلاً حضرت جامع اور کتاب خطبہ البیان جس میں اکثر واقعات آئندہ کا بیان ہے۔

اے بادشاہ اگر کوئی بادشاہ تم سے صلح کرنا چاہے تو اگر وہ مسلمان ہو تو اس سے صلح کر لو اور اگر کافر ہو اور اس پر قدرت رکھتے ہو تو صلح نہ کرو کیونکہ پھر شاید فرصت کا موقع نہ ملے اور اگر اس نے قوت حاصل کر لی تو پھر ضرور تم کو نقصان پہنچائے گا اور صلح ایک مدت تک مقرر ہونی چاہیے۔ جس کی میعاد کم از کم چار ماہ ہے اور اگر صلح کرنے والوں میں سے ایک شخص مر جائے تو دوسرے کو فائدہ پہنچے گا پھر اگر تمہاری ہمت صاف ہے اور تمہاری روح ملکوت اعلیٰ سے مجانس رکھتی ہے پس تم اپنے ستارہ کی دعوت کرو جب کہ وہ تثلیث یا تسدیس کی تم سے نظر رکھتا ہو اور اس کا بخور روشن کرو اگر وہ تمہارا دوست ہو گیا تو گویا وہ تمہارا وزیر ہے اور ان اعمال کے واسطے بلند ہمتی اور تزکیہ نفس اور کم کھانا اور خلوت میں رہنا اور ہر وقت ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ ان باتوں سے غیب کا روزن کھل جاتا ہے اور عالم باطن سے کاشفہ کے انوار ظاہر ہوتے ہیں اور تم فرشتوں اور دف تک کی باتیں سننے لگتے ہو اور تمہارا لاہوت و ناسوت پھر غالب ہو جاتا ہے پس تم مصباح مشکوۃ انوار الٰہیہ کے زینت بن جاتے ہو چنانچہ کسی کا قول ہے۔

ثقلت ذجاجات اتتنا فرغا
یحتی اذا ملئت بصرف الراح
خفت وکادت ان تطیر بما جوت
وکذا الجسوم تخف بالارواح

جو شیشے ہمارے پاس خالی آئے وہ بھاری تھے یہاں تک کہ جب ان میں خالص شراب بھر گئی وہ اس قدر ہلکے ہوئے کہ قریب تھا کہ زور سے اڑ جائیں اور ایسے ہی جسم روحوں کے ساتھ ہلکے ہوتے ہیں اور جب سعادت کا خمیر تم کو اس علت سے حاصل ہو جائے تو کل علتوں کی میلاء ہے اور اس کے حاصل کرنے میں تم پورے مجاہدہ سے کام لو تب تم پر انوار محبت نازل ہونگے اور تمام مخلوق تمہاری بغیر شمشیر زنی اور ہیبت بنانے کے مطیع ہو جائے گی اور اگر مجاہدہ تم سے نہ ہو سکے اور باب طلب کو مسدود پاؤ تب زہد اختیار کرو کیونکہ انسان دو قسم کے ہیں یا بادشاہ یا فقیر اور سب سے بدتر وہ ہیں جو ان دونوں کے درمیان ہیں حضرت علی تعالیٰ عنہ

Marfat.com

...اتے ہیں۔

اذا ما لم تکن ملکا مطاعا
کما ترضی مکن عبداً مطیعواً
فان لم تملک الدنیا جمیعا
کما تختار فاترکھا جمیعاً
ھما شیئان من نسک و ملک
ینیلان الفتیٰ شرفاً رفیعاً
اذا ما المرء عاش بکل شیٔ
سویٰ ھذین عاش بہ وضیعاً

معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو لکھا کہ اگر ملک تجھ سے جاتا رہا ہے تو محراب ہر گز نہ چھوڑیو یعنی عبادت اختیار کیجیو لوگوں نے اپنے طریق سے اپنے مطالب حاصل کیے ہیں اور ہم نے ...ت سے بادشاہوں کو فقیروں کے در پر حاضر دیکھا ہے چنانچہ قشیری فرماتے ہیں۔

اذا ام الفقیر لباب الامیر
فبئس الامیر و بئس الفقیر
واما الامیر لباب الفقیر
فنعم الامیر و نعم الفقیر

معلوم ہو کہ جب دل صاف ہو جاتے ہیں اور نور جلال براہین باطنہ کے ساتھ ان پر منکشف ہوتا ہے اور تحلیہ اور تصفیہ پورے طور سے حاصل ہو جاتا ہے تب عالم سفلی و علوی کے اسرار ظاہر ہو جاتے ہیں اور کیمیا اکبر کی معارفت نصیب ہوتی ہے فرشتے خدمت گار بنتے ہیں اور جنت اور اس کی نعمتوں کو یہ شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے حارث سے فرمایا اے حارث تم نے کس طرح صبح کی عرض کیا میں نے خدا کے ساتھ حق کے ایمان کی حالت میں صبح کی ہے حضور نے فرمایا ہر حق کی حقیقت ہے پس تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے عرض کیا حضور میں نے اپنے نفس کے آگے دنیا کو پیش کیا پس سونے اور مٹی کو

جب تک کہ تو بادشاہ نہ بن جائے اور لوگ تیری جس طرح تو چاہتا ہو اطاعت نہ کریں بس تو خدا کا عابد و زاہد بندہ بنا رہ یعنی اگر تو ساری دنیا کا مالک نہ ہو جیسا کہ تو چاہتا ہے پس اس کو بالکل دے یہ دونوں چیزیں یعنی عبادت اور سلطنت آدمی کو شرف اور بزرگی نصیب کرتی ہیں کہ سوا اور کسی چیز کے ساتھ زندگی بسر کرے تو زندگی اس کی ذلیل ہے۔

Marfat.com

یکساں پایا اور گویا کہ جتنے لوگ میرے سامنے باہم ملاقات کرر ہے ہیں۔ اور دوزخیوں کو دوزخ میں عذاب ہورہا ہے اور گویا خدائے تعالیٰ کا عرش میرے سامنے ہے حضور نے فرمایا شخص مومن ہے خدا اس کے دل کو منور کرتا ہے اے بادشاہ اب سب مراتب تم کو معلوم ہو گئے پس تم ان کو لازم پکڑو اور اپنی عمر یعنی دونوں کے تین حصے کرو ایک حصہ اپنے نفس کے واسطے اور ایک حصہ اپنی رعایا کے واسطے اور ایک حصہ اپنے رب کے واسطے معلوم ہوا کہ سب لوگ تم سے اپنے منافع چاہتے ہیں۔ اور اسی واسطے تمہارے ساتھ ہوئے ہیں سوائے خداوند تعالیٰ کے کہ وہ تم سے تمہارا فائدہ چاہتا ہے۔ پس تم اسی کے ساتھ ہو اور اس کو لازم پکڑو کیونکہ سایہ کے واسطے زوال ضروری ہے۔ اگر چہ عمر نوح بھی تم کو نصیب ہو مگر آخر مرنا ہے استاد جوینی نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ کسی نے محمود بن بویہ سے پوچھا کہ تم نے طلب مملکت کا کیسے قصد کیا حالانکہ تم اس کے اہل نہ تھے کہا میں نے ایک عورت سے سنا کہ دف بجا کر یہ شعر گا رہی ہے۔

من هاب خاب من جسر بلغ المنا

والدهر فيه عذوبة وعذاب

جس نے خوف کیا وہ نقصان میں رہا اور جس نے بلند ہمتی کی وہ اپنی امید کو پہنچ گیا زمانہ میں مٹھاس بھی ہے اور عذاب بھی ہے اور متنبی کہتا ہے۔

فثب واثقاً بالله وثبة حازم

يرى الموت في الهيجاء جنا النحل في الفم

پس خدا پر بھروسہ کر کے ہوشیار و چالاک کی طرح سے اٹھ کھڑا ہو جو موت کو جنگ میں کھجور کا منہ میں آنا سمجھتا ہے اور منصور حلاج کی بلند ہمتی کو دیکھ کر حاسدوں نے ان کو کیا کچھ کہا یہاں تک کہ سنگسار کر دیا اور حلول کی تہمت لگائی مگر انھوں نے کچھ خوف نہ کیا اور وہی بات کہے گئے جس کی حقیقت سے جاہل لوگ ناواقف تھے چنانچہ شیخ ابو احباس بن شرلج سے پوچھا گیا کہ آپ علاج کے حق میں کیا کہتے ہیں فرمایا پس ایسے شخص کے حق میں کیا کہوں جو مجھ سے زیادہ علم فقہ سے واقف تھے اور در حقیقت میں نہیں سمجھا کہ وہ کیا کہتے تھے کسی نے کہا کہ اگر آپ نے ان سے کوئی بات سنی ہو تو بیان کیجئے کہا کہ میں نے ایک روز ان سے سنا کہ وہ ہم حاضرین کی طرف خطاب کر کے فرماتے تھے جو لوگ حاضر ہوتے ہیں ان کی گواہی طلب کی جاتی ہے اور جو غائب ہوتے ہیں وہ اس جھگڑے سے محفوظ رہتے ہیں۔

اور اسی مطلب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ "حسنات الابرار سيئات

Marfat.com

للمقربین" یعنی نیکوں کی نیکیاں مقربوں کے گناہ ہیں کیونکہ یہ لوگ تجلی کی صف میں کھڑے ہونے والے ہیں۔ پھر ان کو کسی بات کا کیا خوف ہے جہاد کرتے کرتے ان کے احوال صاف ہو گئے ہیں اور اپنے علوم مجموعہ کے پروں سے مجاہدہ اور تصفیہ اور تزکیہ میں انھوں نے خوب پرواز کی ہے اور حجاب ناسوتی کو توڑ کے مطلوب سے جا نتے ہیں بندگی ان پر بہت تنگ ہوئی پس یہ چیز عالمین سے نکل گئی اور لاہوتیت صفات لاہوتیت کے ساتھ مل گئی اور نفوس طاہرہ اپنے معدن کی طرف رجوع کر گئے اور واجب الوجود کی رحمت کے جھونکے پر چلنے لگے پس یہ لوگ بعث کے بعد خیام راحت میں مقیم ہوئے فی مقعدصدقٍ عند مَلِيكٍ مقتدر" جیسا کہ ایک عاشق مدہوش کا قول ہے

انما الحب فناء كله
رحم الله المتي قال به
ان من اضحى بقلبي سالماً
لم يذر منه الا قالبه
في ظلال شوق قلبي واقد
من هجر الهجر قدقاله به

اور اگر تم بلند ہمت نہیں رکھتے اور نہ قوت وحشمت رکھتے ہو تب تمہاری یہ مثال ہے۔

اذا كنت لاترجئي لدفع لممتٍ
ولالذوي الحاجات عندك مطمع
ولاانت ذوجاهٍ يساش بجاهه
ولاانت يوم الحسر ممن يشفع
فعيشك في الدنيا وموتك
وعود خلالٍ من حياتك انفع

جب تو ایسا شخص ہے کہ نہ کسی برائی کے دور کرنے کے وقت تجھ سے امید کی جاتی ہے اور نہ حاجتمندوں کی تجھ سے کچھ طمع ہے اور نہ تو ایسا مالدار ہے کہ جس کے مال سے گزارا کیا جائے اور نہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو حشر کے روز شفاعت کریں گے پس ایسی حالت میں دنیا کے اندر تیری موت اور زندگی یکساں ہیں۔ اور تیری بہ نسبت خلال کا تنکہ نافع ہے اور تم کو چاہیے کہ لوگوں کے دل اپنے ہاتھ میں رکھو کسی کو خط لکھ کر اور کسی کو ہدیہ بھیج کر اور بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ رکھو اور علماء اور مشائخ کی خدمت گزاری کرو اور اگر ان سے کوئی خطا یا قصور سرزد ہو تو ایک حد تک

Marfat.com

طائر اور سعد بلع سر کے اوپر ہوتے تھے اسی سبب سے جو کچھ سعادت آپ کو حاصل ہوتی تھی وہ حاصل ہوئی جو کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی اور اسی کا سبب ہے کہ آپ کی حجت سارے عالم میں پہنچ گئی اور آپ کا نام ونشان بلند ہوا اور آپ کی دولت ہمیشہ کے واسطے قائم ہوئی اور امت کو آپ کی سعادت نصیب ہوئی اور شریعت آپ کی مستحکم ہوئی کہ ترکوں نے مشرق سے اس کی مدد کی اور اہل مغرب نے مغرب سے اور یہ سب لوگ بخوشی مسلمان ہوئے تلوار کا کچھ خوف ان کو نہیں تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جالینوس کا واقعہ بھی سننے کے قابل ہے جالینوس ممالک ساحل کا بادشاہ تھا جب عیسیٰ علیہ السلام کا شہرہ بلند ہوا تو اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو لکھا کہ مردہ کو زندہ نہیں کرانا نہیں چاہتے ہیں تم اس مریض کو جو مرض سل میں مبتلا ہے اسی مہینے میں آرام کرو اگر ایسا کرو گے تو میں تم پر ایمان لے آؤں گا مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک تربوز لاؤ اور اس مریض کو کھلاؤ تربوز کھاتے ہی مریض نے قے کی اور ایک سیاہ چیز جیسے جلی ہوئی روئی ہوتی ہے اس کے پیٹ سے نکلی اور حکم الٰہی سے وہ بیمار بلکل تندرست ہو گیا پھر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جالینوس مجھ کو دھمکاتا ہے میں اس کا علاج کرتا ہوں یہ کہ آپ اپنے عبادت خانہ میں داخل ہوئے وہاں جالینوس کو نصف شب کے وقت اساطوزیا اور کمراثیہ کی بیماری شروع ہوئی اور صبح ہونے سے پہلے مر گیا مجھ سے شیخ یوسف بن علی نے اپنے ملک سرکاز کی ایک گھاس کے بہت خواص عجیبہ بتائے ہیں جن میں سے کچھ میں اس کتاب میں اور کچھ کتاب سلسبیل میں بیان کروں گا اور یہی شیخ یوسف مجھ سے بیان کرتے تھے کہ میں شہر معرکہ میں شیخ ماری کے زمانہ میں گیا اور ان دنوں میں شیخ معری کی طرف سے لوگوں نے محمود بن صالح بادشاہ کے وزیر کو بہکا کر دشمن بنا دیا تھا اور وزیر سے کہتے تھے کہ شیخ معرے ہند کے برہنوں میں سے ہے۔ تصویروں کو برا نہیں سمجھتا ہے اور نہ جانور کا گوشت کھاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ رسالت قلب کے صاف کرنے سے ہوتی ہے۔ اور وزیر نے بادشاہ کو بہکایا یہاں تک کہ بادشاہ نے شیخ معرے کے حاضر کرنے کے واسطے پچاس سوار روانہ کیے شیخ کے دوستوں میں سے دو شخصوں نے جا کر شیخ کو خبر کی شیخ تو مسجد میں چلے گئے اور شاہی سواروں کو دیوان خانہ میں ٹھہرا دیا پھر شیخ مصری کے چچا شیخ مسلم ان کے پاس آئے اور کہا اے فرزند تم کو اس حادثہ کی خبر ہے جو ہم پر نازل ہوا ہے یعنی بادشاہ نے تم کو طلب کرایا ہے اب اگر ہم تم کو جانے نہیں دیتے ہیں تو مخالفت شاہی کی ہم میں طاقت نہیں ہے اور اگر ہم کو شاہی سواروں کے حوالے کر دیتے ہیں تو یہ ہمارے واسطے بڑی عار کی بات ہے شیخ معرے نے جواب دیا کہ آپ اپنے رنج وفکر کو دور کیجیے اور ان سواروں کی مہمانی فرمایئے میرا ایک بادشاہ ہے جو میری حمایت وحفاظت کرے گا اور میرے دشمن سے بدلہ لے گا پھر شیخ معری نے اپنے

Marfat.com

غلام قنبر سے کہا کہ لاوہ پانی شیخ نے غسل کیا اور نصف شب تک نماز پڑھتے رہے پھر اپنے غلام سے پوچھا کہ مرغ کہاں ہے۔ اس نے کہا فلاں منزل میں ہے شیخ نے کہا تو اس کے نیچے گاڑ دے میخ کے متصل میرے ہاتھوں میں باندھ دے غلام نے ایسا ہی کیا پھر اس کے بعد ہم نے سنا کہ شیخ نے یہ دعا پڑھی۔ ”یا علة یا قدیم الازل یا صانع العلل المصنوعات انال حماك الذی لایضانم“

پھر کہتے رہے وزیر وزیر یہاں تک کہ صبح کی سفیدی ظاہر ہوئی اور ایک بڑے غل وشور کی آواز ہمارے کان میں آئی ہم نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وزیر صاحب کا دیوان خانہ مع وزیر صاحب اڑتالیس آدمیوں پر گر پڑا اور طلوع آفتاب کے بعد شاہی پروانہ سواروں کے پاس آیا کہ شیخ کو ہر گز نہ ستانا کیونکہ وزیر دب کر مر گیا ہے شیخ یوسف کہتے ہیں پھر شیخ معرے نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو تو میں نے کہا خدا کی زمین سے کہا تم زمین ہرکاز سے آئے ہو اور تمہارا نام یوسف ابن علی ہے تم کو لوگوں نے میرے قتل پر آمادہ کیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ میں زندیق (بے دین) ہوں۔

پس اے بادشاہ اگر تم یہ وصف رکھتے ہو مقاصد تمہارے حاصل ہو گئے اور بہت اعلیٰ مقام تم نے حاصل کیا۔ کل دشمن تمہارے زیر رہیں گے بے دردسر قلعے تم فتح کر لو گے اور ملک ومال وزراعت سب میں برکت ہوگی اور اگر تم نے کوشش کی تو ان ذرائع سے تم ان مقاصد کو حاصل کرو گے جو سکندر نے حاصل کئے کیونکہ جو بات ہو چکی ہے وہ پھر بھی ہو سکتی ہے اور خطبۃ البیان میں منقول ہے کہ ایک بادشاہ عادل وزاہد کا دنیا میں پیدا ہونا ضروری ہے جو خدا سے خوف کرنے والا ہوگا ملکوں میں انتظام کرے گا اور لوگوں کے ساتھ احسان فرمائے گا اور اس بادشاہ کا ظہور تہتر برس کے بعد ہوگا دیکھو کہ یہ غیبی خبریں کس طرح آئینہ دل میں منکشف ہوئی۔ جب دل کا حجاب رقیق ہوتا ہے تو پردہ اٹھ جاتا ہے اور لوح محفوظ پر نظر جا پہنچتی ہے اس میں جو کچھ غیب کی باتیں لکھی ہیں وہ یہ شخص لوگوں سے بیان کرتا ہے اور ان میں کچھ شک وشبہ نہیں ہوتا۔

بادشاہوں کو چاہیے کہ اپنا راز کسی سے بیان نہ کریں سوائے اس کے جس سے محبت اور سچا اخلاص رکھتے ہوں۔ سلطان محمود کی ایاز کے ساتھ تم نے حکایت سنی ہوگی پس اے بادشاہ ان نکتوں اور اشاروں کو معلوم کر کے جاگ اٹھو میں نے تم کو بہت اچھی نصیحت کی ہے اگر تم نصیحت کرنے والوں کو دوست رکھتے ہو بمقابلہ فساق وفجار کے سلطنت اہل علم کو زیادہ لائق ہے مگر خدائے تعالیٰ نے تقدیر میں جو کچھ فیصلہ کر دیا ہے وہ ضرور ہونے والا ہے اور زمین کے واسطے وارث اور مالک ہونا ضروری ہے اور راہب وہی ہوتا ہے جس کو خدا اپنے بندوں میں سے سرفراز کرنا چاہے۔

Marfat.com

فلاموہ علی ما کان منہ
وقالوالم منحت الکلب نیلاً
فقال ذروا ملامنکم فعینی
واتہ مرۃً فی باب لیلیٰ

اور اسی کی تائید میں حضورﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص مر گیا حضور سے عرض کیا گیا کہ آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھا دیں فرمایا میں ایسے شخص کی نماز نہیں پڑھتا جس نے کبھی نماز نہیں پڑھی حضرت عمرؓ نے عرض کیا میں نے اس کو عید کی دو رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے حضورﷺ نے فرمایا میں اس شخص پر کیونکر نماز پڑھوں جس نے سوائے نفل کے کوئی نماز نہیں پڑھی پس جبرائیل حضور کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمدﷺ خدا فرماتا ہے کہ کیا لوگوں نے اس کو ہمارے دروازے پر ایک بار بھی نہیں دیکھا ہے اور جب تم اس کو میرے دروازے سے ہٹا دو گے تو پھر یہ کس کے دروازے پر کھڑا ہوگا اے محمدﷺ یعنی اس کو بخش دیا ہے اور میرے فرشتوں نے اس پر نماز پڑھی ہے اور بے شک خدا تمام عالم سے بے پردہ ہے۔

چودھواں مقالہ

(چند نصائح میں)

بادشاہوں کو چند ایسے اشخاص مہیا کرنے چاہئیں جو ان کی اطاعت کا لوگوں میں وعظ کہیں اور لوگ بخوشی ان کی فرمانبرداری کی طرف مائل ہوں ہم پہلے حصول سلطنت میں تین طریقے بیان کر چکے ہیں۔ اور جو شخص بطریق طنز کے یہ کہے کہ فلاں شخص کیا حیثیت رکھتا ہے جو سلطنت اس کو حاصل ہوگی کیا اس کے پاس مال ہے یا کثرت سے اولاد ہے یا ماں باپ اس کے صاحب ملک کے تو اس سے کہنا چاہیے کہ نمرود بن کنعان کون تھا اور شداد جس نے جنت بنائی کون تھا اور حضرت ادریس جو درزی کا کام کرتے تھے وہ کون تھے اور حضرت نوح نجاری کرتے تھے اور حضرت ابراہیم بھیڑ بکریاں چراتے تھے اور حضرت داود زرہ ساز تھے اور طالوت کھالوں کو دباغت دیا کرتے تھے اور حضرت صالح سوداگر تھے اور حضرت سلیمان غواس تھے اور حضرت عیسیٰ سراج تھے اور حضرت آدم کشت کاری کرتے تھے پھر ان لوگوں کو سلطنت اور عظمت کیونکر نصیب ہوئی کیا تم کو اس فرمان الٰہی سے نصیحت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ ''تؤتی الملک من تشاء''۔

Marfat.com

معلوم ہو کہ لوگوں کے واسطے بادشاہ کی بہت بڑی ضرورت ہے تا کہ اس کی اطاعت کریں اور اس کی طرف مائل ہوں دیکھو جانوروں میں بھی ایک سردار ہوتا ہے اور شہد کی مکھیاں اور چیونٹیوں وغیرہ میں سلطنت کا دستور ہے اسی واسطے لوگوں کو بادشاہ کی اطاعت کرنی چاہیے ورنہ پھر ان کی گردن ہے اور تلوار ہے کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا کہ اطاعت کرو اپنے امیر کی اگرچہ وہ حبشی غلام ہو اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ کی اور تم میں سے جو بادشاہ ہو اس کی پس ان نصیحتوں کو تم غور سے سمجھو اور اگر پھر یہی حالت باقی رہے تو باز اور عقاب کرگس اور مکھی کو خیال کرو اور جیسا کہ اہل عقل نے فرمایا۔

یا طالب الرزق السمنی بقوۃ

هیهات انت بباطل مشغوف

اے طلب کرنے والے عمدہ رزق کے قوت کے ساتھ افسوس کے تو بیکار کاموں کے درپے ہو رہا ہے

وعت الشور بقوہ جیف الفلا

ورعی الذباب الشهد وهو ضعیفاً

گدھ وغیرہ مردار جانور قوت کے ساتھ جنگل کے سرداروں کو کھاتے ہیں اور مکھی بھی قوت ہی کے ساتھ شہد کھاتی ہے حالانکہ نہایت ضعیف جانور ہے اور اے عقل مند تم کو زمانے کے اگلے قصوں سے کچھ بحث کرنی چاہیے اور جب اہل ریاضت تمہارے مخالف ہوں تو نہایت حکمت کے ساتھ ان پر ہاتھ ڈالو کیونکہ ریاضت کرنے والوں میں ایک مقناطیسی قوت جذب ہوتی ہے کیا تم نے نہیں سنا کہ جب سکندر کو ہندوستان کے چالیس برہمنوں کا حال معلوم ہوا جو سکندر کے نہایت مخالف اور بڑے ریاضت کرنے والے تھے سکندر نے حکمت کا ایسا پہلو اختیار کیا جس سے خود بخود وہ برہمن نہایت پریشان ہو گئے مساوی ہمتیں ان کی ٹوٹ گئیں اس وقت سکندر نے ان سب کو شکار کر لیا۔

جو جو معانی اور مطالب اس کتاب میں ہم نے بیان کیے ہیں ان میں غور کرو کیونکہ یہ کافی ہیں اور ان کی تکذیب نہ کرو کیونکہ یہ مثل معجزات کے ہیں معلوم ہو کہ جسم بغیر سر کے اور آسمان بغیر سورج کے اور زمین بغیر امارت اور تجارت اور زراعت اور زندگانی اور موت اور غناء اور فقر اور ملک و سیاست اور امارت و وزارت کے اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے غرضیکہ کل امور ایک دوسرے سے وابستہ ہیں جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

Marfat.com

ہے اور تائید کے طور پر توحید کے قلم لوح تجید پر جاری ہوتی ہے پس کوئی ان میں سے نیک بخت ہے اور کوئی بد بخت ہے جب یہ باطنی سلطنت تم کو حاصل ہو گی تو موت کی طرف تم کچھ التفات نہ کرو گے کیونکہ موت دوستوں کے جمع کرنے والی اور متنافر طبیعتوں کی متفرق کرنے والی ہے۔

جب مقام تخلیہ میں وصال کے پیالے تمہارے سامنے آویں گے اور صبح کی ٹھنڈی ہوا تم پر چلے گی منادی ندا کرے گا کہ اسی میں کوشش کرنے والوں کو چاہیے کہ کوشش کریں اور اس وقت تمہاری روح خوب روشن ہو جائے گی معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے حیوان کو پیدا کر کے اس کی تین قسمیں کی ہیں ایک قسم عقل مجرد ہیں بغیر شہوت کے یعنی فرشتہ اور ایک قسم شہوت مجرد ہیں بغیر عقل کے یعنی بہائم اور ایک قسم شہوت اور عقل سے مرکب ہیں یعنی انسان پس جس انسان کی عقل شہوت پر غالب ہوئی وہ ملائکہ سے مل جاتا ہے اور جس کی شہوت عقل پر غالب ہوتی ہے وہ بہائم سے مل جاتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے "استقم کما امرت" یعنی جیسا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے اس کے موافق قائم رہو۔

اب ہم طہارت ظاہری کا بیان کرتے ہیں برتن میں پانی لے کر وضو سے پہلے تین ہاتھ ڈالو اور قبلہ رخ بیٹھ کر وضو کرو اور یہ خیال رکھو کہ تمہارے کپڑوں پر چھینٹے نہ پڑیں اور پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر مسواک شروع کرو اور وضو کی نیت یہی کر و وضو کے اندر فرض چھ یا تین ہیں ایک تو وضو کا فرض رکن یعنی منہ دھونے سے پہلے نیت کر لینا پھر منہ دھونا پھر کہنیوں تک ہاتھ دھونے پھر سر کے اگلے حصے کا مسح کرنا پھر دونوں پیروں کو دھونا مع ٹخنوں اور ترتیب اور موالات ہی دو قولوں میں سے صحیح قول کے موافق فرض ہے اور حیض اور جنابت کے غسل میں وضو کر کے تین تین بار تمام اعضاء کو دھونا چاہیے اور جنابت یا حیض کے غسل کی نیت جدا گانہ کرنے وضو کے توڑنے والی یہ باتیں ہیں لیٹ کر آرام سے سو جانا یا عقل کا کسی سبب سے دور ہو جانا یا مرد عورت کو بغیر حائل کے ہاتھ لگائے اس سے ہاتھ لگانے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے عورت کا نہیں ٹوٹتا اور فرج کو ہاتھ لگانے استنجے کو جب جائے تو قبلہ اور چاند اور سورج کی طرف منہ یا پشت نہ کرے مگر جب کے درمیان میں حائل ہو اور داخل ہونے وقت بایاں پاؤں اندر رکھے اور نکلنے کے وقت دایاں پاؤں باہر نکالے اور اس میں اسم الٰہی لکھے ہوئے کوئی چیز پاس ہو تو اس کو باہر رکھا جائے استنجا ہر ایک پاک چیز کے ساتھ جائز ہے مگر جس میں بزرگی ہے جیسے کھانے کی چیز وغیرہ اور ہڈی یا شیشہ یا ایسی چیز سے جو محل کو تکلیف پہنچانے والی ہو استنجا کرنا جائز نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے ہڈی کے ساتھ استنجا نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائی جناتوں کا کھانا ہے اور خداوند تعالیٰ ہڈی پر گوشت پیدا کرتا ہے جس کو وہ کھا لیتے ہیں اور افضل یہ ہے

Marfat.com

کہ ڈھیلوں سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرے اور یہی اہل فنا کی طہارت ہے پاخانہ میں جانے کے وقت یہ کہے[1] "اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث ومن الشیطان السحس النجس" اور جب پاخانہ سے باہر آئے یہ کہے[2] "غفرانک الحمدللہ الذی خرج عن الاذیٰ وعافانی" بند پانی میں پیشاب نہ کرنا چاہیے اور نہ زمین کے سوراخ میں نہ راستہ کے درمیان میں نہ پھل دار درخت کے سائے میں یا ایسے درخت کے سائے میں جس میں لوگ آرام پاتے ہوں اور بیماری یا سخت سردی کے عذر سے تیمم کرنا جائز ہے مٹی غبار جو کچھ ہاتھ میں لگ جائے اور حیض جنابت سے بھی خوف ناک عذر کے وقت تیمم کے واسطے دو ضربیں لگائے ایک منہ پر ملے اور ایک دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک اور علماء کہتے ہیں کہ جو چیز زمین سے نکلے مثلاً پتھر وغیرہ اس کے ساتھ بھی تیمم جائز ہے مگر تیمم نماز کے وقت داخل ہونے کے بعد کرے اور انگوٹھی اتار لے تیمم کرنے والے کو وضو کرنے والوں کی امامت کرنی جائز ہے اور صحابہ کرام نے ایسا کیا ہے زخم کے پٹیوں پر مسح کرنا جائز ہے بشرطیکہ پاک ہوں۔

سترھواں مقالہ

کم سے کم حیض کی مدت ایک شبانہ روز ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ روز ہیں پھر ان کے بعد جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اور کم سے کم مدت طہر یعنی باقی کے جو حیضوں کے درمیان میں ہوتی ہے پندرہ دن ہیں حیض والی روزہ اور نماز کو چھوڑ دے پھر روزوں کی قضا رکھے اور نماز کی قضا نہ کرے معلوم ہو کہ حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے پھر سرخی اور زردی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور جب موقوف ہونے کو ہوتا ہے تب سفیدی ظاہر ہوتی ہے حیض یا نفاس والی پہلے نماز کے وضو کی طرح سے وضو کرے پھر تین بار تمام اعضاء کو دھولے اور حیض یا نفاس کے غسل کی نیت کرے نفاس کی مدت زیادہ سے زیادہ ساٹھ روز اور کم سے کم ایک ہی بار خون کا آنا ہے حضرت فاطمہ فرزند پیدا ہونے کے بعد غسل کر کے نماز شروع کر دیتی تھیں اور اسی سبب سے بطول آپ کا نام ہوا ہے کیونکہ نفاس کا خون اور دنیا کی محبت آپ سے منقطع ہو گئے تھے۔

معلوم ہو کہ نجاست کی یہ چیزیں ہیں خون پیپ کچ لہو خنزیر کا گوشت اور اس کی چربی اور کتے کے منہ کا لعاب اور وہ کتا جس کا جسم تر ہو اور چوہا اور شراب اور پیشاب اور پاخانہ اور جو پاک چیز

[1] اے اللہ میں تیرے ساتھ کل خبیث باتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور شیطان نجس و ناپاک ہے
[2] شکر ہے اس خدا کا جس نے اذیت کو میرے اندر نکالا اور مجھ کو عافیت دی۔

Marfat.com

کشف حاصل ہو جاتا ہے اس وقت مراقبوں کے چشموں سے محبت کی حلاوت ظاہر ہوتی ہے۔
جب علم کے ساتھ عمل نہ ہو تو وہ علم بالکل حماقت ہے اور ایسا عالم مغز کو چھوڑ کر چھلکے کے ساتھ راضی ہو گیا ہے ایسے لوگ بہت برے علماء ہیں ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس تلوار ہے مگر وہ لڑائی کا فن نہیں جانتا ہے ایسے شخص کو چاہیے کہ تلوار سے چاندی سونا اتار کر اس کا زیور بنا کر عورتوں کی طرح سے پہن لے کیا تم نے ایک طویل حدیث میں جو ابوذرؓ سے منقول ہے نہیں سنا کہ فرمایا ہے بے شک خداوند تعالیٰ برے علماء کو قبیح صورتوں میں مسخ کر دے گا اور ریشمی کپڑے جو وہ پہنتے ہیں وہ ان کی گردنوں میں سانپ بن جائیں گے یہ وہ علماء ہیں جنھوں نے علم نظر پر قناعت کر لی ہے اور اس کے ذریعہ سے اپنی شہرت چاہتے ہیں ان لوگوں کے واسطے بہت بڑی خرابی ہے دنیا اور آخرت میں ان کے واسطے کوئی عذر نہیں ہے اور بہت سے حدیثیں ان ناپاک علماء کی شان میں وارد ہیں حضرت ابوسعید خدریؓ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جن کے اندر بحث ہو رہی تھی حضرت ابوسعید نے فرمایا یہ کیا بدعت ہے اور کیا اشاعت اور نفاق کا فعل ہے پھر فرمایا آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو مجادلہ سیکھیں گے اور رشوت کھاویں گے اور لوگوں کے سامنے شیخی اور تکبر کریں گے اور باریک کپڑے پہنیں گے اور میدہ کی روٹی کھائیں گے اور بادشاہوں کی صحبت پسند کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ ہم علماء ہیں اور ان کا فتویٰ لیا جائے گا افسوس ہے اس امت پر جس کے علماء ایسے ہوں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں توبہ کرنا چاہتا ہوں کس گناہ سے اس نے کہا زنا اور شراب سے آپ نے فرمایا جھوٹ اور مناظرہ سے پہلے توبہ کرے تاکہ تیرے اندر خلوص آ جائے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ مناظرہ کرنے والا اپنے ہاتھ پر حق کو ظاہر کرنا چاہتا ہے یا اپنے بھائی مقابل کے ہاتھ پر اگر وہ اپنے بھائی کے ہاتھ پر چاہتا ہے تب وہ سلف صالحین کے ساتھ پہلی صف میں جنتوں کے اندر خدا کے پاس رہے گا اور اگر اس مناظرہ کرنے والے نے غلبہ اور قہر اور جھگڑے کا ارادہ کیا ہے تب یہ دوزخی ہے۔ "وسیعلمُ الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبو ن"[1]

[1] اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کون پہلو بدلتے ہیں۔

Marfat.com

کتاب الصلوٰۃ

اس کے اندر دو مقالہ ہیں ایک مقالہ احکام ظاہرہ میں اور دوسرا احکام باطنہ میں۔

پہلا مقالہ

معلوم ہو کہ فرض نمازیں پانچ ہیں اور ان کی کل سترہ رکعتیں ہیں اور کل سنتوں کی اٹھارہ رکعتیں ہیں اور نماز کے واسطے یہ احکام ظاہری ہیں جیسے پاک پانی سے وضو کرنا کپڑے اور بدن کا پاک ہونا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا اور صورہ فاتحہ پڑھنی اور رکوع و سجود اطمینان کے ساتھ کرنا اور دونوں سجدوں کے درمیان میں سیدھا بیٹھنا اور رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا اور رکوع میں تین بار

"سبحان ربی العظیم وبحمدہ" کہے اور سجدہ میں تین بار کہے "سبحان ربی الاعلی وبحمدہ" اور تین بار کہنا ادنی درجہ ہے اور نمازوں کے وقتوں کا بیان یہ ہے کہ صبح کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے طلوع آفتاب تک ہے اور ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے عصر کے وقت تک ہے اور عصر کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ کے علاوہ سایہ اصلی کے اس برابر ہو جائے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے اور مغرب کا وقت شفق کے غائب ہونے تک ہے اور عشاء کا وقت سرخ شفق کے غائب ہونے سے طلوع فجر تک ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور مزنی کے نزدیک سفید شفق کے غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے اور یہ وقت نیک لوگوں کی نماز کا ہے نماز کے واسطے آذان کہنا شرط علی الکفایہ ہے فرض نہیں ہے اب نماز کے آداب بھی تم کو معلوم کرنے چاہئیں کم سے کم خدا سے اتنا تو خوف رکھو جیسا کہ اپنے بادشاہ سے ڈرتے ہو اللہ تعالی فرماتا ہے اے آدمی تو مجھ کو اپنی طرف ادنی نظر کرنے والا نہ سمجھ اور فرماتا ہے "ایحسب ان لم یرہ احدٌ"

یعنی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا اور احکام الٰہی کی تم کو ان کے وقت میں پابندی کرنی چاہیے مگر جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور فجر کی نماز بھی روشن وقت میں پڑھو اور عصر کی نماز میں بھی دیر کرو اور نوافل کی پابندی بھی بجالاؤ جیسے نماز اشراق وچاشت میں اور عشاء کے بعد کی نفل اور نماز تہجد اور جمعہ کی دس سنتیں اور جمعہ کے آداب یہ ہیں کہ غسل کر کے پہلے پہنچنے کی کوشش کرے اور سورہ کہف پڑھے اور کثرت

Marfat.com

کے ساتھ حضور ﷺ پر درود و بھیجے اور زوال سے پہلے ورد مسبعہ پڑھے جو ہماری کتاب احیاء العلوم میں مرقوم ہے اور بارہ رکعتیں نماز حاجت کی پڑھے ہر رکعات میں بعد فاتحہ کے '' آیت الکرسی '' ایک بار اور '' قل ھو اللّٰہ احد '' تین بار پڑھے نماز سے فارغ ہو کر سجدے میں یہ دعا پڑھے ''سبحان الذی لبس العز وقال بہ سبحان الذی لاینبغی التسبیح الالہ سبحان ذی العز والکرم سبحان ذی الطول والرحمۃ اسالک اللھم بمعاقد العز من عرشک ومنتھی الرحمۃ من کتابک وباسمک الاعظم وجدک الاعلی وبکلماتک الذامات کلھا التی لا یجاوز ھن بر ولافاجر ان تصلی علی سیدنا محمد وال سیدنا محمد ''۔

پھر اس کے بعد اپنی حاجت مانگو۔

نجس اور غصب کی ہوئی زمین میں نماز نہ پڑھنی چاہیے نہ ریشمی کپڑے اور سونے کی انگوٹھی وغیرہ کے ساتھ نہایت عاجزی اور ذلت کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑے ہو اور جب لوگ جمع ہوں

تو یہ سمجھے کہ قیامت کے میدان میں جمع ہیں اور مؤذن کی اذان کو صور کی آواز تصور کرو پھر امام کے خطبہ پڑھنے کو حق تعالیٰ کی تجلی خیال کرو کہ نہایت عظمت اور جلال وہیبت کے ساتھ موجود ہے اور جب لوگ نماز میں کھڑے ہوں تو اس کو خدا کے آگے حاضر ہونا سمجھو پھر مسجد سے باہر جانے کے وقت یہ خیال کرو کہ حساب و کتاب کے بعد لوگ جنت میں اور کچھ دوزخ میں جا رہے ہیں۔

وضو کے اندر حکمت یہ ہے ایک تو اعضاء پاک ہوتے ہیں اور دوسرا ان کو تنبیہ ہوتی ہے انسان بھی مثل درختوں کے ایک درخت ہے اس کی خدمت بھی اس طرح کرنی چاہیے جیسا کہ درخت کی خدمت کی جاتی ہے یعنی جمعہ کے روز ناخن کترلے اور زیر ناف کے بال لے یہ درخت کو چھانٹنا ہے اور وضو غسل کرے یہ درخت کو پانی دینا ہے اور اس باغ میں دنیاوی گھاس پھوس کو نکال کر علوم کے پھل پھول لگائے اور خدمت کی نہروں سے پانی دے اور افعال قبیحہ سے باز رہے تاکہ فصل کا پانی عقل کی نہروں میں جاری ہو اور بلبل توحید و معرفت ہر شاخ درخت پر نغمہ سرائی کرے یقین کے انوار و برکات نازل ہوں اور صدق کی نسیم باغیں معرفت کی خوشبو لائے اور راز ازل کا منادی مریدوں کے دلوں میں آواز دے اور ایسے باغوں کی سیر کرو جہاں زیتون کا وہ مبارک درخت ہے جو شرقی ہے نہ غربی ہے روغن اس کا قریب ہے کہ بغیر آگ کے

Marfat.com

لگے روشن ہو جائے اور یہی مطلب اس حدیث قدسی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میرا مومن بندا نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور جب میں اس کو دوست بنالیتا ہوں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے پس وہ میرے ہی ساتھ سنتا ہے اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے اور کم سے کم چیز جو میں اس کو عنایت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنے اور اس کے درمیان میں ایک روزن کر دیتا ہوں جس میں سے وہ مجھ کو دیکھتا ہے اور مجھ کو بغیر مثال کے دیکھتا ہے اور میں اس کو ایک ایسا نور دیتا ہوں جس کے ساتھ وہ حقائق معلومات میں تفریق کرتا ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ ان مقرب لوگوں کے دل میں نماز میں خطیرہ قدس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جلال ربوبیت کا دیمومیت سے مشاہدہ کرتے ہیں اور آسمانی دل کے صاف ہونے سے معرفت کا آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے آخرت کے حالات منکشف ہوتے ہیں میزان عقل اور صراط یقین سب ظاہر ہو جاتے ہیں یہی اس آیت کے معنی ہیں یہی اس آیت کے معنی ہیں "واسجدو اقترب" یعنی سجدہ کرو اور اس میں خدا کی قربت چاہو حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں جب عارف سجدہ کرتا ہے حجاب اٹھ جاتا ہے اور قلوب طاہرہ سدرۃ المنتہٰی کی طرف ترقی کرتے ہیں اور انوار قدس ان پر منجلی ہو جاتے ہیں حرم حق کی جنتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جو کچھ یہ چاہتا ہے اس کو دیا جاتا ہے جب نماز میں دل وسوسوں سے صاف ہوتے ہیں اس وقت تک افلاک واملاک کا مشاہدہ ان کو نصیب ہوتا ہے اور ایک اور مثال تمہارے سمجھانے کے واسطے بیان کرتا ہوں سنو دل ایک میدان ہے اور اس کے اندر ایک درخت ہے جس پر پرندے بسیرہ لیتے ہیں اور تم اس درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے ہو پرندے تم پر بیٹ کر رہے ہیں اور اڑانے سے نہیں اڑتے ہیں اب اگر تم آسائش سے نماز پڑھنی چاہتے ہیں تو اس درخت کو کٹوا ڈالو ایسا ہی تم نے اپنے دل میں جب دنیا کا درخت لگایا ہے اور تمہارے دنیاوی تفکرات کے پرندے اس پر بیٹھے ہیں اگر تم اس درخت کو کاٹ ڈالو گے تو حال تمہارا صاف ہوگا اور بزرگی تمہاری بڑھ جائے گی اور جلال الٰہی کی تم پر تجلی ہوگی جیسا کہ حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے

ترکت ہم الدنیا فصفی عیشی
وترکت ہم الاخرۃ فصفی قلبی

دنیا کا فکر میں نے چھوڑ دیا لہذا میری زندگانی صاف اور پاک ہوگئی اور آخرت کا فکر

Marfat.com

جو میں نے چھوڑ دیا تو میرا دل خراب ہو گیا۔

نماز میں راز یہ ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جیسے خادم کا اپنے مخدوم سے مقرب ہونے کا وقت ہوتا ہے اور جب مخدوم اپنے خادم کو اپنے عجز و انکساری کے ساتھ دیکھتا ہے تو اس پر مہربان ہو جاتا ہے

بعض اہل نجوم بیان کرتے ہیں کہ پانچوں نمازیں پانچ ستاروں سے متعلق ہیں اور چھٹا ستارہ سے سنتیں اور ساتویں سے وتر متعلق ہیں۔ نماز ہی سے غرض حاصل ہوتی ہے اور اسی کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا" اور یہی معنی سقراط کے اس قول کے ہیں کہ آوازوں کے نغمے عبادتوں کی صورت سے پیدا ہوئے ہیں اور ان سے وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں جو گردش کرنے والے افلاک میں پوشیدہ ہیں اس لئے کہ خواص ادعیہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں خدا فرماتا ہے[1] "الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ"۔

اور حضرت داود علیہ السلام کا مزامیر کے ساتھ شوق و ذوق حاصل ہونا مشہور ہے جب ان کو کوئی حاجت درپیش ہوتی تھی تمام زاہدوں کو مسجد میں کھڑا کر کے ہر زاہد کے پاس ایک باجہ بجانے والا مقرر کر دیتے تا کہ باجے کی آواز سے زاہد یکسو ہو کر حضرت داود کی حاجت کے واسطے دعا کرے چنانچہ اس ترکیب سے دعا بہت جلد قبول ہو جاتی۔

اور اسی طرح یکسوئی کے ہونے سے استسقاء اور سحر میں اثر ہوتا ہے معلوم ہو کہ اوزان قلبیہ بغیر طہارت محل کے پاک نہیں ہوتے ہیں پھر جب دل سے حجاب دور ہو جاتا ہے معرف اس کے اندر حاصل ہوتے ہیں اور حق کا راستہ ظاہر ہوتا ہے معرفت الٰہی کا دروازہ کھل جاتا ہے جب دنیا کی نا پاکی دور ہوتی ہے۔

جب تم یہ طریقہ اختیار کرو تو اپنی کل حاجات اپنے مولیٰ سے طلب کرو اور معرفت کی خوشبوئیں لگا کر ندامت کے کپڑے پہنو اور اپنا رخسار اتواضع کی خاک پر رکھ دو اور جان لو کہ ہر چیز کا وزن ہوتا ہے شعر کا وزن عروض سے معلوم ہوتا ہے اور ضمیر کا نظر سے اور ماکول و مشروب کا ترازو اور سونے و جواہرات کا کانٹے سے اور صوفیہ دل کی اوقات کا وزن کرتے ہیں اور خطبوں کا وزن تعدیل کلام سے معلوم ہوتا ہے اور قیامت کا وزن قصاص افعال سے ایک پلہ میں تمہارے ظلم کی ظلمت ہو گی اور ایک پلہ میں تمہارے پاک اعمال کا نور ہو گا اب تم کو اختیار ہے کہ اپنے

[1] اسی کی طرف پاک کلمے جاتے ہیں اور عمل صالحہ کرو۔ کر لیتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

حال کو معلوم کرو اور ہدایت پر قائم رہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو کہ جب ان کو حیران نظر سے ظاہر ہوا تو بطریق تشکیک کے کہنے لگے "ہذا ربی" یعنی کیا یہ ہے میرا رب پھر جب ترازو کے دونوں پلوں میں قائم ہوئے تو فرمایا "وجہت وجہی" یعنی میں نے اپنا منہ خدا کی طرف کر لیا۔

اٹھارہواں مقالہ

خواص کے بیان اور تحقیق میں

معلوم ہو کہ خواص غیر محصورہ ہیں اور ان کے اندر تاویل نہیں ہے لہذا وہ بذواتہا اخذ کیے جاتے ہیں مثلاً ایلوا اور سکونیہ مثل ہیں اور ہم یہ سوال نہیں کر سکتے ہیں یہ کیوں مسہل ہیں اور قبض کرنے والی چیزیں کیوں قبض کرتی ہیں پھر ہم طبیب شرع سے کیونکہ دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ چیز حلال کیوں ہے اور یہ حرام کیوں ہے اور ہم کیسے خواص قرآن سے شفا حاصل ہونے میں شک کر سکتے ہیں اور میں بھی ہر سورہ اور آیت کے مختلف خواص ہیں مثلاً سورہ واقعہ حصول غنا اور مال کے واسطے ہے اور غم دور کرنے کے واسطے سورہ دخان ہے اور بلا کے دور کرنے اور اس کے محفوظ رہنے کے واسطے سورہ کہف ہے اور اس سورہ کے اندر جو یہ آیت ہے۔ فما اسطاعوا آن یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا' اس آیت کو بغیر سورہ کے پڑھنا چاہیے جیسا کہ تم کہتے ہو مفرد دوا استعمال کرنی نہ چاہیے مسئلہ نجومی کے عاجز کرنے کے واسطے کیوں حکیم صاحب آپ کیا فرماتے ہیں ستارہ جو زمین پر پیدا ہونے والے آدمی پر تصرف کرتا ہے کہ تصرف اس کا بجنسہ ہے یا بطبیعہ ہے یا نجاسیت ہے اگر تم یہ کہو کہ بطبیعہ ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ طبائع مختلفہ ہیں پھر اگر تم یہ کہو کہ بجنسہ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ سماوی ہے اور یہ عرضی ہے اور اگر تم یہ کہو کہ بالخاصیت ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ خاصیت عرض ہے اس کے واسطے بقا نہیں ہے اور اگر ہم بالفرض بالخاصیت کو تسلیم بھی کر لیں تب تم یہ بتاؤ کہ خاصیت نفس ستارہ میں ہے یا نفس شخص میں ہے اس کو تمہارے تئیں ظاہر کرنا اور اس پر دلیل و حجت قائم کرنا لازم ہے۔

سحر عمل اور کلام دونوں سے مرکب ہے جس کو اوقات معلومہ اور طوالع معینہ میں طلسمات کیساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جب تم یہ چاہو کہ اپنے مطلب کے واسطے کوئی طلسم تیار کرو تو ہر تین حرفوں میں سے ایک حرف لینا شروع کرو پس جب محبت کے واسطے نو حرفوں میں سے تین

Marfat.com

حرف جمع کرلو تو یہ طلسم ہر ایک کام کے واسطے مفید ہے اور محبت کی ساعت کو اس طرلاب یا ساعت نامہ سے معلوم کرو کیونکہ یہ ساعت اس کام کے واسطے بہتر ہے مثال اس کی اب ت ث جیم کو لیلو اور جیم کے بدلہ ''ث'' کا لینا بہتر ہے ''ج ح خ'' سعد کو لو ''ص ط ظ عین'' کو لو پس تدویر کے حساب سے عنقریب ہوا اور اس کے طلسم کی یہ ترکیب ہے کہ جب قمر عقرب میں ہو تو ایک حروف انگوٹھی پر اس کی صورت بناؤ اور ہاتھ میں پہن لو اس کی خاصیت یہ ہے کہ عورتوں کی جانب سے کوئی مضرت تم کو نہ پہنچے گی اور اگر پانی میں دھو کر بچھو کے کاٹے ہوئے کو پلاؤ گے تو اس کو آرام ہوگا اور اگر یہ پانی دشمن کی چھت پر یا اس کے گھر میں چھڑک دو گے تو اسی سال میں اس کا گھر تباہ ہوگا جب ''قمر'' ''برج''

''اسد'' میں ہو تو انگوٹھی پر سیاہی سے شیر کی صورت اور یہ کلمہ نقش کرو ''اتینا طائعین'' پھر بادشاہ کے پاس جاؤ بادشاہ تمہارا مسخر ہوگا بادشاہوں کو تابعدار کرنے کے کلمات یہ ہیں ''الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ذل البحر لبنی اسرائیل شاھتِ الوجوہ فھم لایبصرون ولایعقلون ولایسمعون''. وہ کلمات جن کے کہنے سے وہ شخص امن میں رہتا ہے جو بادشاہ سے خوف رکھتا ہو جس وقت اس کے سامنے جائے یہ کہتا رہے یا قدیم الاحسن باحسان القدیم وہ کلمات جن کے پڑھنے سے بادشاہ کی زبان بری بات کہنے سے بند ہو جاتی ہے ''الیوم نختم علی افواھم ولایؤذن لھم نیعتذرون صم بکم عمی فھم لا یرجعون ولایعقلون'' وہ کلمات جن کے پڑھنے سے مفسدوں کی جماعت متفرق ہو جاتی ہے چند جو کہ دانے لے کر چار بار یہ کلمات پڑھ کر دم کرے اور ان کے مکان میں ڈال دے ''ہا تاش'' ''نا تاس''

''والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ'' پھر دیکھو کہ خدائے تعالیٰ کیا کرتا ہے

دو شخصوں کے درمیان عداوۃ ڈالنے کے واسطے ایک انڈے پر یہ کلمات لکھ کر بھون کر کھلادو ''ومزقناھم کل ممزقٍ وحیلہ بینھم قطعاً بغضاً'' دیگر ایک انڈے پر سات حرف

''صاد'' لکھ کر ایک کپڑا لپیٹ کر سیدیں اور کوئلوں پر رکھیں انڈا بریان ہوگا اور کپڑا نہ جلے گا وہ انڈا ابخار والے کو کھلائیں اس قسم کی بہت سے ترکیبیں ہیں جن کو ہم نے کتاب ''عین الحیات'' میں بیان کیا ہے اگرچہ چھوٹے حجم کی ہے مگر فوائد اس میں بہت ہیں اور اس کے ایک مقالہ

Marfat.com

میں اجساد اور ارواح کے جمع ہونے کا سبب بھی بیان کیا ہے اور یہی طریقہ اکسیر کا ہے۔

معلوم ہو کہ علم صناعت الٰہیہ یعنی علم کیمیا اگر پہلے تھا تو اب بھی ہو سکتا ہے اور سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ علم پہلے تھا لہٰذا اب بھی ہو سکتا ہے اور منقول کے دلائل بھی اس کے جواز پر ثابت ہیں منقولی دلائل یہ ہیں ''ومما توقدون علیه فی النار ابتغاء حلیة ومتاع زبد مثله'' اور فرماتا ہے ''انما اوتیته علی علم عندی'' اور معقود پر صابون کا عمل دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اضداد سے درمیان میں جامع ہے یعنی دہنی اور مائی اور ناری طبیعتوں کو روکتا ہے۔ پس یہ منجمد ہو گیا تو اس کی تجمید نے کیمیا کی تجمید پر دلالت کی ہے اور اگر یہ صفات نہ ہوتی تو اس کثرت سے سونا دستیاب نہ ہوتا کیونکہ اس کی کانیں بہت کم اور دور ہیں اور یہ صنعت بھی مثل صنعتوں کے ہے بہت لوگ اس کے حاصل کرنے کے پیچھے گمراہ ہو گئے ہیں اور تمام مال اپنا برباد کر دیا ہے مگر یہ صنعت انھیں کو حاصل ہوتی ہے جو نباتات اور حیوانات سے خوب واقف ہیں مگر اے موسیٰ تمہارے واسطے ایک خضر کی صورت ہے جو کشتی کو توڑنے اور لڑکے کو قتل کرنے اور دیوار کو سیدھا کرنے کا مطلب سمجھائے جس کے نیچے خزانہ تھا جب تم نے اس صنعت کی کشتی کو توڑا رفیق جو بھاگنے والا غلام ہے حل کر کے پانی بنا دیا پھر اس میں تصعید زرنیخ کی دیوار اضافہ کی تو بس اس کا توام درست ہو گیا اور تم اس اکسیر کے مالک ہو گئے یہ چاندی بنانے کی ترکیب ہوئی مگر اس اکسیر کو تانبے پر ڈال کر کشتہ کرو پھر ہم وزن تانبے کے ساتھ خوب گلا لو چاندی تیار ہو گی۔

معلوم ہو کہ زرنیخ ایک مرکب نام ہے زر سونے کو عجمی زبان میں کہتے ہیں اور زرنیخ سے یہ مراد ہے کہ تونگری حاصل کرنے کے واسطے اپنے استاد کے دروازہ پر حاضر ہو اور اپنی عقل کے ذوالقرنین کے ساتھ مغرب شمس کے پاس جو چشمہ حیوان کے پاس ہے جا پہنچو چشمہ حیوان سے بیضہ مرغ مراد ہے سفیدی اس کی سفید کام کے واسطے اور زردی زرد کام کے واسطے ہے پھر مطلعہ شمس حرارت زیبق کی سیر کرو اور اس کو قبضہ میں لاؤ اور پھر جب تم دونوں سیدوں کے درمیان میں پہونچو تو نرم آتش اس کے نیچے جلاؤ پس اگر یہ اکسیر تم سے صحیح ہو جائے تو بہت بہتر ہے ورنہ ابرک حل کر و یہ اکسیر بہت عمدہ اور نایاب ہے اور موجود ہے اور اس کا پورا عمل ہم نے کتاب عین الحیات میں لکھا ہے اس میں دیکھ لو۔

معلوم ہو کہ یہ صناعت ربانی ہے اور وہی لوگ اس پر مطلع ہوتے ہیں جن کے دلوں سے خدا نے شک کو دور کر دیا ہے اور ابدالوں کے مقام میں پہنچ گئے ہیں اور یہ کام اسی شخص سے

Marfat.com

ہوتا ہے جو اس کے ذریعہ سے اثرت کے کام کرنے چاہتا ہے یا قرض کا ادا کرنا یا کسی برائی کا دور کرنا۔

اس کام سے پہلے چالیس کام سیکھنے چاہئیں تا کہ یہ کام درست ہو مثلاً سرمہ بنانا اور براوہ کرنا اور دوائیں بنانی ہم یہاں چند عجیب وغریب صنعتیں بیان کریں گے مگر اصل صناعت کا مفصل بیان عین الحیات میں ہے اور اس صنعات نے سب سے بڑا کام ذرنیخ کی تصعید اور اس کے اجرا اور معتدل وقت کا معلوم کرنا ہے کہ نہ زیادہ سردی ہو نہ گرمی۔

چاندی بنانے کو اس فن کے لوگ صنعت قمری کہتے ہیں اور اس کی اکسیر انڈے کی سفیدی اور ذرنیخ مصعد سے جو معتدل القوم اور ہم وزن ہوا بنتی ہے اس بات کو غور کرو اور معتدل زمانہ میں اس کام کو بجالاؤ نہ اس قدر گرمی پر پہنچاؤ کہ جلا دے نہ اس قدر سردی پہنچاؤ کہ اس کے اجزاء کو متفرق کر دے اکسیر کی تربیت اسی طرح کی جاتی ہے جیسے بچوں کی سردی گرمی کا لحاظ رکھا جاتا ہے اب پہلے تم کو صنعت ابرار اور سرموں کا بنانا سیکھو جیسا کہ عزیزی صغیر اور کبیر اور جلاصدفی کے نسخے ہیں ترکیب اس کی یہ ہے کہ عرق سیب و مسرم و انار و عرق یا میروں و عرق ذبح ودادوی جعفران و بہمنی سرو عرق راز یانج و عرق حسق تو تیہ لے اخضر رفیق ان سب کو ملا کر دھوپ یا سایہ میں رکھو تا کہ خشک ہو جائے پھر اس کے قرص بنا لو یہ توتیا ہندی تیار ہو گیا ایک مثقال اس کی ایک مثقال کو کافی ہے اور اگر اس میں عرق مامیثہ اور عرق حی العالم ملا دیں تو بہتر ہے کیونکہ یہی سردی جامع اور جلا نافع اور توتیا سے ہندی قاطع ہے اور یہی کیمیائی ابرار ہے اور اسی سے تم کو ایسا کسب حاصل ہو سکتا ہے جسے تم راحت کے ساتھ گزران کر سکتے ہو اور کوئی مشقت تم کو نہ پہنچے گی اور اگر تم لاون بنانا چاہو تو ایک تولا خالص لاذن لے کر تین تولا صاف موم اس میں ملا کر نرم آگ پر پگھلاؤ اور نیچے اتار لو اور ہر مصنوع چیز میں اصلی چیز ملانی ضروری ہے کیونکہ اس کی اکسیر وہی ہے۔

زعفران بنانے کی ترکیب

گائے کے گوشت کی بوٹیاں سرکے میں زعفران حل کر کے اس کے اندر جوش کر لے اور پھر دھو کر اس کے ریشے جدا جدا کر کے زعفران حل شدہ میں ملا کر خشک کرے ایک چوتھائی زعفران اس کے اندر ملانی چاہیے اور گوشت ران کا ہونا چاہیے۔

Marfat.com

مشک بنانے کی ترکیب

مشک اصلی میں ہم وزن اس کے کلیجی سوختہ ملائے مصنوعی مشک تیار ہوگی بہت سی عجائب پردے کے اندر پوشیدہ ہیں جب ان کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور اس قسم کے بہت سے عجائبات نسخے عین الحیات میں مذکور ہیں۔

معلوم ہو کہ مشک ہرن کا منجمد خون ہے اور یہ ہرن جنگل کے خوشبودار گھاس کھاتا ہے جس کے سبب سے یہ خوشبو اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور عنبر کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ شہر منصوریا کے ایک چشمے سے اس کو نکالتے ہیں اور کافور بھی ایک چشمے سے نکلتا ہے اور عنبر ور کے اندر مختلف رنگ کے پتوں میں چپک جاتا ہے آسمان سے دس چیزیں نازل ہوتی ہیں جیسے شیر خشت ہے اور ترنج بین اور لاون وغیرہ اور بعض کا قول ہے کہ لاون شہر مرعش کے پہاڑ کے ایک چشمے سے نکلتا ہے اور مینہ بھی آسمان سے برستا ہے اس میں تھوڑا زوائد سے ملا کر آب جو میں جوش کرے اور ان عورتوں کو پلائے جن کو دودھ یا حیض نہ آتا ہو فوراً جاری ہوگا اور کبھی آسمان سے سبز مینڈک گرتے ہیں یہ بواسیر کے واسطے بہت مفید ہیں اور کبھی ملک سقسین آسمان سے سرخ رنگ کے نرم اور ٹھنڈے گیہوں برستے ہیں مزا ان کا بھی اور شہد کا ہوتا ہے اور مصر برف کے ٹھنڈے ہوتے ہیں اگر ان کو حل کر کے عیب دار پر لگائیں تو عیب اس کا جاتا رہے گا اور کوئی شخص ان کی دھونی سے فرشتوں کو دیکھنے لگے اور انھیں گیہوں کے ساتھ عطارد کے عمل کے وقت دھونی روشن کی جاتی ہے انبیاء علیہ السلام بھی اس دھونی کی پابندی کرتے تھے چنانچہ حضرت کلیم اللہ نے زحل کے واسطے ہفتے کی روز دھونی روشن کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام نے مشتری کے واسطے پنج شنبہ کے روز اور ابراہیم علیہ السلام نے شمس کے واسطے یک شنبہ کے روز اور آتش کے واسطے منگل کے روز دھونی روشن کی تھی اور زردشت نے مریخ اور عطارد کے واسطے اور ہمارے حضور ﷺ نے زہرا کے واسطے جمعہ کے روز دھونی روشن کی تھی اور اسی واسطے غار حراء میں خلوت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جبرائیل دحیہ کلبی کی صورت میں آپ پر ظاہر ہوئے جو شخص جنوں سے ملاقات کرنی اور ان سے کلام کرنا اور ان کا کلام سننا چاہے اس کو لازم ہے کہ ایک خالی مکان میں یک شنبہ یا چہار شنبہ کو بیٹھ کر لوبان کی دھونی روشن کرے اور عمل کے ختم ہونے تک برابر روشن کرتا

Marfat.com

رہے اور ایک کنڈل کھینچ کر اس کے اندر بیٹھ جائے اور چالیس بار سورہ جن پڑھے جنوں کا لشکر حاضر ہوگا ان میں
سے جس کو چاہے اپنی خدمت کے واسطے مخصوص کر لے اور ان سے کچھ خوف نہ کرے اور پھر اس جن سے تسخیر یا تلسم بنانے یا خزانہ نکالنے یا حب و بغض کا کام لے۔

معلوم ہو کہ خواص نباتیہ بہت کثرت سے ہیں ہم چند خواص ان میں سے بطور اختصار کے بیان کرتے ہیں جو شخص یہ چاہے کہ سب کو دیکھے اور کوئی اس کو نہ دیکھے اس کو لازم ہے کہ سیاہ بلی کی کھوپڑی میں ارنڈ کا بیج بوئے پھر جب اس درخت میں پھل آنے شروع ہوں تو اس پر ایک کپڑا لپیٹ دے تا کہ کوئی ارنڈی ظاہر نہ ہو پھر جب ارنڈیاں پختہ ہو جائیں سب پھلوں کو توڑ کر ایک ایک پھل منہ میں رکھے اور آئینہ میں صورت دیکھے جس پھل کے منہ میں رکھنے سے صورت نہ دکھائی دے وہی کام کا ہے۔

اور ایک بوٹی ہے جس کو ابھر کہتے ہیں یہ بوٹی انسان کی صورت ہوتی ہے جو شخص اس کو اپنے پاس رکھے اگر پتھر کی طرف اشارہ کرے وہ بھی اس کے ساتھ ہو لے۔

اور ایک بوٹی ہے جس کو راسین کہتے ہیں اس کے پتوں کی دھونی جس شخص کا نام لے کر روشن کرے گا وہ شخص اس کے پاس آجائے گا اور دھونی کے وقت یہ کلمات پڑھے ”یا جامع یا جن اجمعوا وقدموا الاق لاق عاجلاً عاجلا اشر وتاشرو تاکبیبا اتصنبی انیتیاطوعا اوکرھا“ اور یہ عمل اتوار یا بدھ کے روز کرنا چاہیے اس گھاس کی ایک شراب بھی بنتی ہے جس کو شراب ملائکہ کہتے ہیں سوداوی مزاج والوں کے واسطے مفید ہے اور عورتوں کے امراض حرارت کے واسطے بھی مفید ہے اور اگر اس کے پتوں کو خشک کر کے پیس کر آنکھ میں لگائیں تو پپوٹوں کے جھک جانے کو مفید ہے اور حلق میں کوے کے جھک جانے کو بھی اس کی دوا بنتی ہے اور بخار والے کو اس کی دھونی دینے سے بخار جاتا رہتا ہے اور جس عورت کے حمل میں بچے کی بھلی بوقت پیدائش رہ گئی ہو یا اور کچھ رہ گیا ہو اس کی دھونی دیں نکل جائے گی اور اس کے پتے زیتون کے پتوں کے ساتھ سرکے میں جوش دے کر پیس لیں اور درد والے دانت پر لیپ کریں تو بہت مفید ہوگا ایک گھاس ہے جس کی جڑ زمین پر نہیں ہوتی بلکہ درخت بطم و بلوط پر بکثرت ہوتی ہے اور حب العصفور اس کو کہتے ہیں کیونکہ چڑیا نہایت رغبت کے ساتھ اس کو کھاتی ہے اس کی دھونی گھر دن میں شیطان اور جادو کا اثر دور کرنے کے واسطے حضور ﷺ نے فرمایا ہے اترے ہوئے بالوں کو ضائع نہ کرو کیونکہ جادوگر اکثر انھیں

Marfat.com

پر جادو کرتے ہیں اور جادو باطل کرنے کے وقت سورہ رعد کے آخر کی دس آیتیں پڑھنی چاہیں اس بوٹی کے دانوں سے نداسو جو ایک خوشبودار چیز سے بنتا ہے کنگی اور زعفران اور عود قماری کا برادہ پیس کر یہ دانے اس میں ملائیں اور عرق گلاب نہایت عمدہ ڈال کر جوش دیں جب خوب گاڑھا ہو جائے اتار لے اور ٹھنڈا ہونے کے بعد قرص تیار کریں تریاک نافع بندق مدقوق کو اخروٹ اور بادام اور تل اور پستہ کے ساتھ پیس کر شہد اور قدرے گلاب ملا کر رکھ لیں بچھو کے کاٹے کے واسطے بہت مفید ہے اور قوت جماعی کو بے حد زیادہ کرتا ہے اور مغز اخروٹ کا گیہوں کے آٹے کے ساتھ حریرہ بنا کر کھانا کمر کے درد اور قوت جماع کو مفید ہے اور ریاح باردہ کے مریض کو نفع کرتا ہے اور تریاک اکبر کا نسخہ جسکے اندر چالیس اجزاء ہیں عین الحیات میں مذکور ہے معلوم ہو کہ حیوان اور نباتات اور روغنوں میں اس قدر تاثیریں ہیں جن کا بیان بہت طویل ہے ہم صرف ایک روغن کے عمل کا ذکر کرتے ہیں اچھی ساعت دیکھ کر جس شخص پر عمل کرنا ہو اس کے نام کے ساتھ موصم ربیع کے بصاص لے لو اور اس کو ایک شیشی میں روغن زیت کے اندر ڈالدو اگر بغض کا عمل کرنا ہو تو طنبوب حبشی لو اور اگر محبت کا عمل کرنا ہو تو قرشی لو اور باشاہ کی تسخیر کرنی ہے تو فارسی لو اور بیماری یا نقصان سے نکلنے کے واسطے کرمانی لو اور دھوپ میں رکھدو اور جس قدر روغن کم ہو اسی قدر بڑھا دو اور روز اس کی خدمت کرتے رہو ہر روز دھونی دو اور یہ کلمات کہو "ایھا الظنبوث الطاھرۃ کونی لماارید" اور پاک حالت میں دھونی دو یہ روغن چاند کی کمی میں کم ہوگا اور زیادتی میں زیادہ ہوگا اور اگر اس روغن کو جسم پر مل لیں تو آگ اثر نہ کرے گی بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کا ہتھوڑا یا کلہاڑا بنائیں اور اس سے کام لیں تو بالکل آواز نہیں ہوتی اور ایک پتھر ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کو تنور میں ڈالدیں تو کوئی روٹی سالن نہ نکلے تنور میں گر پڑے گی اور مقناطیس کے خواص یہی تم کو معلوم ہیں اور حیوانات کے خواص کتاب الحیوان میں تلاش کرو۔

بیسواں مقالہ

علم عزائم و تسخیر کواکب کے بیان میں

ہفتے کے روز صبح کے وقت سیاہ یا نیلگوں لباس پہن کر مغرب کی طرف منہ کر کے یہ بخور روشن کر لو لوبان سیاہ دانا انار کے چھلکے لائی اور زحل کی تسخیر کے واسطے یہ عمل پڑھو مگر تسدلیس یا

Marfat.com

تثلیث کا وقت ہونا ضروری ہے عظیمت یہ ہے "ایھا الساخان الاعظم والملک العرمزم مالک الفلک النبعة له النجوم الخا سف المزلزل زحل انت اشرف الکواکب وسیدها ومؤیدها اسئلک ان لعطینی وان تمخنی ویصلح منک لی "[1]

اور یک شنبہ کے روز طلوع آفتاب کے وقت اس کی طرف منہ کر کے حضور قلب کے ساتھ یہ عزیمت پڑھو "ایتھا السیدة الرفیعة والملکة المطیعة والمتیرة الکبیرة التی جارت بفیضها علی الظلم فصارت انوار اذلنهاطاهرة وسلطنتهاقاهرة اسئلک ان تعطینی مایصلح منک لی واصرفی همتک الیّ وانت الملکة العزیزة والسلطانه الحهیرة بحق من سخرک وهو الملک العظیم "

اور پیر کے روز پہلی ساعت میں کمر کا یہ عمل پڑھو "ایها الکوکب الاظهر والقمر الایهر البارد الرطب الحال فی الفلک المعتدل البارد اللطیف اسئلک بحقک وبحق الملک المعطیک من نوره اسئلک ان تعطینی مایصلح منک لی "اور سہ شنبہ کے روز مریخ کے واسطے یہ عمل پڑھے "ایها السلطان الحار النوری الناری المزعج المذهش انت بهرام السلطان صاحب السیف والسفک ذو الحربة الدرایة والفتن الارضیة صاحب الحزب والصلاح والدم اسئلک بحق سلطنتک ودولتک وقهرک ان تعطینی مایصلح لی منک "اور چہار شنبہ کے روز عطارد کے واسطے یہ عمل پڑھو "ایها الکوکب النطف الشریف والکوکب الکاتب الحاسب العالم ممازج الفلک ووزیره وملاطفة ومشیره بلطافة اخلاقک وطیب عراقک وحسن سمتک وصفاتک الحمیدة واخلاقک المجیدة الحسنة الطیبة ان تعظمنی مایصلح لی منک "

---

[1] اے بڑے بادشاہ سخت لشکر والے آسمان کے مالک جس کے ستارے تابع ہیں اور وہی دھسان اور زلزلہ ڈالنے والا ہے کون یعنی زحل تو سب کواکب سے اشرف اور وہ سردار اور رہبر اور ان کی تائید کرنے والا ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ کو اپنے پاس سے ایسے چیز عنایت اور بخشش کر جو میرے واسطے درست ہو اس طرح کل عزیموں کے معنی قیاس کر لینے چاہیں۔

Marfat.com

اس عمل کے وقت خوش طبیعت رہنا اور منشیوں کی حالت بنانا ضرور ہے۔

اور پنجشنبہ کے روز یہ دعا مشتری کے واسطے پڑھے "ایھا الکواکب الدین الصلح التقی الرفیع البدیع المطیع السمیع الضریع الذاکز الشاکر العاشر والحامد الباھر لخآئف المستغفر عندک اکثر احیاء الاموت والذی یبرء من کل دآءِ اسالک بحق دینک وامانتک ومودتک ومرواتک وطاعتک ان تعطینی مایصلح لی منک"۔

اور جمعہ کے روز زہرہ سے مخاطب ہو کر یہ وظیفہ پڑھو۔ "ایتھا النفس الطاھرۃ للزھدۃ الباھرۃ ذات اللھو والنطرب الرقض واللعب الشرب والاکل الفرجۃ النزھۃ الناظرۃ المرینہ الطائعۃ لربھا الحرۃ الظاھرۃ اسالک ان تعطینی مایصلح منک لی"

اس فن کے علماء فرماتے ہیں کہ ہفتے کا روز حضرت موسیٰ کے واسطے مخصوص تھا اور اتوار حضرت سلیمان کے واسطے اور بہت سے نبی بھی اس میں شریک تھے اور بہت سے بادشاہ بھی اس روز میں شمس کے واسطے بخور روشن کرتے تھے اور پیر کا روز قمر سے متعلق ہے اور وزیروں کے واسطے مناسب ہے اور اسی دن میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بھی دھونی روشن کی تھی اور بدھ کا روز عطارد سے متعلق ہے اس میں زردشت مجوسیوں کے نبیوں نے دھونی روشن کی تھی اور جمعرات کے روز عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے مخصوص تھا اور جمعے کا روز ہمارے حضور ﷺ کے واسطے مخصوص ہے زحل کی تسخیر سے اس قسم کے منافع پہنچ سکتے ہیں خزانوں کا نکالنا نہروں کا کھودنا درختوں کا لگانا وغیرہ اور اس شمس سے ملک وصنعت کے فوائد پہنچتے ہیں اور قمر سے وزارت کے اور مریخ سے لڑائی جھگڑے کے اور عطارد سے کتابت اور حساب اور نکاشی وہندسہ وغیرہ کے اور اعمال۔

عزائم بھی اس سے متعلق ہیں اور مشتری زہد اور دیانت اور زحل طلسمات سماویہ کے واسطے ہے اور جمعہ زہرہ کے واسطے ہے علماء فن کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے جو بات زوال کے لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اس میں حکمت ہے کہ اس وقت خواص حصول مطالب میں اثر کرتے ہیں "اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد"

معلوم ہو کہ لوگوں نے خاصیت کے اندر بہت اختلاف کیا ہے جیسا کہ ہم اول کتاب میں ذکر کر چکے ہیں حیوانات ونباتات کے خواص بہت ہیں جن کے متعلق ہم نے ایک طویل

Marfat.com

فصل حاجت سے زائد بیان کر دی ہے۔

اکیسواں مقالہ

گفتگو کے بیان میں

جبکہ کلام کی حد یہ ہے کہ سننے والے کو فائدہ پہنچائے لازم ہو کہ ہم تم ہی سے تمہارے عقائد کے موافق تمہارے قول کی حقیقت معلوم کریں تم جو کہتے ہو کہ کلام فی النفس قائم ہے اور پھر کہتے ہو کہ کلام کرنے والا یا حکم کرنے والا ہوتا ہے یا منع کرنے والا اور حکم یا منع اس کا فی نفسہ ہوتا ہے اب بتاؤ کہ جو بات اس کے نفس میں ہے اس کو وہ ہمارے تئیں کیسے سنا سکتا ہے اور کس طریق سے وہ ہم تک پہنچ سکتی ہے اگر تم کہو کہ الہام کے ذریعہ سے تو وہ ایک مخلوق ہے جس کو اس واسطے پیدا کیا ہے تاکہ تم اس بات کو سمجھو جس کو نہیں سمجھتے تھے اگر تم کہو کہ کتابت کے ذریعہ سے تو یہ ایک قسم کا مفاعلت ہے اور نیز تمہارے مقابل نے تم کو حرف اور آواز کے اقرار کرنے سے اور بھی تنگ کیا ہے اس کے متعلق اس قدر بیان کافی ہے۔

اور چونکہ علم توحید کا طلب کرنا فرض ہے ہم پر واجب ہوا کہ اس کی طرف بھی ہم اشارہ کریں اور جو بیان ہم نے اپنی کتابوں میں کیا ہے اس میں سے کچھ بیان بھی نقل کر دیں بس سب سے پہلے ہم صانع کا ذکر کرتے ہیں معلوم ہو کہ کوئی صانع سے خدا نہیں ہے اس صورت میں انسانیہ کو دیکھو جو الف کی شکل رکھتی ہے اس کے صانع نے اس کے اندر کیا کیا بدائع اور عجائب رکھے ہیں دیکھو اس کا سر اس کے جسم کا آسمان ہے اور دونوں آنکھیں ستارے ہیں اور چہرہ شمس و قمر ہے فرماتا ہے

"خلقنا الانسان فی احسن تقویم" پھر پانی کو دیکھو کہ پانی کے مختلف رنگ اور مختلف مزے ہیں کوئی کڑوا ہے کوئی نمکین ہے اور کوئی میٹھا اور کوئی بدبودار ہے۔

زمین میں جو جو چیزیں ہیں وہ سب جسم انسانی میں موجود ہیں دونوں مونڈھے پہاڑ ہیں اور دونوں بازو اور کلایاں درخت ہیں اور انگلیاں شاخیں اور ناخن پھل ہیں اور بال گھاس ہیں اور دانت اور زبان اس کی بادشاہ کی ترجمان ہے اور معدہ اس کا باورچی ہے اور ایک قوت اس کے اندر ایسی ہے جو غذا کو رگوں اور پٹھوں اور بالوں اور کھال اور گوشت پر تقسیم کرتی ہے جو خون غلیظ ہوتا ہے اس کے ساتھ جسم کی تربیت ہوتی ہے اور جو رقیق ہوتا ہے وہ باریک مقاموں

Marfat.com

میں پہنچتا ہے پھر بھی خون پشت میں پہنچ کر حرارت عزیزی کے اثر سے پختہ ہو کر ایک گاڑھا سفید پانی بن جاتا ہے جسے فقہ بیان کرتے ہیں پھر وکیل حرارت اس کو خصیوں کے خزانہ میں پہنچاتا ہے اور خصیوں کی رگیں اس سے پھول کر مرد کے دل میں عورت کا خیال پیدا ہوتا ہے اور ایک گرم بخار قضیب کی رگوں میں پہنچ کر اس کے اندر استادگی پیدا کرتا ہے اور شہوت کی قوت قضیب کے منہ سے خزانہ تصور میں جو اس کا محل قابل ہے اس پانی یعنی منی کو رحم میں داخل کرتی ہے اور پھر قدرت کا ہاتھ بواسطہ حرارت کے اس کی اس طرح پرورش کرتا ہے جیسے زمین میں دانہ کی پرورش ہوتی ہے اور یہ پرورش اس طرح کی ہے جو سونے یا چاندی کی اکثیر کے واسطے کی جاتی ہے اور سلطنت یا فقر کی سعادت یہ نحوست نطفہ کے رحم میں آنے کے وقت لکھدی جاتی ہے پھر یہ نطفہ حلقہ یعنی خون منجمد ہو جاتا ہے پھر قدرت اس کو بواسطہ حرارت عزیزی کے تربیت کرتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک جسم پورا ہو جاتا ہے پھر اس میں خطوط مثل تصویر کے پیدا ہوتے ہیں اور اندر پیٹ وسینہ میں تجویف پیدا ہوتی ہے اور قلب وغیرہ اعضاء پیدا ہونے شروع ہوتے ہیں پھر اس کے بعد روح کے انوار بطریق بخار صاعد کے کمشوت ہونے میں طبیبوں کے نزدیک یہی بخار روح ہے اور یہی بخار خون سے پیدا ہوتا ہے اس روح ہی کے ساتھ جسم حرکت کرتا ہے اور وہ نفس لطیفہ عزیزہ جو کلمہ کن سے پیدا ہوتا ہے وہ ان حجابات مذکورہ لطیفہ اور انجرہ مصورہ سے علاوہ ہے وہ نفس عالمہ محققہ مدرکہ لطیفہ زبانیہ حساسہ متکلمہ عالمہ موت کے بعد باقی رہنے والا ہے جیسا کے جسم سے پہلے اپنے مبدء میں موجود تھا پھر جب یہ بچہ اپنے وقت مقررہ کو پورا کرتا ہے اپنی ماں کے پیٹ سے بغیر اختیار کے نکل آتا ہے جیسے اس کا مرنا اور پھر قیامت کو اٹھنا اس کے اختیار میں نہیں ہے مثل نیند اور بیداری کے یہی نفس ناطقہ جسم کے اندر بادشاہ ہے جو قلب کے تخت پر متمکن ہوتا ہے اور یہی امر ونہی کرنے والا ہے عقل اس کی حاجب ہے اور علم وزیر ہے اور نفس چراغ ہے اور تصدیق منہاج ہے اور قلب دریا اور حکمت موتی اور یاقوت ہیں اور جسم ایک شہر ہے اور اعضاء لشکر ہیں اور وسوسہ دشمن ہیں اور جن اقوال وافعال فرشتے ہیں اور خیر سے روکنے والے خیالات شیاطین ہیں۔

عارفوں کے نزدیک قلب ہی عرش ہے سینہ لوح ہے اور امر ونہی کا الہام قلم ہے جو خیر وشر کو لوح پر لکھتا ہے اور زبان ترجمان ہے اور آٹھ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں وہ یہ چار حواس ظاہری سننا دیکھنا سونگھنا چکھنا اور چار باطنی علم اور عقل اور تصدیق اور یقین ہیں اور خوف رجا کے فرشتے اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

جب یہ قلب کا عرش جو خدا کا گھر ہے وسوسوں اور رزائل سے پاک ہوتا ہے اور ذکر کی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے اور فکر کی خوشبو اس میں روشن ہوتی ہے اس وقت وہ تجلی الٰہی کا مستحق ہوتا ہے اور انوار کمال قلب پر نازل ہوتے ہیں اور محبت کا سائبان طہارت قلب کی کرسی پر قائم ہوتا ہے اور معشوق سدرہ وصال کی سرحد پر جلوہ فرماتا ہے اور مجاہد کرنے والا مجاہد کی حکمتوں کے درخت کے سائے میں آرام کرتا ہے اور تشریح صدر کے حوض سے توحید کا نور پیتا ہے اور خسال حمد کے خاص کپڑے و یموصیہ کے خزانے سے زیب بدن فرماتا ہے اور ان چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کا مشاہدہ غافل لوگ نہیں کرتے بیشک یہی بڑی کامیابی ہے اور اسی کے واسطے چاہیئے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔

پھر اے وہ شخص جو علم وعمل کے ساتھ کامل اور اخلاق حمیدہ کے ساتھ متصف اور اخلاق ذمیمہ سے منزہ ہے جب تم کرسی کمال پر متمکن ہو گے اعضاء کے فرشتے تمہارے مطیع ہو کر سجدہ کریں گے اور مہربانی کا ہاتھ تمہارے دل کی جنت کے دروازے کھول دیں گے اور تمہارے احسان کی خوب صورت حور جلوہ کرے گی اور محبت دنیا سے پیچھے رہنے اور ہٹ جانے کے محل تیار ہوں گے اور اپنی ہمت کے موافق تم اپنی تمنا کو پہنچو گے۔

پھر تمہارے بدن کا آدم اور محبت حق میں رونے کا نوح اور تمہارے خلوص وعشق کا خلیل تمہارے حسن وجمال کے ساتھ جلوہ کرے گا اور یعقوب تمہارے عقوبت نفس اور دفع شہوات کا اور موسیٰ تمہارے سفائر حال کا اور داؤد تمہارے دوا کا اور سلیمان تمہاری سلامتی کا تمہارے بساط انبساط پر جلوہ فرمائے گا اور تمہارے اعضاء کے جنات اور تمہارے مجاہدہ کی خوشبو ہو تمہارے مسخر ہو گی پھر تمہارا خضر ایمان تمہارے چشمہ حیات کے قریب ابرار کے ساتھ ظاہر ہوگا اور تمہارے عقل کا ذوالقرنین تمہارے بلند ہمتی کی لگام پکڑ کر تمہیں شہوات کے دریا سے نکالے گا اور تمہارے مغرب شمس ایمان کے پاس پہنچا دیگا پھر وہاں سے مطلع شمس عقل کی طرف لے آئے گا پھر تمہاری غفلت اور شہوت کی دونوں سدوں کے درمیان میں کھڑا کریگا تم کو چاہیے کہ اپنی جہالت کے لوہے کو مجاہدہ بھٹی میں لگا لو اور اسی وقت تم اپنے اعضاء نفس اور قلب کو توحید میں ملا ہوا دیکھو گے اور عذاب وعقاب سے بخوف ہو کر قرب کی چھپر کھٹ میں بعیش بہ آرام ہو گے "هذا ان المتقين احسن ماب"

یہ نصیحت ہے اور بیشک متقیوں کے واسطے اچھا ٹھکانا ہے پھر تمہاری لذت عیش وزندگانی کا عیسیٰ اور تمہارے لطائف اعمال کی حمد کا محمد ﷺ پر تجلی ہوگا اور یہی اس حدیث کے معنی ہیں کہ تم میں

Marfat.com

اپنے رب کا زیادہ پہچاننے والا وہی ہے جو اپنے نفس کو زیادہ پہچانتا ہے دیکھو کہ بزرگ دلوں پر روح کے اسرار کس طرح منکشف ہوتے ہیں جو اسرار کے جاہل اور عوام لوگوں سے پوشیدہ ہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ عاشقان خدا عشق الٰہی کو دوسروں کا نام لیکر کس طرح چھپاتے ہیں مجنون کو دیکھو کہ اس نے لیلیٰ کا نام لیکر کس طرح عشق الٰہی کو پوشیدہ کیا جس کی دلیل اس کے اشعار میں موجود ہے۔

لما رایت الجب سید هغنی
ونمت علی شواهد الصب
اوقعت غیرک فی نهم
فسترت وجه الجیب الحب

مجنون سے کسی نے پوچھا کہ تم کو کونسا وقت پسند ہے لیل یعنی رات پوچھا کہ قرآن میں سے تم کو کونسی آیت محبوب ہے کہا ﴿سبحان الذی اسری بعد﴾ مجنون کا قاعدہ تھا کہ ملاحوں کی خدمت کیا کرتے تھے کیونکہ ملاح جب رسی کو کھینچتے ہیں تو لیلا لیلا کہتے ہیں اے بھائی یہ اصول اسی خلعت کافیہ کے ہیں کیا، اس میں صانع قدیم کے وجود پر دلیل نہیں ہے اور پھر بھی اگر تم شک میں ہو تو شہد کی مکھی پر غور کرو کہ کس طرح پھولوں کو لاکر مسدس اور صحن خانے بناتی ہے اور موم سے شہد خانوں کے بیچ میں دیوار کھڑی کرتی ہے اور ان خانوں کے منہ کو اس ترکیب سے بند کرتی ہے کہ چاہے کس قدر بارش ہو مگر شہد تر نہیں ہوتا اب بتاؤ یہ الہام اس کو خدا کی طرف سے نہیں ہوا ہے تو کس کی طرف سے ہوا ہے اور اگر یہ کہو کہ یہ الہام اسی کے نفس کی طرف سے ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اور کسی کے نفس نے ایسا کیوں نہیں کیا اور چیونٹی کی عقل کو دیکھو کہ جب وہ غلہ جمع کرتی ہے تو دانوں کے بیچ میں سے کتر کر دو ٹکڑے کر دیتی ہے تاکہ بارش ہونے سے دانہ نہ آئے اور مکڑی کو دیکھو کہ شکار پکڑنے کے واسطے کیسے جال پھندے تیار کرتی ہے پس کیا جس نے ان سب کو یہ باتیں سکھائیں ہیں وہ صانع نہیں ہے بے تعجب کی بات ہے کہ معبود کی نافرمانی کی جائے کہ کوئی اس کا انکار کرے ہر ایک حرکت وسکون میں توحید خداوندی کی گواہی موجود ہے اور ہر شے میں اس بات کی نشانی ہے کہ وہ واحد اور یکتا ہے اے شخص سننے اور دیکھنے اور پڑھنے اور لکھنے وغیرہ میں وجود صانع کی نشانیاں ہیں اس کے متعلق اور سورہ نمل اور شروع سورہ ذرایات اور مراسلات اور سورہ نبا کی آیات دیکھو اور سورہ حشر اور جدید کی توحید ملاحظ کرو پس پاکی ہے اور ذات کو جو قدیم باقی یکتا ہے اپنی کل مصنوعات میں اس کے ارادہ

Marfat.com

میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے زندہ ہے علم والا ہے غالب حکمتوں والا ہے سننے دیکھنے ارادہ کرنے والا ہے اپنے کلام قدیم کے ساتھ متکلم ہے جو کچھ ہوا یا ہوگا سب اسی کی لوح میں موجود ہے اور سب کو وہ جانتا ہے پس اے بھائی اسی کو اختیار کرو اور اسی کو کافی سمجھو تم کو راحت اور فلاحت نصیب ہوگی اور اس کے ساتھ تجارت کرنے سے تم کو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔

بائیسواں مقالہ

(وجود عالم کے بیان میں)

معلوم ہو کہ عالم مخلوق ہے خدا نے اس کو بغیر کسی ضرورت کے واسطے پیدا کیا ہے کہ یہ اپنے خالق کو پہچانے اور خالق کی سلطنت اور قدرت ظاہر ہو پس سب سے پہلے جو چیز خدا نے پیدا کی وہ عرش ہے پھر آسمان پھر دوزخ و جنت پھر زمین اور کل کائنات کی اصل ایک جوہر سے ہے جس کو فلاسفہ عقل فعال اور نفس کا یہ کہتے ہیں پھر اس جوہر کے بخار سے آسمان اور اسکے جھاگوں سے زمین پیدا کی اور ہوا کے سبب سے زمین پانی پر منجمد ہوگئی فلاسفہ کہا کرتے ہیں یہ فیض اس چیز کو عقل فعل اور نفس کلیہ سے پہنچا ہے پس عقل ہمارے نزدیک عرش ہے اور نفس کلیہ لوح ہے اور نفس فیض مقاویر کا جاری ہونا ہے سب عبارات اصطلاحات ہیں کیونکہ فیض کے اندر مرجع ایک ہے اور عبارات مثل روزہ کے کہ اس میں کھانے پینے سے رکنا ہوتا ہے بیکار نہیں ہے بلکہ انکے اندر بہت سے اسرار ہیں چنانچہ ہمارے سر کے اوپر کرہ نار و کرۂ ہوا ہیں جس شخص کو عبادت کی عادت ہوگی وہ اپنے صبر کے ساتھ ان کو طے کر جائے گا اور اس معتدل مکان میں جا پہنچے گا جہاں نہ سردی ہے نہ گرمی یعنی جنت میں فرشتوں کے ساتھ رہے گا اور اہل معارف سے نہایت خوشحالی کی حالت میں ملاقات کرے گا اس مکان یعنی جنت میں نہریں جاری ہیں ہوا یہاں کی معتدل و مفرح اور اس کے رہنے والوں کے واسطے ہمیشہ کی زندگی ہے اور خدا کا پڑوس ہے اور یہ سب نعمتیں ان لوگوں کے واسطے ہیں جنھوں نے اس دار غرور یعنی دنیا میں عبادت کی محنتیں کی ہیں اور دار ثابت و سرور کی طرف راغب ہوئے ہیں جس شخص کا نفس مرتے وقت اپنے پس ماندہ مال و اسباب میں پھنسا ہوا ہوگا اس کی مثال پر قفس پرندکی ہے یہ شخص حجاب شرک

Marfat.com

کے سبب ہے آسمان پر نہ پہنچ سکے گا۔

اور جس نے دنیا کو اپنے پیر کے نیچے ڈال دیا اور کسی چیز میں دل نہ لگایا وہ معظم و محترم رہے گا فرشتے اس کے استقبال کو بشارتیں لے کر آویں گے اور اپنے خالق کے دیدار سے مشرف ہوگا اور مشاہدہ کے ہوتے ہی اس دور دراز سفر کی تھکان بالکل جاتی رہے گی اور راحت کے سارے مقصد حاصل ہونگے اور اس کے گھر بار اہل وعیال کے بدلے نہایت عمدہ گھر بار اور نیک اہل وعیال اس کو ملیں گے اور اس کے دنیاوی دوستوں کے درمیان میں بھول کا پردہ ڈال دیا جائے گا یہ حالات ان لوگوں کے ہیں جو کھانے پینے کی خواہشوں سے بالکل منزہ ہیں اور نیند بھی ان کو نہیں آتی ہے یہ حالات ان پاک نفسوں کے ہیں جو مجاہدہ کی آگ میں پگھل چکے ہیں اور علوم واعمال کے ساتھ اغیاری قدورت سے صاف ہو چکے ہیں اور جو نفس کی خبیث اور جب دنیا میں مقید ہے وہ اس عالم سے جدا ہو کر اپنی طبیعت کی ظلمت میں گرفتار ہو جاتا ہے جو اس نے اعمال کیے ہیں ان کے سبب سے مجحوب اور جو اس نے چھوڑا ہے اس کے خیال میں مقید رہتا ہے اور یہ قید اس کو عروج سے مانع ہوتی ہے کیونکہ وہ نفس اپنے مظالم کے ساتھ مرہون ہے۔

"کل امرء بما کسب رھین" اور دونوں سرد وگرم کروں کے درمیان میں اس کو عذاب ہوتا ہے اور جس قدر زمانہ اس کو عزات میں گزارتا ہے اپنی رستگاری کے ذریعہ ڈھونڈتا رہتا ہے مگر ان کا ملنا دشوار ہے پس اس عزات سے بڑھ کر کوئی عزات نہیں ہے اس کے افعال ناپاک سے بچو اور اس کی جہالت کے افعی اس کو کاٹتے ہیں کیونکہ یہ جہالت کے سبب سے نور عقل سے مجحوب تھا اور اس وقت رب الارباب کی طرف سے یہ خطاب سنتا ہے "اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا" باوجود ان باتوں کے پھر تم دنیاوی عیش طرب میں مشغول ہو کیا تم یہ سمجھتے ہو کون مل گیا ہے جو تم اس قدر خوش ہوتے پھرتے ہو نصیحت سے تم کو کچھ اثر نہیں ہوتا "ذالکم بما کنتم تفرحون فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تمرحون ان اللہ لایحب الفرحین" لہذا تم کو اپنی خلاصی کے فکر میں مشغول رہنا چاہیے۔

اذا انت لم تمھد لنفسک موضعا
فانت علیہ بالنجاۃ بخیل[1]

تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارا عبادت میں مشغول ہونا بھی عین عبادت ہے ٹیڑھا راستہ تم چلتے ہو اور پھر کہتے ہو کہ تم نیک ہو بے ہودہ باتوں میں مشغول ہو کر ان کو سچا سمجھتے اور اپنے نفس کے

[1] جب کہ تم نے اپنے نفس کے واسطے کوئی جگہ تیار نہیں کی پس تم اس پر نجات کے ساتھ قبول ہو۔

Marfat.com

خواص کی معرفت سے جاہل رہتے ہو تم کو خبر نہیں ہے کہ تمہارے بالوں پر جادو ہوتا ہے اور تمہارا اپنے دانت سے کاٹنا دیوانہ کتا کے کاٹنے سے بڑھ کر ہے اور تمہارے منہ کی بھاپ لڑائی پیدا کرتی ہے اور تمہارے کٹے ہوئے ناخن ہلاک کرتے ہیں اور اسی قسم کے بہت سے خواص حیوانات کے اندر ہیں جن کو تم نہیں جانتے ہو مثلاً ریچھ کا پتہ اور چربی فربہ کرتا ہے اور گوشت اس کا باوجود خراب ہونے کے ریاحوں کو دور کرتا ہے خرگوش کا جگر جگر کو فائدہ کرتا ہے اور اس کی آنکھیں آنکھوں کو مفید ہیں اور چربی اسکی ریاحوں کو فائدہ کرتی ہے خنزیر کی چربی جانوروں کے چارہ میں ملا کر دینی ان کو فائدہ کرتی ہے انڈے کا تیل بالوں کے واسطے مفید ہے اور کانٹوں اور گیہوں کا تیل مسوں کے واسطے نافع ہے۔

اور اسی کی چربی ریاحوں کو نافع ہے اور گنا طحال کو دفع کرتا ہے گدھے کا دماغ قاتل ہے اور ہدہد میں بہت سے منافع ہیں جن کو کتاب الحیوان کے مصنف نے وضاحت سے لکھا ہے اور جوز ہندی یعنی اخروٹ ہرلیسہ کے اندر جماع کے واسطے نافع ہے اور بہت سی معجونیں اور روغن ایستادگی کو فائدہ کرتے ہیں غالب سردی اور غالب گرمی دونوں قاتل ہیں کھانے کے بعد پانی پینا نقصان کرتا ہے اور پیشاب کا رکنا بہت ضرر پہنچاتا ہے فصد بہت اچھی ہے اور پچھنے لگانے اور بھی زیادہ مفید ہیں اور قے معدے کو پاک وصاف کر دیتی ہے قدرے ککڑی کو گودا نافع ہے اور مرغ کا شوربہ سرد مزاج والے کو فائدہ کرتا ہے گیہوں کے پراٹھے جماع کرنے والے کے واسطے بہتر غذا ہیں ہر قسم کا کھانا بہت افضل ہے شربت انار معدہ میں کمزوری کرتا ہے تربوز میں دس فائدے ہیں کھانا بھی ہے اور پینا بھی ہے اور ٹھنڈا خوشبودار بھی ہے پیشاب کو جاری کرتا ہے اور مثانہ کو دھوڈالتا ہے اور اس کو کھا کر قے کرنے سے غلط فاسد نکل جاتی ہے اور اس کے اندر چار مضرتیں ہیں حلق کو نقصان کرتا ہے صفرا کو زیادہ کرتا ہے اور کھجلی پیدا کرتا ہے اور سکنجبین اس کی مصلح ہے بہتر میوا وہ ہے جو پختہ اور تازہ ہوتا ہے کھانے سے پہلے کھانا چاہیے سوا امرود کے کہ اس کو کھانے کے بعد تھوڑا سا کھالینا نافع ہے۔

خواہش سے کم کھانا آنکھوں کو مفید ہے کیونکہ بعض اوقات بد ہضمی کا علاج مشکل ہو جاتا ہے کھانے کے بعد جلد پانی پینا نہ چاہیے اور نوالے کو چبا کر اور ہڈی کو چوس کر کھانا بہتر ہے اور بغیر چبانے کے نوالہ بہت برا ہے گرمی کے موسم میں ترش چیز نفع کرتی ہے اور جاڑے کے موسم میں میٹھی چیز مفید ہے کل میووں میں بہتر انجیر اور انگور ہے اور انار ملاسی قسم کا عمدہ ہوتا ہے کھانا کھانے کے بعد یا سونے کے وقت قدرے کھالینا چاہیے جماع کرنے والوں کو نقصان کرتا

Marfat.com

ہے خصوصاً ترش انار۔

تیسواں مقالہ

شربتوں کے بیان میں

سکنجبین کو سب سے پہلے ذوالقرنین نے ایجاد کیا ہے صفرا اور بدہضمی کو مفید ہے شربت انار معدہ کو کمزور کرتا ہے اور جگر میں ٹھنڈک پیدا کرتا ہے شربت خشخاش و بنفشہ و نیلو فر سب سر کے واسطے مفید ہیں شربت ورا سن خلط سوداوی کو دور کرتا ہے یہاں تک کہ ابو نصر فاریابی کا قول ہے کہ اس کے شربت کے آگے مفرح صغیر کی ضرورت نہیں ہے شربت سیب مین قلب کے واسطے فوائد ہیں شربت گلاب خلط صفرا اسی کو دور کرتا ہے اور اگر پانچ ماشہ تربد اور سات ماشہ سورنجان کا سفوف بنا کر اس شربت سے پہلے یا اس کے بعد پھانک لیا کرو تو بہتر ہے۔

مربوں کا بیان

گھی کا مربہ گرم مزاجوں کو نفع کرتا ہے سیب کا مربع ضعف قلب کو جو گرمی سے ہو مفید ہے شہتوت کا مربہ حلق کے دکھنے کو آرام کرتا ہے کل شربت اور مربے اور دوائیں اس وقت فائدہ کرتی ہیں جبکہ پرہیز کیا جائے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ معدہ مکان دوا کا ہے اور پرہیز دواؤں کا سردار ہے جس بدن کو جس چیز کی عادت ہو وہ اس کو کھلاؤ جس شخص کو جس شربت کی عادت ہو اس کے واسطے کچھ حرج نہیں ہے کہ بوقت ضرورت اس کو پابندی کے ساتھ نوش کرے ابو طالب مکی فرماتے ہیں تندرستی کے وقت دوا کے پاس نہ جاؤ کیونکہ اس سے بھی

Marfat.com

بیماری پیدا ہوتی ہے۔

موسم خریف میں دوا کا استعمال بہ نسبت ربیع کے بہتر ہے کیونکہ اس میں کھانے کی ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو سہولت پیدا کرتی ہیں ساگوں میں بہتر ساگ بلیون اور پالک کا ہے ابن قتیبہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ چار ساگ جنت کے ہیں اور شب میں ان پر ایک قطرہ جنت کے پانی کا برستا ہے پالک اور کاسنی اور بلیون اور کاہو کاستی میں تبرید ہے اور پالک اور بلیون میں ترتیب ہے اور کاہو خون صالح کو پیدا کرتا ہے بلیون کے ساگ کھانے کی بہتر ترکیب یہ ہے کہ زردہ بیضہ مرغ کے ساتھ کھایا جائے اور عمدہ ککڑی وہ ہے جس کے اندر خالی جگہ کم ہو کرفس کا قلیل استعمال سے سدے کھل جاتے ہیں اور بعض شہروں میں لوگ اس کو تبرک سمجھتے ہیں سداب کے استعمال جزام پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس کی اصلی مکھیوں کے گوہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے انجیر تر کھایا جائے یا خشک جزام اور نقرص اور برص کو فائدہ کرتا ہے بعض اطباء کا قول ہے کہ انجیر میں ناسور کے آرام کرنے کی خاصیت ہے خون حیض کو یہ جاری کرتا ہے بہتر انجیر وہ ہے جو چھوٹا نیلگوں اور پختہ ہو نہار منہ اس کا نوش کرنا بہت مفید ہے اور آخر فصل کا انجیر شروع فصل کے انجیر سے زیادہ مفید ہوتا ہے اور تربوز شروع فصل کا آخر فصل کے تربوز سے بہتر ہوتا ہے موسم خریف میں ککڑی کا کھانا بخار ختم کرتا ہے اور تخم ریحان کے اس موسم میں پینے سے زکام ہوتا ہے عام گلاس میں پانی پینا طرح طرح کے دکھ پیدا کرتا ہے کیونکہ ایک شخص کے منہ انجیرے دوسرے کے منہ میں سرایت کرتے ہیں اور پیشاب کے روکنے سے سنگ مثانہ یعنی پتھری پیدا ہوتی ہے پیشاب کے تکلیف کے ساتھ آنے کو مغز تربوز کا پینا فائدہ کرتا ہے اور اس کو کوٹ کر مسور کے ساتھ استعمال کرنا بدن کو نرم اور عمدہ بناتا ہے اور اس کے عیب کو دور کرتا ہے مسور مل کر حمام میں نہانا نقصان کرتا ہے مگر کھلی جگہ نہانا نقصان نہیں کرتا اشنان کے ساتھ نہانے سے بدن کی رطوبت اور میل صاف ہو کر رنگ نکھرتا ہے معجون سمسم کے استعمال سے بالوں میں طرادت اور بدن میں قوت پیدا ہوتی ہے اور شقاق القدم میں جزام سے امان ہے دراز گھیا یعنی کدو خلط سوداوی کو فائدہ کرتا ہے اور اس کا حلوہ بھی بہت مفید اور دماغ کو نافع ہے اور بدن کے رنگ کو نکھارتا ہے بشرطیکہ خشخاش اور بادام کو بیدہ دار چینی و زعفران گلاب میں حل شدہ اس کے اندر اضافہ کی جائیں اور شہد ملا کر تربوز کے بیز میں رکھ دیا جائے اور یہی ترکیب سکنجبین میں کی جاتی ہے عمدہ حلوہ وہ ہے جس کے اندر آٹا زیادہ ہو اور زیادہ تراوت والا حلوہ بیضائے مرغ کا ہے اور قطائف سب کھانوں کی سردار ہے اور سیر میدہ میں ثقیل ہے اور بہتر وہ

Marfat.com

حلوہ ہے جو جلد ہضم اور نرم ہو جیسے صابونیہ اور کافوریہ بادام کا حلوہ ثقیل ہے مگر وہ بہتر ہے جس میں بہت سے خشخاش ڈالی گئی ہو اور عمدہ ہریسہ تازہ اور خوب بھنا ہوا ہوتا ہے اور گوشت بکری اور بھیڑ کا عمدہ ہوتا ہے مرغ کا گوشت اطراف میں حرکت پیدا کرتا ہے یہ تھوڑا اشارہ ادویہ اور اطعمہ کے بیان میں کافی ہے یہ کھانے دولت مند لوگوں کے ہیں حضرت عثمان بن عفانؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں قطائف قند اور پستہ اور روغن کدو کے ساتھ بھیجے حضور کا چہرا اس کو دیکھ کر متغیر ہو گیا اور حضور نے دیکھ کر فرمایا آہ یہ کھانا دولت مند لوگوں کا ہے افسوس دولت مندوں کو بڑا حساب دینا ہو گا اور پھر ایک دودھ کا پیالہ اور کھجوریں حضور کی خدمت میں آئیں آپ نے فرمایا اے عائشہ اس کو نوش کرو کیونکہ تم عورتوں کو جسم کی فربہا زیادہ لائق ہے اور حضور اکثر اوقات صرف شہد سے روٹی نوش فرماتے تھے پس جس شخص نے باوجود قدرت کے دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ دیا اس کو بے حساب ثواب ملے گا اور اس میں راز یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس کا خلاف کیا اور نفس لذتوں اور شہوتوں کے ترک کرنے کا عادی ہو گیا پھر جب اس نفس نے دنیا سے جو نہایت ذلت کا ظلماتی قید خانہ ہے مفارقت کی تو ان حقیر چیزوں کی جدائی اور غم نہیں کرتا ہے بلکہ عالم آلہ کی طرف ترقی کرتا ہے اور جو علم کہ اس کے اندر منتقش ہیں مثلاً علم توحید جو اس نے براہین عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ حاصل کیا ہے اس کے سبب سے شرف حاصل کرتا ہے اور ایسے بازو اس کو حاصل ہوتے ہیں جن کے ساتھ یہ عالم ملکوت میں اڑتا ہے کیونکہ روحیں تین قسم کی ہیں ایک روح عارف کی ہے ایک ناسک کی اور ایک زاہد کی اور جس شخص میں یہ تینوں باتیں جمع ہونگی اس کو موت وفوت سے کچھ ضرر نہ پہنچے گا کیونکہ یہ روح کامل ہے عالم کمال کی طرف اس نے ترقی کی ہے پس یہ روح جنت میں مقامات علیہ اور انبار قدسیہ کے اندر حضور خداوندی میں پھرتی ہے روحانی فرشتے اس کے پاس آتے جاتے ہیں اور جو علوم کے اس کے پاس ہیں ان کو سنتے ہیں پس یہ روح اس عالم کون وفساد سے جدا ہو کر عالم بقا میں پہنچتی ہے جن کے واسطے فنا نہیں ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کے واسطے اپنی جنت میں وہ کچھ تیار کیا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے اوپر اس کا قطرہ گزرا معلوم ہوا کہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جنت کی نعمتوں کے علاوہ ایک اور نعمت ہے جس کو کوئی نفس ادراک نہیں کر سکتا ہے مگر مشاہدے کے ساتھ اور مشاہدے کی بات بیان نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ یہ لذت ذاتی ہے اس کا بیان اور تفسیر نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ اگر مرد سے جماع کا بیان کیا جائے تو وہ ہرگز اس کو نہ سمجھ سکے گا اور جو شخص کسی لذت کا ادراک کرتا ہے اس کو بیان نہیں کر سکتا

Marfat.com

اسی طرح یہ مشاہدہ کی لذت ہے کہ مشاہدہ کرنے والے کے سوا کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا اور اس مشاہدہ سے مراد خدا کریم کی طرف نظر کرنا ہے تم یہ چاہتے ہو کہ بغیر دیکھے مشاہدہ کی لذت معلوم کرو سو یہ معلوم نہیں ہو سکتی جیسے کے بزدل کو جنگ کا ذکر سننے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے جب تک کہ اپنی آنکھ سے مشاہدہ نہ کرے اس غفلت کے ساتھ تم کیسے حجاب کے اٹھنے کی طمع کرتے ہو میں نے سنا ہے کہ حضرت زین العابدین علیہ السلام جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے اور ان کے درمیان خدا کے اور ان کے درمیان کا حجاب اٹھ جاتا تھا اور وہ اپنے قلب کے ساتھ ملکوت اعلیٰ کا طواف کرتے تھے اور یہی مطلب حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس فرمان کا ہے کہ آسمان کے راستے دریافت کرو میں تم کو بتاؤں گا اور تو اے غافل باطل پرست اپنے نفس کا غلام اور اپنے خواہش کا قیدی ہے اور پھر تو ابرار اور مقربین سے ملنا چاہتا ہے اور اپنی حجت اور جہالت سے صالحین کی کرامات میں طعن کرتا ہے پس تم کو چاہیے کہ مجاہدہ کرو اور انکار چھوڑ دو اور حسن ظن کے گھوڑے پر سوار ہو کر مسافت طے کرنی شروع کرو یہاں تک کہ تم ایک نشانی بن جاؤ اور اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو شفا کے کپڑے پہن کر مختصر عیش کے ساتھ راضی ہو جاؤ اگر بزرگ عالم میں مقام ملکوت کے اندر ترقی کرنا چاہتے ہو حضور ﷺ نے فرمایا ہے زاہدوں نے دنیاوی عزت اور نعیم آخرت کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے ایک دفع مجنوں نے لیلیٰ کو سلام کیا لیلیٰ نے جواب نہ دیا مجنوں نے سبب پوچھا لیلیٰ نے کہا میں نے سنا ہے کہ تو رات کو ایک لحظہ بھر سویا تھا اگر مجھ کو سچا عشق ہوتا تو کیوں سوتا کیونکہ تمہاری ملاقات کی امید تک نہ تھی اس واسطے میں نے چاہا کہ خواب ہی میں تم کو دیکھ لوں اور میں سو رہا لیلیٰ نے کہا کہ معلوم ہوا کہ میری صورت مثالی تیرے دل سے زائل ہو گئی مجنوں نے کہا مثال تو میں خوب پہچانتا ہوں مگر تمثال کے دیدار کا بہت مشتاق ہوں لیلیٰ نے یہ شعر پڑھے

لم یکن المجنون فی حالۃ
الا وقد کنت کما کان
بل لی علیہ الفضل من احل ما
باح وانی مت کتمانا[1]

مجنوں کسی حالت میں نہ تھا مگر کہ میں بھی اسی کے مثل اس حالت میں مبتلا تھی بلکہ مجھ کو

---

[1] مجنوں کسی حالت میں نہ تھا مگر کہ میں بھی اسی کے مثل اس حالت میں مبتلا تھی بلکہ مجھ کو اس سبب سے فضیلت ہے کہ اس نے اپنے عشق کو ظاہر کر دیا اور میں پوشیدہ کرنے ہی میں مر گئی۔

Marfat.com

اس سب سے فضیلت ہے کہ اس نے اپنے عشق کو ظاہر کر دیا اور میں پوشیدہ کرنے سے رہ گئی صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بشر اور ہند باہم محبت میں مر گئے ہیں فرمایا یہ دونوں محبت کا بوجھ اٹھانے سے عاجز ہو کر مر گئے پھر فرمایا اے عائشہ میرے بعد تم کو مجھ سے ملنے کا شوق ہوگا عائشہ نے عرض کیا کیا میں آپ کے بعد باقی رہوں گی فرمایا ہاں تم باقی رہو گی مگر جب تک مجھ سے نہ ملو گی بے چین رہو گی حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ جب میاں بیوی مرتے ہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کا اس طرح انتظار کرتا ہے جیسے سفر سے آنے والے کا انتظار کرتے ہیں جب حضرت صدیق کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو ان کی بیوی کہنے لگیں ہائے جدائی حضرت صدیق نے کہا نہیں بلکہ مجھ کو بہت خوشی ہے کیونکہ میں اپنے دوستوں سے ملوں گا اس واسطے تم کو بھی موت سے ڈرنا نہیں چاہیے اگر تم اپنے دوستوں سے ملنے کی مشتاق ہو اور ملاقات دار البقاء میں ضروری ہے پس تم ہاتھ میں اپنی لکڑی لے کر شب چالاکی کے ساتھ منزل پر جا پہنچو کیونکہ جو شخص راتوں رات چلتا ہے وہ جلد منزل پر پہنچ جاتا ہے اور جو رات کو آرام کرنا مقدم سمجھتا ہے اس کو دن کے وقت دھوپ میں ہولناک جنگل طے کرنا ہوتا ہے پس تم کو چاہیے کہ خدا پر بھروسہ کر کے جھٹ پٹ اٹھ کھڑے ہو حضرت جنید نے جب ایک بچہ کو یہ کہتے سنا اپنا گریبان چاک کیا وہ بچہ یہ کہتا تھا میں اپنے زمانہ کو دیکھتا ہوں کہ بے کاری اور مغالطہ میں گزرا جاتا ہے اور میرے زمانہ نے مجھ کو ایسے حال میں کر دیا کہ میرا کچھ حال نہ رہا جب اعمال درست اور اجسام پاک ہوتے ہیں اور عاشق شب بیداری کرتے ہیں اور کھانا اور سونا کم کر دیتے ہیں باغ ہائے اشتیاق کے دروازے کھل جاتے ہیں اور معرفت کے سورج طلوع کر دیتے ہیں اور قرب کے پھول پردوں کے پیچھے سے ظاہر ہو جاتے ہیں تمنائیں منقطع ہو جاتی ہیں اور انوار جمال کے ساتھ قلب روشن ہو جاتا ہے اور عاشق اپنے معشوق کو آواز دیتا ہے کائنات سب اس پر منکشف ہو جاتے ہیں حقائق موجودات مشاہدہ کرتا ہے اور انواع مکاشفات کے ساتھ محفوظ ہوتا ہے کرامات اس سے ظاہر ہوتی ہیں اور اعلیٰ مقامات کی ان کو بشارت ملتی ہے ابوالحسن نوری فرماتے ہیں ہم ابو یزید بسطامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس ہم نے کھجوریں رکھی ہوئی دیکھیں انھوں نے ہم سے فرمایا کہ ان کھجوروں کو کھاؤ یہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہدیہ ہے جس کو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں لائے ہیں اور میں نے ان کو خاص خداوند تعالیٰ سے مانگا تھا خضر کے واسطے سے نہیں مانگا تھا اور خضر نے ان میں سے میرے سامنے کھائی ہیں ابوالحسن نوری فرماتے ہیں پھر ہم دوسرے جمعہ کو حضرت جنید کی خدمت میں گئے تو ایک سونے کے طباق میں ہم نے تر

Marfat.com

کھجوریں رکھی دیکھیں ہم نے کہا اس میں سے ہم کو نہیں کھلاتے ہو انھوں نے کہا نہ یہ میرے واسطے ہے نہ تمہارے واسطے ہے ہم نے کہا اس کا قصہ ہم سے بیان کیجیے فرمایا میں رات کو بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ میں نے سنا یہ ہمارا ہدیہ بغیر واسطہ خضر کے لوائے غافل جو لغت معرفت سے محجوب ہے تجھ کو معلوم ہو کہ خدا کے دوست خدا کے ساتھ ایسے انداز کرتے ہیں جیسے معشوق اپنے عاشق کے ساتھ انداز کرتا ہے چنانچہ ایک دفعہ حضرت رابع بصریہ نے دعا کی کہ اے خدا بطفیل اس معاملہ کے جو میرے اور تیرے درمیان میں ہے آج شب کو میرے پاس میرے مرشد یونس بن عبیدہ کو پہنچاوے یونس بن عبیدہ آئے اور کہا اے رابعہ تو نے ایسے کام کے واسطے اپنی دعا کو کیوں ضائع کیا جو ضروری ہونے والا تھا رابعہ نے کہا اے شیخ اس خیال کو چھوڑ و اگر یہ بات ہو تو دوستوں کے انداز کہاں رہیں اور تم سبب بغیر شے چاہتے ہو پس یہ ادباشوں کی خواہش ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ نے ایک شخص سے جو اجرت مفعولی بانٹ رہا تھا فرمایا کہ صاحب آپ ان کے ساتھ ہم کو کیوں نہیں دیتے ہیں اس شخص نے کہا اے احمق تیرے نفس کی یہ تمنا کرنا بالکل فضول ہے اگر تو بھی یہ کام کرتا تو اس کی اجرت لیتا شبلی ایک مکان میں جا کر رہے سنا کہ بیوی میاں سے کہہ رہی ہے تو اپنے کام سے زیادہ اور امید نہ رکھیو تو بغیر کسی چیز کے عناق اور زقاق چاہتا ہے خاوند نے کہا میری سستی اس سے زیادہ کام کرتی ہے پھر حسرت سے کہنے لگا کہ اگر میں کچھ کام کرتا تو میرے دوست مجھ سے راضی ہوتے۔

چوبیسواں مقالہ

(کھانے پینے کے آداب میں)

معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے آدمی کو پیدا کر کے اس کی زندگی کا سبب غذا کو بنایا ہے پھر اس غذا میں آدمیوں کی بہت قسمیں ہیں بعض ایسے ہیں جو تھوڑی غذا پر قناعت کرتے ہیں عابد لوگ ہیں جو اپنی خصائل و عادات کے ساتھ فرشتوں مشابہت رکھتے ہیں اور کھانا اور سونا ان کا بہت کم ہوتا ہے جس قدر غذا کم ہو گی اس قدر اہل آسمان سے مشابہت زیادہ ہو گی اور کم کھانے کا ظاہری ثمرہ یہ ہے کہ عافیت حاصل ہو کر طبیب کی ضرورت نہیں رہتی ہے اور کم کھانے سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے اور پاخانہ کم آتا ہے جو شخص اپنے ہمت کو اپنے پیٹ کے اندر

Marfat.com

داخل کرنے میں مصروف کرے گا اس کی قیمت وہی ہے جو پیٹ سے نکلنا زیادہ سالنوں اور میووں کا نہ کھانا سلامتی پیدا کرتا ہے۔

معلوم ہو کہ زیادہ کھانا وہی نقصان پہنچاتا ہے جو نقصان اونٹ کو اس رسی کے کس کر باندھنے سے پہنچتا ہے جو اس کی رفتار کم کرنے کو باندھتے ہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ بھی دو طرح کے سالن نہیں کھاتے تھے اس بات میں زہد بھی ہے اور طب بھی ہے پیٹ کے اندر ایک آتشی قوت ہے جو غذا کو کھالیتی ہے دوزخ کے ساتھ دروازے ہیں اور پیٹ کے اندر بھی سات دروازے ہیں اور سب سے بڑھ کر گناہ مال حرام کھانا ہے اور ایسے ہی جہنم کے دروازوں کی مثل جسم کے اندر بھی دروازے ہیں کان، آنکھ، پیٹ، اور فرج اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر یہ سب دروازے قبائح کی طرف راہبری کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر برا پیٹ ہے اور افعال قبیحہ میں سب سے برا فعل بندوں پر ظلم کرنا ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہے جس نے دو لقمے حرام کے کھائے چالیس روز تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور جس شخص نے اپنے پیٹ کو مال حرام سے بھر لیا وہ دوزخ کے زیادہ لائق ہے اور حرام مال غصب اور چوری اور ٹیکس لینے اور قزاقی اور رشوت وغیرہ کا ہے جس کی تفصیل ہم نے کتاب احیاء علوم الدین میں لکھدی ہے۔

اور حلال مال وہ ہے جو آدمی اپنی محنت مزدوری یا تجارت سے جس میں دھوکا نہ ہو حاصل کرے شکار کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے لہذا اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہے اور خصوصاً جو کام کے تم اپنے ہاتھ سے کرو وہ سب سے بہتر کسب ہے ایک دفع ابوالحسن نوری اور ابو یزید اور سفیان بن عیینا نے جمع ہو کر اپنی اجرتوں میں سے تھوڑی اجرت کی روٹی خریدی اور باقی اجرت کا صدقہ دیدیا پھر جب یہ لوگ کھانے بیٹھے تو سفیان بن عیینا نے کہا تم جانتے ہو کہ تم نے کھیت کاٹنے میں مالی کی کچھ خیر خواہی کی تھی سب نے کہا اس بات کا ہم کو کچھ خیال نہیں ہے پھر یہ سب روٹی کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے معلوم ہو کہ حرام کا راز نہایت باریک ہے ہم تھوڑا سا ظاہر کرتے ہیں کہ معلوم ہے کہ صانع ایک ہے اور کل مخلوق اس کے فیض سے ہے پس جب کوئی شخص ظلم کرتا ہے اس کے ظلم کا اثر ساری مخلوق میں سرایت کر جاتا ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے "فکانما قتل الناس جمیعاً ومن احیاء ھا فکانما احیاس جمیعاً" اور قیاسی دلیل یہ ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی سے کہا تیرے بالوں پر طلاق ہے پس اس کہنے سے تمام جسم پر طلاق ہو جائے گی اور جب تم صدقہ دو گے تو خالق اور مخلوق دونوں کو راضی کرو گے حلال روزی کا ایک نوالہ خدا کے نزدیک بڑے صدقوں سے افضل ہے جب کھانے بیٹھو تو اپنے آگے سے

Marfat.com

تین انگلیوں کے ساتھ کھاؤ بہت بھوک کے وقت کھانا چاہیے اور اتنا کھائے کہ پھر بھوک باقی رہے اور کھانے کے وقت اس طرح بیٹھو جیسے استاد کے سامنے سبق پڑھنے بیٹھتے ہو معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے حرام اور گرم کھانے سے برکت اٹھالی ہے اور گرم کھانے میں بارہ نقصان ہیں دانتوں کو گراتا ہے اور رنگ کو زرد کرتا ہے اور جگر کو بھی ضرر پہنچاتا ہے اور بعض اوقات اور خرابیاں بھی گرم کھانے سے پیدا ہو جاتی ہیں کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ ضرور دھونے چاہئیں اور بدبودار چیز کو میاں بی بی کے تئیں کھانا نہ چاہیے مگر جب ایک دوسرے کو اجازت دیدیں کیونکہ اس کے کھانے سے باہم نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور خوشبو کی چیزوں سے محبت ہوتی ہے کھانے کے بعد ہاتھ منہ نہ دھونے سے جوئیں اور بدبو پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ جھوٹے ہاتھ کو شیطان چوس لیتا ہے اور ایسے آدمی سے محبت کرتا ہے اور چونکہ حلال روزی کھانے سے مقصود تصفیہ قلب اور تقلیل ذنوب ہے طلب کرنا فرض ہوا جیسے کہ علم کا طلب کرنا فرض ہے کیونکہ علم جب تک کہ خیر کی طرف راہبری نہ کرے تو وہ علم نقصان دہ ہے حدیث میں ہے کہ جس نے ایک سال تک مال حلال کھایا اس پر عرش منکشف ہوتا ہے اور اس کی خواطر کے انوار صاف ہو جاتے ہیں حلال روزی کا کھانا کیمیا سعادت ہے سینا اس سے کھل جاتا ہے اور معرفت کے انوار صاف ہوتے ہیں اور قلب سے حکمت کی نہریں بہتی ہیں اور غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور غرور کی دیوار دور ہوتی ہے پھر آسمان توحید صاف ہو کر لوح مجید منکشف ہو جاتی ہے اور اپنی صفہ خاطر کے کان کے ساتھ ملائکہ مقربین کی تسبیح سنتا ہے۔

معلوم ہو کہ روحیں مرنے کے بعد کسی گناہ کے سبب سے رہن نہیں ہوتی ہیں مگر بندوں پر ظلم کرنے سے رہن ہو جاتی ہیں کیونکہ اس کا مطالبہ خدا کے سامنے ہوتا ہے جو نہایت عادل حاکم علیم باقی ہے اور اس کے بندوں میں برابری ہونی ضروری ہے ''الا من الی اللہ بقلب سلیم '' اور جو روح کے مظالم مذمت سے پاک ہوتی ہے وہ قید نفوس سے چھٹ جاتی ہے اور جہاں چاہتی ہے پھرتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا روحیں اپنے گھروں میں آتی ہیں اگر اپنے لوگوں کو بخیر دیکھتی ہیں شکر کرتی ہیں ورنہ نفرت کرتی ہیں اور کہتی ہیں اے ہمارے لوگو دنیا سے بچو اور اس کے فریب میں نہ آؤ جیسا کہ ہم اس کے فریب میں آ گئے یہ ندامت کی خوشبو ہے اور جو روحیں کے گناہوں کے میل کچیل سے پاک صاف ہوتی ہیں وہ جہاں چاہتی ہیں اڑتی پھرتی ہیں اور روحیں جو ہر ہوں یا ہیئت ملکوتی یا جسم لطیف ہوں جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کچھ بھی ہوں ادراک کرنے والے احساس اور اپنے جسم کی مفارقت سے خبردار ہوتی ہیں اور

Marfat.com

والا جاہل پر ترقی کر جاتا ہے حدیث میں لکھا ہے کہ ظلم سے ایک درہم کو رد کرنا خدائے تعالی کے نزدیک چار ہزار مقبول حج سے بہتر ہے پھر جب کہ تم حج اور جہاد گناہوں کے خوف سے کرتے ہو تو پہلے تم کو گناہوں کی جڑ قطع کرنی چاہیے۔

پچیسواں مقالہ

(تہذیب نفوس کے بیان میں)

معلوم ہو کہ تمہارا نفس تمہارا سخت دشمن ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ تیرا نفس جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے تیرا سب دشمنوں سے بڑھ کر دشمن ہے وبالی کی طرف تجھ کو بلاتا ہے اور گمراہی کا راستہ تجھ کو دکھاتا ہے اور ذلت و ناپاکی میں تجھ کو گرا دیتا ہے اور نفس خواہش کو تیرے اوپر سوار کر کے تجھ کو طرح طرح کی طمع اور آرزو دلا کر ہلاک کرتا ہے پس لازم ہے کہ اس کی خصلتیں اور عادتیں ترک کرو اور اس کے شہ روز شرک کو چھوڑ دو اور اس کی طمع اور آرزو اور ہوا و ہوس سے باز رہو۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ خدا تعالی نے جب نفس کو پیدا کیا تو فرمایا کہ میں کون ہوں اس نے عرض کیا کہ اور میں کون ہوں پس خداوند تعالی نے اس کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا اور پھر جب اس سے فرمایا کہ میں کون ہوں اس نے یہی کہا کہ اور میں کون ہوں اور یہاں تک کہ خداوند تعالی نے اس کو بھوک کے عذاب میں مبتلا کیا تب اسے کہا کہ تو وہ خدا ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس تیرا نفس زنجی خصلت ہے جب اس کا پیٹ بھرا ہوتا ہے تو یہ طمع کرتا ہے اور نافرمانی کر کے رقص کرتا ہے یہی بلاؤں میں پھنسانے والا اور کل برائیوں کا مخزن ہے اس کو ایک نہایت مکار بھیڑیا اور سخت دشمن سمجھو اس کی دوا قلیل اور مرض کثیر ہے۔

اذا صلبتک النفس یوما بفهوة
علیها لـلـهـوآء طـریـق
فـخـالـف هـواهـا مـا استطعت فانها
هـواهـا عـدو والـخـلاف صـدیـق[1]

[1] جب کسی روز نفس تجھ سے کوئی خواہش کرے اور نفس پر خواہش کا طریق ہو پس تو اس کی خواہش کی جہاں تک ہو سکے مخالفت کر کیونکہ نفس نفس کی خواہش تیری دشمن اور اس کا خلاف تیرا دوست۔

Marfat.com

جب تک مریض دوا کی تلخی پر صبر نہ کرے صحت کی خوبی نہ پا سکے گا پس نفس کو اس قدر تکلیف پہنچانی چاہیے کہ وہ مہذب ہو جائے اور اس کے اخلاق و آداب درست ہوں۔

اور جب تم اس کے مہذب بنانے کا پورا ارادہ کر لو تو ایسے تازیانے لگاؤ جن سے اس کو تکلیف پہنچے اور تواضع کے ساتھ اس کے متکبر کو نکال دو اور امتحان کی آگ پر اس کو خوب جوش کرو اور علم کو اس کا دوست اور عمل کو اس کا رفیق بناؤ اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دے کر اعمال صالح کی مشق کراؤ اور لطائف وظرائف اور عقل وکیاست سے اس کو آراستہ کرو۔

معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ لطیف ہے اور لطیف کو یہ لائق نہیں ہے کہ لطیف کو خدا کرلے اور لطافت اس میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یہ مجاہدہ کی آگ میں عذاب کیا جاتا ہے اور یہی اس کی تہذیب ہے۔

معلوم ہو کہ شر سے بچا کر خیر کی عادت نفس کے اندر پیدا کرو اور نوافل کے ساتھ اس کی پرورش کر کے اپنے شیخ یعنی مرشد کے سامنے ان کی اطاعت کے ساتھ اس کو مہذب بناؤ۔

معلوم ہو کہ شیخ کی حرمت سے زیادہ ہے اور شیخ ہی حقیقی والد اور طریقت کا راہبر اور مرید کو جہالت کی تاریکی سے معرفت کے نور اور سعادت ابدی اور بجات سرمدی کی طرف نکالنے اور فرشتوں کے ساتھ ملا ہونے والا ہے کیونکہ شیخ ہی گناہوں کا طبیب ہے اور والدین صرف اپنی حاجت شہوانی کو پورا کر کے تیری پیدائش اور عدم سے وجود میں آنے کے سبب ہوئے اور ان کی اس نیت سے جو وہ تیرے ایجاد سے پہلے وطی یعنی صحبت کے وقت رکھتے تھے تو نے شہوت کے پھل چنے پس انھوں نے تجھ کو عدم سے وجود میں نقل کرنے کا تو اچھا کام کیا مگر شہوت کے سبب سے عقل میں قاصر رہ گئے اور تمہارے علم کی علامت یہ ہے کہ اگر لوگ تم سے تمسخر کریں تم کچھ پروا نہ کرو اور اگر وہ تمہارے کام میں خلل ڈالیں تم ان کی طرف متوجہ نہ ہو غرض یہ کہ ان کے افعال وحرکات سے تمہارے دل میں اثر پڑنا موقوف ہو جائے اور جہاں تک ہو سکے تکبر سے پرہیز کرو اور جب تم تہذیب نفس کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنا چاہو تو لازم ہے کہ ایک تنگ وتاریک مکان میں چالیس شبانہ روز خلوت کرو اور اگر پورے چار مہینے خلوت میں رہو تو بہت بہتر ہے اور لوگوں سے ترک تعلق میں میت کی مثل ہو جاؤ اور مہینے کے لائق کھانے کا سامان اپنے پاس رکھو گویا کہ کا سفر کر رہے ہو اور متابعت شریعت کو سواری بنا کر منزل مقصود کی راہ لو۔

اور نفس کشی کے جنگل وبیابان طے کرنے شروع کرو۔

Marfat.com

اس خلوت کے واسطے جاڑے کا موسم بہت مناسب ہے اور سوا فرض کے زیادہ نوافل پڑھو صرف یہ ذکر دل اور زبان سے جاری رکھو 'لا الٰہ الا اللہ الحی القیوم' اور بغیر نیند کے غلبہ کئے نہ سوؤ اور جب زبان ذکر سے تھک جائے تو فقط دل ہی سے جاری رکھو اور جس قدر بھوک ہو اس سے ایک تہائی کم کھانا کھاؤ اور جو صورتیں اثناء چلاکشی میں تم کو نظر آئیں ان سے تم خوف نہ کرو بعض جنات اور شیاطین تم کو دھوکے دیں گے ان کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا کوئی کہے گا کہ میں کیمیا سکھاتا ہوں اور کوئی کہے گا میں خزانہ بتاتا ہوں اور کوئی ڈرائے گا اور کوئی خوشی کی باتیں سنائے گا ان سب کی طرف تم کو توجہ نہ ہونا چاہیے اور اسی اثناء میں تم پر عجائب علوم لدن منکشف ہونگے اور دل کی کثافت دور ہو کر قلب اور لوح محفوظ کے درمیان سے حجاب اٹھ جائے گا اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے سب تم مشاہدہ کرلو گے اور لوگوں کے سامنے بیان کر سکو گے اور بیداری میں تم پر وہ حالات منکشف ہونگے جن کو تم خواب میں دیکھا کرتے تھے پس قلب تمہارا منور ہو گا اور سینہ انوار جمال کے ساتھ کشادہ ہو جائے گا کل کائنات اور موجودات تمہیں نظر آجائیں گے اور ایسی کرامتیں ظاہر ہونگی جو معجزات کی ہم پلہ ہیں اور صرف اظہار و استتار اور تحدی کے اندر ان میں اور معجزات میں فرق ہے بلکہ جب یہ خلوت نشین مقام تمکین میں پہنچے گا کل اشیاء اس کے زیر حکم ہونگے جو کچھ یہ چاہے کر سکے گا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے 'واما بنعمت ربک فحدث' اور جو بات خلوت میں تمہارے سامنے پیش یا شک وشبہ واقع ہو اس کو فوراً اپنے مرشد سے بیان کرو کیونکہ شیخ اپنی قوم میں مثل نبی کے ہے اپنی امت میں اور جس کا شیخ نہیں ہے اس کا شیخ شیطان ہے اور جو بغیر شیخ کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا شیخ اس کو تعلیم وتلقین کرتا اور خدا کی معرفت کا راستہ بتاتا ہے۔

خلوت نشین پر قرب کی نسیم حجابات کے اندر سے چلتی ہے اور دلوں کے راز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ابدال اس کی ملاقات کو تشریف لاتے ہیں پس تم اس کو ہمیشہ خوش وخرم دیکھتے ہو اخلاق ومعیشت اس کی نہایت پاکیزہ ہوتی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ اس کے قلب پر تجلی فرماتا ہے اور وہ کلام الٰہی کو سن کر اپنے مقصد کو پہنچ جاتا ہے مشاہدہ کے آفتاب کا مکاشفہ کرتا ہے اور مخفیات کو معلوم کرتا ہے اور کائنات پر مطلع ہوتا ہے وہ اصل بحث کی علامت یہ ہے کہ حسن خلق کثرت علم حلاوت کلام اور تواضع سے آراستہ ہو اور باوجود ان سب خوبیوں کے نہ اس کے اندر حسد اور نہ بخل ہو اور نہ تکبر ہو اور نہ وہ ظالم متحیر اور زیادہ کھانے پینے والا ہو اور نہ زیادہ نیند اس کو

کوئی معبود مگر اللہ جو زندہ اور قائم ہے۔

آتی ہو نفس اس کا ملکوتی ہو جبرئیل علیہ السلام اس کی ہمت کو قوی کرتے ہیں اور اسرافیل اس کی ہمت کے صور میں سعادت کو پھونک دیتے ہیں پس وہ اسی ہمت کے ساتھ محبت کی راہ کو طے کرتا ہے اور معرفت کے میدان میں قدم اٹھاتا ہے یہاں تک کہ بیت الجلال کی اس پر تجلی ہوتی ہے اور پانی پر چلنے اور ہوا پر اڑنے کی خاصیت اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے دور دراز کے راستہ اس کے لئے نزدیک ہوتے ہیں۔

اے لوگ ایسے شخص کو تلاش کر کے اس کی نزدیکی اختیار کرو اسکی خدمت سے تم کو وہی فیض پہونچے گا جو ماہتاب کو آفتاب سے پہنچتا ہے اور اکثر اوقات ابدال کے مریدوں اور شاگردوں کو حاصل ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انکے شاگرد یوشع بن نون کو نبوت مل گئی تھی اور معلوم ہوا کہ احوال و مقامات کی تصدیق وہی شخص کرے گا جو تھوڑا یا بہت ان کو جانتا ہو گا جیسا کہ علم کیمیا کی تصدیق وہی کرتا ہے جو اس کو معلوم کر چکا پس ہے جو شخص کہ جاننے والے کے سامنے بیان کریگا تو بیشک اس کو ہدایت ہو گی کیونکہ اندھا چاند و سورج کو نہیں دیکھتا ہے اور نہ لنگڑا شکار کے پیچھے دوڑ سکتا ہے اور نہ جب کہ تم اس علم سے واقف ہو نہ تم کو اس کا شوق ہو پس تم اس سے بےنصیب ہو پیٹ تمہارا پر ہے اور آنکھیں اور زبان گنگ اور علم اور قلیل اور امید طویل اور گناہ کثیر ہیں اور پروردگار دانا اور بینا ہے پس تم اپنے گمان کو نیک کرو کیونکہ تم نے گرایا پس تم گر گئے اور تم نے زخمی کیا پس تم زخمی ہوئے اور اگر تم میل جول کرتے تو ملجاتے اور خدمت بجالانے سے مخدوم بنتے مگر تم لالچی ہو طمع تمنے اختیار کی ہے جس کے تینوں حروف نقشہ سے خالی ہیں اسی سبب سے تم ہلاک ہوئے اور جو کچھ کمایا تھا سب کھو دیا اور آخری وقت بجز ندامت کے تمہارے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

تم کو معلوم ہو کہ [۱] ''ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون'' یعنی خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ کرتے ہیں اور جو نیکی کار ہیں۔

چھبیسواں مقالہ (۲۶)

---

[۱] اور لیکن اپنے رب کی نعمت کو پس بیان کر۔ ۱۲ [۲] خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ کرتے ہیں اور جو نیکوکار ہیں ۱۲۔

Marfat.com

نبوت اور سعادات کے بیان میں

علماء نے اس کے اندر اختلاف کیا ہے کہ بعض یہ کہتے ہیں کہ سعادت اور نبوت کیسی چیز ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "[۱]والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا" یعنی جو لوگ ہماری راہ میں کوشش و مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے بتلاتے ہیں اس آیت میں خداوند تعالیٰ مجاہدہ کو ہدایت پر مقدم کیا ہے اور اس کو ابواب ہدایت کی کنجی گردانا ہے اور حرکات کو اسباب اکتساب قرار دیا ہے اور اس میں کسی مدافعت اور مشابکت نہیں ہے اور ایک شخص یہ کہتا ہے کہ افعال خدا کی طرف سے ہیں جس کام میں چاہتا ہے ان کو مسخر کرتا ہے اور ایک شخص کا یہ قول ہے کہ افعال بندوں کے ہیں اور اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ افعال بندوں کے ہیں اور اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ افعال مخلوقہ ہیں مگر بندہ کے ارادہ پر ان کو موقوف کیا گیا ہے اور بندہ کو ان میں تصرف اور اختیار اور اکتساب ہے "[۲]واللہ خلقکم وما تعملون" چنانچہ کسی شخص نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی اور کہا حرکت دینے والے کی بیوی کو طلاق ہے تو کل اہل فتاویٰ کے نزدیک اس کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی۔

معلوم ہو کہ ہر چیز علم الٰہی کے ساتھ ہے یعنی مخلوقات میں سے جو کچھ ہوا ہے اور ہوگا سب خدا کے علم اور اس کی تقدیر کے ساتھ ہے مگر یہاں گفتگو نفس کے کسب میں ہے کہ نفس جو برائی کا کسب یعنی برا فعل کرتا ہے جب وہ خدا کی طرف ہے تو پھر خدا اپنے فعل پر ہم کو کیوں عذاب کرتا ہے اور اگر یہ برا فعل ہماری اور اس کی دونوں کی طرف سے ہے تب دونوں پر اس کی جنایت ہونی چاہیے اور اگر صرف ہم ہی سے وہ فعل صادر ہوتا ہے تب ہم ہی اس کی سزا کے مستحق ہیں کیا تم اس آیت کے معنوں میں غور نہیں کرتے "[۳]ان النفس لامارة بالسوء" اور اس آیت میں ہے "[۴]ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جهنم" آیت میں بندہ کے فعل کو اس نے فاعل کی طرف اضافت کیا ہے اور لعنت اور دوزخ میں ہمیشہ رہنے کی سزا کا اس کو سزاوار بنایا ہے جیسا کہ متقیوں سے خطاب فرمایا ہے "بما کنتم تعملون اور آسمانی امور مثل بجلیوں اور زلزلوں اور

[۱] اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کریں گے ہم ضرور ان کو اپنے راستے بتائیں گے۔۱۲

[۲] اور خدا نے تم کو پیدا کیا ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اس کو بھی ۱۲۔

[۳] بیشک خدا تعالیٰ برائی کا حکم کرنے والا ہے۔۱۲

[۴] اور جو شخص مومن کو قصداً قتل کرے گا پس وہ سزا کا سزاوار ہے۔۱۲

Marfat.com

بارش اور ہوا اور برق اور موت وزندگی اور فقر وغنا اور مرض وصحت وغیرہ یہ سب خدا کی طرف سے ہیں کسی بندہ کا ان میں کچھ دخل نہیں ہے یہاں کلام صرف کسب نفس کے متعلق ہے جس کی شان میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے "لھاما کسبت وعلیھا ما اکتسبت" اس آیت میں بھی فعل کو نفس ہی کی طرف اضافت کیا ہے جیسا کہ اس کی سزا کو نفس پر مقرر فرمایا ہے کیونکہ سزا عمل کے ساتھ ہے پس دیکھو کہ زنا کو زانی کی طرف اور چوری کو چور کی طرف کس طرح اضافت کیا ہے حالانکہ وہ ان دونوں کے فعل سے باخبر اور ان کا جاننے والا ہے تفصیل اس کی بہت طویل ہے مگر خلاصہ یہ ہے کہ مجاہدہ اختیار کر کے کسب معانی میں کوشش کرو حصول فوائد سے خالی نہ رہو گے دیکھو رسول خدا ﷺ نے غار حراء میں دس برس یا سات برس یا تین برس تک مجاہدہ کیا ہے حضرت ام المؤمنین خدیجہ کے پاس آن کر کھانے کا سامان کئی روز کے واسطے لے جایا کرتے تھے یہاں تک کہ لوگ یہ کہنے لگے کہ محمد ﷺ اپنے رب کے عاشق ہو گئے ہیں اور حضور نے اس قدر مجاہدہ کیا کہ جس میں مبارک بالکل لطیف ہو گیا اور ذکر کر کے صیقل نے قلب مطاہرہ کے آئینہ کو روشن کر دیا یہاں تک کہ حضرت کو ربوبیت کی تجلی ہوئی اور غفلت کے پردے اٹھ گئے اور نفس مبارک اجرام فلق اعلیٰ اور ملائکہ سے متصل ہو گیا اور عالم غیب کی باتیں منکشف ہونے لگیں جب دنیا کی جوتی اتار ڈالی اور بیت الرب میں داخل ہوئے وسوسوں کا تمام کوڑا کرکٹ نکال کر پھینک دیا۔

چونکہ شریعت نے ان پردوں کے لٹکانے سے ممانعت کی ہے جن پر تصویریں بنی ہوئی ہوں اور کتے کے گھر میں رکھنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور فرمایا ہے جس گھر میں یہ دونوں چیزیں ہونگی اس میں فرشتہ نہ داخل ہوگا پس ہم نے قلب کی طرف جو نظر کی تو اس کے اندر دس کتے دولت ایمان کے تخت کے پاس بیٹھے ہوئے ہم کو نظر آئے جو اس کے اور اس کے رب اور فرشتوں کے درمیان میں حائل ہیں کیونکہ جب کتا ایک وسیع مکان میں فرشتوں کے داخل ہونے کو معنے ہوتا ہے تو پھر قلب جیسے تنگ مکان میں کیوں نہ مانع ہوگا حالانکہ اس کے اندر تو دس کتے ہیں ایک کتا حرص کا دوسرا کتا طمع کا اور ایک لالچ کا اور ایک چغل خوری کا اور ایک حسد کا اور ایک بخل کا اور ایک ریاء کا اور ایک نفاق کا اور ان کے سبب کتوں کا باپ جب دنیا کا کتا ہے باقی یہ سب اس کے توابع ہیں پس جب قلب ان سب کتوں کی نجاست سے پاک اور وسوسوں سے صاف ہوتا ہے اس وقت اس کا غبار دور ہو کر اس کی روشنی ظاہر ہوتی ہے اور اس کا رب اس تجلی کرتا ہے کیونکہ قلب رب کا مقام ہے اور قلب فرشتوں سے متصل ہو کر ان کا خطاب بغیر واسطہ کے سنتا ہے اور غیب کے پر اسرار پردہ غفلت کے پیچھے سے اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام جب خدا تعالیٰ سے کلام کرنا چاہتے تو چار مہینے خلوت میں گزارتے تھے مگر قرآن شریف میں بغیر چار مہینے کے چالیس روز فرمائے ہیں "فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ" اور حدیث شریف بھی اسی کی تائید کرتی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ جس نے چالیس روز خدا کے واسطے خالص کیے اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان سے جاری ہوتے ہیں۔

امیر بن صلت کا قصہ تم نے سنا ہوگا ہم اس کو ذکر کر کے مقالہ میں بیان کریں گے پس حضور ﷺ کا فرمان فضول نہیں ہے کہ جو تلاش کوشش کے ساتھ کرتا ہے وہ ضرور پالیتا ہے اور اون اور ریشم کی قیمتوں میں کس قدر فرق ہو جاتا ہے وہی روئی ہے جو ارزاں بکتی ہے اور اسی روئی کا کپڑا کس قدر گراں بکتا ہے پس یہ سارے فرق خدمت سے ہوتے ہیں یعنی جس قدر خدمت زیادہ کی جاتی ہے اسی قدر قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ اور بغیر محنت کے کسی کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی سوا چند مخصوص آدمیوں کے بس اس کو کیمیا کی مثل سمجھنا چاہیے کیونکہ تمام لوگ کیمیا کے شوق میں اپنے کاروبار چھوڑ نہیں دیتے ہیں بلکہ اپنے حرکات کے ذریعہ سے رزق کو تلاش کرتے ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "فامشوا فی مناکبھا و کلوا من رزقہ" اور فرماتا ہے "سیروا فی الارض فانظروا" اور کاشت کار کا رزق مثل متوکل کے رزق کے نہیں ہے جس نے محض خدا کی پر بھروسہ کیا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اگر تم خدا پر پورا بھروسہ کرتے تو تم بھی پرندوں کے مثل ہوتے جو صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کے سوتے ہیں لہذا تم کو خدمت اختیار کرنی چاہیے تاکہ بزرگوں کا درجہ تم کو نصیب ہو دیکھو ریشم جو ایک کیڑے کا جالا ہے خدمت کے بعد بادشاہ کا لباس بنتا ہے اور بلغار کے دریاؤں میں ایک جانور ہوتا ہے اور جس کی عادت یہ ہے کہ سب جانوروں سے بالکل علیحدہ رہتا ہے اس کی کھال کا خدمت کے بعد شاہی تاج بنایا جاتا ہے یہ اشارات تمہارے واسطے یہ اشارات تمہارے واسطے کافی ہیں اور انھیں سے تم ولایت اور نبوت میں ظہور معجزات کے ساتھ اندازہ کر سکتے ہو اور یہ دونوں طبعاً غالب اور اکثیر جاذب ہیں جو شخص معجزات اور کرامات کا انکار کرتا ہے ہم اس سے حجت نہیں کرتے کیونکہ اس کو حسن ظن نہیں ہے کاش وہ دریا سے مجاہدہ میں غوطہ لگاتا تو مشاہدہ کی صورتیں اس کے اندر مرتسم ہو جاتیں اور وہ سارا اکثیر ذہنی بن جاتا کسی ناظم نے کیا خوب کہا ہے۔

لاتیئس اذا ساکنت ذا ادب
مع الخمول بان ترقی الی الفلک
بینا تری الذھب الابریز مطرحا

فی الارض اذصارا کلیلاً علی الملک [1]

ہر شخص کے ارادہ کے موافق اس کی ہمت ہوتی ہے جو شخص ان نصائح پر عمل کرے گا ضرور یہ اس کے واسطے حصول مقصد کے سبب ہونگے کیونکہ مجاہدہ کے ذریعہ سے طبیعت اکسیر بن جاتی ہے اور بغیر مشقت کے مرتبہ حاصل نہیں ہوتا اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس عمل کا نسخہ جس کے ساتھ بلند منزلیں طے کی جاتی ہیں لہذا تم کو اعلیٰ مقامات کا شوق کرنا چاہیے اور اگر یہ شوق تمہارے اندر نہیں ہے تب تم ایک جسم مردار ہو تمہاری ناپاک اور سڑی ہوئی بدبو کے خوف سے تم کو زمین کے اندر پوشیدہ کر دیا جائے گا اور یہ بدبو تمہارے اندر تمہاری کمزور اور رذیل ہمت کی ہے پس تم خدا سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو اگر تم اس راستہ کے اندر گئے تب تم کو دروازے پر ٹھہرنا چاہیے چنانچہ کسی کا قول ہے کہ میرے ذمہ میں آپ کے در پر حاضر ہونا ہے اور آپ سے ملنا میرے ذمہ میں نہیں ہے ملنے کا آپ کو اختیار ہے چاہے آپ ملیں یا نہ ملیں یہ آپ کا فعل ہے ہمارا کام یہی ہے کہ ہم حاضر ہو جائیں۔

خواب میں معصیت اور طاعت کے پھل کا مزا تم چکھ چکے ہو پس رات اور دن دو خزانے ہیں ان کو تم ایسی چیزوں سے پر کرو جو تم کو نفع پہنچائیں اور ایسی چیزوں سے پر نا کرو جو تم کو نقصان پہنچائیں ضرور ہے کہ ایک روز تمہارا سارا سامان بادشاہ کے حضور میں پیش ہوگا پس یا تم انعام کے مستحق ہوئے اور یا تم کو سزا سخت ملی اس مقالہ کے متعلق یہ اشارات کافی ہیں۔

ستائیسواں مقالہ

اذکار کے بیان میں

معلوم ہو کہ ذکر کے متعلق بہت سی آیت واحادیث وارد ہیں چنانچہ آیت [2] "فاذکرونی اذکرکم اور اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اور ولذکر اللہ اکبر اور واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفة ودون الجهر من القول بالغدو والآصال ولا تکن من الغافلین۔ آیات میں ذکر کے مراتب اور اوقات سب بیان کر دیے ہیں اور ذکر خفی بہت بہتر ہے کیونکہ اس کے ساتھ سننے والوں کو تکلیف نہیں ہوتی اور ریا

[1] جب کہ تم صاحب ادب ہو تو حالت گمنامی میں اپنی ترقی کو فلک پر پہنچانے سے ناامید نہ ہو سونے کو تم دیکھتے ہو کہ زمین میں پڑا رہتا ہے اور یکا یک تاج شاہی بن جاتا ہے۔ سید یسین علی مترجم۔

[2] پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

Marfat.com

نفاق سے بلکل خالص ہوتا ہے مثل پوشیدہ روزے اور پوشیدہ صدقے کے اور فضائل اس کے بے شمار ہیں حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص تو اپنے حلال طیب مال سے صدقہ دیتا ہے اور دوسرا صبح کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک خدا کا ذکر کرتا ہے ان دونوں میں کون افضل ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خدا کا ذکر بہت بڑا ہے اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص طلوع فجر سے طلوع شام تک خدا کا ذکر کرتا ہے اس کو سو سرخ اونٹنیاں صدقہ دینے کا ثواب ہوتا ہے جن پر سونا لدا ہوا ہو اور گویا اس نے آٹھ غلام بنی عبدالمطلب سے آزاد کیے پھر ذکر کی تین قسمیں ہیں ایک تو ذکر ظاہر یعنی ذکر جلی ہے اس کو عبادات اور تلاوت میں کرنا بہتر ہے اور ایک ذکر خفی ہے جو چپکے چپکے کیا جائے اس کو عبادات اور صدقات میں بجالانا بہتر ہے اور ایک ذکر قلب ہے اس کے ساتھ تمام عالم سے بے پرواہی اور محبوب کے ساتھ مشغولی پیدا ہوتی ہے فرماتا ہے میں اس کا ذکر کرتا ہوں جو میرا ذکر کرے اور میں اس کا ہم نشیں ہوں جو میرا ذکر کرے اور جو مجھ سے محبت کرے میں اس کا حبیب ہوں جو اپنے دل میں میرا ذکر کرتا ہے میں بھی اپنے دل میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور جو اپنی قول کے لوگوں میں میرا ذکر کرتا ہے میں اپنے فرشتوں میں اس کا ذکر کرتا ہوں پھر اس بے پرواہی کے بعد فنا حاصل ہوتی ہے یعنی حضرت قدس کے مشاہدہ کے باعث نفس کے سامنے سے غائب ہو جاتا ہے اور ذکر کی عادت ذاکر کو ہو جاتی ہے اور مرنے کے بعد اس ذکر کی بدولت ملائکہ ذاکرین میں اس کا شمار ہوتا ہے اور خطیرہ قدس کے گرد طواف کرنے مرتبہ اس کو حاصل ہوتا ہے اور جس کا اس نے ذکر کیا ہے اس کے قریب کی سرفرازی پاتا ہے جو بڑے اکرام و احتشام کا مرتبہ ہے۔

اور یہ ذکر قرآن شریف ہے پھر اس کے بعد تسبیح اس کے بعد درود شریف پھر استغفار اور دعا بس ان وضائف کی پابندی تم کو لازم کرنی چاہیے اگر ایسا کرو گے تو ربوبیت کا راز تم پر منکشف ہوگا اور ملائکہ تمہاری ملاقات کو آدیں گے اور مسلمان جنات تمہاری خدمت گزاری کریں گے جمادات کی تسبیح تم کو سنائی دے گی اوان ”من شیء الا یسبح بحمدہ و لٰکن لا تفقھون تسبیحھم“ اور ذکر کے ثمرے سے بعض وہ باتیں بھی حاصل ہوتی ہیں جن کا تہذیب نفس میں بیان ہوا ہے اور بعض وہ باتیں بھی حاصل ہوتی ہیں جو سیدنا حضرت زین العابدین علیہ السلام کو حاصل تھیں آپ ہر شبانہ روز میں ایک ہزار رکعات نماز پڑھا کرتے تھے اور جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو کل کائنات آپ کے سامنے ہوتی تھی اور خطیرہ قدس آپ کے پیش نظر ہوتا تھا ذکر ہی کی بدولت اصحاب مقامات درجات مکاشفات میں پہنچے

Marfat.com

ہیں اور پانی پر چلنے اور ہوا میں اڑنے کی قدرت پائی ہے اور ذکر ہی کی بدولت ملائکہ شرف کے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہیں اور دوام بقا کے مستحق ہوئے ہیں کیونکہ وہ ذکر کی مداومت کے ساتھ کھانے پینے وغیرہ ضرورت سے بھی منزہ ہیں اور یہ ذکر ہی کا طفیل ہے کہ ملوک وسلاطین زاہدوں کے وزیر حاضر ہوتے ہیں اور ذکر ہی کی بدولت عاشقوں کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور جذب قلوب کی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے اور ذکر کے سبب سے بعض اوقات ذاکر پر ایسا حال طاری ہوتا ہے کہ تمام وسوسے اس کے ایسے دور ہو جاتے ہیں اور جب دنیا سے نکل کر اپنے مقصد اصلی کو پہنچ جاتا ہے اور صفائے قلب کے طور پر کھڑے ہو کر اپنی پاکیزہ عقل کی وادی میں اپنے رب کا کلام سنتا ہے۔ ''انی انا اللہ رب العالمین '' اور امیہ بن صلت ثقفی کا یہ قصہ سن لینا تم کو کافی ہے اس شخص کو نبوت کی از حد تمنا تھی اور اسی کے خیال میں ہر وقت گھٹا رہتا تھا ایک روز اپنے بھائی سے کہنے لگا کہ میں تو سوتا ہوں تم میرے واسطے کھانا تیار کر لو اس کا بھائی کہتا ہے کہ جب یہ سو گیا تو میں نے دیکھا کہ دو پرند آسمان سے اترے ہیں اور ان میں سے ایک نے اس کا سینہ چاک کر کے ایک سیاہ نقطہ نکالا دوسرے نے کہا کہ کیا اس نے یاد کر لیا ہاں علوم اولین سب اس کو یاد ہو گئے پھر اس نے پوچھا کہ کیا یہ پاک بھی ہو گیا اس نے کہا پاک نہیں ہوا تب اس نے کہا کہ اس کے دل کو اس کی جگہ پر واپس کر دو کیونکہ یہ نبوت کے لائق نہیں ہے نبوت خلاصہ آل عبدالمطلب کے واسطے ہے امیہ کا بھائی کہتا ہے کہ جب امیہ بیدار ہوا اور یہ واقعہ میں نے اس سے بیان کیا تو وہ اس کے رنج وصدمہ سے بہت رویا اور آخر کار اسی حسرت وافسوس میں مر گیا اور اس کے شرک نے اس کے مقصد کو حاصل ہونے نہ دیا کیونکہ شہوات قطع کرنے والی اور لذت باز رکھنے والی ہیں جو شخص پانی کا قصد کرتا ہے وہ گدلے پانی پر بھی صبر کر لیتا ہے اور جو راتوں رات راستہ طے کرتا ہے وہ راستے کی دھوپ سے محفوظ رہتا ہے اور جو اپنے نفس کو سراپا شہوت بنا تا ہے آخر کار کسی نجاست کے کھڈے میں گر پڑتا ہے اور جو شخص مصائب ونوائب پر صبر کر کے مجاہدے کی ہمت کے ساتھ بلندی کو طے کرتا ہے وہ بلند مرتبہ پاتا ہے اور جو شخص زیادہ کھاتا اور نفس کو پالتا ہے کبھی بری تدبیر سے خطا نہیں کرتا اور کبھی فلاحیت پاتا ہے۔

اٹھائیسواں مقالہ (۲۸)

جہاد نفس اور اس کی تدبیر کے بیان میں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کی صحابہ

Marfat.com

نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جہاد اکبر کیا ہے فرمایا نفس کا مجاہدہ اور فرمایا ہے کہ سب سے بڑا تیرا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے اور فرمایا میں بھیجا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو پورا کروں معلوم ہو کہ نفس کے اخلاق ذمیمہ اور غیر مستقیم ہیں کیونکہ اس کے اندر باوجود اس کے حجم کے صغیر ہونے کے آسمان و زمین کی تمام چیزیں ہیں جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں اور یہ نفس ''اِنارِ مؤصدۃ'' اور اسی کے اندر غنیت کے بھیڑیے اور شہوت کے کتے اور غصب کے درندے مخالفت کے چیتے اور حیلہ کی لومڑیاں اور لشکر شیاطین کی کمین گاہیں جو خواہش ہے اور منجلیق اور وساوس قبیحہ ارض کے سب قلعہ نفس کے گرداس کو گھیرے ہوئے ہیں معلوم ہو کہ قلب ایک شہر ہے اور نفس لطیف اس کا بادشاہ ہے جو ادراک کرنے والا اور عالم اور پاکیزہ اور بانی اور اس نفخہ کی صفت سے خارج ہے جس کے ساتھ روح کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور یہ نفس ان انجیروں کے ساتھ پوشیدہ ہے جو قلب کے خون سے پیدا ہوتے ہیں اور قلب صنوبری شکل گوشت سے مجوف بنا ہوا ہے اور یہ وہ قلب نہیں ہے جس کی طرف خطاب کیا جاتا ہے اور روح وہ چیز ہے جس کی طرف خطاب ہوتا ہے ۲؎ ''فاتقون یا اولی الالباب'' اور فرماتا ہے ۳؎ ''ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب'' اور یہی اس آیت کے معنی ہیں ۴؎ ''اذن واعیۃ'' اور نفس جس کی طرف اشارہ کیا گیا یہی شہوتوں کا اس پر اور غفلتوں کا قیدی ہے مختلف خیالات میں پھنسا ہوا اور دنیا کا عاشق ہے اس کی نجاست اس نے نوش کی اور اس کے نشے ڈالنے میں خبط الحواس ہو گیا جسد خاکی خدمت میں مشغول ہے اور مزبلہ میں ڈالنے کے واسطے اس کو لیے پھرتا ہے اور ہمیشہ ترتیب اور تغذیہ میں مشغول ہے پھر جب موت کے ساتھ ان دونوں میں تفریق ہو گی اس وقت نفس افسوس کرے گا اور ایک عرصے کے بعد جسم کو

۱؎ یعنی چاروں طرف سے گھیرنے والی آگ۔

۲؎ اے اہل عقل مجھ سے ڈرو

۳؎ بیشک اس میں نصیحت اس شخص کے واسطے ہے جس کا دل ہو۔

۴؎ یعنی اس کی حفاظت کریں کان حفاظت کرنے والے جو غور سے سنتے ہیں۔

Marfat.com

بالکل بھول جائے گا جیسا کہ کبھی اس نے اس کو دیکھا ہی نہیں تھا اور پھر جب جسم میں قیامت کے روز دوبارہ داخل کیا جائے گا تو اس سے نفرت کرے گا یہاں تک کہ قدس کا اشارہ سنے گا ''یاایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک'' یہ خطاب موجود کے واسطے ہے نہ مفقود کے واسطے کیونکہ معدوم کے واسطے خطاب کرنا صحیح نہیں ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کے اعمال میرے سامنے ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو پیش کیے جاتے ہیں پس جو نیکی ہوتی ہے اس کو میں دیکھ کر خوش ہوتا ہوں اور جو برائی ہوتی ہے اس کے واسطے میں مغفرت مانگتا ہوں خدا کا غضب زناکاروں پر سخت ہے اور فرماتا ہے کہ میرے اوپر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے پس ایک مکذب مذبذب غافل تاویل کرنے والے میں دیکھتا ہوں کہ تو صانع قادر کو عاجز سمجھتا ہے اور اے مسکین تو یہ کہتا ہے کہ اجسام وہ ارواح صانع قدیم قلوب کی طرف واپس نہیں ہوتے اور تو اس کو اس کی قدرت اور آیت اور نبوت میں عاجز سمجھتا ہے کیا جس ذات پاک نے تجھ کو تیری ماں کے پیٹ میں پرورش کیا ہے وہ تجھ کو تیری قبر پر پرورش نہیں کرسکتا پھر تو جو یہ کہتا ہے کہ ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل جاتی ہیں پھر وہ کیسے خالص ہوسکتی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھو سونے چاندی وتانبے لوہے وغیرہ کے ذرے خاک میں ملے ہوئے ہوتے ہیں اور تمہارے نزدیک ان کا باہم متصل ہونا کس قدر دشوار معلوم ہوتا ہے مگر سنار کے نزدیک کچھ دشوار نہیں ہے وہ فوراً ان اجزاء کو مٹی سے بالکل پاک اور خالص کرلیتا ہے اور چونکہ تو خود عاجز ہے اس سبب سے تو قدرت والے کو بھی عاجز سمجھتا ہے اور ابوعلی بن سینا کے مقالات کے فریب میں آ گیا ہے کی ابوعلی سینا تیرے نزدیک حضور اکرم ﷺ سے بھی زیادہ راست گو ہے تجھ کو لازم ہے کہ ابوعلی کے مقالات اور حضور ﷺ کے فرمان میں خوب غور سے نظر کر کے اپنی عقل سے فیصلہ کرے اور یہ نقل ہے تب ہم تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب تو بیمار ہو کر طبیب سے علاج کراتا ہے اور طبیب تیرے واسطے نسخہ لکھتا ہے تب تو اس سے یہ سوال کیوں نہیں کرتا کہ یہ دوا قبض کیوں کرتی ہے اور یہ اسہال کیوں کرتی ہے اگر تو اس طرح کہے گا تو تجھ کو یہ جواب دیں گے کہ تو مریض ہے یا معارض پس جب یہ بات ہے تو اب تو اپنی آخرت کے طبیب سے کیوں معارضہ کرتا ہے اور ان کے بتائے ہوئے نسخے پر کیوں حجت وبرہان تلاش کرتا ہے اور تو نہیں جانتا کہ تجھ سے پہلے جو لوگ تھے وہ تجھ سے زیادہ عقل کی روشنی رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ اعتراض اور تعجیز کفر ہے پس وہ اس کفر کو چھوڑ کر اسلام لائے اور ایمان کو انھوں نے اختیار کیا پس تجھ کو لازم ہے کہ اپنے کتاب کی جو قرآن شریف ہے تعظیم

Marfat.com

تکریم بجالائے کیونکہ یہ کتاب تیری طرف خدا کا بھیجا ہوا ہدیہ ہے اور وہ شخص نہایت نالائق ہوتا ہے جو اپنے بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہدیے کی اہانت کرے اور تھوڑے ہی عرصے میں تو اس بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوگا اور اس وقت تجھ کو شرمندہ ہونا پڑے گا اور اگر روح اپنے مبادی کی طرف اپنے خالق کے پاس رجوع کرنے والی ہے پس اگر شریعت کی تصدیق کی تو وہیں غلیظ وبیخ ظاہر ہوگی اور جماہیر تجھے زیادہ ہیں کیونکہ تو تنہا لوگوں کے شمار میں ہے اور اجماع تیرے خلاف ہے تو نے اپنے نفس کی پیروی کی ہے اور اس نے تجھ کو بلاؤں اور مصیبتوں میں پھنسا دیا ہے تجھ کو رات اور دن اور گرمی اور جاڑے اور بہار اور خریف اور ان کے تغیر اور انقلاب احوال میں نظر کرنی چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کس طرح زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور تیرا سونا اور جاگنا تیرے اختیار سے باہر ہے اور ان کے علاوہ اور بہت سی نشانیاں ایسی ہیں جس سے تو غافل ہے اگر تو اپنے نفس کا مجاہدہ اختیار کرے گا تو تیرے نفس کی کل صفات ذمیمہ دور ہو جائیں گی اور تو اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہوگا پس تجھ کو لازم ہے کہ غضب کو رضا کے ساتھ اور کبر کو تواضع کے ساتھ اور بخل کو سخاوت کے ساتھ اور امساک کو صدقے کے ساتھ اور خاموشی کو ذکر کے ساتھ اور مخالطت کو خلوت اور نیند کو بیداری اور کم سیری کو بھوک اور غفلت کو ہوشیاری اور شرکت کو عزلت اور مداہنت کو صدق وصفا کے ساتھ دور کرو اور شہوت اور باطل کو حق کے ساتھ نکال کر باہر کرو اور جب تم اپنی صفات نالائقہ کو دور کر کے نیک صفات سے آراستہ ہو جاؤ گے اس وقت غفلت کا پردہ تمہارے دل سے دور ہوگا اور تم دیکھ لو گے کہ کس طرح مردے زندہ ہو جاتے ہیں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ تم سرکش شیطان بن کر یہ سمجھتے ہو کہ خدا کے مرید ہو پس اس کی توحید کی حلاوت کے آثار کہاں ہیں حضرت داؤد کے پاس وحی بھیجی کہ جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے کہ اور پھر میرے ذکر کے وقت سو رہے وہ جھوٹا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں آپ کے فرزند حضرت اسماعیل کے ذبح کرنے کا حکم ہوا کہ اے والد صاحب! یہ اس شخص کی جزا ہے[1] جو اپنے دوست سے غافل ہو کر سوتا ہے اور آدم علیہ السلام جب سو رہے تو حوا علیہ السلام پیدا ہوئیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

عجباً المحب کیف ینام

کل نوم علی المحب حرام[2]

معلوم ہو کہ تیرا قلب وہی شہر ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں پس تیرے نفس

---

[1] یعنی آپ جو سوتے ہیں اس کے بدلے میں آپ کو یہ حکم ہوا کہ اپنے فرزند کو ذبح کرو۔
[2] عاشق پر تعجب ہے کہ کیونکر سوئے کیونکہ عاشق پر نیند بالکل حرام ہے۔

Marfat.com

کا شیطان خواہشوں کے رسالے اور حب دنیا کی پلٹنیں اور وسوسوں کے نقاب اور بدگمانیوں کے متعلق ہے چی اور مخالفت کی منجنیق اور تکبر کا بوق یعنی بگل اور سمعت کے نقارے اور لالچ کی شمشیر باز اور مکر کے نیزہ باز لے کر اس شہر پر حملہ کرتا ہے اور چاروں طرف سے اس کو محصور کر لیتا ہے پھر اگر اس شہر میں اخلاق حمیدہ کے بہادر اور صفات حسنا کا توشہ وغیرہ نہیں ہوتا تو یہ شہر ہلاک ہو جاتا ہے اور اس بادشاہ کی سلطنت چھین کر صدق کے برج منہدم ہوتے ہیں اور ذکر کا نگہبان سو جاتا ہے اور اصرار قلب کے تخت پر شیطان جلوس کرتا ہے اعمال کے خزانے اکھیڑے جاتے ہیں اور شکوک شبہات تمام شہر میں چکر لگاتے پھرتے ہیں معاملہ کے درخت کاٹے جاتے ہیں اور اعمال کے عموال لٹتے ہیں اور امیدوں کے پھل توڑ کر کھا لیے جاتے ہیں کتاب الٰہی میں شک واقعہ ہوتا ہے اور اصحاب کی مصاجبت سے نفوس نفرت کرتے ہیں اور ہر ایک اپنے آقا اور مولی کی نافرمانی کرتا ہے اور خواہش کا مطیع ہو جاتا ہے۔ پس اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ سب کے سب ناک کے بل دوزخ میں ڈالے جاتے ہیں اور اس وقت حسرت وافسوس کے ساتھ کہتے ہیں[1] "وما لنا لا نری رجالاً کنا نعدھم من الاشرارۃ اتخذناھم سخریاً ام زاغت عنھم الابصار" شبہ اور حرام سے پرہیز کر کے تم کو اپنا توشہ صاف اور پاکیزہ کرنا چاہیے اور پھر تم اپنے دل میں نور ایمان کو ملاحظہ کرو گے اور روز قیامت کا سامان تم پر منکشف ہوگا اور تم اپنے نفس کے ساتھ روحانی فرشتہ بن جاؤ گے اور خواہش اور غفلت کے ساتھ شیطان الرجیم بنو گے پس تم کو نفس عمارہ پر جہاد کرنا لازم ہے تاکہ اس کی صفات مضمومہ دور ہو کے وہ نفس لوامہ بنے اور پھر لوامہ سے ترقی کر کے مطمئنہ ہو جائے جیسا کہ بادشاہ اپنے فراش کو ترقی دے کر منشی بناتا ہے اور پھر وزیر کر لیتا ہے اور اس وقت یہ وزیر بادشاہ کی سلطنت میں ہر طرح کے تصرف کرتا ہے اور بادشاہ کے نزدیک اس کی نیکیاں بھی برائیاں ہوتی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے "حسنات الابرار سیئات المقربین" اور خدا کی طرف راستہ انفاس خلائق کے شمار کے ساتھ ہے اور مقامات بھی انفاس کے ساتھ بلند ہوتے ہیں حضور ﷺ ہر سانس میں ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتے تھے اور یہ مقامات کشف اور معارف کے ہیں اور اسی کی نسبت فرمایا ہے کہ جب تک میں روز و شب میں سو بار استغفار نہیں پڑھتا تو میرے قلب کو قریب رہتا ہے

---

[1] یہ بات ہے کہ ہم جن لوگوں کو شریروں میں شمار کرتے تھے ان کو یہاں دوزخ میں نہیں۔ ان کا مزحقہ اڑایا تھا ہماری نظران پر نہیں جمتی ہے

Marfat.com

اور زرین عین سے بھی سخت تر ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی نظم سنو جو آپ نے نفس کے متعلق فرمائی ہے۔

صبرت لنفسی عن اللذات لماتولت

والزمت نفسی صبرھا فا

وكانت على الايام نفسی عزیزة

فلمارات عزمی على الذل ذلت

لهایا غنس یؤتی تؤتی تویمة

فقد كانت الدنیا لثائم ولت

فلا مجرد فیهما اذهی اقبلت

ولاالبخل یبقیها اذا ماتولت[۱]

پس تم نفس کو مہذب بناؤ مجاہدہ کی تکلیف دے کر دروازے سے اس کو قریب کرو اور انبیاء واولیاء کے مقام کو دیکھو اور ثواب وثناء کو غنیمت سمجھ کر صادقین کا ذکر فاسقین کے ذکر کی مثل نہیں ہے اور اس کی خبر تم کو موت کے بعد معلوم ہوگی اور تم نے جو لغو مقالات سنے ہیں انھیں کے سبب سے یہ تم سستی کرتے ہو ورنہ میں تم کو بار ہا سمجھا چکا ہوں تھوڑے عرصے میں تم کو خود ہی معلوم ہو جائے گا دنیا میں لوگ سوتے ہیں مرنے کے بعد بیدار ہونگے اور تمہاری مثال اس درخت کی سی ہے جس میں نہ پھل آتا ہے اور نہ سایہ اس کا اس قابل ہوتا ہے کہ کوئی اس میں بیٹھ سکے یا تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جس کے سر میں گنج ہو اور مصنوعی بال لگا کر اصلی بال والی عورتوں پر فخر کرے اور جب اس کا سر کھول دیا جائے تو اپنے ہم نشینوں میں ذلیل اور شرمندہ ہوا ے شخص تو اپنے لباس کی آرائش پر پھولا ہوا ہے کل قافلہ کوچ کرے گا اور اے غافل تو راستہ پر پڑا رہ جائے گا اور بے سروسامان بیٹھا رہے گا اور قافلہ باشی سے کہے گا کہ مجھ کو واپس کر دو تاکہ میں نیک عمل کروں مگر پھر اس کی اجازت نہ ملے گی صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ میت کے آنسو رخسار پر بہنے میں کیا حکمت ہے فرمایا چھوٹا بچہ تو اپنے والدین کا حال لوح محفوظ میں دیکھتا

---

[۱] دنیاوی لذتیں جب کہ چلی گئیں تو ان کی طرف سے میں نے نفس کو صبر دیا اور ان کا صبر اپنے نفس پر ہمیشہ لازم رکھا اور میرا نفس زمانہ میں بڑا ذی عزت تھا مگر جب اس نے ذلت کی طرف میرا قصد دیکھا تو وہ بھی ذلیل ہو گیا اور میں نے اس سے کہا کہ اے نفس بزرگی کے ساتھ مر کیونکہ دنیا ہمارے پاس تھی مگر پھر بے وفائی کر کے چلی گئی جب دنیا آتی ہے تو عادت اس کو فنا نہیں کر سکتی اور جب وہ جاتی ہے تو بخل اس کو باقی نہیں رکھ سکتا۔

Marfat.com

ہے اور بڑا آدمی اپنے اعمال اور اپنی بیوی اور اپنے مال کے منتقل ہونے کو دیکھ کر روتا ہے پس اے شخص تو اسی حال میں ہے اور میں تجھ کو بلند کرنا چاہتا ہوں اور تیری ہمت تجھ کو پست کرتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ تیری ہمت ہی غالب ہے پس جس کی ہمت ان چیزوں کی طرف ہوگی جو اس کے پیٹ میں داخل ہوں تو اس کی قیمت وہ چیز نہ ہوگی جو اس کے پیٹ سے خارج ہوتی ہے اگر تم اس مطلب کو سمجھ گئے ہو تو ہوشیار ہو جاؤ ورنہ تم جانو اور تمہارا نفس جانے ہم نے نصیحت کر دی مگر تم نصیحت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتے ہو۔

انتیسواں مقالہ (۲۹)

محبت اور شوق اور مشاہدہ اور مکاشفہ اور مواعظ وزواجر عقلیہ ونقلیہ کے بیان میں معلوم ہو کہ محبت جائز ہے اور سب سے پہلے محبت خدا اور اس کے اولیاء کے درمیان میں جاری ہے چنانچہ قرآن شریف اسی کے متعلق ارشاد فرماتا ہے[1] والذین آمنو اشد حباللہ' اور فرماتا ہے[2] اور اگر تمہارا نفس خبیث یہ وسوسہ پیدا کرے کہ اس ذات پاک سے کیسے محبت پیدا ہو سکتی ہے جس کو دیکھا نہیں ہے اور نہ وہ ہماری جنس سے ہے تو اس کی مصنوعات کو دیکھنا اور عجائب وغرائب اور حسن وجمال میں غور کرنے سے اس کی محبت پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہی ان کا صانع ہے اور اسی کی قدرت وکمال سے یہ سب چیزیں پیدا ہوئی ہیں اور زمین کا فرش ہری گھاس کا سبز رنگ اور درختوں پھول بوٹے اور پھل اور دریاؤں کی لہریں اور آسمان اور رات دن اور چاند اور سورج اور چھوٹے بڑے ستارے یہ سب اس کی صنعت اور قدرت کی دلیلیں ہیں اور اس کے استمرار وجود پر گواہی دیتی ہیں پس پاکی ہے اس ذات کی جو کل مخلوقات کا خالق اور مصنوعات کا صانع ہے اے شخص اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو تمہارے نفس کی تربیت میں ان سب چیزوں سے بڑھ کر عجائب وغرائب ہیں جو تم نے دیکھی اور سنی ہیں اور ان سب دلائل سے بڑھ کر جو دلیل کہ تم کو اس کی طرف رہبری کرتی ہے اور اس کی محبت دلاتی ہے وہ اس کا کلام معجز نظام ہے پس اسی کے ساتھ اس کے متکلم کی محبت پر دلیل لی جاتی ہے اس کے متعلق بہت سی حدیثیں ہم نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں بیان کی ہیں اور یہاں صرف ان کی طرف اشارہ کافی ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وہ شخص جھوٹا ہے جو میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور رات

[1] اور ایمان والے خدا سے سخت محبت رکھتے ہیں۔
[2] خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔

Marfat.com

کو سوز ہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا مومن بندہ میری طرف نوافل سے تقرب حاصل کیا کرتا ہے یہاں تک کہ مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے پس جب مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے آخر حدیث تک معلوم ہوا کہ محبت اور عشق دونوں ایک ہیں اور اصل عشق کی یہ ہے کہ پسندیدگی کی نظر سے شوق کے ساتھ کسی صورت کو دیکھے اور اسی شوق کا بخار جو نہایت گرم ہے تیز اور ذی خاطر سے مجاہدہ کی آتش کے سبب سے اٹھتا ہے اور اس آگ کے انجرے دماغ کے پیچھے سے ظاہر ہوتے ہیں اور فکر کی نمکین باتیں دماغ کے اگلے حصے میں پیدا ہوتی ہیں اور قلب کی خلوت کے دوازے لے جاتے ہیں یہ معشوق کا خیال عین یقین کے سامنے بیٹھ جاتا ہے اور نفس کا آئینہ مجاہدہ سے مصقل و مجلا ہو کر جمال محبوب کی نظر کے لائق بنتا ہے محبت کے اندر اصل بات سنادمہ اور الفت اور معشوق کے کلام کو بہتر اور خوب سمجھتا ہے جب یہ بات ہوتی ہے تب پھر معشوق کی تلاش میں ہمت ابھارتی ہے اور شوق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے پس اس وقت عشق غالب ہوتا ہے اور عاشق راستوں میں مثل دیوانوں کے پھرتا ہے اور اسی آتش شوق سے بلغم وغیرہ اخلاط فاسدہ جل کر آسمان قلب صاف ہو جاتا ہے اور معشوق کا چاند اس میں تجلی کرتا ہے اور معشوق کی تجلی حلال سے عاشق والہ وشیدہ ہو کر از خود فرشتہ ہو جاتا ہے اور اس عالم بے خودی میں نہ نیند ہوتی ہے نہ قرار ہوتا ہے عشق کی آگ لحظ بلحظہ تیز جو کہ شعلہ مارتی ہے اور بدن کی قوتوں کو کمزور کر کے نحیف وضعیف اور زار ونزار بنا دیتی ہے کسی شاعر کا قول ہے۔

میتواں داشت نہاں عشق زمردم لیکن
زردی رنگ رخ وخشکی لب راچہ علاج

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ہر شب کو ایک منادی ندا کرتا ہے اے لوگو خدائے تعالیٰ زیادہ کھانے والے اور زیادہ سونے والے کو لعنت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے ابن آدم اس واسطے تو پیدا کیا گیا ہے قناعت کرتا کہ تیرا جناب ہلکا ہو اور کم سویا کرتا کہ تجھ سے ذکر زیادہ ہو سکے۔

(اگر تو ایسا کرے گا) تو پس تیرا محبوب تجھ کو اپنی طرف کھینچ لے گا اور اپنی طاعت کی تجھ کو توفیق دے گا اور اپنے گناہ سے محفوظ رکھے گا پس نوافل زیادہ پڑھا کر و فصل۔

Marfat.com

فصل

(شوق اور مکاشفہ کے بیان میں)

معلوم ہو کہ شوق ہی سے مکاشفے کی حالت پیدا ہوتی ہے اور شوق یہ ہے کہ بقائے معشوق کی تمنا ہو اور معشوق کی ملاقات بغیر مکاشفہ کے حاصل نہیں ہوتی اور مکاشفہ یا تو عیاناً ہوتا ہے اور یا قلبی ہوتا ہے اور یہ معشوق کے ایسے حال کے ساتھ تجلی ہے جس کو عاشق کا دل تحمل کر لیتا ہے مگر عیانی مکاشفہ قلبی مکاشفہ سے افضل ہے اور جو مکاشفہ کہ عیانی و قلبی دونوں طور سے ہو وہ دونوں سے افضل ہے جیسا کہ حضور ﷺ کو شب معراج میں ہوا اور حضرت ام المؤمنین عائشہ اور حضرت امیر المؤمنین اور حضرت ابن عباس کی روایتوں کے جمع کرنے سے ثابت ہے اور معلوم ہو کہ حقیقت مکاشفہ کی یہ ہے کہ محبوب کی طرف نظر کرے اور پھر یہ نظر عاشقوں کے درجوں کے تناسب متفاوت ہوتی ہے کیونکہ کل مخلوق کی نظر یکساں نہیں ہے اور ادنیٰ درجہ اس کا قلب کی نظر ہے اور آنکھ کی نظر بعض لوگوں کے نزدیک عرض غیر ذاتی ہے اور سب سے بڑا مرتبہ بھی ہے کہ قلب اور آنکھ دونوں کی نظر سے مکاشفہ ہو پھر جس وقت غفلت کا پردہ دور ہو کر محبوب تجلی کرتا ہے تو محب بشر بھی پردوں اور جسمانی حجاب سے نکل کر خطاب کو سنتا ہے اور حجاب کو دیکھتا ہے ۱؎ ''وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیاً او من وراء حجاب '' اور اس وقت کل جہات سے خطاب اس کو سنائی دیتا ہے اور یہ شخص عیسوی حال ہو جاتا ہے ۲؎ ''وانبئکم بما تاکلون وماتدخرون فی بیوتکم '' اور ملائکہ اور جنات مومنین اس کے مطیع حکم ہوتے ہیں اور خدا کے اور اسکے درمیان میں ایک روزن کھل جاتا ہے جس کے سبب سے کل کائنات کے اسرار اس کو معلوم ہو جاتے ہیں مگر اس مرتبہ کا حاصل ہونا علم و عمل پر موقوف ہے اور جب لطیف کی نسیم غفلت کا حجاب دور کرتی ہے تو کائنات میں یہ شخص جو کچھ تصرف کرنا چاہے کر سکتا ہے جو کچھ یہ چاہے گا وہی ہو جائے گا کیونکہ دونوں ارادے ایک ہو جاتے ہیں جیسا کہ احوال صوفیہ میں بیان کیا گیا ہے ''فاذا ابصرتنا ابصرنا واذا بصرته ابصرتنا '' ناسوت

۱؎ اور کوئی انسان اس لائق نہیں ہے کہ خدا اس سے بالمشافہ ہم کلام ہو مگر بطور وحی کے یا پردے کے پیچھے۔

۲؎ اور میں تم کو ان چیزوں کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔

Marfat.com

ایک لطیف معنی بن جاتا ہے اور غیب سے اس کو ایسی قوت بہم پہنچتی ہے کہ اس کے ساتھ وہ ان باتوں کو جو اس پر وارد ہوتی ہیں قبول کر لیتا ہے اور بھی کراموں کے ظہور اور غیب کی خبریں بیان کرنے کا باعث ہے اور نفس اغراض فاسدہ کے دور ہونے سے جوہر قدسی بن جاتا ہے اور غیبی ان پر پوشیدہ نہیں رہتے اور اگر تم یہ کہو کہ ان باتوں کے ساتھ ایک قسم کی انبیاء علیہ السلام سے شارکت ہوتی ہے پھر ان کو اولیاء کیسے حاصل کر سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیب کی اصل خداوند تعالیٰ سے ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ وہ اپنے علم غیب میں سے کچھ ان پر ظاہر کر دیتا ہے تم نے اس کا یہ فرمان نہیں سنا اور من رسول کا لفظ صرف اس واسطے فرمایا ہے تاکہ عالم لوگ اس کو غیبی مشارکت نہ سمجھیں اور یہ بات یعنی غیبی سے مطلع ہونا کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ شاہی خزانوں سے شاہی غلام آگاہ ہوتے ہیں اور معشوق کی خوبصورتی کو دیکھ کر عاشق صادق اس کی بہت سی پوشیدہ باتوں کو اس کے حسن پر قیاس کر کے معلوم کر لیتا ہے اور حالانکہ اور لوگوں سے وہ باتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ۱؎ "وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون" حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر ایک شخص خلاج تو ہے مگر خراج نہیں ہے اور ابو یزید بسطامی نے فرمایا ہے کہ جو شخص تمکین کے درجے میں پہنچا پس وہ طبیب سے اسرار خلق کے تخت پر بیٹھ کر اپنے مالک کے حکم سے بادشاہوں کے راز پر مطلع ہوتا ہے جیسا کہ تمہارا پیارا غلام تمہارے بہت سے پوشیدہ حالات سے واقف ہو جاتا ہے۔

فاطمہ سلماسیہ جو ایک بزرگ عورت تھیں اس وقت شہر سلماس سے نکلتیں جب مؤذن ظہر کی آذان کہہ دیتا تھا اور بسطام میں آن کر جماعت سے نماز پڑھتی تھیں پھر اگر تم کہو کہ یہ بات غیر ممکن ہے اور ایسی حالت انبیاء کی بھی نہیں ہوئی تو پھر اور کسی کی کب ہو سکتی ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم تم خدا تعالیٰ پر لگاتے ہو یا اپنے نفس پر اگر اپنے نفس پر لگاتے ہو تو تم جانو اور تمہارا نفس جانے اور گر تم خدا تعالیٰ پر یہ حکم لگاتے ہو تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جب تم اپنے بدن کی رگیں اور پٹھے شمار نہیں کر سکتے اور تم کو اتنی خبر نہیں کہ تمہارے سر پر جو امامہ ہے اس پر کس قدر پیچ ہیں پھر ایسی بے خبری کے ساتھ تم خدا اور اس کے غلام کے درمیان میں کیوں دخل دیتے ہو اور پھر تم کو کیا معلوم ہے کہ خدا نے اپنے انبیاء کو کیا کیا اختیار اور مقام عنایت کیے تھے اور بعض علوم تم کو بطریق نقل کے معلوم ہو گئے تو پس معجزہ عقل کی تکذیب کرتا ہے اور جب کہ تمہارے خاص اسرار سے تمہارا بیٹا تک واقف نہیں ہوتا ہے تو پھر تم کیسے اپنے مالک اور خالق

۱؎ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے واسطے بیان کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے ہیں ان کو مگر عالم لوگ۔

Marfat.com

کے اسرار سے واقف ہو سکتے ہو جب تک کہ تم اس سے واصل نہیں ہوئے اور جب وصول کا
اٹھ جائے گا اس وقت تم پر وہ معاملہ منکشف ہو گا جو خدا اور رسول کے درمیان میں ہے اور ا
واسطے ہم تم سے پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ تم مجاہدہ کرو یا مجاہدہ نہ کرو مجاہدہ مشاہدہ کے ساتھ شکوک
غبار دور کر دیتا ہے اور تم نے جو اپنی آنکھ پر حب دنیا کی پٹی باندھ رکھی ہے اور ہمت تمہا
نہایت ضعیف اور خسیس ہے تو پھر ایسی ناپاکی کے ساتھ تم شریف مقام میں کب پہنچ سکتے ہو حس
ظن وہ اکثیر اعظم ہے جو تمہاری ہر ایک جہالت کو علم سے بدل دے سکتا ہے اور جو شخص اس
مضبوط کر لیتا ہے وہ راحت پاتا ہے محبت اور شوق و مکاشفہ کا یہ مختصر بیان تھا جو کیا گیا۔

فصل

(وعظ اور نصیحت کے بیان میں)

جن آیات و اخبار میں وعدہ وعید کا مضمون ہے اور جو حکایات و اشعار جاذب و مخوف ہیں ان کے ساتھ مبتدی کو خوف دلانا اور منتہی کا شوق بڑھانا چاہیے کیونکہ مبتدی کے گمراہ ہونے اور جہالت کی طرف میں کرنے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے اس واسطے اس کو ڈرانا چاہیے تاکہ وہ راستہ پر قائم رہے اور منتہی نے چونکہ گناہوں کو ترک کر دیا ہے اور اس کا قلب رقیق ہو گیا ہے اور مجاہدہ کی مشقتیں اٹھا چکا ہے اس واسطے اس کو شوق دلانا چاہیے جب اونٹ کو گیت سنائے جاتے ہیں تو بھاری بوجھ کو لیکر وہ بہت سہولت سے منزل قطع کرتا ہے پس گویا مجاہدے کی مشقت نغمات کی بدولت اس پر آسان ہو جاتی ہے جیسا کہ خشک زمین پر جہاں مینہ برسا اور وہ ہری بھری ہو گئی اور یہی حال مرید کا ہوتا ہے ابو توجیدی فرماتے ہیں کہ اگر تو نغمات کے فوائد و منافع کا منکر ہے تو اونٹ کو دیکھ جو تجھ سے زیادہ غلیظ طبیعت رکھتا ہے اور گیت کو سنکر بے تکان منزل طے کرتا ہے پس اے طالب تجھ کو چالیس دن کا چلہ کرنا ضرور ہے اور اس چلہ میں ہر روز تم کو اپنی خوراک ایک لقمہ کم کرنی چاہیے یا پہلے روز ایک تر لکڑی سے اپنے کھانے کو وزن کر کے کھاؤ اور پھر اسی لکڑی سے روز وزن کیا کرو جس قدر وہ خشک ہو گی کھانا کم ہو گا اور اس ترکیب و ترتیب سے تم عالم ملکوت میں داخل ہو گے حدیث شریف میں وارد ہے کہ اے لوگو تم میں جو شخص دنیا کے اندر بڑا

Marfat.com

شکم سیر ہے وہ قیامت کے روز سب سے زیادہ بھوکا ہوگا اور جب تم ایسا کرو گے تو تمہارا نفس قدسی ہو جائے گا اور عالم قدس کے ساتھ تم کو انس ہوگا پس تم دنیا کی محبت کی طرف مائل نہ ہو پس حالت محمدی ﷺ تمہاری طرف منتقل ہو گی جیسا کہ فرمایا ہے کہ میں تم جیسا نہیں میرا رب مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے پس یہ حالت صادقین کی ہے اور یہ منزلیں متقیوں کی ہیں پس تم تکذیب کرنے والوں میں سے نہ بنو اور اگر تم مقربوں میں سے نہ بن سکو تو اصحاب الیمین ہی سے بن جاؤ۔

تیسواں مقالہ

(علم وعمل کے بیان میں)

معلوم ہو کہ مخلوق الٰہی میں سے تین شخص مخصوص ہیں عالم اور عارف اور ناسک عالم تو وہ شخص ہے جو علم ظاہری حاصل کر کے اس پر عمل کیا اور اس کے سبب سے خداوند تعالیٰ نے علم باطنی اس کو عنایت کیا جیسے کہ علم محبت اور علم شوق ورضا اور علم قدر اور علم مکاشفہ اور مراقبہ اور علم قبض وبسط وغیرہ ہیں اور یہی صوفیہ صافیہ کے علوم کہلاتے ہیں اور صوفیہ یہ لوگ ہیں جیسے حسن بصری سفیان ثوری ابو یزید بسطامی ابوالحسین نوری حبیب عجمی معروف کرخی شفیق بلخی محمد بن حنیف بشر بن سعید حافی احمد خوارضمی احمد وارانی حارث محاسبی سری سقطی ابوالحسین بن منصور حلاج جنید بغدادی ابوبکر شبلی ابو نعیم قاضی پس یہ طائفہ الٰہیہ وہ لوگ تھے جن کا ذکر جاری ہے اور یہ ان لوگوں کی مثل نہ تھے جو علوم اور شہوات میں مشغول ہوتے ہیں اور دھوکہ بازی اور مکر ودغا کو انھوں نے اپنا پیشہ بنا رکھا ہے ان لوگوں نے تو واحد شاہد کو مضبوط پکڑا ہے اور یہ لوگ شاہد کی محبت میں مبتلا ہیں ان لوگوں نے تو مناسب کو چھوڑا اور ترک کیا ہے اور یہ لوگ ان کی فکر میں رہتے ہیں اکثر کلام ان کا یہ ہوتا ہے کہ مذہب کو بچاؤ یہاں تک کہ چلا جائے اور علم خلاف ان کے نزدیک مثل برد کے ہے اور علم اصول ان کے نزدیک بالکل فضول ہے اور نحو محو ہے پس کل علوم ان کے گانے بجانے اور رقص وسرود پر منحصر ہیں قرابت اور صحابت میں یہ لوگ تفریق نہیں کرتے ہیں پس ان

Marfat.com

کے عیوب کس قدر کثیر ہیں اپنے محبوب کو یہ لوگ بھول گئے ہیں اور اطاعت کی مدارج کو چھوڑ کر کھانے کے مشغلوں میں مصروف ہیں خلق کے واسطے سجاوے بچھائے ہیں اور خدا اور حق کو بالکل فراموش کیا ہے پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی شان میں یہ حدیث وارد ہے کہ خداوند تعالی ان کے کپڑوں کو اتار کر جنت کے دروازوں پر لٹکائے گا اور ان پر یہ لکھدیگا کہ یہ مکر و روغ کپڑے ہیں پس یہ لوگ دنیا کے صوفی ہیں انھوں نے علم و عمل کو جمع کیا ہے اور اس قدر شب بیداری کی ہے کہ کامیاب ہو گئے ہیں اپنے قول کی بدولت انھوں نے پالیا اور صدق اختیار کیا پس تحقیق کو پہنچ گئے علم حاصل کیا پھر عمل کیا پس حال وقال کے جامع ہوئے اور یہی لوگ علم و معرفت اور نسک اور زہد والے ہیں اور ان کے کل حالات نے ان کے اندر قوت الہی پیدا کی جس کے سبب سے وہ اشتیاق کے پر وبازو کے ساتھ ریاض قدس کی طرف پرواز کر گئے اور علوم غیبی کے پھل ومیوے چننے لگے پس یہ لوگ فقراء آخرت ہیں اور صوفی وہ لوگ ہیں جنھوں نے یہ جانا کہ نعمت منعم کی طرف سے ہے اور پھر انھوں نے اسباب کو ترک کر کے صرف منعم پر بھروسہ کیا۔

اور علماء آخرت یہ لوگ ہیں جیسے حسن بصری سفیان بن عیینہ سفیان ثوری داؤد طائی ظاہری ابوسعید بن مبارک مخزومی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطا الکوفی مالک بن انس المدنی محمد بن ادریس الشافعی المطلبی۔ احمد بن حنبل الشیبانی۔ بذنی، ابن شریح، حداد، قفال، ابوالطیب ابو حامد اور ہمارے استاد امام الحرمین ابولمعالی الجوینی اور شیخ امام ابو اسحٰق ابراہیم فروز آبادی المعروف بہ شیرازی ان کا ہمارے استاد امام الحرمین سے بادشاہ کے سامنے مناظرہ ہوا تھا اور میں بھی اس وقت موجود تھا میں نے دیکھا کہ اس مناظرہ میں ان کی غرض سوائے اظہار حق کے اور کچھ نہ تھی نہ اس میں کسی آیت کی باطل تاویل کرتے تھے اور نہ خبر نبویؐ میں نقص نکالتے تھے نہ کلام میں ان کے سختی تھی غرض یہ کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے پاس فتوے بھیجنے میں صحابہ کرام کے مشابہ تھے اور کہتے تھے کہ تمہارا اکبر تقلید کا زیادہ حقدار ہے اور ہم لوگ تو بڑے علماء ہیں دنیا کی آرائش وزینت اور ساز وسامان میں مشغول ہیں پس اب تم خود ان طائفوں میں فرق کو دیکھ لو حدیث میں آیا ہے کہ جس نے جھگڑے کو ترک کیا حالانکہ وہ حق پر ہے پس اسی کے واسطے جنت کے بلند حصے میں ایک محل سونے کا تیار ہوگا پس ہمارے واسطے نہ تو محل ہے نہ تخت ہے نہ حوریں ہیں شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا اور اس سے پہلے ابو یوسف کے ساتھ ایک مسئلہ میں ان کا جھگڑا ہو چکا تھا دیکھا کہ گویا یہ جنت میں داخل ہوئے ہیں اور وہاں ایک حور بیٹھی ہے جس کے چہرے کی روشنی سے تمام مکان روشن و منور ہو رہا ہے انھوں نے حور سے دریافت کیا کہ تم

Marfat.com

کس کے واسطے ہو اس نے کہا جو شخص جھگڑا کرنا چھوڑ دے چاہے وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور پھر اس نے کہا اے شافعی قیل وقال اور گفتگو سے تم کو یہ لباس اور زیور حاصل نہ ہوگا اگر تم سچے ہو اور جنت کا مالک بننا چاہتے ہو تو مثل مالک کے علم وعمل اختیار کرو کیونکہ ملک سلطنت کا ارادہ کرنے والا ملکوں پر صبر کرتا ہے شافعی کہتے ہیں پھر جب میں بیدار ہوا تو میں نے یہ جان لیا کہ یہ لوگ خواہش کی طرف لیجانے والے ہیں اور آخرت خدا کے پاس متقیوں ہی کے واسطے ہے حدیث شریف میں ہے کہ علم عمل کے ساتھ قائم رہتا ہے اور اگر عمل نہ ہو تو علم چلا جاتا ہے پس یہ لوگ دنیا وآخرت کے علماء اور دنیا اور آخرت کے فقراء ہیں اور تم ادنیٰ چیزوں کے لالچ میں اعلیٰ مقامات سے محروم ہو گئے ہو تم مثل بھیڑیے کے ہو اور تشکیک وتکذیب میں تمہارا قصد ہے۔

افسوف تری اذا انکشف الغبار

افرس تحت رجلک حمار

اور علوم کثرت کے ساتھ ہیں مگر ان میں آخرت کو بتلانے والا علم شریعت کا ہے اور کتابیں اس کی مثل تفاسیر واحدی اور صحاح ستہ اور قرأۃ قرآن اور وہ اوراد اور وظائف جو کتاب احیاء میں مذکور ہیں اور اگر علم عقائد میں مختصر کتاب دیکھنی چاہو تو لوامع الادلہ ہمارے شیخ امام الحرمین کی دیکھو یا قواعد العقائد کو ملاحظہ کرو اور اگر سلف صالحین کا طریقہ تم کو اختیار کرنا ہے تو کتاب نجات الابرار کا ملاحظہ کرو جو اصول دین میں ہماری آخری تصنیف ہے اور اس کتاب کے اندر ہم بہت سی کتابیں تم کو بتلا چکے ہیں ان میں سے جو ممکن ہو پڑھو اور جو چاہو عمل کرو کیونکہ ملاقات عنقریب ہے۔

معلوم ہو کہ سال کے اندر چار فصلیں ہیں حمل سے جوزا تک ربیع اور سرطان سے آخر سنبلہ تک گرمی اور میزان سے آخر قوس تک خریف اور جدی سے آخر حوت تک جاڑا[۱] "وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین" اور امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہوا جب آوے تو اس کو بخوشی قبول کرو اور جب یہ جاوے تو اس سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تمہارے جسم کے ساتھ وہی سلوک کرے گی جو تمہارے درختوں کے ساتھ کرتی ہے۔

اور بعض ایسے ہیں جو نقصان پہنچانے والے ہیں مثل علم سحر و کہانت و کیمیا کے تانبے کو صاف کر کے چاندی بنا کر فروخت کرتے ہیں حالانکہ وہ چاندی نہیں بنتا اور بعض مکاسب ایسے

[۱] عنقریب جب غبار صاف ہوگا تو تم دیکھ لو گے کہ تمہارے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا ہے۔

[۲] اور اس کی منزلیں بنائی ہیں تاکہ تم سالوں کا شمار اور حساب معلوم کرو۔

Marfat.com

حسین ہیں کہ نفس ان کو قبول نہیں کرتا ہے مثلاً غسال اور حجام اور بھنگی و چمار وغیرہ کے کام پس جو صنائع ہم نے بیان کیے ہیں ان میں سے کسی صنعت کو اختیار کرو اور عالم و عامل بن کر اپنے مقصد کو حاصل کرو خدا ہی کے دار حسنیٰ میں تمہارے نفس کو قرار پہنچے گا اور وہیں تم جنتوں اور نہروں میں خدا کے پاس آرام سے رہو گے۔

فصل

(عجائب اسفار کے بیان میں)

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ قاف کے پیچھے مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے آفتاب اس کو چالیس برس میں قطع کرتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس زمین میں مخلوق رہتی ہے فرمایا ہاں مومن لوگ ہیں جو ایک پلک زدن بھی خدا کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اور آدم علیہ السلام اور ابلیس کو مطلق نہیں جانتے فرشتے ان کو ہماری شریعت کے موافق تعلیم دیتے ہیں اور قرآن شریف ان کو پڑھاتے اور ان کے باہم فیصلہ کرتے ہیں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کچھ زیادہ بیان فرمایئے فرمایا مسلمان جنوں میں سے ایک عورت میری واقف ہے وہ کئی سال غائب رہی جب وہ آئی تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ کہاں گئی تھی اس نے کہا میں اپنی بہن کے پاس اس سفید زمین میں تھی جو قاف کی پرلی طرف ہے میں نے کہا کیا وہ لوگ مومن ہیں اس نے کہا ہاں میں نے آپ کی کتاب ان کے سامنے پڑھی پس ہماری قوم کے سب لوگ ایمان لے آئے میں نے پوچھا کہ اس زمین کے پرلی طرف کیا چیز ہے اس نے کہا برف کے پہاڑ ہیں اور پانی اور ہوا اور اندھیرا ہے اور پھر اس کے پرلی طرف جہنم ہے میں نے کہا کہ کیا ان شہروں میں بھی سورج پہنچتا ہے اس نے کہا ہاں۔

اور تمیم بن حبیب داری کا قصہ بھی بڑا عجیب ہے کہ جب ان کو جنات راستہ گم کرا کر ایک جزیرہ میں لے گئے اور وہاں انھوں نے وہ محل دیکھا جس میں دجال مقید ہے اور اس نے ان سے پوچھا کہ تم کس امت میں سے ہو انھوں نے کہا حضرت محمد ﷺ کی دجال نے کہا کیا وہ مبعوث ہو گئے تمیم نے کہا ہاں اس نے کہا تو اب میرے نکلنے کا وقت آ گیا اور لیلۃ الجن کا واقعہ بھی نہایت تعجب خیز ہے عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں اور علی بن طالب اندھیری رات میں حضور کے ساتھ چلے یہاں تک کہ حضور ایک سوراخ پر پہنچ کر کھڑے ہوئے اس سوراخ میں

Marfat.com

سے ایک شخص نکلا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اندر تشریف لایئے پس حضور اور علی تو اندر تشریف لے گئے اور مجھ کو اپنے زائد کپڑے دے کر وہیں بٹھا دیا اور جب صبح کی نمود شروع ہوئی تو حضور اور چند لوگ آپ کے ساتھ تشریف لائے اور حضور نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تمہارے مسلمان بھائی جنات ہیں اور پھر میرے پاس نبیذ تھی اس کو آپ نے نوش فرمایا اور باقی سے وضو کیا پس نبیذ سے وضو کرنا بلا نزاع صحیح ہے مگر بعض اہل خواہش نے اپنی مرضی کے موافق اس کی تاویل کی ہے جس کو اس کی تحقیق منظور ہو وہ ہماری کتاب مناقب المذاہب میں ملاحظہ کرے اور زعیم بن بلعام کا قصہ بھی نہایت عجیب ہے اس نے یہ چاہا تھا کہ دریائے نیل کا منبع دریافت کرے اور چلنا شروع کیا یہاں تک کہ حضرت خضر سے اس کی ملاقات ہوئی اور خضر نے اس سے کہا کہ اب عنقریب تم ایسے اور ایسے مقام میں پہنچو گے چنانچہ زعیم ایک پہاڑ کے پاس پہنچا جس میں ایک برج چار ستونوں پر کھڑا تھا اور دریائے نیل اس برج کے اندر سے آ رہا تھا اور اس پہاڑ میں ایسے میوے تھے جو کبھی خراب نہ ہوتے تھے زعیم کہتے ہیں پھر میں اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا اور اس کی برتی میں نے بڑے بڑے عالی شان محل اور باغ دیکھے اور کہتے ہیں میں ایک بوڑھا شخص تھا اور بال میرے سفید تھے پس ایک ہوا اس طرف سے ایسی آئی کہ میرے تمام بال سیاہ ہو گئے اور میں نئے سرے سے جوان ہو گیا پھر اس باغ میں سے آواز آئی کہ اے زعیم یہاں ہمارے پاس آ جاؤ کیونکہ یہ متقیوں کا مقام ہے کہتے ہیں میں نے اس آواز پر جانے کا قصد کیا مگر خضر نے مجھ کو پکڑ لیا اور جانے نہ دیا۔

اور یہ حضور ﷺ کے اس فرمان کا راز ہے کہ سات نہریں جنت میں سے ہیں جیحون، اور سیحون، اور دجلہ، اور فراط، اور نیل، اور ایک چشمہ بروان میں اور مقدس میں چشمہ سلوان، کیونکہ ما سے زمزم کا پانی ہے۔

اور اس سے بھی تعجب خیز بلوقیا، اور عفان کا واقعہ ہر اور یہ بہت طول طویل واقعہ ہے ہم اس کی طرف اشارہ کیے دیتے ہیں، یہ دونوں سفر کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابوت رکھا تھا پس اس کو دیکھتے ہی بلوقیہ نے دوڑ کر ہاتھ بڑھایا کہ حضرت سلیمان کے ہاتھ میں سے انگوٹھی اتار لے اور جو سانپ کہ اس انگوٹھی پر موکل تھا اس نے اس پر ایسی پھونک ماری کہ وہ جل کر راکھ ہو گیا عفان نے ایک قارورہ مار کر اس کو زندہ کیا اور اس نے تین بار اسی طرح کیا جب یہ ہاتھ بڑھائے تو سانپ پھونک مارے اور یہ جل کر راکھ ہو جائے یہاں تک کہ یہ چوتھی مرتبہ بھی راکھ ہو گیا تب عفان وہاں سے یہ کہتا ہوا نکلا کہ شیطان نے

Marfat.com

ہلاک کر دیا شیطان نے ہلاک کر دیا سانپ نے اس کو آواز دی اور کہا کہ تو یہاں آ اور تجربہ کرے یہ انگوٹھی سوا حضرت محمد ﷺ کے اور کسی کے ہاتھ میں نہ جاوے گی اور ان سے تو کہہ مجکو کہ فرشتوں نے تمہاری اور تم پہلے انبیاء کی فضیلت میں اختلاف کیا تھا پس خدا نے تم کو اور انبیاء پر اختیار کیا پھر عفان نے کہا کہ اس سانپ نے مجھ کو حکم کیا اور میں وہ انگوٹھی اتار کر لے آیا اور آپ کی نذر کی حضور ﷺ نے وہ انگوٹھی لیکر حضرت علی کو دی حضرت علی نے اس کو اپنی کن انگلیوں میں پہنا اسی وقت پرندہ جنات اور آدمی سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دمرباط جنی بھی آئی اس کا قصہ بہت طویل ہے پھر جب نماز کا وقت ہوا اور لوگ نماز میں مشغول ہوئے تو جبرئیل سائل کی صورت بن کر صف کے اندر چلے گئے لوگ اس وقت رکوع میں تھے اور حضرت علی نے انگوٹھی کی طرف اشارہ کیا وہ فوراً اڑ کر جبرئیل کے ہاتھ میں چلی گئی تمام فرشتوں میں حضرت علی کی اس سخاوت سے شور برپا ہو گیا اور جبرئیل نے آن کر مبارک باد دی اور کہا اہل بیت رسول خدا نے تم پر انعام کیا تم وہ لوگ ہو کہ خدا نے تم سے ناپاکی دور کر کے تم کو بالکل پاک کر دیا ہے حضور ﷺ نے حضرت علی کو دی انھوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہم اس دنیا کی فانی نعمت کو لیکر کیا کریں گے جس کے حلال کا حساب ہے اور حرام کا عذاب ہے۔

اور اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرلے کہ پھر حضرت علی معاویہ سے دنیا کے واسطے کیوں لڑے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی معاویہ سے حق پر لڑے جو آپ کے واسطے تھا اور لیکن تحکیم پس باطل اور غیر صحیح ہے کیونکہ تحکیم موجود اور محدود اور معروف اور معلوم غیر مجہول پر ہوتی ہے یہ فقہ اور شرع ہے پھر تم جو کچھ چاہو اور کہو اگر اس معاملہ کی تفصیل دیکھنی ہو تو ہماری کتاب نسیم التنیم میں دیکھو اور قصص ذی القرنین کا دیکھنا بھی کافی ہے اور ابن ابی الدنیا کی کتاب ریاض الندیم بھی بہتر ہے اور کتاب ''الاقالیم'' اور کتاب ''مسالک'' ''والممالک'' اور کتاب 'مادری'' سب اچھی ہیں اور اگر تم کو افلاک کی وسعت اور ایک کا دوسرے سے تفاوت معلوم کرنا ہو تو جانو کہ زمین کی وسعت کو کب ایک شب میں قطع کرتا ہے اور فلک ہوائی قمر ایک مہینہ میں قطع کرتا ہے پس دیکھ لو کہ ایک مہینہ اور ایک شب میں کیا فرق ہے پھر اس کے اوپر فلک زحل ہے جس کو چھبیس سال میں قطع کرتا ہے پھر اس کے اوپر کرسی اور عرش ہے اور یہ آٹھوں جنتوں کی سقف ہے جن میں سے ہر ایک جنت کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے پس تم اپنی دلیل کو اس مساق مذکور سے حاصل کرو اور تیری ناقص ہمت کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی طرح بلند ہی نہیں ہوتی اور نہ تو اس کو سعادت کا لباس پہناتا ہے بلکہ تو اپنے نفس کی پرورش میں ہمہ تن مشغول ہے پس تو

Marfat.com

اس شخص کی مثل ہے جو ایک گدھے کے عشق میں قافلہ سے پیچھے رہ گیا اور قزاقوں نے اس کو لوٹ لیا۔

یہ دنیا عالم خواب ہے اور انبیاء علیہ السلام اس خواب کی تعبیر دینے والے ہیں اور اس تعبیر کا راست و دروغ تم کو بیدار ہونے کے بعد معلوم ہوگا کیا تم نے یہ اشارہ نہیں سنا کہ لوگ سوتے ہیں پس جس وقت مریں گے تو بیدار ہونگے پھر جس وقت مرتے ہیں تو بیدار ہو جاتے ہیں اور دنیا میں تیری مثال ان دو بچوں کی سی ہے جو ایک پیٹ میں رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ اب ہم عنقریب یہاں سے نکل کر ایک دوسرے عالم میں پہنچیں گے اور جب یہ تولد ہو جاتا ہے اور دنیا کی کشادگی کو دیکھتا ہے تو کیا یہ اس بات کو پسند کر سکتا ہے کہ پھر ماں کے پیٹ کی تنگی میں واپس جائے ہرگز نہیں اور اسی طرح جب تو آخرت کی کشادگی کی طرف نکلے گا تو پھر تجھ کو دنیا کی طرف واپس ہونا ناخوش معلوم ہوگا اور تیرے مولا کے دروازے میں تیری مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہی خدمت میں جانا چاہتا ہے اور وہ بھوکا ہے پھر اس نے بادشاہ کے دروازے پر کتا اور روٹیاں دیکھیں اور کتا اس کو اندر جانے سے روکتا ہے پس اگر اس شخص کی ہمت بلند ہے یہ روٹی کا خیال چھوڑ کر بادشاہی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور جس وقت کتا روٹی کھانے میں مصروف ہوتا ہے فوراً یہ شخص اندر داخل ہو جاتا ہے اور اگر اس کی ہمت اپنے پیٹ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو یہ روٹی کھانے کی طرف سبقت کرتا ہے اور پھر کتا اس کو اندر داخل نہیں ہونے دیتا اور روٹی اس کے پیٹ میں متعفن ہوتی تجھ کو بادشاہ کی حضوری سے روکتا ہے پس تجھ کو لازم ہے کہ روٹی کتے کی طرف پھینکدے اور خود آرام سے بیٹھ کر اعلیٰ درجہ کے اعمال میں مصروف ہوتا کہ ان کا نیک بدلہ قیامت کے روز تم کو ملے اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ایک جماعت ظلمات میں داخل ہوئی اور وہاں کے حال سے واقف شخص نے کہا یہاں کے کنکر پتھر لے لوتم کو فائدہ ہوگا پس جس شخص نے اس کی بات پر یقین کیا اس نے پتھر اٹھا لیے اور جس نے نہ کیا اس نے نہ اٹھائے یہاں تک کہ جب لوگ ظلمات سے باہر آئے اور ان کنکروں کو دیکھا تو سب کے سب جواہرات اور موتی تھے پس جنھوں نے لیے تھے وہ تو خوش ہوئے اور جنھوں نے نہیں لیے تھے وہ حسرت میں رہ گئے پس یہی صورت دنیا میں تیرے اعمال کی ہے کہ یا تو غفلت کرکے تو غلام ہو جائے گا اور یا عمل کرنے سے تجھ کو خدا کی طرف سے سلام ملے گا لازم ہے کہ تو اپنا تکبر چھوڑ دے اور کم کھانا اختیار کرے اور پیٹ کو پاک وصاف بنائے اور نیند سے آنکھوں کی حفاظت کرے امید ہے کہ جب تو ایسا کرے گا تو تیری برائی دور ہوگی اور تیرا دین

Marfat.com

تیرا پورا ہوگا اور قیامت کے روز ہر ایک نعمت کا تم سے حساب لیا جائے گا کیا تم نے سنا کہ نبی ﷺ سے خدا نے ایک بار جو کی روٹی اور کھجوروں کے پیٹ بھر کر کھانے کا حساب لیا ہے اور ان کو تنبیہ کی ہے چنانچہ اس نے فرمایا ہے ''ثم لتسئلن یومئذعن النعیم''[1]

فصل

(بلند ہمتی کے بیان میں)

معلوم ہو کہ ہمت والے کا اپنے دل کو حصول مقصد کے واسطے جمع کرنا اور خاص اس کی طرف متوجہ ہونا ہے اور ہمت والا اپنے حصول مقصد میں اغراض متفرقہ کا ارادہ نہیں کرتا ہے اور جو ایسا کرتا بھی ہے سو اس سے ایک کام کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

ہمتیں نفس کی شاخیں ہیں جس کا نفس بلند ہوتا ہے اس کی ہمت بھی بلند ہوتی ہے اور جس کا نفس پست ہوتا ہے اس کی ہمت بھی پست ہوتی ہے دیکھ رذیل لوگوں کی ہمتیں جیسے بھنگی چمار وغیرہ ہیں ان کی حیثیت کے موافق ہوتی ہیں اور جو بات کہ ازل میں ان کے واسطے ہو مقدر ہو چکی اور ان کے خمیر میں پڑ چکی ہے اس سے تجاوز نہیں کرتی اور جبکہ تمہارا معشوق ملک ہے پس تم کو ہرگز خسیس اور ذلیل باتوں سے الفت نہ کرنی چاہیے کیونکہ ملک و سلطنت نام نسب پر موقوف نہیں ہے بلکہ بلند ہمتی پر موقوف ہے چنانچہ جو فیض کے سب سے پہلے نفس کلی سے صادر ہوا ہے وہ علماء اور بادشاہوں کی ہمتیں ہیں اور پھر جوں جوں فیض دور ہوتا گیا ہمتیں رذیل ہوتی گئیں جیسا کہ انسان کے بعد حیوانات رذالت میں ایک دوسرے سے بڑھتے چلے گئے ہیں اور ہر ایک نے اپنی ہمت کے موافق اپنا کھانا پینا اور طرز و روش پسند کیا ہے چنانچہ کوئی اناج و غلہ وغیرہ سے پیٹ بھرتا ہے اور کوئی گھاس کھاتا ہے اور کوئی نجاست پر قناعت کرتا ہے ذوالقرنین کے قصہ میں غور کرو کہ یہ ہیلانا کے بیٹے اور باپ ان کا جولاہا تھا اپنی بلند ہمتی سے یہ سلطنت کے فکر میں مصروف ہوئے اور صنعت وغیرہ کے کاموں کو پسند نہ کیا اور ان جیسے دنیا میں بہت لوگ ہوئے ہیں اور متقدمین نے اپنی بلند ہمتی سے علم موسیقی ایجاد کیا ہے کہتے ہیں کہ اس کا الحان افلاک کی گردش کے الحان سے لیا گیا ہے کیونکہ گردش افلاک سے عجیب و غریب نغمے اور اوزان پیدا ہوتے ہیں اور موسیٰ و ادریس اور دیگر لوگوں سے منقول ہے کہ عود باجہ اس پرندہ کی

[1] البتہ اس دن تم سے نعمتوں کی بابت سوال کیا جائے گا۔

Marfat.com

شبیہ بنایا گیا ہے جو پہاڑ میں معلق رہتا ہے اور اس کی ناک میں اس قدر سوراخ ہیں جیسے عود میں ہوتے ہیں اور یہ باتیں ہمت کی فروعات سے متعلق ہیں اور بغیر ہمت کے مقصد کا حاصل ہونا دشوار ہے علماء کے مقصد کا حاصل ہونا درس وتدریس کے مواظبت اور فاقہ وصبر کے ساتھ ہے اور سلطنت کے مقصد کا حاصل ہونا ان باتوں کے ساتھ ہے جو سلطنت کو جزب کریں اور اگر تم یہ کہو کہ یہ سب امور تقدیر سے متعلق ہیں جس کی تقدیر میں ہوتا ہے وہی پاتا ہے ورنہ ہزار کوشش کرے کچھ نہیں ہوتا بندہ کی پیشانی پر جو کچھ لکھا ہے وہ مٹ نہیں سکتا۔

بیشک یہ تمہاری بات سچی ہے کہ جو کچھ مقدر میں ہے وہی پیش آئے گا پس اس واسطے تم کو چاہیے کہ عزت کی تلاش میں جان ودولت کے ساتھ نہ مرو معاویہ کا قول تم نے سنا ہوگا کہتا ہے بلند کاموں کا ارادہ کرو تا کہ ان کو پاسکو دیکھو میں خلافت کے لائق نہ تھا مگر میں نے اس کی ہمت کی پس اس کو پالیا۔

ہم نے کتاب سطر خزانہ الہدیٰ میں ایک حکایت نقل کی ہے اور یہاں بھی اس کو بیان کرتے ہیں کہ کسی شہر کا بادشاہ مر گیا اس کے امیروں وزیروں نے شہر کو اندر سے بند کرلیا اور کہا ہم اس شخص کو بادشاہ بنائیں گے جس کی کلائی میں چمکدار نور کی علامت ہو چنانچہ ایک فقیر ان کے پاس آیا اور اس کی کلائی میں نور کی ویسی نشانی تھی جو پہلے بادشاہ کی کلائی میں تھی وزیر نے اس فقیر کو خوب غور سے دیکھا اور اس کو اپنا بادشاہ بنالیا پھر ایک روز وزیر اسی بادشاہ کے پاس عود قماری کی لکڑی کے برتن میں کچھ چیز رکھ کر لے گیا بادشاہ نے پوچھا کہ اے وزیر یہ لکڑی کہاں سے آئی ہے وزیر نے کہا حضور ایسی لکڑیاں بکثرت کے ساتھ ہمارے دریا میں کہیں سے بہہ کر آجاتی ہیں بادشاہ نے کہا تم جلد اس بات کی تحقیق کرو کہ یہ لکڑیاں کہاں سے آتی ہیں ورنہ تم کو وزارت سے معزول کیا جائے گا وزیر اسی وقت کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوا اور پھر ایک پہاڑ پر چڑھ کر اس کے پرلی طرف اترا اور دیکھا کہ بہت سے لوگ اس پہاڑ میں گوشہ نشیں اور عبادت میں مصروف ہیں وزیر نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کس واسطے اس قدر مجاہدہ دریافت کر رہے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ سب سلطنت کے طالب اور ایک سال کامل اس کے واسطے مجاہدہ کرتے ہیں اور جوان میں سے ترقی کرتا ہے اس کی کلائی پر ایک نورانی داغ ہو جاتا ہے پس وہی سلطنت کا مستحق ہے وزیر اس حال کو دریافت کر کے بادشاہ کے پاس آیا اور سارا قصہ بیان کیا بادشاہ نے کہا اے وزیر کسی کو حقیر نہ سمجھو ورنہ تو خود حقیر ہوگا بلکہ تجھ کو سفر اور عمل کرنا چاہیے تا کہ تیرا ذکر خیر کیا جائے پس یہ مجاہدہ کرنا اور بھوکے رہنا بلند ہمتی کی بات ہے پھر کہا کہ تو جوش اور خود کو دیکھ کر خوش نہ ہو جو

Marfat.com

اس کے اندر لکڑیوں کے سے دل ہوتے ہیں اور خود تم نے اپنی آنکھ سے استقاء اور جادو اور کہانت میں بلند ہمتی کا کرشمہ دیکھ لیا ہوگا اور اگر تم کرامات کا ظاہر کرنا چاہو تو فاقہ اور علم اور خلوت اختیار کرو اسرار کائنات کی علامت تم پر منکشف ہونگی مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ مغرب میں ایسے لوگ ہیں جو مسلمان جنوں کو عزائم کے زور سے مسخر کر لیتے ہیں اور اس کے متعلق مفصل بیان ہم نے کتاب خزانہ سر الہدای میں کیا ہے اس میں تلاش کر کے حصول مقصد میں کوشش کرے۔

کتاب سر العالمین کا یہ حصہ ختم ہوا اور اب اس کے آگے دوسرا حصہ شروع ہوگا اور وہ بھی امام حجۃ الاسلام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ کی تصنیف سے ہے۔

مقالہ ابن سیناء پر رد کے بیان میں

اور جب یہ خیال ابن سیناء کے دل میں سمایا بایں طور کہ اس نے کہا کہ شمس اور کل کواکب جماد میں اور ان کا فیاض ہے نہایت شوق سے اس خیال کو اس نے مضبوط پکڑا اور بغیر برہان کے اس کا کلام ہرگز نہ چلا اور عقلی اور نقلی دلائل اس کے خلاف میں واضح طور سے موجود ہیں چنانچہ نقلی دلائل یہ ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے[1] "الم تر ان الله يسجدو له من في السموت ومن في الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال" اور خسوف قمر کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا ہے[2] "اللهم فرج عنه" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قمر اس وقت تنگی میں ہوتا ہے اور اس کے علم کو محسوس کرتا ہے اسی واسطے اس کے لئے کشادگی کی دعا فرمائی ہے۔

پھر ابن سیناء اس کی تعلیل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بیان شمس و قمر وغیرہ کے سجدہ کا ان سے زبان حال کے طور پر ہے اور یہ وجہ دلیل کی نہیں ہے کیونکہ سجدہ خلاف کلام کے ہے اور پہاڑ

---

[1] کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا کو سب سجدہ کرتے ہیں اور جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ

[2] یعنی اے اللہ اس کی سختی کو کھول دے۔

Marfat.com

کا سجدہ اس کا سایہ ہے۔

اور یہ آیت ''فالمدبرات امرا'' نہیں فرمایا ہے فاعل اور مفعول میں فرق کے واسطے اور اگر مفعول ہوتا تو مذکر یا محل قابل اس کے واسطے نہ ہوتا پھر خداوند تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور فرمایا ہے ''والسماء ذات البروج'' بروج مقامات ہیں جس میں فاعل واقع ہوتا ہے نہ مفعول کیونکہ فاعل وہ معنی ہے جن سے ان کے مفعول کی توجیہ ہوتی ہے صحیح اخبار احاد میں وارد ہے کہ فرشتے سورج کو برف کے پہاڑوں میں کھینچتے ہیں اور اس کی تقدیس اور تمجید سنتے ہیں۔

اور اگر سورج جماد ہوتا تو خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں اس قدر اس کی قسمیں نہ کھاتا اب ہم عقلی دلائل بیان کرتے ہیں ارباب نقل اور اہل نجوم کا اس بات پر اجماع ہے کہ شمس فلک کا حاجب ہے کیونکہ اس کی امر و نہی مشاہدہ کی جاتی ہے اور یہ ذات فلک میں انخراق کرنے والا ہے اور پھر کرہ سفلی پر بھی اس کی حکومت ہے اور ہر ایک عارف و عالم اس کے آثار و افعال کو مشاہدہ کرتا ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ جاہل ہے اور دلیل و برہان حقیقت خوف پر قطعی حکم لگا چکی ہے پس نقص ایک چیز کا مستدل ہے اوپر جملہ کے اور جبکہ اعتراض واقعہ ہو روحانیات اور جسمانیات میں مجانست کہاں رہی یہاں تک کہ وہ اپنی طبیعتوں سے اہل کون و فساد کے عالم میں اثر کریں پس جواب کو اس کے ارباب کے واسطے ظاہر کیا ہے اور دوا اور اس کے پینے والے میں کیا مناسبت ہے جس کے سبب سے وہ تاثیر کرتی اور اسہال لاتی ہے کہتا ہے اس لئے کہ سب چار طبائع سے مرکب ہیں پس جواب صحیح ہوا کہ عناصر اصلیہ نے اثر کیا ہے حال میں بالکلیہ اور ایسے ہی نفس جو بدن سے خارج اور منفصل ہے اس کا نفس اس ہوا سے ماخوذ ہے جو دورہ فلاکیہ سے جرم متخلل کے ساتھ متصل تھی پس یہ نتیجہ دور کا ہے جیسا کہ پنکھے کے ساتھ ہوا جھلی جاتی ہے پس اگر ہوا پنکھے سے ہو تو یہ باطل ہے اور اگر تم سے ہو تو پھر جو چیز اس سے ہے وہ تمہارے ساتھ کیسے متصل ہو سکتی ہے بلکہ اس کے اندر راز یہ ہے کہ ٹھہری ہوتی ہے اور پنکھا اس کو ہلاتا اور جدا کرتا ہے اور جب ہوا تم سے جدا ہو کر ٹھنڈک پاتی ہے تو پھر اس کو تمہاری طرف پہنچاتی ہے اور اسی طرح کل مقامات اور حمام میں ہوتا ہے۔

پس جبکہ نسبت صحیح ہوئی تو بغض و محبت کا تصور ہوا جیسا کہ ایک قوم سے خیال کو قوی کیا پس وہ اس سے مخاطب ہوئے اور قرآن شریف سے اجسام روحانیہ کا مقابلہ مشاہدہ کیا گیا ہے اور برہان اس کی اہل خیر کے نزدیک موجود ہے اور اے مظفو تم یہ کہتے ہو کہ فلک اچھے اچھے

Marfat.com

نغموں کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے پس کواکب تمہارے نزدیک فلک کی روح ہیں پھر جب کہ زندگی بدن کے اندر موجود ہوئی تو روح کے بطریق اولی موجود ہونی چاہیے یہ تلویح کافی ہے جیسے کہ لطیف شربت خلط کے شروع میں عمل کرتا ہے اور جب خلط زیادہ ہوتی ہے دوا کی بھی زیادہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور پھر جب کہ دونوں عالموں کے درمیان میں نسبت کا سبب ہوا کے ساتھ صحیح ہوا تو عشق اور بغض اور امر و نہی اور وصل مالک سے واسطے مخلوک کے صحیح ہوا کیونکہ اعلیٰ جانب اسفل سے زیادہ کشادہ ہوتی ہے اور اعلی جانب کے رہنے والے روحانی عالم اسفل کے حاکم ہیں کیونکہ بادشاہ کی نزدیکی کے سبب سے پہلے فیض نہیں کو پہنچتا ہے اور اس کے متعلق دفع دخل کے واسطے قرآن نے توضیح فرمائی ہے 'عند ملیک مقتدر' عند کا لفظ تو قریب کا ہے اور اہل لغت اس عندیت کے معنی انتہاء عقلوں کے لیتے ہیں پس جب یہ بات تمہارے نزدیک صحیح طور سے ثابت ہوگئی تو اب تم کو اس عالم اعلی کی تمنا کرنی چاہیے اور مشغلات فاسدہ کو ترک کر کے مجاہدہ کے ذریعہ سے ترقی کرو اور جب تک کہ تم اسی عالم اسفل میں مقید ہو اپنے نفس کو کیسے عزت کی نظر سے دیکھ سکتے ہو پس تم کو لازم ہے کہ عالم بالا کی طرف توجہ کرو اور اپنی ہمت کے ساتھ جسم کے مرکب کو قطع کرو تا کہ روح اپنے عالم سے متصل ہو جائے بسبب اس قدیم عشق کے جو اس کے اندر موجود ہے۔

فصل

(زہد کے بیان میں)

کیونکہ لغت میں زہد کے معنی کسی چیز کے واسطے ترک کرنے کے ہیں اس نے تو آخرت کے واسطے زہد کیا اور ایک گروہ نے دنیا کے واسطے زہد کیا اور ایک گروہ نے نہ آخرت کے واسطے کیا نہ دنیا کے واسطے بلکہ ان دونوں کے مالک یعنی خداوند تعالی کے واسطے زہد کرتے ہیں اور یہ تیسرا طریقہ نہایت سخت و دشوار ہے کیونکہ نفس آخرت کا بیان سن کر خوش ہوتا ہے اور راحت پاتا ہے اور جس نے سب کو ترک کیا وہ یہ بھی نہ جانا کہ کس چیز میں اس نے رغبت کی ہے پس وہ مذنب ہوا اور یہ مرض بالکلیہ ہے اس کی دوا ضرور چاہیے اور دوا اس کی ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب نفوس نے اس بات کو جان لیا کہ زمین پر جو چیز ہے ضرور وہ زائل ہونے والی ہے پس پاکیزہ نفوس نے ان پاکیزہ چیزوں کو اپنے اختیار سے بغیر کسی مجبوری کے ترک کر دیا اور

Marfat.com

یہ اور ترک کرنا ایسا ہے جیسے فقیر یا بوڑھا آدمی ایسے گناہوں کو ترک کرلے جن کو کر نہ سکتا ہو اور طلاق مکرہ سے مشابہ ہے اور جب عقلمند نے اس بات کی طرف نظر کی کہ جو عمر گزر گئی ہے اس میں کچھ مزا نہ رہا اور جو باقی ہے اس کو دوام اور ہمیشگی نہیں ہے تب یہ لوگ بطریق منازعہ کلیہ کے ترک دنیا کی طرف رجوع ہوئے اور اس شخص کی مثل بن گئے جس نے دوا کی تلخی پر جلد صحت ہونے کی امید میں صبر کیا اور اس کی اغراض فاسدہ مثل اس مقام کے ہیں جس کے اوپر دھواں محیط ہو اور اس کی اغراض فاسدہ مثل اس مکان کے ہیں جس کے اوپر دھواں محیط ہو اور اس کے اندر موذی جانور اور گزمزہ بھری ہوئی ہوں پس اس کے مالک اس کی صفائی اور ستھرائی کرنے اور اس کے ضرور دور کرنے کی طرف متوجہ ہوئے چنانچہ آنکھ کا دھونا اور پاک کرنا اس کو جھکانے اور ادھر ادھر نہ ڈالنے اور رونے کے ساتھ ہے اور زبان کے اندر جو ناپاکی ہے اس کو ذکر اور استغفار اور ندامت اور اعتذار کے ساتھ دھونا اور پاک کرنا چاہیے اور جب کہ تم کو یہ بات معلوم ہے کہ لشکر بادشاہ کا مطیع حکم ہوتا ہے پس نفرت کے بعد فوراً ہی وہ واپس بھی آجاتا ہے مگر سارا خوف اور اندیشہ بادشاہ کی طرف سے ہے کیونکہ جب فساد اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے تو پھر رعیت کا ٹھکانا نہیں رہتا اس کی خرابی سے ساری رعیت خراب و برباد ہو جاتی ہے اور جب تک عقیدہ سالم ہے تو اعضاء کا علاج نہایت قریب اور سہل ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ابن آدم کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو بدن درست رہتا ہے اور جب وہ فاسد ہوتا ہے تو سارا بدن فاسد رہتا ہے پس سب سے بڑا تمہارا زہد یہ ہے کہ جب تم اس بزرگ طریقہ میں قدم رکھو تو نفس طاہرہ اور جسم کے درمیان میں شہوتوں اور لذتوں کا ترک واقع کرو اور جب نفس ان کو اپنے معشوق کی خاطر ترک کردے گا تو ان سے جدا ہو کر ان کی طرف سے صبر کرے گا اور اپنے معشوق سے جدا نہ ہو سکے گا اور اگر پہلے اس نے مجاہدہ و ریاضت کا کچھ شوق کیا ہے تب اس کی طرف میل کرنے سے طبائع اربعہ پر یہ نفس فوقیت لیجا کر اعلیٰ مرتبہ میں مقرب فرشتوں سے متصل ہوگا اور پاک لوگوں کی ہم نشینی کے ساتھ انوار قرب کے فیض سے مستفیض ہوگا اور ان کی لذت اس کو کھانے پینے کی کل لذتوں سے افضل معلوم ہوگی جیسا کہ عاقل بادشاہ کی ہم نشینی اور قرب سے اپنا حصہ لیتا ہے اور عقلی لذتیں جو علم اور مطربات کے سننے سے حاصل ہوتی ہیں وہ کل و شرب کی لذتوں سے بدرجہا بڑھ کر ہوتی ہیں اور پھر انھیں انوار و فیوض و برکات کے ساتھ نفس نمی آسمان کو طے کر کے اس مقام انوار میں پہنچتا ہے جہاں نہ دن ہے نہ رات ہے کیونکہ دن رات کو خداوند تعالیٰ نے گردش فلک کے ساتھ

Marfat.com

واسطہ کیا ہے اور خیر وخبر کے قضیے انھیں پر مرتب ہوتے ہیں دوسرا فلک قمر کا مرکز ہے اور قمر ان ایک مہینہ کی مسافت میں قطع کرتا ہے جیسا کہ اول ایک شب و روز میں قطع کیا تھا اور اسی طر چوتھا فلک شمس کا مرکز ہے جس کو شمس ایک سال میں قطع کرتا ہے اور پھر اسی طرح افلاک کو ان کے کواکب قطع کرتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں فلک کو زحل قطع کرتا ہے اور پھر اس کے آٹھواں اور نواں آسمان ہے اور اے غافل تو ادنیٰ اور تنگ ہی منزل میں منہمک ہو رہا ہے تجھ یہ خبر نہیں کہ اگر تو کوشش کرے تو یہ پاک روح تیری نویں آسمان جس کو اصطلاح شریعت میں کرسی کہتے ہیں فرشتوں کی ہم نشین ہو سکتی ہے اور وہ مقام عیوب اور امراض اور ہر ایک طرح کی علت اور زنا فعال سے بالکل پاک و منزہ ہے اور اس کا سبب ظاہر یہ ہے کہ ہم فنا کو دیکھتے ہیں کہ وہ سوا اس کرہ خاکی کے رہنے والوں کے اور کسی کے پاس نہیں جاتی ہے کیونکہ اسی کرہ میں رات اور دن کے احوال متغیر ہوتے ہیں اور پھر یہ برہاں بھی اس دعوئی پر موجود ہے کہ نیرین اور کواکب باوجود دائرہ سفلی سے قریب ہونے کے باقی ہیں پھر جو چیز کہ ان سے اوپر ہیں وہ تو اور بھی زیادہ قائم و دائم ہیں اور جب یہ بات جائز ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان میں میدان اور کشادگی و وسعت ہو تو یہ بھی جائز ہے کہ نویں آسمان کے پرے بہت بڑی کشادگی اور وسعت ہے اور چونکہ انوار قدسیہ سے وہ مقام بہت نزدیک ہے اس سبب سے وہ بڑی بزرگی اور بخشش ہوتی ہے اور ارباب نقل کے نزدیک جب یہ بات مسلم ہوئی کہ جرم بازی غیر جرم شمس ہے کیونکہ جرم ناری کے واسطے اعراض فاسدہ مثل دھوئیں وغیرہ کے ہونے کی ضرورت ہے پس وہ ارواح خبیثہ کا مسکن ہوا کیونکہ جب دنیا نے ان کو بھاری کر دیا ہے اور جب وہ محل اعلیٰ کی طرف ترقی کرنے کا قصد کرتی ہیں جب ہی عالم سفل کا شوق ان پر غالب ہو کر ان کو نیچے دھکیل دیتا ہے اور یہی اس آیت کا مضمون ہے ''واما من اوتی کتابه ورآء ظهره'' اور جو روحیں جب دنیا سے پاک ہوتی ہیں وہ اپنے شوق کے ساتھ محل اعلی میں ترقی کو جاتی ہیں اور یہی اس آیت کے معنی ہیں ''واما من اوتی کتابه بیمینه'' پس سب ظلمتوں سے بڑھ کر نفس کی وہ ظلمتیں ہیں جن سے یہ تجاوز نہیں کر سکتا ہے اور اس کا وہ طائر ہے جس کو وہ چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتا و کل انسان الزمناه طائره فی عنقه''۔

اور جبکہ یہ براہین صحیح ہو گئیں تو یہ بات ثابت ہوئی کہ وہاں ایک نعمتوں کا گھر ہے جس میں خدا نے اپنے دوستوں کے واسطے نور اور حور و قصور اور قطوف دانیہ اور غرف عالیہ سے بے حد و نہایت مہیا کیا ہے پھر جو شخص یہ خیال کرے کہ وہ دار القرار کا درہم اور دنیا کی محبت کے ساتھ

Marfat.com

مالک ہوگا تو یہ خیال اس کا باطل ہے زہد کا سب سے بڑا درجہ نفس کا جسم کے اندر زہد کرنا ہے
تا کہ اس کی ظلمتوں کو قطع کر کے اس کی لذتوں اور خواہشوں کو ترک کرلے اور اس کے اندر جو
مصائب وشدائد اس کو درپیش ہوں ان سب کو گوارا کرنے پس جب وہ ان خواہشوں کو چھوڑ
دے گا تب اس کے اندر نیک باتوں کے آنے کی گنجائش ہوگی چنانچہ سب سے پہلے مرید جن
اخلاق ضمیمہ سے اپنے نفس کو پاک کرلے وہ یہ ہیں طمع تکبیر بخل ریا اور حسد من اخلاق ناپاک کو
نفس کے کتے اور درندے سانپ وبچھو سمجھا چاہیے جب بندہ مرجاتا ہے تو یہ سب درندے اپنے
اپنے بھٹوں اور بلوں سے نکل کر نفس کو تکلیف اور عذاب پہنچاتے ہیں اور جہل کو بڑا زدہا اور رسم
قاتل سمجھنا چاہیے پس جب نفس ان اخلاق ضمیمہ سے پاک ہوکر اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہوتا ہو
زہد کے ابتدائی درجہ میں پہنچتا ہے اور نور عقل کے بازو قوی ہوتے ہیں اور دریائے یقین میں یہ
تیرنے لگتا ہے راستی کا قاصد اس کے دل سے غفلت کا پردہ اٹھا دیتا ہے پس دراصل روز آخرت
کا یہی توشہ بھروسہ ہے اور نفس کو جس بات کی عادت ڈالو اسی سے اس کو الفت ہو جاتی ہے بلکہ
اس کا عاشق وگردیدہ ہو جاتا ہے نفس کو طبائع اربع سے کیا نسبت کہ وہ ان کی طرف بالکل ہی
مائل ہو جائے نفس سماوی ہے اور یہ ارضی ہیں جو الفت کے ان درمیان میں ہے یہ فقط ہم صحبتی
کے سبب سے ہے پھر جس وقت سوار اپنی سواری سے جدا ہوتا ہے تو سواری کو آرام ملتا ہے پس
بدن روح کا مرکب یعنی سواری ہے اور اگر تم اس کو روح کا محبوب بناؤ گے تو پھر یہ روح کے
ساتھ رہے گا اور کبھی اس سے جدا نہ ہوگا اور سکرات موت میں جو سختی روح کو درپیش ہوتی ہے وہ
صرف بدن کے ساتھ اس کے عشق ہی کے سبب سے ہوتی ہے کیونکہ روح اس کے سوا کسی کو اپنا
محبوب نہیں جانتی لہذا اس کی مفارقت روح کو گوارا نہیں ہوتی اور روح کا بدن ہے اس درجہ عشق
کرنا بالکل روح کی خطا ہے اور بادشاہ کا قرب ہر حال میں بہتر ہے پس تنہائی کی اشد ضرورت
ہو تو اپنے اختیار سے اس کی عادت ڈالنی چاہیے دنیا میں زاہدوں کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دنیا کے
بادشاہ ان کے در پر حاضری دیا کریں جیسا کہ شارع علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ زاہدوں نے
دنیا کی حرمت اور آخرت کی نعمت کے ساتھ کامیابی حاصل کی اگر تم شریعت کے قائل ہو تب تو تم
کو طریق محمدی کا پابند ہونا چاہیے اور اگر تم اہل عقل کے طریق پر ہو تو افلاطون اور سقراط کا طریق
اختیار کرو اور جبکہ تم کو یہ بات معلوم ہے کہ شہد مکھی کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے اور بڑا قیمتی کپڑا جو حریر
ہے کیڑے کے لگے ہوئے جالے سے بنتا ہے اور سب سے عمدہ پینے کی چیز دنیا میں پانی ہے اور
پینے والے اس میں ایک طریقہ پر ہیں۔ پھر گھوڑا ہے اور سوار اس کا اور ہے پھر عورتیں ہیں ان

Marfat.com

کے ساتھ جو مشقت اور تکلیفیں ہیں وہ ظاہر میں پھر چاندی اور سونا ہیں جو ایک قسم کے پتھر ہیں اگر کل بادشاہ ان کے مسوخ کرنے پر متفق ہو جائیں تو ان کی کچھ قیمت نا رہے اور باوجود ان سب باتوں کے تم یہ سمجھتے ہو کہ ان ساتوں باتوں کے ترک کرنے سے تم کو زہد حاصل ہو جائے گا جو یہ ہیں[1] "من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذهب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث" اور تم کو یہ خبر نہیں کہ سات چیزیں پوشیدہ تمہارے اندر گھسی ہوئی بیٹھی ہیں ان کو بھی نکال کر باہر کرنا چاہیے اور وہ یہ ہیں عجب تکبر بدگمانی، بخل، حسد، بغاوت حد سے زیادتی، پس ان باتوں میں زہد کرنا بہت بہتر ہے دیکھو بزرگان سلف بڑے مالدار تھے مگر اپنے مال کو وہ راہ مستقیم میں خرچ کرتے تھے اور دل ان کے مال کی محبت سے پاک وصاف تھے بخلاف تمہارے کہ تم لوگوں کے دل مال کی محبت میں پھنسے ہوئے ہیں جیسا کہ ظاہری طہارت ظاہری آداب کے ساتھ ضروری ہے ایسے ہی قلب کی طہارت باطنی آداب کے ساتھ فرض ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ بظاہر تو تم پروردگار کی نماز پڑھتے ہو اور دل میں خواہشوں کے متعلق فکر کر رہے ہو حالانکہ اس بات کو بھی جانتے ہو کہ تمہارا دل خدا کا گھر ہے اور اس کی رحمت کا محل اور علم کا سرچشمہ اور ملائکہ کا جائے وقوع اور ذکر کی جگہ اور روح کا میل اور حکم کی لوح اور عقل کا آئینہ اور یقین کا چراغ ہے مگر یہ سب باتیں تم سے تخلیط اور غفلت کے سبب سے پوشیدہ ہیں اور تم ایمان کے نور سے اپنی طبیعت کے اندھیرے کی طرف گناہ کے پردے کے پیچھے واپس ہو گئے ہو اور اسی سبب سے یہ انوار تم پر پوشیدہ ہیں جیسا کہ بادل کا پردہ آفتاب کے رخ روشن کو پوشیدہ کر لیتا ہے اور مٹی پانی کے چہرہ کو چھپائے ہوئے ہے جب تم اس کو دور کرو گے تو اس تک پہنچ جاؤ گے اور الہام کے ذریعہ سے مخفی اور لدنی علوم تم پر منکشف ہو نگے لوح جب کہ اوپر ہے اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کے سوا وہ کسی بات کی گنجائش نہیں رکھتی تو پس تم اپنے دل کو آفات ذمیمہ سے دھو کر صاف کر لو تا کہ وہ علوم جو حد وحصر سے باہر ہیں اس کے اندر منقش ہوں تم شرع کی رو سے اس بات کو جانتے ہو کہ گھر میں بچھونے پر کتے کی تصویر کے ہونے سے فرشتہ اندر نہیں آتا ہے پھر باوجود اس کے تم نے اپنے دل کے اندر سات کتے بلکہ زیادہ مثل حرص وغرور وبخل وغیرہ کے باندھ رکھے ہیں پھر جس شخص کے دل میں یہ آفات بھرے ہوئے ہوں اس بات کی آرزو کیسے کرتا ہے کہ نسیم قرب ان کے اوپر چلے کیونکہ یہ آفات قلب کے کتے ہیں جب نفس دنیا میں زہد اختیار کرنے سے عاجز ہو اور شہوتوں کی طرف مائل ہو جائے تو

---

[1] سونے اور چاندی اور عمدہ گھوڑوں اور عورتوں اور فرزندوں اور مویشی اور کھیتی سے۔

Marfat.com

اس کو خطاب وسنت کے وعظ ونصائح سنا کر تنبیہ کرو اور اخلاق حمیدہ کی اس کو عادت ڈالو کیونکہ خیر سعادت ہے اور شر لجاجت ہے جو شخص یہ جانتا ہے کہ وہ آخرت کی طرف راستہ چل رہا ہے تو اس کے واسطے ضروری ہے کہ کچھ سامان بھی تیار کرے اگر تم نے دنیا کو طلاق دیدی تو بہتر ہے ورنہ پھر وہ خود تم کو طلاق دے دے گی اور تمہارے اور اس کے درمیان کا وصل فنا کی چھری سے کٹ جائے گا اور جب یہ طریق علم اخلاص کے ساتھ تمہارے واسطے درست ہو جائے تب تم ملائکہ مقربین کا حیات ابدی اور سری لذتوں میں اختیار کرو اور فردوس اعلیٰ میں بادشاہ بزرگ کے زیر سایہ اعتدال کی جگہ میں رہو کیونکہ وہاں رات ودن نہیں ہوتا اور گردش افلاک سے ایسے نغمے سنائی دیتے ہیں جن کی لذت وسرور سے ہوش وہواش گم اور عقل زائل ہو جاتی ہے اور نفس اہل قدیم کے پڑوس میں اس عقل کے فعال کے پاس رہتا ہے جس کے پرلی طرف واسطہ عالم نفحہ ہے جو فیض الٰہی سے صادر ہوتا ہے پس کیسی خوشی اور مبارک باد ہے اس نفس کے لئے جو پاک اور پاکیزہ ہو گیا بے شک لوگ سوتے ہیں جب مریں گے تو اسی وقت بے دار ہونگے۔ کیونکہ اس وقت اجسام کثیفہ سے ان کی مفارقت ہو گی اور نیز نفس بدن کا خادم ہے اس کی اغراض حاصل کرنے کے واسطے اور وہ اس کا والی ہے پس جب وہ اس شہر کی حکومت سے معزول ہو جاتا ہے تب ہر چیز اپنے اصل محل کی طرف رجوع کرتی ہے اور جب معاد اور ارواح واجساد کے جمع ہونے کا وقت آوے گا قیامت کبریٰ اپنے معجزات کو ظاہر کر کے مستحق ہو جائے گی اور دردناک عذاب آنکھ سے دیکھا جائے گا معاذ اللہ کے متعلق کچھ اختلاف نہیں ہے صرف اختلاف اس بات میں ہے کہ وہ ارواح کے واسطے ہے اجساد کے واسطے نہیں ہے اور یہ بات قبیل تعجیز سے ہے کیونکہ جس قدرت والے نے پہلے جسم کو پیدا کیا تھا وہی اس کو دوبارہ پیدا کرنے کا بھی قادر ہے اور بدن روح کی طاعت اور معصیت دونوں میں شریک حال ہے جیسا کہ ایک اندھا اور ایک اپاہج مل کر کوئی جرم کریں تو اس کی سزا کے دونوں مستحق ہونگے یہ اشارہ سمجھنے والے کے واسطے کافی ہے اور جب کہ تم اس بات کو جانتے ہو کہ دنیا مثل تمہارے سایہ کے ہے اگر تم اس کو پکڑنا چاہو گے تو وہ تمہارے ہاتھ نہ آئے گی اور تم عاجز ہو گے اور اگر تم اس سے روگردان ہو کر چلے جاؤ گے تب وہ تمہارے پیچھے ہو گی اور یہی حضور ﷺ نے اپنے پروردگار سے روایت فرمایا ہے کہ وہ فرماتا ہے اے دنیا جس نے میری خدمت کی ہے اس کی تو خدمت کیجیو اور جس نے تیری خدمت کی ہے اس سے تو خدمت لیجیو۔

اور جب تم نے جان لیا کہ دنیا کا یہ حال ہے اور اس کی نعمتیں ہمیشہ ایک قوم سے

Marfat.com

دوسری قوم کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہیں اور آدمی اپنے آئندہ وگزشتہ کے متعلق کچھ فکر نہیں کرتا ہے کہ کیا تھا اور کیا ہوگیا اور اگر کسی تکلیف سے اس کو راحت ملتی ہے تو اس تکلیف کو ہرگز یاد نہیں رکھتا اور جب روح جنتی ہوتی ہے تو موت کی تکلیف اس کو کچھ نہیں معلوم ہوتی۔

تم نہیں دیکھتے ہو کہ لوگ فانی ریاست کی تلاش میں کس طرح سے کوشش کرتے ہیں پس اسی طرح جو شخص دار بقاء کی قدر و قیمت کو جانتا ہے اس کے واسطے کیوں وہ کوشش نہ کرے گا حالانکہ دار البقاء کی وہ سلطنت ہے جو کبھی زائل نہیں ہوتی تم اس بات کو جان چکے ہو کہ زہد دنیا میں عزت اور آخرت میں نعمت اور بدن کی راحت اور لوگوں سے تونگری اور خدائے کریم کے ساتھ مشغولی کا موجب ہے میں نے حتی الوسع خوب نصیحت کر دی ہے مگر تم لوگ نصیحت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتے۔

فصل

روح کے بیان میں

چونکہ موت اور روح اور ان دونوں کے اسرار کے متعلق کلام کرنا ضروری تھا اس سبب سے پہلے روح کے متعلق گفتگو شروع کی گئی ایک طائفہ اپنے گمان میں یہ سمجھتا ہے کہ روح ارض ہے اور ایک طائفہ یہ کہتا ہے کہ وہ جسم لطیف ہے فنا کو قبول نہیں کرتی اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ روح ایک جوہر بسیط روحانی مدرک حساس ہے جسم سے منتقل اور جدا ہونے کے وقت علوم کی صورتیں اس کے اندر منتقش ہو جاتی ہیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شریعت نے روح کی نسبت گفتگو کرنی منع کر دی ہے کیونکہ فرمایا ہے کہ ''قل الروح من امر ربی'' یہ خیال ان لوگوں کا غلط ہے کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ شارع نے روح کے اندر خوض کرنے کو منع فرمایا ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ خود شارع علیہ السلام نے اپنے کلام میں فرمایا ہے کہ جو تم میں سب سے زیادہ اپنے نفس کو جانتا ہے وہی سب سے زیادہ اپنے رب کو جانتا ہے۔

شارع علیہ السلام اگر کامل تھے تو بیشک انھوں نے روح کو جانا تھا اور اگر ناقص تھے تب ان کو مبعوث ہونا جائز نہیں اور صرف عوام الناس اور جہلاء کو خوض کرنے سے منع فرمایا ہے صحیح بات یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح عقلی و نقلی دلائل کی رو سے باقی رہتی ہے نقلی دلائل یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ''لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند

Marfat.com

ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم"۱ اور یہ حال ہے درست نہیں ہے کہ قدرت میں موت کے اندر تخصیص اور عموم ہو اور فرماتا ہے ۲"النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا" اور فرماتا ہے "رزقھم منھا بکرۃ وعشیا" تمثیل مخاطب کے سمجھانے کے واسطے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جنت میں رات دن نہ ہونگے تو پھر صبح شام کہاں ہوگی اور حدیث میں وارد ہے کہ مومن کی روح جنت کے درختوں میں پھرے گی اور ان کے پھل کھاوے گی اور انکی نہروں کے پانی پیئے گی اور پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیل میں جا کر آرام سے جا کر قیامت تک رہے گی

اور برہان عقلی یہ ہے کہ ہمیت کو اس کی صورت میں بالکل کامل دیکھتے ہیں موت سے کوئی نقص ان کے اندر پیدا نہیں ہوتا صرف حرکتیں اور نطق اور عقل اور کل وہ صفات جن سے انسان اور بہائم میں فرق معلوم ہوتا ہے جاتی رہتی ہیں پس موت روح اور جسم کے درمیان میں فاصلے سے عبارت ہے جب یہ جسم روح سے جدا ہوتا ہے تو روح اپنے عالم اول کی طرف رجوع کرتی ہے جس کو ہم عرش اور یہ لوگ یعنی فلسفی عقل فعل کہتے ہیں ساتھ اپنے گھر کو واپس ہوتی ہے اور اگر شوق اس کا محل سفلی کی طرف غالب ہوتا ہے تب وہ گناہوں کے بھاری بوجھ کے سبب سے اوپر کو اڑ نہیں سکتی اور نہ نیک لوگوں میں جا کر شریک ہو سکتی ہے یہی بندہ کا بہت بڑا گناہ ہے اور اسی کے سبب اس کو دوزخ میں عذاب کیا جاتا ہے اور اس راز کو حضور ﷺ نے اس کلام میں ظاہر فرمایا ہے کہ نیک لوگوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں جنت کے اندر چرتی پھریں گی اور جب شوق جسم کی طرف غالب ہوگا تو روح اپنے گناہوں کے مواخذہ میں گرفتار ہوگی اور سب سے بڑا گناہ اس کا اپنے غیر جنس یعنی جسم سے محبت کرنا ہے اور جوں جوں جسم مضمحل اور فنا ہوتا جاتا ہے اسی قدر روح کا اشتیاق بھی اس کی طرف کم ہوتا جاتا ہے اور دوسرا شوق یعنی بلند مکان کا قوی ہوتا جاتا ہے اور اسی سبب سے حضور ﷺ نے فرمایا ہے جس قدر دیر تک بندہ کا جسم قبر میں رہتا ہے اس کے گناہوں میں تخفیف ہوتی ہے اور دلیل اس معنی کی یہ ہے کہ اہل میت کے دل اس کے اشتیاق میں ہوتے ہیں اور جس وقت سے اس کا جسم قبر کے اندر مضمحل ہونا شروع ہوتا ہے ان کے رنج و غم میں بھی کمی پڑ جاتی ہے اور یہی معنی کسی شاعر نے اس شعر میں نظم کیے ہیں

۱ ان لوگوں کو مردہ نہ سمجھو جو راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس خوشحال ہیں۔

۲ دوزخ پر صبح و شام لائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

الی الحول تم اسم السلام علیکما

ومن .. حولاً کافلا فقد اعتد

صرف راز جو ہے وہ اس روح کی وضع اور اس بدن کے ساتھ اس کی بلابشت میں ہے باطن اور ظاہر سے اور یہ جسم روح کا مرکب ہے تا کہ اس پر سوار ہو کر وہ ان علوم سے جو اس کی ذات میں مرتسم ہیں اپنے مقاصد کو حاصل کرے جب تم یہ چاہو کہ تمہارا نفس علوی اور رفیق اعلیٰ کی طرف راغب ہو پس تم اس کی صفات وسمیہ کو دور کرنا اور صفات حمیدہ کے ساتھ اس کو آراستہ کرنا شروع کرو مثلاً بخل کے بدلہ سخاوت اور کنجوسی کے بدلہ بخشش اور جہالت کے بدلہ علم اور انکار کے بدلہ معرفت اور شر کے بدلہ خیر حاصل کرو اور شبہ کے اندھیروں سے نکال کر نور جلال کی طرف اس کی رہنمائی کرو اور تکذیب سے تصدیق میں اور بطالتہ سے خدا کے ساتھ مشغولی میں اور تزکیہ نفس کے واسطے خلوت اختیار کرو۔

ان سب باتوں کے بجالانے سے تمہارا نفس ربانی قوی ہو کر درجہ کمال کو پہنچے گا اور اس وقت تم سے اعلیٰ علیین کی طرف منجذب ہونے میں جھگڑے گا اور تم اس وقت ملائکہ مقربین کے مرتبہ میں ہو گے اور عرش اور لوح کا جمال تمہارے سامنے ہو گا اور تم عقل فعل سے قوت الٰہی اور فیض الٰہی حاصل کرو گے اور اپنے جسم اور نفس کے درمیان میں قطع شہوت اور ہلاک لذت کے ساتھ ڈال لو گے پس جسم کے اندر نفس کا زہد پیدا ہو گا اور جسم سے جدا ہونے کی خواہش ظاہر ہو گی تا کہ دار ابدی میں لذت سرمدی حاصل ہو اور اگر نفس پر جسم کا عشق غالب ہوا تب نفس جسم سے جدا ہونا نہ چاہے گا اور نہ اس کو اوپر کی طرف ترقی کرنے دے گا ''ان الذین کذبوا بایاتنا واستکبروا عنھا لا تفتح لھم ابواب السمآء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط'' [1] پس جب اس بات پر برہان قائم ہو گئی کہ پاک روح اعلیٰ محل کی طرف ترقی کرتی ہے اور اپنے اختیار کے ساتھ آزاد ہوتی ہے بخلاف فلاسفہ اور اپنے لوگوں کے پاس آتی جاتی اور اپنے ابنا جنس سے ملاقات کرتی ہے اور ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ روحیں ایک دوسری کے پاس آتی جاتی ہیں اور نئی آنے والی روح سے دنیا کے حالات دریافت کرتی ہیں وہ ان سے بیان کرتی ہیں اور فرمایا ہے کہ بعض روحیں گونگی ہوتی ہیں بول نہیں سکتیں اور یہ ان لوگوں کی روحیں ہیں جو بغیر وصیت کیے مر گئے ہیں

[1] بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تکبر کیا ان کے واسطے آسمان کے دروازے نہ کھلیں گے اور نہ وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نکل جائے۔

Marfat.com

اور وجہ شرعی کے موافق پس روحیں جو صورت چاہیں پرندے وغیرہ کی اختیار کر سکتی ہیں ان فرشتوں پر قیاس کر کے جو انسانوں کی صورت بن کر پیغمبروں کے پاس آئے ہیں پس قرب ملائکہ سے ان کے استقرار کے سبب محل سے انھوں نے اس چیز کی استمداد لی ہے جو جو ہر خاصیت اکتساب ملائکہ سے انھوں نے کسب کیا ہے پس اگر طبعاً ہے تو وہ انھیں کی مثل ہے اور امیر المؤمنین علیہ السلام نے باوجود اپنے علم اور فہم کثیر اور مشکوۃ انوار نبوت سے قریب ہونے کے فرمایا ہے اور حالانکہ آپ چراغ ہدایت کی بتی اور زیتون ابراہیمی کے روغن تھے کس طرح مصطفیٰ کے در پر کھڑے رہے پھر انھوں نے ان سے جو کچھ شکایت حال کہنا تھی وہ کہی۔

اور بے شک قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے اور خاصیت مثل اتصال شمع کے ہے ساتھ مسموع کے اور تظر کے ساتھ منظور کے۔

الغرض کوئی نفس خواہ نیک ہو یا بد ہو موت اس کے واسطے راحت ہے اور خوف صرف روح کے جسم سے مفارقت کرنے کا ہوتا ہے اور موت کی مثال نشہ کی سی ہے پھر جب روح بدن سے نکل جاتی ہے تو اس کا خوف واپس آ جاتا ہے اور بھاری بوجھ اس پر سے دور ہو کر صفت کمال کی طرف روح رجوع کرتی ہے اور جو علوم یا اعمال اس نے کسب کیے تھے وہ سب اس کو یاد آ جاتے ہیں اور اسی سبب سے اشارہ کیا ہے کہ لوگ (دنیا میں) سوتے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہونگے بہر حال موت اہل عقل کے نزدیک بندہ کے واسطے زندگی سے بہتر ہے کیونکہ اس میں رب العالمین سے نزدیک رہنا ہوتا ہے۔

فصل

موت کے بیان میں

اور جبکہ موت سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑھ کر حادثہ ہے کیونکہ اس سے زیادہ اور کوئی ہولناک بات مخلوق نے نہیں دیکھی ہے اور اس میں کسی کو شک نہیں ہے کیونکہ برہان اس کی اجماع اور تصدیق ہے اور اسی شخص سے تعجب ہے جو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور پھر دوسرے سے دلیل مانگتا ہے اور یہی قیامت صغریٰ ہے یعنی جب زندگی کا آفتاب جاوے

Marfat.com

اور صفات کے ستارے جھڑ پڑیں اور معانی کی اونٹنیاں چھٹی پھریں اور جہل کے وحشی جانور عقل کی چراگاہ میں جمع ہو جائیں اور عافیت کے دریا بیماریوں کی آگ سے پاٹ دیے جائیں اور صاف نفوس کے دریا بیماریوں کی آگ سے پاٹ دیے جائیں اور صاف نفوس کے علم سے اور غیر صاف کے ظلم سے شادی کی جائے اور دیوان تطر کے سامنے اعمال نامے پیش کیے جائیں اور سرکشی کا دوزخ ظاہر کیا جائے اور ایمان کی جنت آراستہ کی جائے پس اس وقت ہر نفس جان لے گا کہ اس نے توحید سے کیا آگے بھیجا اور اس نشا کی سختی سے آسمان نفس انتشار کواکب عقل کے ساتھ پھٹ جاتا ہے اور بندہ دو منزلوں کے درمیان رہتا ہے کیونکہ اگرچہ اس سے دنیا کے وسوسے اور خیالات منقطع ہو گئے مگر آخرت کے اسرار پر منکشف نہیں ہوئے یہاں تک کہ جب اس نے فرشتے کی صورت دیکھی اس کا نفس اپنے مقناطیس کی تلاش میں اڑا کیونکہ اس میں یہی خاصیت ہے کہ جو اس کی صورت دیکھتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے یہ بات ایسی نہیں کہ کوئی شخص اس کا انکار کر سکے کیونکہ بعض سانپ اس قسم کے ہوتے ہیں جب کوئی شخص ان کی طرف نظر کرتا ہے تو فوراً مر جاتا ہے اور فرقہ دہریہ کے لوگ اس کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں یہ بات کیسے ہو سکتی ہے کہ ایک فرشتہ آسمان میں رہتا ہے اور زمین والوں کی روحیں قبض کرتا ہے۔ معتبر لوگوں نے بیان کیا اور دیکھا کہ ایک شخص نے سانپ کو مارا سانپ نے اس کے کاٹا اور وہ شخص اسی وقت مر گیا اور سانپوں کی ایک قسم ایسی ہے غرض یہ کہ خواص بہت ہیں جن کا یہ مختصر بیان کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں قبض روح کس طرح ہوتی ہے حالانکہ بندہ اپنے روح کے قبض کرنے والے کو نہیں دیکھتا ہے اور عقل کی آنکھ سے بار ہا ریکھا گیا ہے۔ کہ جب لوگ سوتے ہیں اور خواب دیکھتے ہیں تو اس کا حال اس کے پاس والے کو بھی معلوم نہیں ہوتا ہے چاہے وہ سوتا ہو یا جاگتا ہو اور خواب ان کے نزدیک ایک عرض ہے جو کل عروق میں حلول کرتی ہے اور حرارت یا برودت کے ساتھ خشک ہو جاتی ہے انفاس متحرکہ کی خاموشی کے ساتھ پھر جب وہ بخار جو لحم صنوبری یعنی دل سے اٹھتا ہے اور خون سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے پرلی طرف لطیفہ آلہیہ ہے جس کے آگے یہ بخار مثل پردہ کے ہے اور یہ بات بھی قابل انکار نہیں ہے کہ وہ نفس موی اور روحانی ہے پس حرکت اور سکون اس کے اندر وموبت کی وجہ سے ہے اور علم اور حقائق معلومات کے درمیان میں فرق صفات روحانیت سے ہے اور عقل بھی اس کے انوار میں سے ایک نور اور اس کے زیوروں میں سے ایک زیور ہے پھر جب نفس تمام بدن سے جمع ہو کر گون کے سوراخ میں پھینکتا ہے تو لطیفہ عرش قلب کے نزدیک جمع ہو کر حلقوم سے نکلتا ہے اور پوشیدگی کے ساتھ منجذب ہو جاتا ہے

Marfat.com

کہتے ہیں کہ روح اگر جوہر بسیط یا جسم لطیف ہوتی تو آنکھ اس کو ضرور دیکھتی اور یہ غیر ممکن ہے کیونکہ دیکھنے والی روح اس جسم خاکی اور ناجاجیہ طینی کے اندر اس کو مشاہدہ نہیں کر سکتی ہے کیونکہ اپنی غیر جنس کے ساتھ محجوب ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے گھر میں بیٹھا ہوا آدمی نہیں دیکھ سکتا ہے کہ دیوار کے پیچھے کون ہے اور جب یہ روح بدن سے نکل کر اہل قرب و یقین کے مقام پر پہنچتی ہے تو اس کی علمی قیمت قوت اور اعمال کے موافق ملاء اعلیٰ کا مشاہدہ اس کو میسر ہوتا ہے اس واسطے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنی میت کے سامنے قرآن پڑھا کرو کیونکہ قرآن کی خوش الحانی اور اس کی معانی کے سننے سے موت کی سختی آسان ہوتی ہے اور جیسا کہ گانا سننے سے اونٹ بآسانی منزل طے کرتا ہے اسی طرح قرآن سننے سے دنیاوی ہوسے دل سے منقطع ہو کر قلب خدا کی طرف مشغول ہوتا ہے اور سکرات موت اس پر آسان ہو جاتے ہیں اور وہ غم کے دریاؤں میں غوطہ کھانے لگتا ہے یہاں تک کہ سر الٰہی پر اس پر منکشف ہوتے ہیں پھر اس کے بعد روح جسم سے نکل کر ہر ایک رگ و پے سے صاف ہوتی ہے اور اس مصیبت سخت سے نجات پا کر آباد کرتی ہے اور نجات پانے کی مبارک باد اس طرح اس کو سنائی جاتی ہے[1] "الذین تتوفھم الملٰئکة طیبین یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنة بما کنتم تعملون" یہ خطاب اس شخص کے واسطے ہے جس نے اپنے نفس کو پاک و صاف کیا ہے اور دنیا کے تعلقات کو ترک کر کے جہالت کے اندھیرے سے بالکل باہر نکل آیا ہے اور صرف ایک طرف اپنے خیال کو متوجہ رکھا ہے پس یہ نفس جو کچھ دیکھتا ہے وہ اس طرح دیکھتا ہے جیسے سونے والا خواب میں دیکھتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ سونے والے کی حالت جاگ اٹھنے سے جاتی رہتی ہے اور اس نفس کی حالت ہمیشہ اسی طرح قائم و دائم رہتی ہے اور جس قدر نفس کے اندر علم کی قوت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر نعمتوں میں اس کا حصہ زیادہ ہوتا ہے۔

[2] "قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون" پھر اس کے بعد معاد باقی رہتی ہے پس انھیں کے پاس ارواح صافیہ کا عقل فعل کے پاس رہنے کے واسطے اور ہر چیز کے اپنے عنصر کی طرف عود کرنے کے واسطے محشر ہے اور نفس اپنی پاکیزگی کو وطن کی طرف ہونے کے وقت پاتا ہے تم نے نہیں دیکھا کہ مسافر کا دل ہمیشہ اپنے وطن کے شوق میں لگا رہتا ہے اور اگر یہ

---

[1] وہ لوگ جن کے پاس فرشتے اخوت کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم پر سلامتی ہے اپنے عملوں کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔

[2] کہہ دو کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے ہیں۔

Marfat.com

شخص مسافر فقیر ہوتا ہے تو دنیا کی محبت اور اس کے حاصل کرنے کا فکر اس کو وطن کی محبت کے یاد دلانے سے باز رکھتی ہیں اور دنیا کا عنقریب زائل ہونا ایک بدیہی بات ہے اس کے واسطے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم اپنے نشینوں کو روز یہاں سے سفر کرتے ہوتے دیکھتے ہیں۔

پھر تم کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ جو علم تمہارے کام آئے گا اور قبر میں تمہارے ساتھ جائے گا وہ کون سا علم ہے یہ بیع وسلم اور فرائض کا ہے یا احکام نکاح وطلاق یا مسائل جنایات کا علم ہی نہیں ان علموں کو شارع علیہ السلام نے انتظام وسیاست کے واسطے قائم کیا ہے ورنہ قبر میں نفع دینے والا علم وہ ہے جو نفس کی ذات میں مرتسم اور منتقش ہو گیا ہے۔ جس وقت بندہ کو قبر میں رکھتے ہیں خدانخواستہ یہ بندہ گناہ گار ہے تو اس پر انتقام کے افعی (سانپ) نکل پڑتے ہیں اور اس کی جہالت کی صورتیں اس کے افعال ناشائستہ کے سبب سے ان کو حرکت دیتے ہیں اور ندامت کے بچھو اس کو کاٹنا شروع کرتے ہیں اور اپنی ذلت کے واسطے یہ روتا ہے اپنے جسم کو یاد کر کے نہیں روتا اور وہیں یہ عقل کی میزان اور علم کی مثقال کو دیکھتا ہے اور وہ میزان عقل ہوتی ہے لکڑی کی نہیں ہوتی اور اس کو اس دلیل سے سمجھنا چاہیے کہ اندھے کے پاس اگر کوئی چیز وزن کی جائے تو وہ اس کو نہیں دیکھ سکتا کا ہے کیونکہ اس کے پاس دیکھنے کا آلہ ہی ندارد ہے اور نظر ایک واسطہ ہے جو مشاہدہ کو قلب کی طرف منتقل کرتا ہے اور قلب فکر کے طریق پر صورتوں کو روح کی ذات میں جو نفس لطیفہ الٰہیہ ہے مرتسم کرتا ہے اور مقاصد ربانیہ کے موجود نہ ہونے کے وقت شارع علیہ السلام نے جاہل کے حق میں لوگوں سے فرمایا ہے کہ اس کے واسطے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال کیا جارہا ہے تیری صفات مذمومہ ہی کی آفتیں جب قبر کی تنگی میں تجھ پر ظاہر ہونگی تو منکر ونکیر وغیرہ سے تجھ کو کافی ہونگی اور اگر تیرے اوصاف ان مذمتوں سے پاک اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ ہیں تو یقین صاف ہو کر قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بن جائے گی اور اس کے حاصل کردہ علم توحید کے نور کے ساتھ عقل کا آفتاب چمکے گا اور یہی علم آخرت میں نفع دینے والا ہے "نورھم یسعی بین ایدیھم"۔ قیامت صغریٰ یعنی موت کے بیان میں یہ فعل کافی ہے اس شخص کے واسطے جو اہل یقین میں سے کلام کو سمجھتا ہو ان لوگوں کے واسطے ایسے درجے ہیں جو نور عقل اور صفاء علم ہی سے ادراک کیے جاتے ہیں پس موت اس جدائی سے عبارت ہے جو بدن اور روح کے درمیان میں واقع ہوتی ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ فکر اور وہم نفس کی ذات کے ساتھ متعلق نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں دماغ

Marfat.com

کے اگلے حصہ میں ہیں پس جب روح اس کو معدوم کرتی ہے تو عالم ہو جاتی ہے اور غذا اس کی وہ معلوم ہوتے ہیں جو اس کے پاس ہیں اگر یہ روح جاہل ہوتی ہے تب نہایت رنج و غم کے ساتھ کہتی ہے [۱] "یا حسرتی علیٰ مافرطت فی جنب اللہ" اور شرح شریف اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ روح گناہ اور صواب کی باتوں کو سمجھتی ہے اور اگر وہ گناہ گار ہے تو گناہوں کی قید میں اس طرح گرفتار ہوتی ہے جیسے اندھا آدمی چورا ہے میں پھنس جاتا ہے نہیں جانتا کہ اس کے مقصد کا کونسا راستہ ہے پس اسی طرح یہ روح قبر کی دیواروں میں ٹکراتی پھرتی ہے اور اگر یہ روح گناہوں سے پاک ہے تب یہ انبیاء کرام کے مقام میں ترقی کر جائے گی۔

معلوم ہو کہ سعادت اور شقاوت کی اصل دنیا کی محبت اور اس کا بغض ہے پس جو شخص چاہے اس کی محبت کمتر کرے اور جس کا جی چاہے اس کو بڑھائے۔

فصل

(قیامت صغریٰ اور کبریٰ کے بیان میں)

اما بعد پس تم موت سے بہت بڑے خطرہ میں ہو اور راز اسکا روح والوں میں زیادہ تر ہے اور پھر اسکے باوجود متعلق اختلاف کیا ہے۔ گرم ٹھنڈے اور تر یا خشک مرض کے پیش آنے میں جو فساد صورت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دو قیامتوں کا متضمن ہے ایک صغریٰ اور ایک کبریٰ پر کبریٰ کے احوال اور خوفناک باتیں تو تم کو معلوم ہیں مگر ہم اب تم سے صغریٰ کا حال بیان کرتے ہیں تا کہ تم کو اسرار اور معانی قرآن کا علم ہو جب تمہارے عقل کا سورج لپٹ جائے گا اور تمہارے حواس کے ستارے جھڑ پڑیں گے اور تمہارے ذہن کی اونٹنیاں چھٹی پھریں گی اور تمہارے جہل کے وحشی جانور جمع ہونگے اور تمہارے علم و عمل سے تمہاری شادی ہو جائیگی اور تم کو اپنے اندرون کی خباثت معلوم ہوگی اور تم ملامت کے ساتھ اس پر افسوس کرو گے پھر تمہارے حواس اور عروق کے صحائف یعنی اعمال نامے پیش کیے جائیں گے اور تمہاری بلندی کا آسمان گر پڑے گا اور تم عدم سے جاملو گے اور اگر تم سے علم کا توشہ لینا فوت ہو جائے گا تب اپنے نفس کو تمہارے ملامت کرنے کی دوزخ مشتعل ہوگی اور اگر تیرا نفس کامل اور پاک ہوا اور ذلیل و رذیل اخلاق سے محفوظ رہا تب جمال قدسی اپنا حسن آراستہ کرے گا اور تیری جہالت کا آسمان

---

[۱] اے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے پاس خدا کے ملحوظ رکھنے میں نہیں کی۔

Marfat.com

تیرے عقل کے نور سے پھٹ جائے گا اور تیرے جسم کی حساسیت تیرے طمع کے ستارے بکھر جائیں گے پھر جب نفس اپنے علوم کاملہ عقلیہ شاملہ کے ساتھ خالص ہوگا تب عالم علوی سے نفس کے اپنے مقام کی طرف واپسی ہونے اور علم سے جگہ پکڑنے کے ساتھ فیض الٰہی کے دریا عالم علوی سے اس کے اوپر جاری ہونگے اور تیرے جسم کے پہاڑ اڑتے پھریں گے اور عدم بطریق تحلیل تیرے تمام اجزاء میں سرایت کرے گا اور تیرے افعال منکر ونکیر کی صورت بن کر تیرے سامنے آویں گے اور تیرے جہل اور ندامت کے سانپ بچھو تجھے کاٹیں گے۔

شارع علیہ السلام نے تم سے تمہاری عقل کے موافق گفتگو کی ہے اور جب کہ تم سلامت نہ رہے اور دوسرا سلامت رہا تو اس سے اسی کو کیا فائدہ ہے اور جس وقت تمہارے عقل کے صور میں پھونکا جائے گا اس وقت تمہاری کیا قدر رہے گی جب میعاد ارواح میں واپس آؤ گے تو اپنے جہل کے نشہ میں ہوگے قرآن شریف کے عکس کو دیکھو کہ پہلے تمہارے سامنے مثل کا خیال قائم کر کے پھر اس کا عکس کیا ہے[1] ''وتری الناس سکاریٰ وماھم بسکاریٰ'' صراط ہی راستہ ہے پھر جب نفس طریق کمال کے ساتھ نکالا جائے گا تو اس کی عقل کا نور اس کے آگے ہوگا اور اس کے عمل کا شرف اس کے دائیں طرف ہوگا اور یہ ہونا تقریب کے طور پر کیونکہ عند اور این اور کیف کا دخول مکان پر ہوتا ہے اور یہ روح اپنے مرکب سے جدا ہو کر ایسے عالم میں پہنچ گئی ہے اور کیف اور این سے منزہ ہے یہ سبب عقل فعال کے پڑوس میں ہونے کے جس کو ہم عرش کہتے ہیں کیونکہ وہ کل کائنات پر محیط ہے جب تم اپنے نفس پر یہ راستہ پیش کرو گے اور حالت تفریط کو اس کے سامنے کھول دو گے تو حق کا راستہ اس کے سامنے قائم ہوگا اور علم کی میزان کھڑی ہوگی اور قرب کے حوض پر وارد ہو کر ملاءِ اعلیٰ سے ملاقات کرے گا خداوند تعالیٰ سے بہت نزدیک ہوگا اور اس روح کو قرب الٰہی کے سبب سے کھانے پینے کی کچھ پرواہ نہ رہے گی اور بلندی اور بزرگ منزل میں فیض الٰہی اس کے علم اور توحید و معرفت کے موافق اس پر جاری ہوگا جسم مجاہدہ کے ساتھ صاف ہوتے ہیں اور عقل علم کی ریاضت کے ساتھ صاف ہوتی ہے اور یقین تصدیق کے ساتھ صاف ہوتا ہے اور دل کشف کے ساتھ صاف ہوتے ہیں اور صاف عقلیں غفلت کا پردہ اٹھنے کے ساتھ صاف ہوتی ہیں۔

نفوس کو دنیا فانی کی محبت سے پاک کرو اور طبائع کی کدورت سے ان کو خالص کر لو اور انبیاء علماء کے اخلاق کے ساتھ ان کو آراستہ کرو اس طریقہ سے یہ اس فانی کھانے پینے کی

[1] اور تم لوگوں کو نشہ میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے۔

Marfat.com

(فرز)وں اور ذلیل حالت سے مستغنی ہوں گے اور علم کی جنتوں سے جو بلند اور بالا مقام خدائے (ک)ریم کے زیرِ سایہ ہے خوبصورت حوریں غیر کی طرف نظر نہ کرنے والیاں ان کے سامنے ظاہر (ہو)ں گی معانی کی حور سے بڑھ کر اور کون سی حور اجسام حروف کے محل کے اندر ہے فکر کی پنڈلی (ا)پنے سامنے کھولتی ہے جس کو دیکھ کر کوئی جنت کے میووں اور انگوروں اور نوجوان حوروں کی (ط)رف مائل نہ ہوگا اور نہ جہالت کے مرتبوں سے قاصر رہنے کے برابر قصور ہیں اللہ تعالیٰ (فرم)اتا ہے میں نے اپنے بندوں کے واسطے اپنی جنت میں وہ تیار کیا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی (ک)ان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال گزرا۔

اور معلوم ہو کہ انگور، کھجور، انار، سونا، چاندی، حوریں، محل، اور نہریں درخت، یہ سب الفاظ سمجھانے کے واسطے مرکب کیئے گئے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں وارد ہے[۱] ﴿فی سدر مخضود و طلح منضود و ظل ممدود و ماءٍ مسکوب﴾ ورنہ صحابہ کرام میں سے خاص خاص لوگ عام لوگوں کے طور سے ان الفاظ کو نہ سمجھتے تھے بلکہ معرفت الٰہی میں ان میں سے ایک کا یہ بیان ہے[۲] ''سبحان من لاسبیل الیٰ معرفته الا بالعجز عن معرفته'' دوسرے فرماتے ہیں[۳] ''ان کشف الغطاء ما ازددت یقینا'' ایک قاری نے یہ آیت پڑھی[۴] ''جنات تجری من تحته الانهار'' حضرت بی بی رابعہ نے فرمایا مشتاق ملاقات کھانے پینے کو لے کر کیا کرے گا بیشک بادشاہوں کے پاس رہنے میں باورچیوں کی ضرورت نہیں رہتی ہے مگر یہ خطاب خاص بھی ہے اور عام بھی ہے اور وہ ہر نفس کے واسطے بعض اجرام میں جو کچھ کوئی تمنا کرے اسی کی شکل بنتا ہے کیونکہ وہ معانی ہیں جو نفوس کے اندر منتقش ہوتے ہیں مثلاً کسی شخص کو دن کے تئیں کوئی خیال آیا اور رات کو اس نے خواب میں اس خیال کو دیکھا اور جب پاک اور علم والے نفوس نعمتوں میں ہونگے تو اور نفوس کی بدبختی سے ان کو نقصان نہ پہنچے گا پھر جب قیامت صغریٰ یعنی موت کی قیامت قائم ہوگی تو اس میں تم کو قیامت کبریٰ کے حالات کی خبر ہو جائے گی مگر فرق یہ ہے کہ قیامت کبریٰ میں کل کام اعلان کے ساتھ ہونگے سب کے سامنے حساب لیا جائے گا اور منہ پر مہر لگے گی اور ہاتھ پیر گواہی دیں گے اس علم و عمل

۱۔ بے کانٹے کی بیریوں اور ارے ہوئے کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور پانی کی جھرنوں میں جنتی لوگ ہوں گے
۲۔ پاکی ہے اس ذات کو جس کی معرفت کی طرف راستہ نہیں ہے مگر اس کی معرفت سے عاجز ہونے کے ساتھ۔
۳۔ اگر پردہ کھول دیا جائے تو میرا یقین کچھ زیادہ نہ ہو یعنی مجھ کو پہلے ہی یقین کا کمال حاصل ہے۔
۴۔ باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

Marfat.com

کی جو حاصل کیا ہے اور فاسق کو جو عذاب کیا جائے گا وہ اپنے جہل کے ساتھ خارج ہے جب دنیا نے اپنے طالبان ازت کو بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیا ہے کیا بات ہے کہ تم نہیں سمجھتے نہ آدم عقل سے بڑا ہے نہ خواہش سے بڑھ کر شیطان ہے اور نہ جہل سے زیادہ قاتل کوئی زہر ہے جو شخص اس مضمون میں غور کرے گا وہ اس کو سمجھ لے گا۔'' قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا '' کیا تم نے اسرار قرآن میں نظر نہیں کی[۱]۔ '' وانزلنا علیھم الکتاب والمیزان '' کہ یہ میزان دو پلڑوں والی ہے مگر جب تم صحیح علم کے ساتھ اخذ و جمع کرو گے تو اس سے وہی میزان عقل مراد ہوگی جس کے سبب سے تم کو ہلاک ہونے والے اور نجاست پانے والے کا حال معلوم ہو سکتا ہے اور جب تم سے علوم عقلیہ الہیہ کے مقاصد فوت ہو گئے تب تم اپنی جہالت کی ہتھیلی بڑے ندامت کے ساتھ کاٹو گے اور کہو گے، رب ارجعون لعلی اعمل صالحا '' معرفت کرنے والے کے واسطے سب کچھ ظاہر اور منکشف اور بیان ہو گیا ہے اور اللہ ہی ہر طالب کو اس کے مطلوب کی توفیق دینے والا ہے بیشک وہ طالبوں پر لطف کرنے والا اور مومنوں پر مہربان ہے۔

فصل

(اسرار نبوت کے بیان میں)

معلوم ہو کہ بنا خبر سے ماخوذ ہے کہتے ہیں نبانی یعنی مجھ سے بیان کیا نبوت کے واسطے بہت سے اصرار ہیں جن میں سب سے پہلا ازل کی طرف سے سعادت کا خمیر ہے اور بعض اسرار یہ ہیں کہ دنیا سے سوا ضروریات عمل تعلقات کو قطع کرنا اور خلوت کے مکان میں گوشہ نشین ہونا جیسا کہ ہمارے حضور ﷺ غار حراء میں خلوت نشین ہوتے تھے اور ایک شخص کو اپنے دائیں طرف کھڑا ہوا دیکھتے تھے اور امیہ بن صلت کی بھی حالت ایسی ہی ہوئی تھی اور وحی مخفی طور پر خبردار کرنا ہے وہ ایک شخص معین کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے ہر چیز میں خاص خاصیتیں رکھی

---

[۱] کہہ دو کہ میں تم کو ایسے لوگ بتاؤں جن کے اعمال خسارے کے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششوں سے زندگی دنیا میں برباد ہو گئی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کرتے ہیں۔

[۲] اور اتاری ہم نے ان پر کتاب اور ترازو۔

Marfat.com

گئی ہیں چنانچہ ہلیلہ میں قبض کرنے کی خاصیت ہے اور یہی خاصیت بازو اور بلوطا اور انار کے چھلکوں اور سنگ سماق میں ہے پھر ان سب کو جمع کرنا اس شخص میں اثر کرتا ہے جس کی طبیعت بطریق حرارت کے نرم ہو گئی ہو اور محمودہ کی خاصیت اسہال لانا ہے اور یہی خاصیت بنفشہ کے شربت اور گل قند اور تربد اصفر اور شربت گلاب میں بخلاف باقی شربتوں کے برف کی خاصیت ہے۔

اور خاصیت ہی کے متعلق دیکھو کہ مقناطیس کا پتھر لوہے کو جذب کرتا ہے اور سنگ زرد مکھیوں کے واسطے ہے اور نیند نہ آنے کے واسطے ایک طلسم بنایا جاتا ہے اور ایسے ہی طلسموں سے مردوں اور عورتوں کے دلوں کو جذب کیا جاتا ہے اور ایک پتھر میں یہ خاصیت ہے کہ اس کو ہلانے سے مینہ برستا ہے اور ایک پہاڑ میں یہ خاصیت ہے کہ جو شخص اس پر جاتا ہے نیند اس پر غلبہ کرتی ہے یہاں تک کہ مر جاتا ہے اور توت کا پتھر آگ میں نہیں جلتا اور نیز روغن طلق بدن پر ملنے سے بدن بھی آگ میں نہیں جلتا ہے اور نہ برق کی بتی چراغ میں جل سکتی ہے اور چین کے خرگوش کی اون سے جو کپڑا بنایا جاتا ہے وہ بھی آگ میں نہیں جلتا۔

اور لولو دفع زہر میں عجیب خاصیت رکھی ہے اور تر اوند خالص جگر کی حرارت کو مفید ہے حالانکہ خود بھی گرم ہے اور کپڑے میں لپٹے ہوئے انڈے پر آگ اثر نہیں کرتی ہے اور ایک بوٹی میں محبت کی خاصیت ہے اور ایک میں بغض کی خاصیت ہے اور عورتوں میں جادو کی بھی خاصیت ہوتی ہے۔ اور ایک میں بغض کی خاصیت ہے اور عورتوں کے جادو میں بھی خاصیت ہوتی ہے اور جادو میں ایسی ہی تاثیر ہے جیسے نظر بد میں ہوتی ہے اگر تم ایسا کرنا چاہو تو ہر تین حرف کے بعد چوتھا حرف لو اب ت، ث، کے حروف میں سے اور پھر ان حروف سے کلام بنا کر جس کام میں چاہو لاؤ وقت عمل کے واسطے نیک ہونا چاہیے تربیع کا وقت نہ ہو۔

پس بلند ہمتی کے ساتھ ضرور اس عمل سے تاثیر پیدا ہو گی اور جادو سرمہ وغیرہ اشیائے منبت اور سیب وغیرہ میوہ جات کے منگانے اور جانور کی دم پر سوار ہونے اور دیگر بہت سی باتوں کے ساتھ ہوتا ہے اور بڑے منتر ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے کنویں پر جنات سے گفتگو کی جاتی ہے اور لکڑی کے سانپ بچھو بن جاتے ہیں اور سداب جادو کا اثر ہونے نہیں دیتی اور زرائی اور جو پر بھی منتر پڑھا جاتا ہے اور زعفران کا طلسم بنا کر جس کو ہنسانا منظور ہو کھلاتے ہیں غرضیکہ اسی طرح سے ہر چیز میں ایک ایسی خاصیت ہے جو دوسری چیز میں نہیں ہے پس قادر قدیم نے اسی طور سے نبوت کے اسرار خاص خاص لوگوں میں مرتب کیے ہیں اور وہی ایک شخص کے ساتھ

Marfat.com

مخصوص ہوتی ہے دوسرے کے ساتھ نہیں ہوتی جیسا کہ ہر شخص کی قوتوں میں بنسبت اور لوگوں کی قوتوں کے فرق ہوتا ہے دیکھو تم بعض چیزوں کو دیکھتے ہو اور تمہارے ساتھی کو نظر نہیں آتی اور ایسے ہی کوئی بات تم کو سنائی دیتی ہے اور تمہارے ساتھی کو سنائی نہیں دیتی اور اہل فراست کے قصے تم نے سنے ہوں گے اور بعض اوقات خیال پختہ ہو کر صورت بن جاتا ہے اور آنکھوں والا ان چیزوں کو دیکھتا ہے جو اندھے کو معلوم نہیں ہوتیں کیونکہ دیکھنے کا آلہ یعنی آنکھ اس کے پاس نہیں ہے۔

پس تم لوگوں کے حالات سیدھے نہیں اور سب سے بڑا حجاب تمہارے واسطے دنیا کی محبت ہے ایک دفعہ بنی اسرائیل کے جنگل میں کثرت سے سانپ ظاہر ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تانبہ کا ایک عصا بنایا اور اس کے سر پر ایک صلیب لگا کر اس میں طلسم بنایا جس کے دیکھتے ہی کل سانپ مر گئے اور پھر اس اژدہے نے جا کر ان سب کو کھا لیا۔

اور خواصی کے متعلق یہ بات بھی ہے کہ ایک شخص نے سانپ کو پتھر مارا سانپ نے پتھر پر کاٹا اور وہ شخص مر گیا اور ایک سانپ دیکھنے سے مار ڈالتا ہے اور آب حیات سے خدائے تعالیٰ مردہ کو زندہ کر دیتا ہے ان نبی پر وحی کا نازل ہونا بھی مثل انہی کے خواص کے تصور کرنا چاہیے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں بھید یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام حکماء متقدمین کے راز و اسرار سے آگاہ تھے اور ان علوم کے سبب جو چاہتے تھے سو کرتے تھے یہ قول ہمارے نزدیک نہایت قبیح ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ قادر اور حکیم ہے اس کی سعادت کا فیض بطریق تحرک کے ارادہ کے ذریعہ سے اس شخص کی طرف پہنچتا ہے جس کو وہ مخلوق کی مصلحت کے واسطے قائم کرتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بستر کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ اس کے نیچے سحر مدفون تھا یہ بات بالکل غلط ہے۔

اور اب اس زمانہ میں ملک مغرب میں ایسے لوگ ہیں جو طلسمات اور عزائم کے زور سے جناتوں سے خدمت لیتے ہیں اور نجومی لوگ بخورات کے ذریعہ سے کواکب کا کلام سنتے ہیں اور ان سے گفتگو کرتے ہیں اور کوئی شخص اس بات کا انکار کرے کہ کواکب کسی سے بات نہیں کرتے تو اس کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اس بات پر اجماع ہو گیا ہے کہ کواکب و نجوم غیر جماد اور زندہ جاننے اور ارادہ کرنے والے ہیں اور ان نبی مخصوص کے واسطے قدرت نے وحی کے مبین اسرار منکشف کر دیئے تھے۔

یہ لوگ (یعنی فلاسفہ) کہتے ہیں کہ بطلیموس آسمان کے فرشتوں سے باتیں کرتا تھا

Marfat.com

پس جبکہ تمہارے اندر اس کے سوا اور کوئی شخص اس مرتبہ کا نہیں ہے تو ایسے ہی ہمارے ہاں حضرت محمد ﷺ کے مرتبہ کا اور کوئی شخص نہیں ہے ان کی خاصیت ایسی ہی سمجھنی چاہیے جیسے بطلیموس کی اور چونکہ رمزوں کو ان کے لوگ ہی سمجھتے ہیں اس واسطے یہ جملے بھی رمز ہی میں رکھے گئے تا کہ ان کے سمجھنے والے سمجھ لیں۔

اور جب تم اپنے نفس کو ان مقامات کی سیر کراؤ تو اس بات کی پاکی ضرور ہے کمال علوم اور مجاہدات کے ساتھ اس کو آراستہ کرو پھر دیکھو کہ اسی وقت اس کی عقل کا آدم اور اس کے فضل کا نوح صفا یقین کے پہاڑ پر ظاہر ہو گا اور فضل کا موسیٰ پہاڑ کے اوپر سے خطاب سنے گا کہ حب دنیا کی جوتی دل سے نکال بیشک میں خدا ہوں پروردگار تمام عالموں کا۔

تیرے ہی اندر انبیاء ہیں اگر تجھ کو عقل ہے اور تجھ ہی سے فرشتے ہیں اگر تو سمجھتا ہے قلب پروردگار کا مکان ہے اور یہی عرش جلال ہے اور اسی میں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور یہی رحمت کا جائز نزول ہے پس جس وقت اس میں سے تیری بیماری کا داؤ ظاہر ہو تو اس کو جبرئیل عقل کے واعظ کے ساتھ دفع کرتا کہ اس کے تخم سے تیری سلامتی کا سلیمان ظاہر ہو کر کسر نفس کے تخت پر جلوہ افروز ہو کر شہوات کے دروازے بند کرے اور جنوں کو قید میں لائے اور بلقیس نفس کا تخت حاضر کرے اے شخص افسوس ہے کہ جب تو شہوات اور حب دنیا کے اندر پھنسا ہوا ہے تیری خواہش سے بڑھ کر کوئی شیطان نہیں ہے تیرے اطراف کے فرشتوں یعنی ہاتھوں پیروں وغیرہ کا سجدہ تیرے نفس کے آدم یعنی روح کے واسطے ہے جو مقام قرب سے تیرے جسم خاکی تنگ و کثیف میں قید ہوئی ہے۔

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بستر پر کتے کی تصویر کا ہونا مکان میں فرشتوں کے نزول کو مانع ہوتا ہے اور حالانکہ تیرے بدن کے مکان میں دس کتے موجود ہیں اس واسطے تجھ کو ان کے دفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور وہ دس کتے یہ ہیں حرص، امید، جھوٹ، بخل، لالچ، ریا، نفاق، حقد، حسد، تہمت، چغلخوری پس یہ سب تیرے دشمن ہیں اور تو ان سے غافل ہے تو انبیاء علیہ السلام کے مناقب میں عیب لگانا چاہتا ہے کیا تو نے نہیں سنا کہ شارع علیہ السلام نے کیا فرمایا ہے قیامت کے روز بہت لوگ خنزیروں اور بندروں اور کتوں کی صورت پر حشر کیے جائینگے اور صورت کا مسخ ہونا جہالت کے سبب سے ہے اور تجھ کو اختیار ہے کہ چاہے فرشتہ بنے یا شیطان بنے یہ سارا جھگڑا تیری ہمت پر موقوف ہے اور جب تو کشف اسرار کے ساتھ انتہا کمال چاہے تو جان لے کہ سراندیپ کا عصا سانپ بن جاتا ہے اور اگر تجھ کو طلسمات کی ترکیبیں معلوم کرنی ہیں تو جابر بن حیان کی کتب کا مطالعہ کر یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بہت بڑے خلیفہ تھے اور جعفر و کہانت میں انہوں نے کمال حاصل کیا تھا اور ان دو سانپوں کی حکایت بھی تو نے سن لی ہے جو

Marfat.com

تخت سلیمان کے محافظ تھے اور بلوقیا اور عفان سیر کرتے ہوئے وہاں پہونچے تھے اور جبکہ قرآن شریف نے تجھ سے بیان کیا ہے کہ ذوالقرنین نے مطلع شمس سے مغرب تک سفر کیا تو بس چاہیے کہ تیری ہمت عالی بھی مقائس علم کے ساتھ طبیعت کے ظلمت میں سفر کرے تاکہ آفتاب یقین اس پر روشن و تاباں ہوا اور تو تمام زمین جسم کا مالک ہو جائے اور دریائے طبیعت میں غوطہ لگا کر جواہرات قدس حاصل کرے اور اگر تیرے قلب پر طبیعت کی ضد قائم ہے تو غفلت کے یاجوج و ماجوج شہوتوں کے پھل سے ظاہر ہو کہف تیرا جسم ہے اور اصحاب اس کے تیرا ایمان ہے اور تیری حرص تیرا کتا ہے اور قلم ان سب باتوں کو لکھ کر خشک ہو گیا ہے جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔

فصل

ہمارے واسطے نبوت اور رسالت اور کرامت اور معجزات اور تارنجیات کے مرتبے ہیں وہ نبی جو اپنی ذات کے واسطے تھے مثل حضرت یحییٰ اور خضر علیہم السلام کے ہیں اور رسول وہ نبی ہیں احکام وحی کے ساتھ دوسروں کو حکم کراتے ہیں اور معجزات وہ باتیں ہیں انبیاء سے خلاف عادت ظہور میں آئیں اور دوسرا کوئی شخص ان کو نہ کر سکتا ہو مثلاً قمر کا شق کرنا اور بھیڑیے سے باتیں کرنی اور درخت اور جانوروں کا سجدہ کرنا وغیرہ ان کے اصول مقررہ اور اور اسرار ان کے پوشیدہ ہیں اور کرامات بھی مثل معجزات ہی کے ہیں بلکہ جس نبی کی امت سے کرامت ظاہر ہوئی ہے یہ کرامت ان نبی کا معجزہ ہے اور معجزہ کے ظاہر کرنے اور کرامت کے پوشیدہ رکھنے کا حکم ہے اور کرامت اختیاراً اور بغیر اختیار دونوں حالتوں میں پیدا ہوتی ہے اور تیرنجات کا طریقہ مشہور ہے مثلاً پانی سے چراغ روشن کرنا اور بغیر کسی کے اس کو دروازوں میں کر دینا اور بعض لوگ ان میں ایسے ہیں جو ایک دن کے تین رات بنا دیتے ہیں اور جیسے بے موسم کے پھلوں کا موجود کرنا اور ہوا میں سونا چاندی دکھا دینا اور روغن طلق بدن پر مل کر آگ میں داخل ہونا ہندوستان میں بعض پتھر اور درخت ہیں کہ جب حیوان ان کو دیکھتا ہے تو بے اختیار سجدہ کرتا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ جو شخص یہ حیلہ کرتا ہے کہ رائی کے پانی میں کندش ملا کر اس میں رومال تر کر کے خشک کر لیتا ہے اور پھر اس کو آنکھوں پر پھیر کر بغیر رونے کے آنسو نکالتا ہے تو ایسے شخص پر جانور سے سجدہ کرانے کا حیلہ بھی مشکل نہ ہوگا اور دفع کے زہر کے واسطے لوگ بہت سے حیلے کرتے ہیں چنانچہ قدرے شہد خام کے ساتھ بندق ملا کر کھانا بچھو کے زہر کو بہت جلد آرام کرتا ہے اور اسی طرح عقلی اور روغن زیت کو جوش دیکر لگائیں بغیر ہاتھ سے چھونے کے تو تمام زہر کا اثر چوس لے گا اور یاقوت کے اندر پیاس بجھانے کی عجیب خاصیت ہے اور جادوگر اپنے جادو کے زور سے مینہ برساتے ہیں اور اپنے مکان سے تھوڑی دیر بابل جا پہنچتے ہیں اور ہند میں ایسے لوگ ہیں جو آسمان پر مستتر

Marfat.com

پڑھ کر پھونکتے ہیں اور برسنے لگتا ہے اور بعض لوگ گرمی میں منتر پڑھتے ہیں اور بادل ان کے سر پر سایہ کرتا ہے اور تنور پر منتر پڑھ کر دم کرتے ہیں تو وہ گرم نہیں ہوتا اور نہ ہنڈیا میں جوش آتا ہے اور نہ کشتی حرکت کرتی ہے اور کتا خاموش ہو جاتا ہے وادی حضر موت میں غار سرخ کے پاس ایک چبوترا پر بیری کا درخت ہے اور اسی کے سائے میں حضرت ہود علیہ السلام کا مزار ہے اس مزار کے پتھروں سے نگینے بنا کر انگوٹھی پر زہرا اور مشتری کے قران کے وقت جڑے جاتے ہیں اور پھر وہ وقت ضرورت جب اس انگوٹھی سے ہوا کی طرف تعرض کیا۔ خداوند سبحانہ تعالیٰ نے نبوت اور سلطنت کے ساتھ ارائیت کی اصلاح کی ہے جیسے کہ بدن میں جب کوئی غلط فاسد ہو جاتی ہے تو اس کا ہیجان کم کرنے کے واسطے قصد لیا کرتے ہیں پس اسی طرح مصالح احوال کے واسطے رسول کی ضرورت ہے سب شہروں سے اشرف مکہ مکرمہ ہے کیونکہ اسی مؤید کا ظہور ہے اور اسی سبب سے اس میں جذب قلوب کی تاثیر ہے اور پھر رسول کا مقام سکونت بھی متبرک ہے کیونکہ ان کی سعادت کی برکت دونوں مقاموں کو شامل ہے جیسے کہ بادشاہوں کا سایہ حمایت ان سب پر شامل ہوتا ہے جو ان کے دائرہ کے اندر ہوتے ہیں پھر ان دونوں مقاموں کے بعد اور انبیاء کے آثار و مقامات متبرک ہیں مثلاً قدس اور خلیل اور انصا کیہ اور عبادان اور جودی۔ جہاں آسمان سے وحی کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور امید وار کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے اور دعا کی جو میں ایسی تاثیر ہے جیسے طلب باراں میں انفاس کی تاثیر اور نوح علیہ السلام کا مکان بھی مقام اجابت وحل مقاصد ہے نیک بخت آدمی کا کلمہ باقی رہتا ہے اور صالحین کی برکتیں ہمیشہ قائم ہیں اور اس کے اندر راز صرف ان کا صدق اور لوگوں کا ان کے واسطے دعا کرنا اور رسولوں کے آثار کی پیروی کرنا ہے اپنی بلند ہمتوں کے ساتھ انبیاء کے انوار سے انھوں نے فیض حاصل کیا ہے پس اپنے مطلب کو پہنچ گئے جن ظن دلوں کا مقناطیس ہے صفا باطن اور اگلے بزرگوں کے درجے اس کے ساتھ جذب کیے جاتے ہیں۔

الحمد للہ علا ذالک کہ آج بتاریخ ہشتم ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ کو اس کتاب مستطاب کے ترجمہ سے فراغت ہوئی۔

الحمد للہ اختتام مجموعہ رسائل امام غزالیؒ

جلد اول حصہ اول

Marfat.com

نصائح امام غزالیؒ

یعنی

ایہاالولد

Marfat.com

تعارف کتاب

معلوم ہو کہ حضرت امام محمد غزالیؒ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد جس نے امام غزالیؒ کے پاس رہ کر کئی سال علم حاصل کیا اور تمام علوم سے پورا فائدہ اٹھایا اس کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا کہ میں نے کئی سال اپنے دل کو مار کر بہت علم حاصل کیا جس میں تقریباً ہر قسم کا علم شامل ہے اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ ان علوم میں سے کون سا علم میرا مددگار ہوگا میری قبر کو روشن کرے گا تاکہ میں ایسے علم سے کنارہ کشی کر لوں اس لئے آنحضرت محمد ﷺ نے ایسے علم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اور فرمایا ہے۔

"اعوذ باللّٰہ من علم لا ینفع"

یعنی میں اللہ سے ایسے علم کی پناہ چاہتا ہوں جس سے کوئی فائدہ نہ ہو یہ شاگرد کچھ روز اس انداز سے سوچتا رہا اور آخر معلوم کرنے کی نیت سے تمام حقیقت اپنے استاد امام محمد غزالیؒ کو لکھ بھیجی اور مزید کچھ دوسرے مسائل بھی پوچھے اور ان سے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت بھی فرمائیں اور یہ بھی عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا بتادیں جسے میں ہمیشہ پڑھتا رہوں اس نے اپنے خط میں یہ بھی بتایا کہ حالانکہ امام غزالیؒ نے اس سلسلہ میں کتنی ہی کتابیں لکھی ہیں مثلاً "احیاء العلوم" "کیمیائے سعادت" "جواہر القرآن" "اربعین" "منہاج العابدین" وغیرہ لیکن اس ناتواں کے تو ایسی چیز کی ضرورت ہے جو ہمیشہ پڑھے اور اس پر عمل کرے اس پر امام غزالیؒ نے یہ نصیحت لکھ کر جواباً شاگرد کو بھیجی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ اجمعین"

اے پیارے بیٹے اور سچے دوست اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی

Marfat.com

اطاعت و بندگی کرنے کے لئے بڑی عمر عطا فرمائے اور محبوب بزرگوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام نصیحتوں کا سرچشمہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہے اس لئے تمام نصیحتوں کا منشور آپ کی احادیث اور سنت پر مشتمل ہے ہر وہ نصیحت جو حدیث اور سنت کے خلاف ہے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا بے شمار نصیحت نامے آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ اور سنت کی روشنی میں لکھے اور بیان کیے گئے ہیں ان سے اگر تجھے کچھ نصیحت پہنچی ہے تو پھر میری کسی نصیحت کی ضرورت نہیں لیکن اگر تجھے رسول اللہ ﷺ کی نصیحتوں میں سے کوئی نصیحت نہیں پہنچی تو مجھے بتا کے اتنے سال تک تو نے کونسا علم حاصل کیا؟ بیٹے آنحضرت ﷺ نے جو نصیحتیں کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

"علامته اعراض اللہ عن العبد اشتغاله بمالا یعنیه وان امر أذهبت ساعته من عمره فی غیر مایخلق له لحری ان یطول علیه حسرة"

ترجمہ: بندے کا غیر مفید کاموں میں مشغول ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے اپنی نظر عنایت پھیر لی ہے اور جس کام کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اگر اس کے سوا کسی اور کام میں ایک لمحہ بھی صرف ہوا تو یہ بڑی حسرت کی بات ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

من جاوز الاربعین سنة ولم یغلب خیره علی شره فلیتجهز الی النار"

ترجمہ: جس شخص کا حال چالیس سال کی عمر کے بعد بھی یہ ہو کہ اس کی برائیوں پر بھلائیاں غالب نہ ہوں تو اسے دوزخ میں جانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

بیٹے: ساری دنیا کے لوگوں کو یہ نصیحت کرنا نہایت آسان ہے لیکن اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ جن لوگوں کے دلوں میں

Marfat.com

دنیا کی لذتیں اور نفسیاتی خواہشات گھیر لیتی ہیں ان کو نصیحت اور ہدایت کڑوی لگتی ہے ان لوگوں کے دل دنیاوی خواہشوں اور عیش میں گرفتار رہتے ہیں اس سلسلہ میں وہ شخص خاص طور پر قابل ذکر ہے جو حکمت فلسفہ اور اس طرح کے دوسرے دنیاوی علوم حاصل کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ علم اسے اس کی دنیا کی فانی شان اور مرتبہ کے علاوہ آخرت میں بھی چھٹکارے کا سبب بنے گا اس پر عمل کرنا ضروری نہیں اس طرح وہ خود کو عمل کرنے سے فارغ سمجھتا ہے یہ اعتقاد فلسفہ پڑھنے والوں کا ہے جو کہ غلط ہے سبحان اللہ العظیم یہ شخص اتنا نہیں جانتا کہ وہ جو علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا وہ علم اس کے لیئے آخرت کی پکڑ کا سبب ہوگا کیا اسے یہ خبر نہیں ہے کہ سرکار دو عالم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"ان اشدالناس عذاباًیوم القیامة عالم لم ینفعه الله بعلمه"

ترجمہ قیامت میں لوگوں میں سب سے زیادہ اس عالم کو ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے حاصل کیے ہوئے علم سے فائدہ نہ پہنچایا ہو۔

بزرگوں کے قصوں میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ کو کسی بزرگ نے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اے ابو القاسم (مرنے کے بعد کے حال کی) خبر دیں حضرت جنیدؒ نے جواب دیا:

"طاحت العبادات وفنیت الاشارات ومانفعنا الا رکعیات رکعنا فی جوف اللیل"

ترجمہ: عبادات اور اشارات سب بیکار گئے البتہ ان رکعتوں نے کچھ فائدہ پہنچایا جو تہجد کے وقت پڑھتا تھا۔

بیٹے: نیک اعمال سے محروم ظاہری علم ہے خالی ہاتھ اور باطنی کمالات سے خالی نہ رہنا اور یقین کر کے (نیک اعمال کے سوا) صرف علم قیامت کے دن کچھ مدد نہیں کرے گا یہ بات اس مثال سمجھنی چاہیے کہ اگر کوئی جنگل و بیابان سے گزر رہا ہو ہاتھ میں دس تیز تلواریں ہوں اور اسی طرح عمدہ تیر کمان اور دوسرے ہتھیار بھی ہوں اور اس کے ساتھ ہتھیار

Marfat.com

چلانے اور جنگ کرنے کا طریقہ بھی آتا ہو ایسے میں اچانک سامنے شیر آجائے تو بتاؤ کہ کیا سب ہتھیار استعمال کیے بغیر وہ شیر سے بچ سکتا ہے؟

تو یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہرگز نہیں بچ سکتا اسی طرح تجھے علم ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص ایک لاکھ علمی مسئلہ جانتا ہو لیکن کسی پر عمل نہ کرتا ہو تو یہ عمل اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو اسے گرمی اور صفرا کی شکایت ہو اسے یہ علم ہو کہ اس بیماری کی شفاء سکنجبین اور کشکاب (جو کی آش) میں ہے لیکن وہ ان دواؤں کو استعمال نہیں کرتا تو کیا دوا کے اثرات اور استعمال کرنے کا یہ علم گرمی اور صفرا کی بیماری کو دفع کرے گا؟ تو بہتر سمجھ سکتا ہے کہ حکمت کا محض علم ہونے سے بیماری ختم نہیں کر سکتا ہے۔

گر مے دو ہزار رطل از و پیمائی

تا مے نخوری نباشدت شیدائی

یعنی اگر تو دو ہزار رطل شراب تولے تو بھی اس وقت تک نشہ نہیں ہوگا جب تک اسے پی نہ لے۔

بہت سا علم حاصل کرنا اور کتابوں کو الٹتے پلٹتے رہنا لیکن اس پر عمل نہ کرنا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک نیک اعمال کے ذریعہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حقدار نہیں بناتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمت تجھے نصیب نہیں ہوگی۔

سن: قرآن حکیم اس سلسلے میں فرماتا ہے۔

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾

"﴿ترجمہ: انسان کو کوشش کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا﴾"

اس سے ثابت ہوا کہ انسان کوشش کر کے ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

بیٹے! مجھے علم ہے کہ تو نے پڑھا ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن منسوخ وہ شخص ہے جس نے یہ بیان کی ہے اے بیٹے! میں نے فرض کیا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن ان دو آیتوں کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟

Marfat.com

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾

ترجمہ: (پس جس نے ذرہ بھر بھی نیکی کی ہوگی (قیامت میں) اسے وہ دیکھے گا اور جس نے ذرہ بھر بھی گناہ کیا ہوگا (قیامت میں) اسے وہ دیکھے گا)

﴿فمن کان یر جو القآء ربہ فلیعمل عملاً صالحا﴾

ترجمہ: (پس جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک کام کرے)

﴿ولا یشرك بعبادة ربه احدا﴾

ترجمہ: اور کسی دوسرے کو اپنے رب کی عبادت میں شریک نہیں کرتا۔

﴿ان الذین آمنو وعملو االصالحات کانت لھم جنت الفردوس نزلاً خلدین فیھا﴾

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے، اچھے کام کیے، ان کے لئے جنت الفردوس مہمانداری کے طور پر ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

پھر دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحا﴾

ترجمہ: سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ان احادیث مبارکہ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

﴿بنی الاسلام علی خمس شھادة ان لآالہ الااللہ واقام الصلوة وایتآء الزکوة وصوم شھر رمضان وحج البیت من استطاع الیہ سبیلا﴾

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اول شہادت دینا کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں دوسرے نماز قائم کرنا تیسرے مال کی زکوۃ دینا چوتھے ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور پانچواں استطاعت ہو تو حج کرنا۔

Marfat.com

﴿الایمان اقرار باللسان وتصدیق بالجنان وعمل بالارکان﴾

ترجمہ: ایمان زبان سے قبول کرنے اور دل سے ماننے اور ارکان پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔

یہ حقیقت بیان کر کے اگر دل میں خیال پیدا ہو کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بندہ اللہ تعالی کی رحمت سے نہیں بلکہ اپنے اعمال کے ذریعہ جنت میں جائے گا تو یہ سمجھ لے کہ تو نے میری بات نہیں سمجھی تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں یہ نہیں کہہ رہا بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بندہ اللہ تعالی کے فضل وکرم اور رحمت سے جنت میں جائے گا لیکن جب تک بندہ اپنی عبادت وبندگی سے اللہ تبارک وتعالی کی رحمت کے لائق نہیں بنے گا اس وقت تک اللہ تعالی کی رحمت نصیب نہ ہوگی یہ حقیقت میں نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

﴿ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر بندے پر اللہ تعالی کی رحمت نہ ہو تو پھر وہ جنت میں کیسے جائے گا میں بھی یہ بات دہراتا ہوں کہ (خدا کی رحمت کے بغیر) بندہ جنت میں کیسے جائے گا لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ بندہ ایمان کے ذریعہ جنت میں داخل ہوگا پھر تو سامنے مشکل وادیاں ہیں جن میں پہلا مشکل راستہ ہے ایمان کو بہ سلامت ساتھ لے جانا۔

اے بیٹے! تجھے یقین ہونا چاہیے کہ جب تک کام نہ کرے گا اس وقت تک مزدوری نہ ملے گی بنی اسرائیل کا ایک شخص اللہ کی بہت عبادت کرتا تھا اللہ تعالی نے آزمائش کے لئے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے کہا کہ خداوند قدوس فرماتا ہے کہ تو یہ تکلیف بلا ضرورت کرتا ہے تیری عبادت قبول نہیں اور تو دوزخ میں جائے گا فرشتے کا پیغام سن کر اس نیک مرد نے جواب دیا کہ اللہ تعالی نے ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور ہمارا کام اس کی بندگی کرنا ہے اور وہ مالک اور اختیار والا ہے پھر یہ فرشتہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے پروردگار! تو اس کائنات کے راز وبھید سے واقف ہے اور تیرے عبادت گزار بندے نے جو جواب دیا ہے وہ بھی تو جانتا ہے اس پر اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر یہ بندہ ہماری بندگی سے منہ نہیں موڑتا تو ہم بھی اس سے منہ نہیں موڑیں گے۔

﴿اشھدوا یا ملائکتی انی قد غفرت لہ﴾

Marfat.com

اے میرے فرشتو: تم سب شاہد رہنا کہ میں نے اسے بخش دیا۔
اے بیٹا! سن کہ رسول اللہ ﷺ کیا فرماتے ہیں:

حاسبوا قبل ان تحاسبوا
وزنوا قبل ان توزنوا

ترجمہ: قیامت کے دن تم سے حساب لیا جائے اس سے پہلے تم اپنے آپ (نفس) سے حساب لے لو۔ تمہارے (ترازو میں) عمل تولے جائیں اس سے پہلے اپنے (اعمال کی) تول کر لو۔
حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ نے فرمایا ہے کہ:

من ظن انه بدون الجهد يصل فهو متمن ومن ظن انه ببذل الجهد يصل فهو متعب

ترجمہ: جو شخص یہ سمجھے کہ میں اعمال کے بغیر ہی جنت میں جاؤں گا۔ ایسا شخص گمراہ ہے۔ اور جس نے سمجھا کہ صرف کوشش سے ہی جنت میں جاؤں گا۔ تو وہ محض مشقت میں مشغول ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ:

طلب الجنة بلا عمل ذنب من الذنوب

ترجمہ: نیک اعمال کے بغیر بہشت کی خواہش کرنا گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔
ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:

الحقيقة ترك ملاحظة العمل لا ترك العمل۔

ترجمہ: علم کی حقیقت یہ ہے کہ اس پر عمل کرے فریفتہ نہ ہو ایسا نہ کرے کہ سرے سے عمل کرنا چھوڑ دے۔
سرکار دو عالم آنحضرت ﷺ ان تمام اقوال سے زیادہ بہتر واضح پاکیزہ اور عمدہ طریقہ سے فرماتے ہیں کہ:

الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله الاماني وفي رواية على الله المغفرة

ترجمہ: عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنے تابع کر لیا اور مرنے کے بعد

Marfat.com

خرت کے لئے عمل کیا اور بے عقل واحمق وہ ہے جس نے اپنے نفس کو حرص وہوس لذات
ہوات اور خواہشات) کا تابعہ کیا اور خیال یہ ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے اور بعض روایتوں
ں یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کی بخشش کی خواہش کرتا ہے۔

اے بیٹے! تو نے راتیں جاگ کر علم کا بار بار ورد کیا اور اس کے مطالعہ کے خاطر اپنے
ر نیند حرام کی مجھے علم نہیں ہے کہ اس سے کیا مقصد تھا اگر تیری نیت دنیا کے فائدہ حاصل کرنا
ر دنیوی شان ورتبہ حاصل کرنا تھا تو۔

"فویل لک ثم ویل لک"

یعنی: پس تیرے لیے افسوس ہے اور پھر تیرے لئے افسوس ہے۔

لیکن اگر تیرا مقصد دین محمدی ﷺ اور اسلام کو قائم رکھنا اور اخلاقی تہذیب اور کسر نفسی
تھا تو۔

"فطوبیٰ لک ثم طوبیٰ لک"

تو پھر تیرے لئے خوشی اور آفرین ہے اور پھر تیرے لئے خوشی اور آفرین ہے۔

سھر العیون بغیر وجھک ضائع

وبکاؤھن بغیر فقدک باطل

ترجمہ: اے پروردگار! تیرے دیدار کے علاوہ آنکھوں کا جاگنا بیکار ہے اور تیری
ذات کے علاوہ کسی کے لئے آنکھوں کا رونا باطل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

عش ماشئت فانک میت واحبب

ماشئت فانک مفارقة واعمل ماشئت

فانک تجزیٰ به

ترجمہ: (اے انسان) تو اپنی زندگی جیسے چاہے ویسے گزار (مگر یہ خیال رہے) کہ
تجھے مرنا ہے اور جس سے چاہے محبت کر (مگر یہ خیال رکھ) کہ تجھے اس سے جدا ہونا ہے اور جیسا
چاہے ویسا عمل کر۔ (مگر یہ خیال رکھ) کہ تجھے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔

تجھے علم، علم الکلام، علم الاخلاق، علم طب، نجوم، عروض، صرف ونحو، غزلیات کے
دیوان، اور فنون جنگ وغیرہ پڑھنے میں کیا فائدہ ہوا اور کیا حاصل کیا تو نے عمر ضائع کرنے
اور دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے سوا کونسا فائدہ حاصل کیا میں نے حضرت عیسیٰؑ کی انجیل میں

Marfat.com

پڑھا ہے کہ جس وقت میت کو کھٹولے میں رکھتے ہیں اور جب تک اسے قبر تک لاتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس میت سے چالیس سوال کرتا ہے۔

پہلے سوال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''عبدی قد طهرت منظرا الخلق سنین فهل طهرت منظری ساعة''

ترجمہ: اے میرے بندے! تو نے مخلوق کو دکھانے کی غرض سے کتنے سال اپنے آپ کو (ظاہری علم سے) سنگھارا لیکن کیا تو نے میری خاطر ایک ساعت کے لیے بھی اپنا دل صاف کیا؟

بیٹے! ہر روز تیرے دل میں اللہ کی آواز آتی ہے:

''عبدی ماتصنع بغیری وانت محفوفه ،بخیری''

ترجمہ: اے میرے بندے! تو دکھاوے اور ریاکاری کے لئے عبادت کیوں کرتا ہے جبکہ خیر اور شر دونوں میرے ہاتھ میں ہیں اس لئے تجھے چاہیے کہ تو سچی نیت سے میری بندگی کرے۔

اے بیٹے! عمل کے بغیر علم پاگل پن ہے اور علم کے بغیر عمل بیکار ہے وہ علم جو آج تک تجھے گناہ سے دور نہیں رکھتا اور اللہ کی اطاعت کا شوق پیدا کرتا ہے یاد رکھ یہ کل تجھے دوزخ کی آگ سے نہیں بچائے گا اگر تو آج نیک عمل نہ کرے گا اور گزرے ہوئے وقت کا تدارک نہ کرے گا تو قیامت کے دن تو کہے گا:

'فارجعنا نعمل صالحاً''

ترجمہ: ہمیں واپس (دنیا میں) لوٹا دے تاکہ ہم نیک کام کریں۔

پھر تجھے کہا جائے گا اے احمق! تو وہیں سے تو آ رہا ہے۔

اے بیٹے! تو ہمت پیدا کر اور جسم میں جدوجہد کے لئے حرکت پیدا کر نیک اعمال کے لئے کوشش کر کیونکہ پھر قبر میں جانا ہے جو لوگ کہ تجھ سے پہلے اس میں موجود ہیں وہ ہر لحہ تیرے منتظر ہیں کہ تو کب ان کے پاس پہنچتا ہے۔

خبردار! ثمر (نیک اعمال) کے بغیر ہرگز ان کے پاس مت جانا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں:

''هذه الاجساد قفس الطیور او اصطبل الدواب''

ترجمہ: یہ جسم پرندوں کے پنجرے ہیں یا پھر جانوروں کے طویلے۔

Marfat.com

پس سوچ کہ تو کس میں سے ہے اگر گھونسلے والے پرندوں میں ہے اور ارجعی یعنی میری طرف لوٹ آ، کی آواز سنے گا تو پرواز کر کے اونچی جگہ جا بیٹھے گا۔

"اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ"

ترجمہ: سعاد ابن معاذ کی موت سے عرش خداوندی لرز گیا۔

لیکن خدانخواستہ اگر تو جانوروں میں سے ہے جن کے لئے یہ کہا گیا ہے۔

"اولئک کالانعام بل هم اضل"

ترجمہ: یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یقین کر کے تو اپنا سامان مقام زاویہ سے مقام ہاویہ کی طرف یعنی اس دنیا سے سیدھا دوزخ کی جانب لیکر پہنچے گا ایک مرتبہ حضرت حسن بصری کو ٹھنڈا شربت دیا گیا پیالہ ہاتھ میں لیتے ہی ایک سرد آہ بھری اور بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا آپ کو کیا ہو گیا تھا آپ نے جواب دیا۔

"ذکرت امنية اهل النار حين يقولو لاهل الجنة ان افيضو اعلينا من الماءِ"

ترجمہ: میں نے دوزخیوں کی اس تمنا کو یاد کیا کہ جب وہ اہل جنت سے کہیں گے کہ ہمیں تھوڑا سا پانی دیدو (اے عزیز) اگر تیرے پاس عمل کے بغیر علم کافی ہوتا اور عمل کی ضرورت ہوتی تو صبح صادق کے وقت یہ کیوں فرماتا:

"هل من تائب، هل من سائل، هل من مستغفر"

ترجمہ: ہے کوئی گناہوں سے توبہ کرنے والا کوئی سوال کرنے والا ہے کوئی مجھ سے اپنی مغفرت کی دعا مانگنے والا۔

پھر تو اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان بیکار ہوتا دراصل صبح صادق کے وقت اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان تو اس لئے ہے۔

"کانو قليلاً من الليل مايهجعون"

ترجمہ: (ایسے بندے) چند ہی ہیں جو رات کے آخری حصے میں تھوڑی سی نیند کرتے ہیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت رسول اکرم ﷺ کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی تعریف کر رہی تھی اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"نعم الرجل هو لو کان يصلی بالليل"

ترجمہ: وہ ایک اچھا شخص ہے کاش کہ وہ تہجد کی نماز پڑھتا ہو ایک روز نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں سے ایک صحابی سے فرمایا:

Marfat.com

''لاتکثرُ النوم باللیل فاِن کثرۃ النوم باللیل تدع صاحبہ فقیراً یوم القیامۃ''

ترجمہ: (اے فلاں) رات کو زیادہ نیند کر کیونکہ رات کو سونے والا قیامت کے روز خالی ہاتھ ہوگا۔

''ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃً لک''

ترجمہ: (اے رسول ﷺ) اور رات کے حصے میں اس (اللہ تعالیٰ) کے لئے نماز تہجد ادا کیجئے، امر ہے۔

''وبالاسحارھم یستغفرون''

ترجمہ: اور وہ (سچے بندے) صبح صادق کے وقت خدا تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے ہیں شکر ہے۔

''والمستغفرین بالاسحار''

ذکر ہے سرکار دو عالم آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تین آوازیں بہت پسند ہیں، ایک مرغ سحر کی، دوسری قرآن پاک کی تلاوت کی، اور تیسری پچھلی رات میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے اور توبہ کرنے والوں کی۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔

ان اللہ تعالی خلق ریحاً تھبُّ وقت الاسحار تحمل الاذکار والاستغفار الی الملک الجبار''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا پیدا کی ہے جو پچھلے پہر چلتی ہے اس وقت جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور خداوند قدوس سے معافی مانگتے ہیں ان کی آوازیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ:

اذا کان اول اللیل نادیٰ مناد من تحت العرش لیقم العٰبدون فیقدمون ویصلون ماشآء اللہ ثم ینادی مناد فی شطر اللیل الالیقم القانتون فیقومون ویصلون الی السحر فاذا کان السحر ینادی مناد الالیقم المستغفرون فیقومون ویستغفرون فاذاطلع الفجر ینا دی مناد الالیقم الغفلون فیقومون من مفر شھم کالموتیٰ نشروامن قبورھم

Marfat.com

ترجمہ: رات شروع ہونے پر ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے منادی دیتا ہے کہ عبادت گزاروں کو اٹھ جانا چاہیے تو جسے اللہ توفیق دیتا ہے وہ اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں پھر آدھی رات کو دوسرا فرشتہ منادی کرتا ہے کہ خدا کے باادب فرمابرداروں کو اٹھ جانا چاہیے پس وہ اٹھ کر سحر تک نماز پڑھتے ہیں جب سحر ہوتی ہے تو تیسرا فرشتہ آواز دیتا ہے کہ خدا کی مغفرت طلب کرنے والوں کو اٹھ جانا چاہیے پس وہ اٹھ کر اپنے رب سے مغفرت طلب کرتے ہیں پھر جب پو پھٹنے کا وقت آتا ہے تو پھر چوتھا فرشتہ صدا لگاتا ہے کہ اے غافلو! اٹھو (دن نکل آیا ہے) پھر یہ لوگ اپنے بستروں سے اس طرح اٹھتے ہیں جیسے مردے قبروں سے اٹھیں گے۔

اے بیٹے: حضرت لقمان کی وصیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یا بنی لاتکونن الدیک اکیس

منک فانہ ینادی بالاسحار و انت نائم

ترجمہ: اے بیٹے! مرغے کو اپنے سے زیادہ عقل مند نہ ہونے دینا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تو رات کے پچھلے پہر اٹھ کر اذانیں دے (یعنی اپنے پروردگار کو یاد کرے) اور تو پڑا سوتا رہے یہ حقیقت اس شعر سے واضح ہو جاتی ہے۔

لقد هتفت فی جنح اللیل حمامة

علی فنن وهنا وانی لنائم

کذبت وبیت الله لو کنت عاشقا

لما سبقتنی بالبکاء الحمائم

وازعم انی هائم ذو صبابة

له بی ولا ابکی وتبکی البهائم

شاخ پر بیٹھی پکار رہی ہے اور میں پڑا سو رہا ہوں عبادت کیا چیز ہے اطاعت اور عبادت آنحضرت ﷺ کی شریعت کی پیروی یا تابعداری کرنے کو کہتے ہیں پھر خواہ وہ نیکی کرنے یا بدی سے روکنے کے احکامات ہوں یا قول و فعل کی اتباع ہو یعنی جو کچھ کرے یا نہ کرے بولے یا نہ بولے یہ سب کچھ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی کے مطابق ہونا چاہیے اگر کچھ بولے تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق بول اگر خاموش رہے تو ان کے حکم کے مطابق خاموش رہے اگر کوئی کام کرے یا نہ کرے تو یہ سب کچھ پیغمبر علیہ السلام کے حکم کے مطابق کر اگر تو کوئی

Marfat.com

کام کرتا ہے اور وہ تجھے عبادت معلوم ہوتا ہے لیکن وہ کام آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل کی خاطر نہیں کرتا تو یہ کام عبادت میں شمار نہ ہوگا بلکہ گناہ میں شمار ہوگا خواہ وہ نماز روزہ ہی کیوں نہ ہو تجھے معلوم نہیں کہ اگر کوئی شخص دونوں عیدوں اور ایام تشریق میں روزے رکھے گا تو گنہگار ہوگا حالانکہ روزہ دار کی صورت اختیار کرتا ہے لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کے
فرمان کے مطابق نہیں کرتا اس لئے گنہگار ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص مکروہ وقت میں یا پرائی قبضہ کی ہوئی جگہ پر نماز ادا کرے گا تو وہ عاصم یا فاسق یا گنہگار کہلائیگا حالانکہ یہ کام ظاہری طور پر عبادت نظر آتا ہے مگر یہ چونکہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق نہیں ہے اس لئے درست نہیں کوئی شخص اپنی منکوحہ سے مباشرت کرتا ہے تو یہ گناہ نہیں حالانکہ ظاہری طور پر یہ کام خراب نظر آتا ہے لیکن چونکہ فرمان کے مطابق کیا جاتا ہے اس لئے حلال ہے لہذا معلوم ہوا کہ عبادت فرمانبرداری کا دوسرا نام ہے اسی طرح نماز اور روزے بھی اسی وقت عبادت میں شمار کیے جاتے ہیں جب وہ فرمان کے مطابق ہوتے ہیں۔ لہذا اے بیٹے تیرے سارے قول وفعل آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق ہونے چاہییں یعنی جو کچھ عمل کرے یا گفتگو کرے وہ سب شریعت کے مطابق ہو کیونکہ مخلوق کا علم اور عمل جو بھی آنحضرت ﷺ کی شرح کے مطابق نہیں وہ قطعی گمراہی ہے اور حق سے دور رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے گزشتہ زمانہ کے تمام علوم منسوخ فرمائے پس تجھے چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کے سوا کچھ نہ کر اور یقین کر جو علوم تو نے حاصل کیے ہیں ان سے اللہ تعالی کے راستے پر نہیں چل سکتا البتہ یہ راستہ تجھے محنت اور مجاہدے سے طے کرنا ہوگا اور اپنی ذلت نفس اور خواہشات کو مجاہدہ کی تلوار سے کاٹنا ہوگا یہی نفسانی خواہشات صوفیوں کے ڈھونگ اور بیہودگیوں سے ختم نہیں کر سکتا اللہ تعالی کو باریک نقطے یعنی فلسفیانہ گہرائیاں اور تاریک اوقات یعنی گناہ آلود زندگی پسند نہیں زبان سے تو فصاحت وبلاغت کے کلمات ادا ہوں لیکن دل میں غفلت ونفس پرستی ہو تو یہ بڑی بدنصیبی کی نشانی ہے جب تک نفس کی خواہشات کو سچائی اور مجاہدے کی تلوار سے نہیں کاٹے گا اس وقت تک تیرے دل میں معرفت کی روشنی پیدا نہیں ہوگی اے بیٹے! تو نے کچھ مسئلے پوچھے ہیں جن میں سے کچھ تو تقریر و تحریر میں پوری طرح بیان نہیں ہو سکتے اس منزل تک تو پہنچ گیا تو خود بخود پتا چل جائے گا عشق کا سبق پڑھایا نہیں جاتا بلکہ خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ اگر تو اس منزل تک پہنچ گیا تو اس کا جاننا مستحیلات یعنی ایک حال سے دوسرے حال میں آنے کے برابر ہے۔ اس لئے عشق، محبت اور ذوق کا دوسرا نام ہے محبت

Marfat.com

اور ذوق کو نہ تقریر کے ذریعہ بیان کیا جا سکتا ہے نہ تحریر کے ذریعہ اس کی اصل روح کو پیش کیا جا سکتا ہے جس طرح مٹھاس، کھٹاس اور تلخی کو کوئی شخص تقریر اور تحریر کے ذریعہ بیان کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا لہٰذا معلوم ہو کہ اگر تو اس منزل پر پہنچ گیا تو خود بخود معلوم ہو جائے گا لیکن اس منزل تک اگر نہ پہنچ سکا تو پھر اس حقیقت کو تقریر و تحریر کے ذریعہ اچھی طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

اے بیٹے! تیرے کچھ سوال اسی قسم کے ہیں لیکن جس قدر بھی تحریر و تقریر میں آ سکتے ہیں وہ سب میں نے اپنی تصنیف احیاء العلوم الدین اور دوسری کتابوں میں وضاحت سے بیان کیے ہیں جو کہ تو ان میں پڑھ سکتا ہے البتہ یہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ کچھ مختصراً بیان کیے جائیں گے۔

دوسرا تو نے پوچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے کے لئے کیا چیز واجب ہے تجھے علم ہونا چاہیے کہ پہلی بات یہ ہے کہ اس میں خوف خدا کا عقیدہ اس درجہ پر موجود ہو کہ اس میں کسی بھی قسم کی بدعت نہ ہو۔ دوسرے توبۃ النصوح اس طرح کی جانی چاہیے کہ دوبارہ ایسی ذلت کی طرف واپس نہ لوٹے تیسرے دشمن کو بھی اس حد تک راضی رکھے کہ کسی بھی مخلوق کا حق اس پر واجب نہ رہے۔ چوتھے شریعت کے علم میں سے اتنا علم حاصل کرنا چاہیے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور فرمانبرداری کر سکے شریعت کے علم کا اس سے زیادہ جاننا واجب نہیں دوسرے علوم میں سے بھی اتنا جاننا چاہیے جس سے اس کا چھٹکارا ہونا چاہیے، یہ حقیقت تیرے علم میں ہونی چاہیے کہ بزرگوں کی حکایات میں آتا ہے کہ شبلیؒ نے فرمایا کہ میں نے طریقت کے چار سو استادوں کی خدمت کی اور ان استادوں کی بیان کردہ چار ہزار احادیث میں سے صرف ایک حدیث اختیار کی اور باقی حدیثوں کو چھوڑ دیا اس لئے کہ ایک حدیث پر غور کیا تو اپنا چھٹکارا اس حدیث میں پایا مجھے اس حدیث میں علم اولین و آخرین بیان کیا اور نظر آیا وہ حدیث یہ ہے:۔

اعمل للدنیا بقدر مقامک فیھا
واعمل لآخرتک بقدر بقائک فیھا
واعمل للہ بقدر حاجتک الیہ واعمل
للنار بقدر صبرک علیھا

ترجمہ: دنیا کے لئے اتنا کام کر جتنا اس میں رہے اور آخرت کے لئے اتنا کام کر جتنا وہاں رہنا مقدر ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتنا کام کر جتنا تو اس کا محتاج ہے اور دوزخ کے لئے اتنا کام کر جتنا تو اس کی تکالیف پر صبر کر سکے۔

Marfat.com

اے بیٹے! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجھے زیادہ علم کی ضرورت نہیں کیونکہ زیادہ علم پڑھنا اور حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اس دوسری حکایت پر غور کرتا کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ شقیق بلخی قدس اللہ روحہ کے شاگردوں اور مریدوں میں سے حاتم اصمؒ بھی ایک شاگرد اور مرید تھے ایک دن شقیقؒ نے ان سے کہا کہ اے حاتم! تم کتنا عرصہ میری صحبت میں رہے اور میری باتیں سنتے رہے حاتم اصمؒ نے کہا کہ تینتیس سال (۳۳) شقیقؒ نے کہا کہ اس عرصہ میں تو نے مجھ سے کیا فائدہ حاصل کیا؟

حاتم بن اصمؒ نے جواب دیا کہ آٹھ فائدے حاصل کیے ہیں۔ شقیقؒ نے کہا:

"انا للّٰہ وانا الیہ راجعون"

اے حاتم! میں نے اپنی زندگی تعلیم و تربیت میں گزار دی اور تجھے میرے علم سے آٹھ فائدوں کے علاوہ کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا! حاتمؒ نے کہا اے استاد! اگر سچ پوچھیں تو یہ حقیقت ہے جو میں نے بیان کی مجھے ان سے زیادہ کوئی ضرورت نہیں اور علم سے اتنا ہی فائدہ کافی ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ دنیا و آخرت میں میرا چھٹکارا ان آٹھ فائدوں سے ہوگا شقیق بلخیؒ نے ان سے کہا کہ اے حاتم! اچھا تو بتاؤ کہ وہ آٹھ فائدے کونسے ہیں؟

حاتم بن اصمؒ کے بیان کردہ فوائد

اے استاد! پہلا فائدہ یہ ہے کہ میں نے اس دنیا کے لوگوں کو دیکھا کہ ہر ایک کا ایک محبوب ہے۔ لیکن لوگوں کے یہ محبوب ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی تو موت لانے والی بیماری تک ساتھ دیتے ہیں اور کچھ مرتے دم تک اور کچھ ایسے ہیں جو قبر تک ان کے ساتھ چلتے ہیں اور دفن کے بعد تمام محبوب وہاں سے واپس آ جاتے ہیں ان میں سے کوئی محبوب قبر میں ساتھ نہیں جاتا کہ وہاں اس شخص کی دل بستگی کی غرض سے اس کے ساتھ رہے میں نے غور کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ محبوب تو وہی اچھا ہے جو قبر میں بھی ساتھ جائے اور محب کے ساتھ رہے۔ اس لئے باعث دلبستگی بنے، اس کی قبر کو روشن کرے اور قیامت اور اس کی منزلوں میں اس کا ساتھی ہو

Marfat.com

میں نے دیکھا کہ ان خوبیوں والا محبوب صرف میرے اچھے اعمال ہیں۔

اس کے بعد سے میں نے اپنے نیک اعمال کو اپنا محبوب بنالیا تا کہ یہ میرے ساتھ قبر تک جائے۔ میرے لئے سامان دل بستگی ثابت ہو میری قبر کی روشن قندیل بنے قیامت کی منزلوں میں میرے ساتھ ہو اور کبھی بھی مجھ سے الگ نہ ہو۔ شقیق بلخیؒ نے کہا کہ شاباش اے حاتم! تم نے بہت عمدہ بات بتائی ہے اب دوسرا فائدہ بیان کر۔

اے استاد! دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس دنیا کے لوگوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ہر کوئی لذات وخواہشات نفس کے پیچھے چل رہا ہے اور اپنی نفسانی خواہشات کے تابع ہے یہ دیکھ کر میں نے اس آیت کریمہ پر غور کیا:

"وامامن خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماْویٰ"

ترجمہ: جو شخص اپنے پرودگار کا خوف کرے گا وہ اپنے نفس کو حرص وہوا سے روکے گا تو اس کے ٹھہرنے کا مقام جنت ہے۔

مجھے یقین ہو گیا کہ قرآن حکیم حق اور اللہ کا کلام سچا ہے پھر اپنے نفس کے خلاف محاذ قائم کیا اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوا۔ اسے ایسے سانچے میں ڈالا اور اس وقت تک اس کی کوئی خواہش پوری نہ کی جب تک کے اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سکون نہ آنے لگا، شقیق بلخیؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کی برکتیں عطا فرمائے اچھا اب تیسرا فائدہ بیان کرو۔

اے استاد! تیسرا فائدہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو ہر شخص نہایت تکلیف اور محنت سے اس فانی دنیا کے مال کو جمع کرنے میں لگا ہوا ہے اور بڑا خوش ہے کہ اس کے پاس بہت سے مال ومتاع ہے لیکن جب میں نے قرآن کریمہ کی اس آیت پر غور کیا۔

﴿ماعندکم ینفدو ماعند اللہ باق﴾

ترجمہ: تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ سب فنا ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔

تو میں نے جو دنیا میں جمع کیا تھا وہ سب خدا کی راہ میں درویشوں اور فقیروں میں تقسیم کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس بطور امانت جمع رہے اور میرے لئے آخرت کا ثمرہ اور چھٹکارے کا سبب بنے۔

شقیق بلخیؒ نے کہا کہ اے حاتم! اللہ تعالیٰ تجھے اجر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی بات کی اور بہت اچھا کام کیا ہے اچھا اب چوتھا فائدہ بیان کر۔

Marfat.com

اے استاد! چوتھا فائدہ یہ ہے کہ میں نے دنیا کے لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کچھ کا خیال ہے کہ شان وشوقت اور عزت وشرف زیادہ اور بڑے قوم قبیلے سے ہے اس لئے وہ اپنے قبیلہ پر فخر کررہے ہیں کچھ ایسے ہیں کہ جو سوچتے ہیں کہ شان وشوقت کا دولت کی فراوانی، مال اور اہل وعیال سے حاصل ہوتی ہے اس لئے ایسے لوگ اپنی دولت اور اولاد پر فخر کررہے ہیں کچھ ایسے ہیں جو اپنی عزت اور شان، غصہ دکھانے، مارنے، کوٹنے، اور قتل وغارت گری میں سمجھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو اپنی فضول خرچی کو شان وشوقت سمجھتے ہیں اس لئے وہ فضول خرچی کو عزت سمجھ کر اس پر فخر کرتے ہیں لیکن میں نے اس آیت پر غور کیا جس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

"ان اکرمکم عنداللہ اتقکم"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ اور مرتبے والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

لہذا یہ حق اور سچ ہے اور مخلوق کے خیالات باطل اور گمان غلط ہیں اس لئے میں نے تقویٰ کو اختیار کیا تاکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مرتبہ والا شمار کیا جاؤں شقیق بلخیؒ نے کہا کہ اے حاتمؒ! کاش اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو تو نے بڑی اچھی بات کی۔ اب پانچواں فائدہ بیان کر۔

اے استاد! پانچواں فائدہ یہ کہ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ ایک دوسرے کی شکایت کررہے ہیں معلوم ہوا کہ یہ سب جلن، حسد، اور کینے کی وجہ سے کررہے ہیں جس کا واحد سبب عظمت وشان، مال ودولت اور علم ہے میں نے قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر غور کیا جس میں فرمایا گیا کہ:

﴿نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیوة الدنیا﴾

ترجمہ: ہم نے لوگوں کے لئے دنیا کی زندگی میں رزق تقسیم کردیا ہے۔

پھر سوچا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازل سے ہی مال ومرتبہ کو مقرر فرمایا ہے۔ اور اس میں کسی کو کچھ اختیار نہیں اس لئے کسی سے بھی مقابلہ اور حسد نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور تقدیر پر راضی رہا اور ساری دنیا کے ساتھ بن گیا شقیقؒ نے فرمایا کہ اے حاتمؒ! سچ کہتے ہو اور ٹھیک کرتے ہو اب چھٹا فائدہ بیان کر۔

اے استاد! چھٹا فائدہ یہ ہے کہ جب میں نے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ

Marfat.com

ہر شخص کسی نہ کسی وجہ سے دوسرے سے دشمنی کر رہا ہے پھر میں نے اس آیت پر غور کیا۔

﴿ان الشیطٰن لکم عدوٌ فاتخذو ہ عدواً﴾

ترجمہ: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم اس کو دشمن سمجھو۔

اس کے بعد یقین کر لیا کہ اللہ کا قول سچا ہے شیطان اور اس کی پیروی کرنے والوں کے علاوہ کسی سے دشمنی نہ رکھنا چاہیے اس کے بعد سے شیطان کو اپنا دشمن سمجھا اور اس کے کسی بھی حکم کو نہ مانا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کی اور اس کے بعد سے اسی کی عبادت اور بندگی اختیار کر لی سیدھا راستہ صراط مستقیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔

﴿الم اعھد الیکم یٰبنی اٰدم ان لاتعبدوا الشطٰن انہ لکم عدوٌ مبین . وان اعبدونی ھذا صراطٌ مستقیم﴾

ترجمہ: کیا میں نے تم سے یہ وعدہ نہیں لے لیا تھا اے "اولاد آدم" تو ہرگز شیطان کی اطاعت نہ کرنا۔ تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری عبادت کرو (کیونکہ) یہ سیدھا راستہ ہے

شقیق نے فرمایا اے حاتمؒ! بہت اچھا کام کیا اور بہت اچھی بات بتائی اچھا اب ساتواں فائدہ بیان کر۔

اے استاد! ساتواں فائدہ یہ کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ہر شخص اپنے سلسلہ میں حلال وحرام کی بھی تمیز نہیں کر رہا بلکہ مشکوک اور حرام کمائی کے حصول کے لئے ذلیل وخوار ہو رہا ہے۔ پھر میں نے اس آیت پر غور کیا۔

﴿ومامن دآبۃٍ فی الارض الاعلی اللہ رزقھا﴾

ترجمہ: زمین پر ایسا کوئی جاندار نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے۔

پھر یقین کیا کہ قرآن حکیم حق اور سچ ہے اور میں بھی ان جانداروں میں سے ہوں جو کہ زمین پر موجود ہے بس پھر میں اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور یقین کر لیا کہ وہ مجھے روزی پہنچائے گا کیونکہ اس نے رزق کا وعدہ فرمایا ہے۔

شقیقؒ نے کہا کہ بہت اچھا کیا اور بہت اچھی بات بتائی اچھا اب آٹھواں فائدہ بیان کر۔

حاتمؒ نے کہا آٹھواں فائدہ یہ کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ معلوم ہوا ہر آدمی کا بھروسہ کسی دوسرے پر یا کسی چیز پر ہے کسی کو اپنے مال پر بھروسہ ہے کسی کو لوگوں پر بھروسہ ہے لہذا میں

Marfat.com

نے اس آیت شریفہ پر غور کیا جس میں اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے کہ:۔

﴿ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ﴾

ترجمہ: جس نے اللہ پر توکل کیا اس کے لئے اللہ کافی ہے۔

اس کے بعد سے میں نے خدائے تعالی عزوجل پر توکل کیا۔

﴿وھو حسبی ونعم الوکیل﴾

ترجمہ: اور وہی میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

جب شقیق بلخیؒ نے یہ فائدے سنے تو کہا کہ اے حاتم! اللہ تعالی تمہیں توفیق عطا فرمائے تم نے بہت عمدہ باتیں بتائیں میں نے توریت، انجیل، زبور، اور فرقان حمیدہ میں دیکھا کہ یہ چاروں کتابیں ان آٹھ فائدوں کا ذکر کرتی ہیں یعنی چاروں کتابوں نے اپنی تعلیم میں یہ آٹھ فائدے بتائے ہیں اور جس نے بھی ان پر عمل کیا گویا چاروں کتابوں پر عمل کیا۔

اے بیٹے! تجھے ان حکایتوں سے معلوم ہوا کہ تجھے زیادہ ان کی ضرورت نہیں ہے۔

اب واپس اپنے قصے کی طرف آتے ہیں اور، طالب، اور سالک، کے لئے اللہ کی راہ میں جو باطنی شرائط ہیں وہ تجھے بتاتا ہوں۔

پانچویں شرط جو کہ اللہ تعالی کے راستے میں چلنے والے سالک کے لئے واجب یہ ہے کہ اس کا ایک شیخ کامل ہونا چاہیے جو اس کی رہنمائی کرے اور اس میں سے برے اخلاق نکال کر اچھے اخلاق پیدا کرے تربیت کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ جس طرح ایک کسان فصل کی دیکھ بھال کرتے وقت جو بھی گھاس پھوس فاضل اگ جاتا ہے اسے فصل سے باہر نکال دیتا ہے اسی طرح کھیت میں جو بھی خاروخس پیدا ہوتے ہیں انھیں وہ جڑ سے نکال کر باہر پھینکتا ہے پھر وہاں پانی اور کھاد دیتا ہے تاکہ فصل بڑھے اور عمدہ بھی ہو اسی طرح ہر حالت میں اللہ کی راہ پر چلنے والے مسافر کے لئے مرشد کامل کے سوا دوسرا کوئی بھی علاج یا حل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو اپنے بندوں کی طرف بھیجا تاکہ آپ ﷺ اللہ کی راہ کی روشن دلیل ثابت ہوں اور لوگوں کو اللہ تعالی کے بتائے ہوئے راستے پر لائیں رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو اپنے نائبوں اور خلفاء کو اپنی جگہ مقرر فرمایا تاکہ وہ قیامت تک اللہ تبارک وتعالی کی راہ کی دلیل ہو۔

لہذا سالک کے لئے ایسا شیخ کامل ہونا چاہیے جو کہ اللہ کے راستے پر چلنے کے لئے رسول اکرم ﷺ کے نائب کی حیثیت سے روشن دلیل ہو۔

Marfat.com

شیخ کے اوصاف

رسول اللہ ﷺ کا نائب جس کو اپنا شیخ بنایا جائے اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ عالم ہو لیکن ہر عالم بھی شیخ کامل نہیں ہو سکتا اس کلام کے لائق وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں چند مخصوص صفات ہوں یہاں ہم اجمالی طور پر چند اوصاف بیان کرتے ہیں تاکہ ہر سر پھرا یا گمراہ شخص شیخ بننے کا دعویٰ نہ کر سکے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ شیخ وہی ہو سکتا ہے جو دنیا کی محبت و عزت و مرتبے کی چاہت سے منہ موڑ کر ایسے کامل شخص سے بیعت کر چکا ہو جس کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک پہنچتا ہو اس شخص نے ہر قسم کی ریاضت کی ہو اور آنحضرت ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کی ہو وہ شخص تھوڑا کھانا کھاتا ہو تھوڑی نیند کرتا ہو زیادہ نمازیں پڑھتا ہو زیادہ روزے رکھتا ہو اور خوب صدقہ وخیرات کرتا ہو اس کی طبیعت میں تمام اچھے اخلاق ہونے چاہییں اور صبر، شکر، توکل، یقین، سخاوت، قناعت، امانت، حلم (سنجیدگی) انکساری، فرمانبرادی، سچائی، حیاء، وقار، سکون، اور اسی قسم کے اور فضائل اس کی سیرت و کردار کا حصہ ہوں اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے انوار سے ایسا نور اور روشنی حاصل کی ہو جس سے تمام بری خصلتیں مثلاً کنجوسی، حسد، کینہ، جلن، لالچ، دنیا سے امید، غصہ اور سرکشی وغیرہ، اس میں ختم ہو چکی ہوں اور علم کے سلسلہ میں کسی کا محتاج نہ ہو سوائے اس علم کے جو کہ ہمیں (مخصوص) آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔

یہ مذکورہ اوصاف شیخ کامل پیران طریقت کی کچھ نشانیاں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے نائب ہونے کے لائق ہیں ایسے شیخوں کی پیروی کرنا صحیح طریقہ ہے۔

شیخ کی اطاعت

ایسے شخص بڑی مشکل سے ملتے ہیں اگر یہ دولت کسی کو حاصل ہوئی اور یہ توفیق نصیب ہوئی کہ ایسا کامل شیخ ملا اور وہ شیخ اسے اپنے مریدوں میں شامل کر لے تو اس مرید کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے مرشد کا ظاہری و باطنی ادب کرے۔

Marfat.com

ظاہری آداب

ظاہری ادب یہ کہ اس سے بحث مباحثہ نہ کرے اور اگر کوئی مسئلہ چھڑ جائے اور اگر کبھی سمجھے کہ شیخ سے بھول ہوگئی تو اس پر بھی اعتراض نہ کرے اسے چاہیے کہ ہر ایک کے ساتھ مصلے پر جا کر نہ کھڑا ہو بلکہ جب نماز کا وقت ہو تو پھر جا کر مصلے پر نماز ادا کرے جب نماز پڑھ کر فارغ ہو تو مصلے لپیٹ دے شیخ کے سامنے ہر نماز کے بعد زیادہ نفل نہ پڑھے اور شیخ کامل جو بھی حکم دے اسے اپنی استطاعت کے مطابق بجالائے۔

باطنی آداب

باطنی ادب یہ ہے کہ مرشد سے جو کچھ بظاہر سنے اس کے بارے میں یا شیخ کے قول وفعل کی بابت دل میں زرا بھی شبہ نہ کرے ورنہ منافق کہلائے گا اگر ایسا نہیں کر سکتا تو اسے چاہیے کہ شیخ کی صحبت سے کنارہ کش ہو جائے جب تک کہ اس کا باطن بھی ظاہر کی طرح نہ ہو جائے۔

چھٹی شرط یہ کہ مرید نفس کی چال بازیوں سے بچے یہ صرف اسی طرح ممکن ہے جب وہ بدکردار اور جاہل لوگوں کی مجلس چھوڑ دے اس طرح اس کے دل سے شیطان کا غلبہ ختم ہو جائے گا اور شیطانی اثرات جڑ سے ختم ہونگے پھر خواہ وہ شیطانی گروہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ ہر حال میں مسکینی اور درویشی کو خوشحالی پر ترجیح دے اور نیاز مندی اختیار کرے یہ سات باتیں اللہ تعالی کی راہ پر چلنے والے سالک اور طالب کے لئے ضروری ہیں۔

تصوف کی حقیقت

دوسرے تو نے یہ پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ تصوف دو خصلتوں کا نام ہے: پہلی یہ کہ (بندہ) اللہ کا وفادار ہو یعنی شریعت پر عمل کرتا ہو اور دوسری یہ کہ اللہ کی مخلوق سے ہمدردی و بھلائی

Marfat.com

کرنے والا ہو جس میں شریعت پر ثابت قدمی اور انسانیت کی فلاح کی خوبیاں ہیں وہ "صوفی" ہے اللہ سے وفاداری یہ ہے کہ اپنی خوشی کو اللہ کی خاطر قربان کر دے لوگوں سے بھلائی یہ ہے کہ لوگوں کی صرف اپنی غرض کی خاطر تعلقات نہ رکھے اور خود غرضی سے کنارہ کرے بلکہ اپنے آپ کو لوگوں کی بھلائی کے لئے وقف کرے بشرطیکہ یہ بھلائی شریعت کے مطابق ہو۔

بندگی کی حقیقت

دوسرے تو نے پوچھا کہ بندگی کیا ہے؟ عبودیت یا بندگی میں تین باتیں ہیں پہلی یہ کہ شریعت کے حکم کی حفاظت کرنا اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ قضا و قدر اور قسمت پر راضی رہنا تیسری یہ کہ خواہشات اور اختیار کو چھوڑ دینا اور اللہ تعالیٰ کے اختیار اور خواہش پر خوش رہنا۔

توکل کی حقیقت

تو نے یہ بھی پوچھا ہے کہ توکل کیا ہے؟ تجھے معلوم ہو کہ توکل اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں ان پر پختہ یقین ہونا چاہیے یعنی اعتقاد ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری قسمت میں لکھا ہے وہ تجھے ضرور ملے گا پھر چاہے پوری دنیا اس کو روکنے کی کوشش کرے تب بھی اس کو روکا نہیں جا سکتا لیکن جو کچھ تیری تقدیر میں نہیں لکھا اس کے لئے تو اور سارا جہاں کتنی بھی کوشش کرے وہ تجھے ہرگز نہیں ملے گا۔

اخلاص کی حقیقت

تو نے یہ بھی پوچھا ہے کہ اخلاص کیا ہے؟ تجھے معلوم ہو کہ اخلاص یا خلوص یہ ہے کہ تیرے سارے کام صرف اللہ (کی رضا) کے لئے ہونے چاہیں جو کچھ بھی کرے وہ دکھاوے کے لئے نہ ہونا چاہیے اچھے کام کرتے وقت تیرا دل لوگوں کی طرف مائل نہ ہو تیرے دل کو نہ لوگوں کی تعریف پر خوش ہونا چاہیے نہ کسی سے شکایت پر رنجیدہ ہونا چاہیے تجھے معلوم ہو کہ ریاکاری لوگوں کی تعریف اور تعظیم سے پیدا ہوتی ہے اور ریاء کاری کا علاج یہ ہے کہ تو سارے جہان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تابع سمجھ اور ساری مخلوق کو کنکروں اور پتھروں کی مانند سمجھ تجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ پتھروں کی یہ طاقت نہیں کہ وہ تجھے رنج و راحت پہنچا سکیں ساری مخلوق کو اگر ایسا سمجھے گا

Marfat.com

تو پھر تجھے ریاکاری سے نجات مل سکے گی جب تک یہ عقیدہ رکھے گا کہ مخلوق کو دکھ سکھ پہنچانے کی طاقت ہے تو پھر تیرے دل سے ریاکاری ہرگز نہیں نکل سکتی۔

اے بیٹے! تیرے باقی سوال ایسے ہیں کہ جن میں کچھ ہماری تصنیف کردہ کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں جو ان میں سے دیکھ لے اور کچھ سوال ایسے ہیں جن کا جواب لکھنا ممنوع ہے تو جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر عمل کرتا کہ وہ امور تجھ پر واضح ہو جائیں جو تو بھی نہیں جانتا۔

اے بیٹے! ان کے بعد جو تجھے مشکل لگے اور سمجھ نہ آئے تو زبانی طور پر دل کی زبان کے علاوہ مجھ سے نہ پوچھ۔

﴿ولو انھم صبرو احتیٰ تخرج الیھم لکان خیرا لھم﴾

ترجمہ: اگر وہ لوگ آپ ﷺ کے از خود باہر آنے تک صبر کرتے تو انھیں کے لئے بہتر تھا۔

حضرت خضرؑ کی نصیحت قبول کر۔

''فلاتسالنی عن شیءٍ حتی احدث لک منہ ذکرا''

ترجمہ: پھر تم مجھ سے کوئی بات مت پوچھنا یہاں تک کہ میں خود ہی تم سے اس کا ذکر کروں۔

جلدی مت کر، جب وقت آئے گا تو خود ہی تجھے بتادیا جائے گا اور دکھا دیا جائے گا۔

''ساریکم ایاتی فلا تستعجلون''

ترجمہ: ہم تجھے جلدی اپنی نشانیاں دکھائیں گے لہذا (اس سلسلہ میں) تم جلدی کی خواہش مت کرو۔

تو وقت سے پہلے مت پوچھ۔ جب اس کیفیت کو تو پہنچے گا تو خود نظر آجائے گا تو یہ یقین کر کے جب تو اس منزل کی طرف نہ جائے گا۔ اس وقت تک نہ تو وہاں پہنچے گا نہ دیکھ سکے گا۔

(اولم یسیروا فی الارض فینظروا)

ترجمہ: کیا وہ زمین (ملک) میں گھومے پھرے نہیں ہے تاکہ وہ سب کچھ دیکھ لیتے۔

اے بیٹے! خدا کی قسم اگر تو اپنے دل کو روشن کر لے تو یقیناً عجیب غریب کیفیات نظر آئیں۔ تجھے چاہیے کہ ہر منزل پر جان کی بازی لگا دے۔ اس کے علاوہ مقصد حاصل نہیں ہوگا حضرت ذوالنون مصریؒ نے اپنے شاگردوں میں سے ایک شاگرد سے کتنی اچھی

Marfat.com

بات کہی ہے۔

"ان قدرت علی بذل الروح فتعال وان لاتشتغل بنزهات الصوفية والقال"

ترجمہ: اگر (اس راہ میں) جان کی بازی لگانے کی ہمت ہے تو آ جا۔ (قدم رکھ) ورنہ محض صوفیوں کی خوش کن باتوں میں مت آ۔

اے بیٹے! میں اب آٹھ نصیحتوں پر اپنا قصہ ختم کرتا ہوں۔

آٹھ نصیحتیں

۱

تجھے ان سے چار باتیں کرنی ہیں اور چار باتیں نہیں کرنی ہیں تاکہ تیرا علم قیامت کے دن تیرا دشمن نہ بنے۔

پہلے تو وہ چار کام بیان کیے جاتے ہیں جو تجھے کرنے نہیں ہیں۔

مناظرہ کا اصول

اول یہ کہ جہاں تک ہو سکے ہر کسی سے مناظرہ نہ کر اور کسی بھی مسئلہ پر بحث نہ کر کیونکہ اس میں بہت سی آفتیں ہیں اور فائدے سے زیادہ نقصان ہے یہ کام تمام بری باتوں مثلاً ریاء کاری، حسد، غرور، کینہ، دشمنی، فخر، اور ناز وغیرہ کا سرچشمہ ہے اگر تیرے اور دوسرے شخص کے درمیان کوئی مسئلہ چھڑ جائے اور تیری خواہش ہو کہ حق ظاہر ہو تو اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے تیری نیت کو ٹھیک کہا جائے گا۔ اس سلسلہ میں نیک نیتی کی دو علامات ہیں۔

اول یہ کہ اگر تیری زبان سے یا تیرے مخالف کی طرف سے حق ظاہر ہو تو اس میں کوئی فرق نہ کرے یعنی دونوں صورتوں میں راضی رہے کہ (بہر حال) حق ظاہر ہوا۔

دوسری علامت یہ ہے کہ تو تنہائی میں اس مسئلہ پر بحث کرنے کو بہتر سمجھے لیکن اگر تو کسی مسئلہ پر بحث کرے اور تجھے یہ یقین ہو کہ تو حق پر اور مخالف صرف بحث کر رہا ہے تو تو خبر دار ہو جا اور اس سے بحث نہ کر اور بات کو وہیں ختم کر دے ورنہ خوانخواہ رنجش پیدا ہو گی اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

یہاں میں ایک فائدہ بیان کرتا ہوں تجھے معلوم ہو کہ مسائل کے بارے میں سوال کرنا ایسا ہے کہ گویا دل کے طبیب کے سامنے دل کی بیماری اور اس کے اسباب بیان کرنا نیز اس

Marfat.com

طبیب کی طرف سے دل کی بیماری کی شفاء کے لئے کوشش کرنا ایسا ہے جیسا اس مسئلہ کا جواب دینا۔ تجھے یقین ہونا چاہیے کہ جاہل لوگ ایسے مریضوں کی مانند ہیں جن کے دلوں میں مرض ہے اور عالم طبیبوں اور حکیموں کی مانند ہیں۔ ناقص عالم طبابت کے لائق نہیں اور کامل عالم بیماری کا علاج کرسکتا ہے نیز بیماری کے اسباب بھی معلوم کرسکتا ہے۔ لیکن بیماری اگر غالب آجائے اور اس کے اسباب بھی معلوم نہ ہوسکیں تو پھر کسی استاد طبیب سے مشورہ کیا جائے جو یہ بتا سکے کہ اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے اور یہ بیماری دوادارو سے ٹھیک نہ ہوگی۔ اس قسم کی لاعلاج بیماری کے علاج میں مشغول رہنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوگا اب تو سمجھ کہ:

مریض کی اقسام

جاہل مریض چار قسم کے ہوتے ہیں۔ اور ان چار میں سے ایک کا علاج ممکن ہے باقی تین لاعلاج ہیں۔

پہلا بیمار وہ ہے جو حسد کی وجہ سے سوال پوچھے یا اعتراض کرے۔ حسد ایک ایسی مہلک بیماری ہے جس کا علاج نہیں ہے یوں سمجھ لو کہ تو جو بھی جواب دے گا وہ خواہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو لیکن وہ تجھے اپنا دشمن شمار کرے گا اور اس کی جلن اور حسد کی آگ اور بھی بھڑکے گی۔ لہذا اچھا یہ ہے کہ اس کو جواب نہ دے کسی شاعر نے اس سلسلہ میں اچھا کہا ہے

کل العداوۃ قد ترجیٰ ازالتھا
الا عداوۃ من عاداک من حسد

ترجمہ: ہر قسم کی دشمنی کا ازالہ ہوسکتا ہے مگر جو دشمنی حسد کی وجہ سے ہو اس کا ازالہ ممکن نہیں ہے۔

لہذا اس کا مداوا یہ ہے کہ اس حاسد کو چھوڑ دے تاکہ وہ اس مرض میں مبتلا رہے۔

"فاعرض عن من تولیٰ عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوٰۃ الدنیا"

ترجمہ: تو ایسے شخص سے کنارہ کشی اختیار کر جو (حسد کی وجہ سے) ہمارے ذکر سے منہ موڑتا ہے اور دنیا کی زندگی (کی آسائشوں) کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا۔

مریض کے دوسری قسم وہ ہے جس کی بیماری کا سبب اس کی حماقت یا بیوقوفی ہے۔ یہ بیماری لاعلاج ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں (بحکم خدا) مردوں کو زندہ کرنے میں عاجز

Marfat.com

نہیں ہوا لیکن احمق اور جاہلوں کا علاج کرنے سے عاجز آ گیا جاہل احمق وہ ہے جو علم حاصل کرنے میں بہت کم وقت گزارتا ہے اور علوم عقلیہ یا نقلیہ ابھی شروع ہی نہیں کیے ہیں لیکن ان بڑے عالموں پر اعتراض کرتا ہے۔ جن کی ساری زندگی علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل میں گزری ہے اس سے یہ علم نہیں ہے کہ اس کا اعتراض جو کہ خود اسے اور اپنے جیسے دوسرے لوگوں نیز علماء کو گراں گزرتا ہے۔ اسی طرح بلاشک یہ اعتراض اس بڑے عالم کو بھی گراں گزرتا ہوگا اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا یہ اعتراض جو اس عالم پر کر رہا ہے، بیکار اور فضول ہے اور اس بڑے عالم کی فکری گہرائی کو خود اس نے دوسرے عالم نے اور ان جیسے دوسرے لوگوں نے سمجھا ہی نہیں ہے بھلا جب وہ اتنا بھی نہیں سوچ سکتا تو یہ اس کی حماقت اور نادانی ہے۔ ایسے شخص سے بھی الگ رہنا چاہیے اور اسے جواب نہیں دینا چاہیے۔

نصیحت بقدر ظرف

تیسرے قسم کا بیمار وہ ہے جو اپنی بے قراری و بے صبرے پن کی وجہ سے بزرگوں کی باتیں نہ سمجھے اور اپنی کم عقلی پر بھروسہ کیے رہے اور جو اپنے فائدے کی وجہ سے سمجھے ایسا شخص بھولا اور بے عقل ہوتا ہے اور اس کا ذہن حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو بھی جواب دینا ضروری نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نحن معاشر الانبیآء امرنا ان نتکلم الناس علیٰ قدرِ عقولھم"

ترجمہ: ہم گروہ انبیاء سے فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کو ہم ایسی باتیں بتائیں جو ان کی عقل کے مطابق ہوں۔

نصیحت کے قابل شخص

چوتھی قسم کا بیمار وہ ہے جو صراط مستقیم کا طلب ہو، فرمانبردار ہو، ذکی، اور ذہین ہو اور اس میں غصہ، نفس پرستی، حسد اور دولت مجاہ کی خواہش نہ ہو۔ (لہذا) ایسا شخص جو کہ راہ حق اور صحیح طریقے کا متلاشی ہو اور جو سوال پوچھے یا اعتراض کرے وہ حسد کی وجہ سے یا عیب جوئی کے خاطر یا امتحان لینے کی غرض سے نہ کرے ایسا ہی شخص وہ مریض ہے جس کا علاج کیا جا سکتا ہے چنانچہ اگر اس شخص کے سوال کا جواب دینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

Marfat.com

۲ وعظ کی حقیقت

نصیحت یہ ہے کہ تو وعظ اور تقریر کرنے سے بچے کیونکہ اس میں بڑی آفتیں اور نقصان ہے۔ اگر سمجھتا ہو کہ تو جو کچھ وعظ کرتا ہے اس پر پہلے خود بھی عمل کر چکا تو یہ بات بھی خیال میں رہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے حق تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

"یا ابن مریم اعظ نفسک فان اتعظت فعظ الناس فاستحیی منی"

ترجمہ: اے فرزند مریم! تم اپنے نفس کو نصیحت کرو پھر اگر اس نے تمہاری نصیحت قبول کر لی تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے شرماؤ۔

اگر ایسے حالات پیدا ہوں کہ تجھے وعظ کرنا ہی پڑے تو پھر دو باتوں سے بچنا۔ اول یہ کہ اپنے وعظ میں رنگین بیانی، اشارہ و کنایہ، مقفیٰ، و مسجع عبارات، دل خوشکن اشعار، وابیات اور خلاف شرع گفتگو (بعض نام نہاد) صوفیوں کے جھوٹ سے پرہیز کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تصنع کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا لیکن۔ (اگر کسی کا واعظ کا) تکلف یا نمائش حد سے تجاوز کر جائے تو سمجھ لے کہ اس کا وعظ کا باطن خراب اور دل غافل ہے کیونکہ وعظ کا مقصد اپنی قابلیت جتانا نہیں بلکہ یہ ہے کہ آخرت کے عذاب کا ذکر کیا جائے اللہ کی بندگی کے سلسلہ میں اپنی کوتاہیاں بیان کی جائیں اور فضول کاموں اور ضائع کردہ عمر پر افسوس کیا جائے آخرت کی دشوار گزار مرحلوں کا تذکرہ کیا جائے جو آگے ہمارے راستے میں حائل ہیں اسی طرح ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے گزرنے کا طریقہ، مرتے وقت ملک الموت کا منظر، قبر میں منکر و نکیر کے سوال و جواب اور قیامت کی منزلیں ان میں بیان کی جائیں۔ اس کے علاوہ حشر کے میدان میں حساب کتاب کا منظر میزان میں اعمال کے تولے جانے پل صراط سے گزرنے اور پار پہنچنے اور روزے محشر کی دوسری ہولناکیوں کا نقشہ پیش کیا جائے واعظ کو چاہیے کہ خوف کی یہ تمام باتیں لوگوں کے سامنے پیش کرے اور ان تمام باتوں سے مطلع کرے۔ اس کے علاوہ مجلس میں بیٹھے لوگوں کو ان کے عیوب و کوتاہیوں کی یاد دلائے تاکہ ان کے دل میں عذاب آخرت کا خوف پیدا ہو اور جس قدر ہو سکے اپنے برباد شدہ وقت پر افسوس کریں اور اس کی تلافی کریں اور جو وقت عبادت کے بغیر گزرا ہو اس پر آنسو بہائیں یہ تمام باتیں جو میں نے اوپر بیان کی ہیں وعظ

Marfat.com

میں بیان کی جائیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی کے گھر کے دروازے پر سیلاب کا پانی پہنچ جائے اور نوبت یہ آجائے کہ گھڑی بھر میں اس کے گھر کو اپنی لپیٹ میں لیکر اس کے بال بچوں کو بھگو دے گا۔ اس وقت گھر کا مالک اپنے گھر میں شور کرے گا اور کہے گا اے گھر والو! الحذر، الحذر یعنی افسوس افسوس، جلدی بھاگو سیلاب کا پانی پہنچ گیا ہے، ایسے خوف ناک وقت میں گھر کا مالک سیلاب کا ذکر ہرگز رنگین عبارات، اشارات، وکنایات، مقفی، مسجع، مرصع، اور ہم وزن کلام یا پر تکلف شاعرانہ رنگین بیانی سے نہیں کرے گا۔ اہل مجلس کے سامنے بھی وعظ کی مثالیں اسی طرح (یعنی خود ڈر کر اور دوسروں کو ڈراتے ہوئے) ہونی چاہییں۔ دوسرے وعظ کرتے وقت اپنے دل میں ایسے خیالات نہ آنے دے کہ لوگ تیرا وعظ سن کر واہ واہ کے نعرے لگائیں اور وجد میں آکر جھومنے لگیں بدمست ہو جائیں یا کپڑے پھاڑیں اور ساری محفل میں شور برپا ہو جائے اور سامعین کہنے لگیں کہ مجلس بہت اچھی منعقد ہوئی اور فلاں نے بہت اچھا وعظ کیا اس قسم کے خیالات ریاکاری میں شامل ہیں اور ایسی بات پر خوش ہونا تیری کم عقلی ہے۔

دراصل تیری نیت یہ ہونی چاہیے کہ وعظ کے ذریعہ خدا کی مخلوق کو دنیا سے آخرت کی طرف بلائے گناہوں سے بندگی کی طرف لے آئے حرص کی زہد کی طرف کنجوسی سے سخاوت کی طرف ریاء کاری سے خلوص کی طرف، تکبر سے انکساری کی طرف غفلت سے بیداری کی طرف اور غرور سے پرہیزگاری کی طرف بلائے ان کے دلوں میں آخرت کی محبت پیدا کرتا کہ دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں۔

اسی طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور رحمت کے بارے میں اور غلط بیانی کے ذریعہ دھوکے میں نہ رکھ بلکہ انھیں پرہیزگاری اور خدا ترسی پیدا کر اور دیکھ کے ان کے دل میں وہ کونسی بات ہے جو اللہ کی رضا کے خلاف ہے اور ان کا جھکاؤ کس چیز کی طرف ہے جو کہ آنحضرت ﷺ کی شریعت کے خلاف ہے۔ اس کے ساتھ ان کے اخلاق واعمال پر نظر رکھ تاکہ ان کی بداعمالیاں ختم ہوں اور ان کی جگہ اچھے اخلاق واعمال پیدا ہوں۔ جن لوگوں پر ڈر اور خوف کا غلبہ ہو ان میں اتنی امید پیدا کر کہ جب وہ تیری مجلس سے اٹھیں تو ان میں کچھ باطنی صفات پیدا ہو چکی ہوں اور ان کا ظاہر بھی تبدیل ہو چکا ہو جو لوگ اللہ کی عبادت میں سست تھے، وہ عبادت کی طرف مائل ہو جائیں اور دل میں شوق بندگی پیدا کریں اور جو لوگ گناہ کے کرنے میں نڈر اور دلیر ہوں ان میں خوف خداوندی پیدا ہو جائے جو وعظ ایسا نہ ہوگا اور واعظ ایسی باتیں نہ بیان کرے گا تو وہ واعظ پر اور سننے والوں کے لئے وبال کا باعث ہے ایسا شخص شیطان ہوتا ہے۔

Marfat.com

(جو کمین نفس کا غلام بن کر یہ خیال کرے کہ واعظ کے ذریعہ میں اپنی قابلیت ظاہر کروں اور دنیا کی جاہ وشان حاصل کرلوں) وہ شیطان مخلوق خدا کو راہ راست سے بھٹکاتا ہے ان کا خوف بہاتا ہے اور انھیں دائمی ہلاکت میں مبتلا کرتا ہے۔ خلق خدا کو چاہیے کہ ایسے شخص سے دور رہیں۔ ایسے لوگ دین میں جو فساد پھیلاتے ہیں ایسا فساد شیطان بھی نہیں پھیلا سکتا جس شخص میں طاقت ہو کہ ایسے واعظ کو منبر سے اتار سکے اس پر واجب ہے کہ ایسے لوگوں کو منبر سے کھینچ کر نیچے اتارے وعظ کرنے سے روکدے تاکہ وہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بابت غلط بیانی سے کام نہ لے سکیں۔

۳ امراء اور بادشاہوں سے دور رہنا

تیسرے کسی بادشاہ، کسی امیر، اور حاکم کو سلام نہ کر، ان کی مجلس صحبت اور محفل سے دور رہ بلکہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ کیونکہ انھیں دیکھ کر اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں بڑی مصیبتیں پوشیدہ ہیں۔ لیکن اگر کبھی ان کی صحبت کا اتفاق ہو ان کی تعریف سے کنارہ کش رہنا۔

فان الله یغضب اذا مدح الفاسق والظالم و اذا مدح
و من دعا لظالم بطول البقآء فقد احب ان یعصی الله فی
الارض .

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے جب کسی فاسق اور ظالم کی تعریف کی جاتی ہے اور جو شخص کسی ظالم کے لئے درازی عمر کی دعا مانگتا ہے تو گویا اس دعا کرنے والے نے یہ پسند کیا کہ وہ اللہ کی زمین پر گنہگار ہو کر چلے

۴ حاکموں کے تحفے قبول نہ کرنا

چوتھا یہ کہ حاکموں کے تحائف قبول نہ کر چاہے تجھے معلوم ہو کہ جو دے رہے ہیں وہ حلال مال سے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے مال پر نیت رکھنے سے دین میں نقصان و فساد ہوتا ہے ان کی طرف سے جو انعام اور مراعات ملتا ہے، ان کے ظلم و ستم اور فسق و فجور کو جنم دیتا ہے جو دین کے لئے نقصان کا سبب ہوتا ہے۔ اس سے کم از کم جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ

Marfat.com

تو ان ظالموں سے محبت کرے گا اور جو بھی کسی شخص سے محبت کرتا ہے وہ اس کے لئے درازی عمر کی دعا کرتا ہے۔ اگر ظالم کی عمر بڑی ہوگی تو ظلم بھی زیادہ رہے گا اور دنیا میں فساد اور خرابی پیدا ہوگی جس سے زیادہ اور کیا بری بات ہو سکتی ہے؟ خبردار! خبردار! شیطان تجھے گمراہ کرے گا اور تیرے دل میں یہ خیال پیدا کرے گا پہلے تو یہ کر کے ان حاکموں سے روپے لے کر غریبوں میں تقسیم کر کے ان کو آرام پہنچا ان کی ضرورت پوری کر، خبردار! کسی بھی جن یا انسانی شیطان سے اس قسم کا مشورہ قبول نہ کرنا اور نہ ان کے فریب میں آ کر دھوکہ مت کھانا کیونکہ شیطان نے اس طریقہ سے کئی لوگوں کا خون بہایا ہے اور ابھی تک خون بہاتا چلا آ رہا ہے۔ اس حقیقت میں کتنی ہی آفتیں پوشیدہ ہیں جو ابھی ہم نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم الدین'' میں بیان کی ہیں تو انھیں وہاں تلاش کر سکتا ہے۔

عمل کے قابل چار باتیں

اے بیٹے! (اوپر بیان شدہ) چار باتوں سے پرہیز کرنا لیکن جو کام کرنے ہیں وہ بھی چار ہیں اور مناسب ہوگا کہ ان کی پوری حفاظت کرے۔ (وہ یہ ہیں)

اللہ تعالیٰ سے تعلق کا طریقہ

پہلی بات یہ کہ ہر وہ معاملہ جو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو اس طرح نبھا کہ اگر تیرا خریدا ہوا غلام تیرے لیے وہی کرے تو تو غم کرنے کے بجائے اسے پسند کرے اور داد دے اور اس پر کسی طرح غصہ نہ کرے گا۔ اسی طرح تو اپنے غلام یا نوکر کی جو بات اپنے لیے پسند کرے تو تو بھی اپنے پروردگار کی بندگی میں کوئی کوتاہی کرے گا تو تیرا خالق اسے پسند نہ کرے گا یہاں جو حقیقت بیان کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تیرا غلام تیرا بندہ نہیں ہے بلکہ خریدا ہوا ہے لیکن تو اپنے اس حقیقی خالق اور مالک کا بندہ ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔

اللہ کے بندوں سے تعلق کا طریقہ

دوسری بات یہ کہ جو معاملہ تیرے اور اللہ کے بندوں کے درمیان ہو اسے اس طرح نبھا کہ اگر وہ تجھ سے ویسا ہی کریں تو تو اسے پسند کرے۔ اور اس پر رنجیدہ نہ ہو۔ جیسے کہ فرمایا گیا ہے۔

''فلا یکمل ایمان عبد حتی یحب لسائر الناس ما یحب لنفسہ''

Marfat.com

ترجمہ: میرے بندے کا ایمان ہرگز مکمل نہیں جب تک (وہ) تمام انسانوں کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو خود اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔

مطالعہ کی تلقین

تیسرے یہ اگر تو اپنے علم کو بڑھانا چاہتا ہے اور کوئی علمی کتاب پڑھنا چاہتا ہے تو یہ سمجھ کہ اب تیری عمر ایک ہفتے سے زیادہ نہیں، اس حالت میں تجھے کس قسم کا علم فائدہ بخشے گا بس تو اس علم میں مشغول ہو اگر تجھے خبر ہو کہ، تیری زندگی ایک ہفتے سے زیادہ نہیں ہے تو تو اس ہفتے میں ایسی علمی کتابیں ہرگز نہ پڑھے گا جن میں تجھے مناظر، اصول وکمال مذہب ولغت صرف ونحو شعر وعروض طب ونجوم غزلوں کے دیوان اور مضمون نویسی یا اسی قسم کی دوسری معلومات حاصل ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ تو یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ علوم اب کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا اس لئے پورے ہفتے تو دل کے مراقبے اور اپنے نفس کی صفات پہچاننے میں مشغول ہوگا دنیا سے منہ موڑ کر اپنے دل کو بری عادتوں سے پاک کر کے اللہ کی محبت اور اخلاق حمیدہ سے سنوار کر اس کی عبادت اور بندگی میں مشغول ہوگا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ تو اس ہفتے دن یا رات کو کسی کے پاس نہ جائے حالانکہ یہ امکان بھی نہیں ہے کہ گویا تو اسی دن یا رات میں انتقال کرے۔

اے بیٹے! ایک بات سن اور یاد رکھ اور اسے حقیقت سمجھ اس پر غور کر اور اس پر عمل کر تو یقیناً تیری نجات ہوگی۔ اگر تجھے یہ خبر دی جائے اور کہا جائے کہ اگلے ہفتے بادشاہ تیرے گھر پر آئے گا تو پھر یقیناً تو یہ پورا ہفتہ سوائے اس کے کوئی کام کاج نہیں کرے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کی نگاہ فلاں جگہ یا چیز پر جائے تو کیوں نہ میں اسے پاک وصاف کرلوں اس طرح تو اپنے گھر کی ہر چیز کو صاف کرے گا سجائے گا اس میں تیرا جسم تیرا لباس، تیرے گھر کی درودیوار اور فرش وغیرہ آجاتے ہیں یہ سب پاک کرے گا۔

اب تو خود سوچ اور سمجھ میں بھلا اشارے سے کیا سمجھاؤں گا؟ تو خود عقل مند ہے اس لئے اشارہ کافی ہے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

ان اللہ لاینظر الیٰ صورکم ولا الیٰ اعمالکم
ولاکن ینظر الیٰ قلوبکم ونیاتکم۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور

Marfat.com

نیتوں کو دیکھتا ہے۔

جب احکم الحاکمین کی نگاہ تیرے دل پر ہے تو پھر تو اپنے دل کو صاف کیوں نہیں کرتا۔

اگر تیری تمنا ہے کہ قلب کے احوال کا علم حاصل کرنے تو پھر کتاب احیاء علوم الدین اور ہماری دوسری کتابوں کو دیکھ کیونکہ تمام مسلمانوں پر یہ علم حاصل کرنا ''فرض عین'' ہے اور دوسرا علم ''فرض کفایہ'' ہے مگر یہ علم اس قدر ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالی کے احکام کی بجا آوری اور تاویل کر سکے اگر اللہ تعالی تجھے توفیق عطا فرمائے تو تو یہ علم ضرور حاصل کرنا۔

۱۴ خوراک کا ذخیرہ نہ کرنا

چوتھی بات یہ ہے کہ تو اپنے اہل وعیال کے لئے دنیا کے مال سے ایک سال سے زیادہ کی خوراک جمع کر کے نہ رکھ کیونکہ رسول کریم ﷺ بعض ازواج مطہرات کے لئے ایک سال کی خوراک جمع کی اور فرمایا۔

اللهم اجعل قوت ال محمد كفافاً

ترجمہ: اے میرے اللہ! محمد ﷺ کی اہل وعیال کی خوارک میں کفایت فرما۔

لیکن آنحضرت ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کے لئے خوراک جمع کر کے نہ رکھی تھی بلکہ ایک سال کے لئے صرف خوراک ان ازواج مطہرات کے لئے جمع فرمائی تھی جن کا توکل ضعیف تھا اور جن امہات المؤمنین کا یقین پختہ تھا اور توکل مضبوط تھا ان کے لئے آنحضرتؐ نے ایک دن کے لئے بھی خوراک جمع نہ فرمائی جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ان جیسی دوسری امہات المؤمنین۔

اے بیٹے! اس رسالہ میں میں نے تیرے تمام سوالوں کے جواب دیئے ہیں اب تجھے چاہیے کہ ہمت کر کے سب پر عمل کر اور مجھے دعا میں نہ بھلا تو نے یہ بھی چاہا کہ تجھے کوئی دعا لکھ بھیجوں تو دعائیں تو حدیثوں کی کتب ''صحاح ستہ'' میں تلاش کر اسی طرح اہل بیت علیہ السلام کے طریقوں میں بھی بہت سے دعائیں آئی ہیں وہاں تلاش کر درج ذیل نماز کے بعد خاص طور پر پڑھ۔

اللهم انى اسئلك من النعمة تمامها ومن العصمة دوامها ومن الرحمة شمولها ومن العافية حصولها ومن العيش ارغده ومن العمر اسعده ومن الاحسان اتمه ومن الانعام اعمه ومن الفضل اعذبه ومن

Marfat.com

اللطف اقربه ومن العمل اصلحه ومن العلم انفعه ومن الرزق او سعه اللهم كن لنا ولا تكن علينا اللهم اختم لنا بالسعادة اجالنا وحقق بالزيادة اعمالنا واقرن بالعافية غدونا واصالنا واجعل الى رحمتك مصيرنا ومالنا واصبب سجال عفوك على ذنوبنا ومن علينا باصلاح عيوبنا واجعل التقوى زادنا وفي دينك اجتهادنا وعليك توكلنا واعتمادنا ثبتنا على نهج الاستقامة واعذنا (في الدنيا) من موجبات الندامة يوم القيامة وخفف عنا ثقل الاوزار وارزقنا عيشة الابرار واكفنا واصرف عنا شر الاشرار واعتق رقابنا ورقاب ابائنا وامهاتنا من النار والدين والمظالم يا عزيز يا غفار يا كريم ياستار يا حليم يا جبار يا عظيم يا قهار يا الله يا الله يا الله يارحمن الدنيا ويارحيم الاخرة برحمتك يا ارحم الراحمين صلى الله تعالى على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين ، والحمدلله رب العالمين .

ترجمہ: یاالٰہی میں تجھ سے تیری نعمتوں کا اہتمام (کثرت) چاہتا ہوں اور پاکیزگی میں سے اس کی ہمیشگی چاہتا ہوں اور رحمت میں سے اس کا شامل ہونا اور تندرستی میں سے اس کا حاصل ہونا اور رزق میں اس سے اس کی کشادگی اور زندگی میں سے اس خوشحالی اور عمر میں سے اس کی سعادت اور احسان میں سے اس کی تکمیل اور انعامات میں سے وہ انعام جو سب سے زیادہ عام ہوں اور فضل میں سے وہ فضل جو سب سے زیادہ شیریں ہو اور لطف میں سے وہ لطف جو سب سے زیادہ عنایت والا ہو اور اعمال میں سے وہ عمل جو سب سے زیادہ اچھا ہو اور علم میں سے سب سے زیادہ فائدے والا علم اور رزق میں سے سب سے زیادہ کشادگی والا رزق چاہتا ہوں۔

یا اللہ: تو ہمارا ہو جا (یعنی ہمیں فائدے عطا فرما) اور ہمارے اوپر بوجھ نہ ڈال (یعنی ہمیں نقصان کا منہ نہ دکھا) یا اللہ ہماری عاقبت سنوار دے اور ہمارے اعمال درست فرما دے ہمارے صبح شام کو خیر وعافیت سے ہمکنار فرما اور ہمارے گھر اور ہمارے مال واسباب

Marfat.com

کو اپنی رحمت سے ہمکنار فرما اور ہمارے گناہوں اور عیبوں کو اپنی عفو و درگزر کی چادر سے ڈھک دے اور ہمارے عیبوں کی اصلاح فرما کر ہم پر احسان فرما اے اللہ تیری ہستی پاک پر ہمارا اعتماد اور توکل قائم رکھ۔

اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دین میں استقامت اور ثابت قدمی عطا فرما تو ہمیں دنیا میں ایسے کاموں سے اپنی پناہ میں رکھ جو قیامت میں شرمندگی اور ندامت کا سبب بنیں اور ہمارے گناہوں کا بوجھ (ہم پر) ہلکا کر اور ہمیں نیک لوگوں والی زندگی عطا فرما اور تو ہمارے لئے کافی ہو جا اور ہمیں بدکار و غلط کار لوگوں کے شر سے محفوظ فرما اور تو ہماری گردنیں اور ہمارے آباء و اجداد کی گردنیں دوزخ کی آگ سے قرض سے اور ظلم و ستم سے آزاد فرما اے بڑی عزت والے اے بخشنے والے اے کرم کرنے والے اے عیبوں کو ڈھکنے والے اے بردبار اے زور والے اے عظمت و بزرگی والے اے قہار اے اللہ اے اللہ اے دنیا میں مہربانی کرنے والے اے آخرت میں رحم کرنے والے اے سب سے زیادہ رحم فرماتے والے تو اپنی رحمت کے طفیل زیادہ رحم کرنے والا ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو کہ تمام مخلوق میں برگزیدہ ترین ہستی ہیں اور ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ کرام پر ہمیشہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

تمام تعریف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تمت الکتاب بعون الملک الوھاب

Marfat.com

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (القرآن)

''اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو (آتش دوزخ سے) بچاؤ''

تربیت اولاد

کے

زریں اصول

از

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

(مولوی) صدر الدین حسن صاحب امر تسری

Marfat.com

تربیت اولاد

گفتنی

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ خصوصاًمنھم علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا محمد المصطفی وعلی آلہ البررۃ التقی واصحابہ الذین ھم نجوم الاھتداء۔

برادران اسلام:۔ اسلامی احکام وہدایات کی رو سے بچوں کی صحیح دینی ودنیوی تعلیم وتربیت کا پورا پورا انتظام کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مذہبی لاعلمی وناواقفیت اور دوسوسال فرنگی حکومت کے تسلط اور اس کے قائم کردہ طاغوتی نظام تمدن کی وجہ سے پیدا شدہ سیاسی، معاشی واقتصادی مشکلات کی بدولت مسلمان جس طرح تمام دوسرے شعبۂ زندگی میں اسلامی تخیل اور طرز عمل سے بہت دور ہوگئے ہیں۔ ٹھیک اس طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ تعلیم وتربیت کے معاملہ میں اسلام کے بنیادی اصول اور طریقہ کار کو چھوڑ کر رفتہ رفتہ ان سے ناآشنا ہوتے چلے جارہے ہیں یہاں تک کہ نصاب تعلیم طرز تعلیم وتربیت، تعلیمی ماحول، مقاصد تعلیم، انتخاب معلمین، غرضیکہ اس سلسلہ کی کوئی کڑی بھی اس وقت پوری طرح اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق نہیں ہے۔

خلط غلط انشاء غلط، املا غلط
ہست ایں مضموں زسرتاپا غلط

Marfat.com

اولاد کی تربیت میں والدین کی ذمہ داری

معصوم امنگیں جھول رہی ہیں دلداری کے جھولوں میں
یہ کچی کلیاں کیا جانیں کب کھلنا کب مرجھانا ہے

آپ نے بہت سے والدین کو بچوں کی بداخلاقیوں، بدکرداریوں اور ناروا شوخیوں اور گستاخیوں کی شکایتیں کرتے سنا ہوگا لیکن کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ان کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ اور انھیں کس طرح ان کی ادائیگی اور انجام دہی سے عہدہ برآ ہونا چاہیے؟

مگر افسوس ہے کہ عام طور پر والدین یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے بچے کو مدرسہ میں داخل کر کے اپنی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔ اور وہ قدم جو انھوں نے بچہ کو معلمین کے سپرد کرنے کے لئے اٹھایا اس سلسلہ میں ان کا آخری قدم تھا اب یہ صرف معلمین کا فرض ہے کہ وہ اسے انسانیت کاملہ کے کسی سانچے میں ڈال کر مکمل کی حیثیت سے انھیں واپس کر دیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے بچے کو معلمین کے سپرد کرکے صرف یہ نہیں کہ ان کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اور زیادہ ہو جاتی ہیں۔

معلمین بچہ کو ان کے فرائض کی زبانی اور کتابی تعلیم دیتے ہیں۔ والدین پر فرض ہے کہ وہ اسی تعلیم کو عملی طور پر دہرائیں۔ معلمین کا کام ہے کہ وہ بچوں کو تہذیب اخلاق کی شاہراہ بتائیں اور انھیں پوری پوری تاکید کر دیں کہ وہ اس راستہ سے منحرف نہ ہوں۔ لیکن چونکہ زندگی کے سفر میں بچوں کے ہر وقت کے رفیق والدین ہی ہیں اس لئے یہ فرض ان پر عائد ہوتا ہے کہ وہ بچوں کو عملاً اس شاہراہ سے گزار بھی دیں مثلاً معلم بچوں کو تلقین کرتا ہے کہ بڑوں کا ادب کرنا چاہیے، چھوٹوں سے محبت کرنی چاہیے، ہمیشہ سچ بولنا چاہیے، ہر کام وقت پر کرنا چاہیے، چھوٹوں سے محبت کرنی چاہیے اور اپنی امکانی کوشش صرف کر دیتا ہے کہ بچوں کو ان امور کی خوبیاں ذہن نشین کرادے۔

Marfat.com

اب والدین کا فرض ہے کہ وہ معلم کی ہدایتوں پر بچوں سے عمل کرائیں۔ اور ان کی کڑی نگرانی اور پوری پوری دیکھ بھال رکھیں کہ وہ گھر کے ماحول میں ماں باپ بڑے بھائی بہنوں سے محبت و شفقت کا برتاؤ کریں۔ کسی وقت کوئی کلمہ جھوٹ اپنی زبان سے نہ نکالیں۔ اس کے سوا ان کے سونے، جاگنے، لکھنے، پڑھنے، کھانے، پینے، کے اوقات بالکل مقرر اور منضبط ہوں اور حقیقت تو یہ ہے کہ انسان چونکہ فطرۃً نمونہ پسند واقعہ ہوا ہے اور بچوں کی طبیعت خاص طور پر اپنی صفائی اور پاکیزگی کی وجہ سے ہر حرکت سے فوری طور پر اثر قبول کرتی ہے۔

اس لئے والدین کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کو صحیح معنوں میں باایمان، خوش اخلاق اور نیک کردار، انسان کی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں تو خود ان کے سامنے تمام دینی و دنیاوی کاموں میں صحیح عملی نمونہ بن کر رہیں، بچہ کو نیکیوں کی خوبیاں اور گناہوں کی برائیاں بتا کر زبانی تعلیم دینے سے کئی زیادہ بہتر ہے بہتر یہ ہے کہ اس کے چاروں طرف ایسا پاکیزہ ماحول پیدا کر دیا جائے جس میں نیکیاں ہی نیکیاں ہوں اور وہاں برائیوں کا گزر بھی نہ ہوتا ہو تا کہ وہ نیکیاں اس لئے اختیار نہ کرے کہ انھیں اختیار کرنے میں اس کا یا اس کے ابنائے جنس کا فائدہ ہے بلکہ اس لئے کہ انھیں اختیار کرنا اس کی فطرت کا اور عین ایمانی فرض ہے۔

مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ عام طور پر ہمارے گھروں میں ماحول ان خوبیوں سے بالکل خالی ہے اور ان تمام برائیوں اور خرابیوں سے مکدر رہے جن سے بچوں کو محفوظ رکھنا ان کی صحیح تربیت کی جان ہے۔

موجودہ اسکولوں کی حالت

باقی رہی مروجہ اسکولوں کی حالت، سو آپ جانتے ہیں کہ ان میں کہاں تک ایمان و اسلام کی حقیقت اور ان کے لوازم و فرائض کی تعلیم دی جاتی ہے؟ اور وہ کون سے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ ہیں۔ جو بچوں کو ان اسکولوں کے نصاب تعلیم اور معلمین کی عملی زندگی سے حاصل ہوتے ہیں؟ اگر ایک طرف کتابیں سراسر اسلام کے حقیقی نظریات کے خلاف ہیں تو دوسری جانب معلمین کا طریق عمل طرز زندگی بھی کوئی اسلامی نمونہ پیش نہیں کرتا اور اگر رفقاء تعلیم یعنی ہم سبق ساتھیوں کو دیکھو تو وہ بھی ذہنی و عملی طور پر اسلامی اعتقادات و صالحات سے قطعاً عاری اور نابلد محض ہوتے ہیں۔

الغرض یہ ماحول بھی مجبوری کے طور پر دین فطرت کے خلاف اور مغربی جاہلیت کے

Marfat.com

رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ آپ خود غور کریں اور سوچیں کہ ایسے ماحول سے بچے بے دین، بداخلاق، بدکردار، تصنع باز، بے ادب و گستاخ، صاف روسیاہ دل، تن آساں اور بے عمل بن کر نہ نکلیں تو کیا بن کر نکلیں؟ یہ دنیا تو عالم اسباب ہے جیسا بیج بویا جائے گا ویسا ہی پھل آئے گا۔

جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلھا (الآیۃ)

اور برائی کا نتیجہ بھی ویسا ہی برا (ظاہر ہو کر رہتا) ہے۔

اس تعلیم کا سب سے پہلا کرشمہ جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ بچہ اپنی عقلمندی اور ہوشیاری کے غرور اور گھمنڈ میں آ کر اپنے باپ دادا کو بیوقوف اور غیر مہذب تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ اس تلخ نتیجہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اکبر مرحوم نے کہا تھا۔

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں۔

اسی غلط تعلیم نظام کی مغربی پالیسی اور اس سے پیدا ہونے والے افسوس ناک نتائج پر نظر کرتے ہوئے اقبال مرحوم نے حکومت کے نظریہ و مقصد کی کیا ہی اچھی وضاحت کی تھی۔

سینہ میں رہے راز ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل عام کی فرعونی پالیسی بیشک ظلم کا ایک بدترین نمونہ تھی لیکن نتیجہ کے اعتبار سے اس قدر کامیاب کیسے ہو سکتی تھی۔ دشمن کا مر جانا بھی ایک گونہ ایک اطمینان کا ذریعہ صحیح لیکن اس کا زندہ رہنا ہاں دشمن کی بجائے دوست بن کر زندہ رہنا اور زندگی کی مشکلات میں دست و بازو کی طرح مدد کرنا اس سے ہزار گناہ مفید اور منفعت بخش ہے اور اس پہ مزید طرفہ تر یہ کہ بدنامی سے بالکل بچاؤ بلکہ نیک نامی کی شہرت کا فائدہ اکبر مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا

Marfat.com

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

میرے بزرگو اور عزیزو! کہ اسی گہری تعلیمی پالیسی کا نتیجہ ہے جو آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان اس تیز آبی تعلیم سے منہمک ہو کر رفتہ رفتہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی بجائے ان مغرب کے ذہنی تہمات واختراعات اور عملی تلبیسات وتسویلات کو اپنی تحقیق کا معیار اور زندگی کا شعار ٹھہرا کر اسلامی اخلاق واعمال اسلامی معاشرت اسلامی تہذیب وتمدن اسلامی روایات، اسلامی شعائر غرضیکہ پورے قانون الٰہی سے اس قدر بیگانہ ہو گئے ہیں کہ خدا کو بھلانے کے ساتھ ساتھ اپنی صحیح حیثیت اپنی زندگی اصل حقیقت اور اس کی غرض وغایت کو بھی فراموش کر بیٹھے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولیٓک ھم الفسقون۔"
وہ خدا فراموشی کے مرتکب ہوئے تو خدا نے انھیں خود فراموشی (کے عذاب میں) مبتلا کر دیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔

ایسے ہی مغربیت زدہ خود فراموش کو مخاطب کرتے ہوئے اقبال مرحوم کہتے ہیں۔

تو ہم مثل من از خود درحجابی
خنک روزکہ خود را بازیابی
مرا کافر کند اندیشہ رزق
ترا کافر کند علم کتابی

پس چہ باید کرد اے اخوان دین

ایسی نازک حالت میں نہایت ضروری ہے کہ مسلمان خدا کا نام لے کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں، اور اپنی اولاد کی صحیح دینی ودنیاوی تعلیم وتربیت کے لئے ایسے اسلامی مدارس قائم کریں جو تمام غیر اسلامی سے اثرات سے کلیۃً پاک ہوں جہاں دل ودماغ پر پوری طرح صرف دین اسلام اور غلبہ ہو اسی طرح اپنی ذہنی واخلاقی درستی سے اپنے گھروں کے ماحول کو بھی پورے طور پر اسلامی رنگ میں رنگین اور مدارس کی فضا کو بھی ایسی خالص اسلامی فضا بنائیں کہ بچے جدھر بھی جائیں اور جو بھی پڑھیں اس سے انھیں خدا شناسی کا شعور خود شناسی کا شعور حقائق کی فراست اور عملی قوت حاصل ہو تاکہ بڑے ہو کر ان کا کوئی کام اور کوئی نقل وحرکت چاہے وہ ذاتی شخصی ہو یا قومی انفرادی ہو یا اجتماعی اور کوئی معاملہ چاہے معاش وتجارت کا ہو یا سیاست و

Marfat.com

سیاست کا اسلام کی حدود وقوانین سے باہر نہ ہو۔

ویکون الدین کلہ للہ

یہاں تک کہ قانون الٰہی بکمال وتمام نافذ ہو جائے۔

اور یہ کوئی ناممکن امر نہیں صرف اجتماعی طور پر اپنے دل ودماغ کو ایمان سے زندہ کر کے اعضاء وجوارہ کو حتی المقدر اسلامی اعمال صالح سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے منزل مقصود پر پہنچنا بالکل یقینی امر ہے۔ رب العزت مجدہ فرماتے ہیں۔

والذین جاھدوافینالنھدینھم ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے پوری کوشش کی

سبلناوان اللہ لمع المحسنین (الآیۃ)

ترجمہ: ہمارے (دین اسلام) کے راستے میں ہم ضرور بضرور (ان کی دستگیر کر کے) انھیں اپنے راستہ کی منزل مقصود پر پہنچا دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو مخلص نیکو کاروں کے ساتھ ہی ہیں۔

آخری گذارش

معزز ناظرین! اسی احساس ضرورت کے ماتحت ایک عرصہ سے میرا خیال تھا کہ اسلامی طریقہ تعلیم وتربیت کے، متعلق کتاب وسنت سے چند مختصر اصول وکلیات اور زمانہ حال کی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے سلف صالحین بزرگان دین رحمہ اللہ اجمعین کی کتابوں سے انکے مفید علمی ہدایات اور عملی تجربات ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کروں، جوان کے لئے تربیت اولاد کے سلسلہ میں بصیرت ومنفعت کا ذریعہ لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے اب تک مجھے اس اہم خدمت کا موقعہ نہ مل سکا اس لئے اب اپنے اس ارادہ کو آئندہ کے لئے ملتوی کرتے ہوئے فی الحال حضرت امام غزالیؒ کے ایک مختصر مگر نہایت ہی مفید کارآمد مضمون سلیس اردو ترجمہ کر کے اس تمہید کے ساتھ ''تربیت اولاد'' کے نام سے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

تفہیم ووضاحت کی خاطر جا بجا مضامین کے عنوانات قائم کر دیئے ہیں نیز موقعہ بموقعہ مضمون کی مناسبت کے لحاظ سے بعض نئی رواج یافتہ غلطیوں کا ذکر کر کے ان کی اصلاح کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور اصل مضمون کی تائید وتشریح کے لئے صفحات کے ذیل میں مختلف کتابوں سے اخذ کر کے کچھ احادیث بھی معہ ترجمہ درج کر دی ہیں جس سے اس مضمون کی

Marfat.com

ت میں ایک معتد بہ اضافہ ہو گیا ہے۔

ضروری عرضداشت

خواہ مخواہ نکتہ چینی کو عقلمندی تصور کرتے ہوئے کسی مسئلہ پر اعتراض کرنا یا کسی نصیحت کو اس وجہ سے قبول نہ کرنا کہ اس کی وجہ سے نفس سرکش کو رنج ہوتا ہو یا اپنے موجودہ رواجی عمل میں کچھ اصلاح و ترمیم یا تبدیلی کرنی پڑتی ہو عقلمندی اور حق طلبی کے خلاف ہے۔ ت ہمیشہ حقیقت ہی رہتی ہے چاہے زمان مکان میں کتنی ہی تبدیلیاں آ جائیں اور نصیحت ال نصیحت ہی ہے چاہے نفس اسے خوشی سے قبول کرے یا نہ کرے اور وہ اپنے سابقہ تخیل ر عمل کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

امید ہے کہ ناظرین کرام سرسری نظر کے بجائے غور و فکر سے ان اصول و قواعد کا فرما کر اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں بہترین نتائج حاصل کر کے مستفید ہونگے اور لئے بھی دعائے خیر کریں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو لفظی ہیر پھیر کی آفات سے ر فہم سلیم اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط

عبدك وابن عبدك اللهم

صدرالدین حسن غفرلہ

Marfat.com

ترجمہ مضمون

حضرت امام غزالیؒ

بچوں کی ابتدائی تعلیم وتربیت اور تحسین اخلاق کا بیان

تمہید

بچوں کی تربیت کے لئے مؤثر طریقہ اختیار کرنا نہایت اہم اور ضروری ہے، کیونکہ بچہ والدین کے پاس خدا کی امانت ہے اور اس کا دل ایک عمدہ صاف اور سادہ آئینہ کی مانند ہے جو بالفعل اگرچہ ہر قسم کے نقش وصورت سے خالی ہے لیکن ہر طرح کے نقش واثر کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے اور جس چیز کی طرف چاہو مائل کیا جا سکتا ہے چنانچہ اگر اس میں اچھی عادتیں پیدا کی جائیں اور اسے علم پڑھایا جائے تو وہ ایسی ہی عمدہ نشوونما پا کر دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے اور اس کے ثواب میں اس کے والدین اور استاد وغیرہ بھی حصہ دار ہو جاتے

Marfat.com

ہیں اور اگر اس میں بری عادتیں پیدا کی جائیں اور جانوروں کی طرح بے قید چھوڑا جائے تو وہ بداخلاق ہو کر تباہ ہو جاتا ہے جس کا وبال گناہ اس کے ولی اور سرپرست کی گردن پر پڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً (الآیۃ)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے اہل و عیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

اور جب کہ باپ اپنے بچہ کو دنیا کی آگ سے بچاتا ہے تو بطریق اولیٰ اس پر لازم ہے کہ اسے آخرت (جہنم کی آگ سے بچائے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ اسے آداب اور تہذیب سکھائے اور محاسن اخلاق کی تعلیم دے، اور برے ساتھیوں اور ہمنشینوں سے اس کی حفاظت کرے۔ اور اس کے دل میں بناؤ سنگار، زیب وزینت، تن آسانی اور آرام طلبی کی رغبت نہ بیٹھنے دے ورنہ وہ بڑا ہو کر انھیں حقیر چیزوں کی طلب اور جستجو میں اپنی عمر عزیز کو ضائع کر کے ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائیگا بلکہ لازم ہے کہ باپ ابتداء سے اس کی کڑی نگرانی اور دیکھ بھال کرتا رہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ ان اللہ لایحب الفاحش المتفحش الصیاح فی الاسواق، الحدیث۔ اللہ تعالیٰ بے حیا بیہودہ اور بازاروں میں چیخنے چلانے اور شور مچانے والے آدمی کو پسند نہیں کرتے۔ (ابن ابی الدنیا و طبرانی، احیاء جلد ۳ صفحہ ۱۰۵)۔

تنبیہ: جن حضرات کے نونہال بچے رات کے دو دو بجے تک سینماؤں بے ہودہ تماشا گاہوں اور نامعلوم کیسے کیسے شریر اور بداخلاق خود ساختہ دوستوں کے ساتھ کن کن مقاموں میں طرح طرح کی بیہودگیوں میں مشغول رہتے ہیں یا بازاروں میں بکتے اور شور و شغب برپا کیے رہتے ہیں اور وہ ان کی خبر تک بھی نہیں لیتے وہ اس حدیث شریف پر غور کر کے اپنے فرائض ونگہداشت کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں اسی طرح بچہ کے صندوق اور جیب وغیرہ کو وقتاً فوقتاً دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس میں کبھی کچھ پیسے ملیں تو تحقیق کرنا چاہیے کہ کہاں سے آئے؟ نیز یہ بھی معلوم کرتے رہنا چاہیے کہ اس کا میل جول اور نشست و برخاست وغیرہ کیسے لڑکوں کے ساتھ ہے؟ اسی طرح کبھی کبھی اس کے جزدان اور الماری وغیرہ کا جائزہ بھی لیتے رہنا چاہیے کہ کہیں فحش افسانی اور عشقیہ غزلیں تو اس کے پاس موجود نہیں؟ لیکن یہ سارا کام نہایت بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

Marfat.com

حلال غذا کی ضرورت واہمیت

اور اس کی پرورش کرنے اور اسے دودھ پلانے کے لئے بھی کوئی نیک خواور دیندار عورت مقرر کرے جو رزق حلال کھاتی ہو کیونکہ جو دودھ رزق حرام سے پیدا ہوتا ہے اس میں کوئی خیر وبرکت نہیں ہوتی بلکہ جب حرام کے دودھ سے بچے کی پرورش ہوتی ہے تو اس کی آمیزش خمیر میں خباثت رہ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی طبیعت شیطانی کاموں کی طرف مائل ہو جاتی ہے¹ اور جب بچہ میں نیکی وبدی کی تمیز کا شعور محسوس ہو تو اس کی نہایت ہی کامل نگہداشت شروع کر دیں اور اس کا اندازہ حیا کی ابتدائی علامات کے ظہور سے ہوتا ہے۔

کیونکہ جب وہ اپنی عزت وشرف کو محسوس کر کے شرمانے لگتا ہے اور حیا کی وجہ سے بعض کاموں کو وہ چھوڑنے لگتا ہے تو یہ صرف اس کی عقل ہی کی ضیاء اور روشنی کا نتیجہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بعض کاموں کو برا اور دوسرے کاموں کے خلاف سمجھ کر ایسے بعض کاموں سے شرماتا ہے اور دوسرے بعض کاموں سے شرم محسوس کرتا ہے اور یہی حیا² کا احساس ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور ایک بین علامت ہے جو اس کے اعتدال اخلاق اور دل کی صفائی پر دلالت کرتی

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ.......... احتیاط کے ساتھ ایسے غیر محسوس طریقہ سے کرنا چاہیے کہ وہ بدگمان نہ سمجھ بیٹھے، آج کل جہاں تک ہمارا شہری ماحول انگریزی تہذیب سے متاثر ہو رہا ہے اتنا ہی اس میں فواحش اور بے حیائی کے محرکات عام ہوتے چلے جا رہے ہیں، عام طور پر عورتوں کا بے پردہ پھرنا، عام دکانوں خصوصاً پنواڑیوں کی دکانوں، ہوٹلوں وغیرہ پر قد آدم آئینوں کے ساتھ عریاں حسین زنانہ تصویروں کا آویزاں ہونا گانے بجانے کی کثرت یہ چیزیں بلوغ تمیز سے پہلے ہی بچوں کی شہوانی حس کو بیدار کر کے ان کے اخلاق کی تہذیب اور جسم وجان کی صحت وصلاحیت کو نقصان پہنچانے کا باعث ہوتی ہیں اس لئے بچہ کو ایسے مقامات کی آمد ورفت اور نشست وبرخاست سے محفوظ رکھنا چاہیے، فقط۔

¹ جن لوگوں کی کمائی میں سود، رشوت، جھوٹے مقدمات کی وکالت، جوا وغیرہ کی آمدنی بھی شامل ہو ان کا اور ان کے بچوں کے اخلاق واعمال کا کیا حال ہوگا؟ فقط حسن عفی عنہ

² حدیث شریف میں حیاء کو ایمان کی شاخ اور گناہوں سے روکنے کا ذریعہ بتایا گیا ہے، ارشاد ہے "الحیاء من الایمان، کنز العمال عن ابی عمر" نیز ارشاد ہے۔
"اذا لم تستحی فاصنع ما شئت" "جب تجھ کو شرم نہ رہے تو جو چاہے کر۔" (بخاری عن ابن مسعود)

Marfat.com

ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ بھلائی برائی کا احساس پیدا کرنے والا شعور قدرت کی طرف سے امر کی بشارت ہے کہ وہ بچہ بالغ ہو کر کامل عقل والا ہوگا۔ اس لئے حیادار بچہ کو ہرگز آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ اس کی حیا و تمیز سے مدد لیتے ہوئے اس کی خوب تربیت کرنی چاہیے۔

آداب طعام کا بیان

سب سے پہلے جو بری خواہش بچہ پر غلبہ کرتی ہے وہ زیادہ کھانے کی حرص ہے، اس لئے اس کو کھانا کھانے کے آداب سکھانا نہایت ضروری ۱؎ ہے۔

مثلاً یہ کہ وہ کھانا صرف داہنے ہاتھ سے کھائے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھے، اپنے سامنے سے ہی کھائے ۲؎ دوسروں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے کھانے کی طرف

۱؎ کھانے کے متعلق یہ بنیادی اصول ہمیشہ یاد رکھنے اور عمل کرنے کے قابل ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

"نحن اقوام لا ناکل حتی نجوع واذا کلنا فلا نشبع" (الحدیث)

"ہم ایسی قوم ہیں کہ جب تک بھوک نہ لگے نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے"۔

نیز فرمان نبوی ﷺ ہے:۔ "المعدة بیت الداء والحمیة رأس کل دواء واصل کل داء البردة" (الحدیث) معدہ امراض کا گھر ہے اور پرہیز تمام دواؤں کی اصل ہے اور ہر مرض کی جڑ غذا پر غذا استعمال کرنا ہے ظاہر ہے کہ عادۃً یا خرابی بچوں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے ماں کو چاہیے کہ بچہ کو ٹھیک طریقہ سے مقرر اوقات پر ہی کھانا کھلائے۔ فقط حسن عفی لہ

۲؎ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "بسم اللہ وکل بیمینک وکل مما یلیک" (بخاری ومسلم) کہ جب کھانا کھانے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ"۔

عن ابی هریرة ان رجلا کان یاکل اکلا کثیرا فاسلم وکان یاکل قلیلا فذکر ذلک للنبی ﷺ فقال ان المؤمن یاکل فی معاد واحد والکافر یاکل فی سبعته امعاء رواه البخاری وروی مسلم عنه ان رسول اللہ ﷺ ضافه ضیف وهو کافر فامر رسول اللہ ﷺ بشاة فحلبت فشرب حلابها ثم اخری فشربه، ثم اخری فشربه ثم اخری فشربه حتی شرب حلاب سبع شیاة ثم انه اصبح فاسلم فامر له، رسول اللہ ﷺ بشاة فشرب حلابها ثم باخری فلم یستقها فقال رسول اللہ ﷺ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر……

Marfat.com

دیکھنے ہی نہ لگ جائے اور نہ ہی کسی کھانے والے پر نظر جمائے کھانے میں حد سے زیادہ بھی جلدی نہ کرے۔ اچھی طرح چبا کر کھائے، لگاتار لقمے منہ میں نہ ڈالے سالن وغیرہ سے ہاتھ اور کپڑے خراب نہ کرے، بعض اوقات اسے خشک روٹی بھی کھلائی جائے تاکہ وہ سالن کو اس قدر ضروری نہ سمجھے کہ اس کے بغیر گذارا ہی نہ کر سکے۔

اسی طرح اس کے سامنے زیادہ کھانے کی برائی بیان کی جائے۔ مثلاً اس طرح کے زیادہ کھانے والوں کو جانوروں سے تشبیہ دی جائے اس کے سامنے زیادہ کھانے والے بچوں کی مذمت اور کم کھانے والے تربیت یافتہ بچوں کی تعریف کی جائے اسے کھانے میں ایثار کرنے یعنی اپنے ساتھیوں کی ضرورت کا خیال رکھنے کی طرف پوری توجہ دلائی جائے کھانے کی کم پرواہ کرنے اور ہر قسم کے سادہ کھانے پر قناعت کرنے کا خوگر بنایا جائے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ...... المومن یشرب فی معا واحد والکافر یشرب فی سبعۃ امعاء (الحدیث)

ایک شخص بہت سارا کھانا کھایا کرتا تھا پھر اسلام لایا تو بہت کم کھاتا تھا، نبی ﷺ سے یہ بات عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ مؤمن صرف ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں (بخاری) اور (مسلم شریف) میں ہے کہ ایک شخص بحالت کفر آنحضرت ﷺ کا مہمان ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے بکری کا دودھ پلاؤ چنانچہ اسے بکری کا دودھ پلایا گیا پھر دوسری کا پھر تیسری کا یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا پھر جب صبح ہوئی تو مسلمان ہوگیا، آپ نے پھر بکری دودھ پلانے کا حکم فرمایا تو اس نے ایک بکری کا دودھ پی لیا، آپ نے دوسری کا حکم فرمایا لیکن وہ اس کا تمام دودھ نہ پی سکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا مومن صرف ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں، مطلب یہ ہے کہ مومن کافر سے بہت کم کھاتا پیتا ہے ورنہ آنتیں تو سب کی برابر ہیں، فقط

۱؎ اس زمانہ میں بچوں کی جسمانی صحت کو خراب کرنے کے ساتھ ان کے اخلاق کو تباہ کرنے اور بگاڑنے والی ایک غلطی عام ہوگئی ہے وہ یہ ہے کہ انھیں بازار سے ناشتہ کرنے یا چاٹ وغیرہ کھانے کے نقد پیسے دیئے جاتے ہیں اور وہ بیوقوف اور کی دیکھا دیکھی وقت بے وقت ایسی مضر چیزیں کھاتے ہیں جو انھیں ہر طرح سے نقصان پہنچاتی ہیں بلکہ انھیں پیسوں میں سے بچا کھچا کر نمائش بینی بھی کرتے ہیں اس لئے ماں باپ کا فرض ہے کہ حسب حیثیت وضرورت جو کچھ بھی بچوں کو کھلانا ہو اپنے گھر لاکر کھلا دیا کریں ورنہ جس قدر بچا کی دل چسپی بازار سے بڑھتی جائے گی وہ اتنا ہی گھر سے۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

Marfat.com

آداب لباس کا بیان

اس طرح رنگین اور[1] کپڑوں ریشمی لباس کے بجائے اس کے دل میں سفید کپڑوں کی محبت ورغبت پیدا کی جائے اور اچھی طرح اس کے ذہن نشیں کیا جائے کہ ایسے کپڑے پہننا عورتوں اور ہیجڑوں کا کام ہے اور شریف مردوں کو اس سے نہایت نفرت ہے، اور ایسی باتیں اسے وقتاً فوقتاً عام طور پر کہی جایا کریں اور ماں باپ کا فرض ہے کہ جب کبھی کسی بچہ کو ریشمی یا رنگین کپڑا پہنے ہوئے دیکھیں تو اس کے سامنے اس کی خوب مزمت کرے اور اس کے دل میں اس کی نفرت بٹھائے اور اسے ان تمام بچوں کے میل جول سے محفوظ رکھیں جو خوشحالی اور آرام طلبی اور فاخرہ کپڑے پہننے کے عادی ہوں اور ہر اس شخص کی صحبت سے بھی اسے محفوظ رکھیں جو اسے ایسی مرغوب چیزوں کی باتیں سنائیں جو بچہ ابتدائی اٹھان کے وقت (ایسی باتوں میں) آزاد چھوڑا جاتا ہے وہ بڑا ہو کر عام طور پر بداخلاق، جھوٹا، چور،[2] چغلخور[3] ضدی، بیہودہ گو، ہنسی مخول کرنے والا مکار، فریبی، اور بیوقوف ثابت ہوتا ہے اور ان تمام خرابیوں سے محفوظ رکھنے کا واحد

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ...... بے نیاز ہوتا جائے گا اور اس طرح رفتہ رفتہ اس کے اخلاق واعمال میں نہایت فتور اور خرابی پیدا ہو جائے گی، اسی طرح چلتے پھرتے مٹھائی یا پھر وغیرہ کھانا یا کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینا خلاف تہذیب ہے اور احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔ فقط،

[1] خصوصاً سرخ رنگ کا لباس مردوں کے لئے خاص طور پر منع ہے، اسکے متعلق بخاری، مسلم، و ترمذی، و ابوداؤد، میں بہت سی احادیث موجود ہیں تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اس کے علاوہ یہ قاعدہ یہ کلیہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام جو سہولت اور آسانی کا دین ہے وجوب کے درجہ میں لباس کا کوئی رنگ اور کوئی وضع مقرر نہیں کی ہے اور مختلف ملکوں کے تمام رائج الوقت لباسوں کو جائز رکھا ہے بشرطیکہ غیر مسلموں سے ان کی امتیازی وضع میں مشابہ نہ ہوں، فقط

[2] دولت مندوں کی دیکھا دیکھی جب کوئی غریب آدمی ایک دو دفع اپنے بچوں کو سینما یا ایسی ہی کسی فحش تماشا گاہ میں لے جاتا ہے اور آئندہ ہمیشہ ہمیشہ بوجہ غربت کی ان کی ضد پوری نہیں کر سکتا تو پھر وہ اپنے گھر اور محلہ سے چھوٹی موٹی چوریوں کے ذریعہ سے ہی اپنی خواہشات پوری کیا کرتے ہیں اور جب یہ خرابی بڑھتی ہے تو اسی بات کی عزت و آبرو کو لے ڈوبتی ہے مگر جہالت کا برا ہو وہ لوگوں کو اپنا دکھڑا تو سناتا پھرتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ میں نے ہی اسے یہ عادت بد سکھائی تھی۔

[3] جو بچہ ماں باپ کو بھی ایک دوسرے کی چغلیاں کھاتے اور سنتے دیکھتا ہو وہ۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

Marfat.com

ذریعہ صرف عمدہ تعلیم و تربیت ہی ہے اس کے بعد بچہ کو مکتب میں داخل کرنا چاہیے تاکہ وہ قرآن وحدیث پڑھے، اللہ کے نیک بندوں کے حالات اور سوانح و حکایات کا علم حاصل کرے تاکہ بچپن ہی سے اس کے دل میں اولیاء کرامؒ اجمعین کی محبت کی جڑ لگ جائے۔[1]

شعروشاعری کی وباء

نیز اس کو عشقیہ[2] اشعار اور عاشق مزاج شاعروں سے بھی محفوظ رکھیئے اور ایسے

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ...... کیوں نہ چغلخور بنے؟ اس لئے اپنے گھر کو ایسی چیزوں سے بالکل پاک رکھنا چاہیے اور اگر بچہ گھر میں آ کر کسی کی چغلی کھائے تو ماں باپ کو چاہیے کہ اسے عمدہ طریقہ سے منع کر دے ورنہ رفتہ رفتہ اسے چغلخوری کا چسکا پڑ جائیگا۔ فقط حسن عفی لہ

[1] کیا آج کل کے عام نصاب تعلیم میں اولیاء کرامؒ کے سوانح حیات اور سیرت کا کوئی حصہ رکھا گیا ہے؟ موجودہ کتابوں کا منتہائے نظریہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس طرح اپنے اسلاف کرام اور بزرگان دین سے غیر مانوس رکھ کر ان کے سامنے ان کی سیرت اس طرح بگاڑ کر پیش کریں گے یہ ان سے متنفر ہو جائیں، چنانچہ اودھم پور ریاست جموں کا واقعہ ہے کہ جب ممتحن نے ایک مسلمان لڑکے سے دریافت کیا کہ مغل بادشاہوں میں سب سے اچھا اور سب سے برا کون کون بادشاہ ہوا ہے؟ تو اس نے بے ساختہ کہہ دیا کہ سب سے اچھا اکبر اور سب سے برا اورنگزیب عالمگیر نعوذ باللہ جن بچوں کا ذہن اس قدر خراب کر دیا گیا ہو وہ اسلام کو کیا فائدہ پہنچائیں گے؟ افسوس گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ثریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا۔

[2] شعر کی اچھائی برائی اس کے مضمون کی اچھائی برائی پر موقوف ہے۔ جس شعر میں یاد الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کی تعریف اولیائے کرام، بزرگان دین کے مناقب، توجہ آخرت بے ثباتی دنیا، علم و عقل اور تجربہ کار مضمون کو وہ اچھا ہے ورنہ فضول ہے اور اگر مخرب اخلاق، عشقیہ مضمون ہے جیسا کہ آج کل کے عام زبان زد اشعار کی حالت ہے تو نہایت برا ہے ایسے اشعار کے متعلق رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ "الاشعر من ابلیس" کہ شعر ابلیس کا حصہ ہے نیز ایسے اشعار سے نفرت دلانے کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لان یمتلی جوف رجل قیحا یریہ خیر من ان یمتلی شعرا (متفق علیہ) بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

Marfat.com

ادیبوں سے بھی الگ تھلگ رہے جو یہ سمجھتے ہوں کہ ایسی شعر گوئی زندہ دلی اور لطافت طبعی کی علامت ہے، کیونکہ یہ بچوں کے دلوں میں فساد اور خرابی کا بیج بونے والی چیزیں ہیں۔

نیکیوں پر ابھارنے اور برائیوں سے روکنے کا طریقہ

پھر جب بچہ سے کوئی عمدہ خصلت یا قابل تعریف فعل ظاہر ہو تو باپ کو چاہیے اسے شاباش کہے اور ایسا انعام دے جس سے وہ خوش ہو جائے اور لوگوں میں اس کی تعریف کرے پھر اگر کبھی وہ اس کے خلاف کر بیٹھے تو مناسب ہے کہ اس سے بے خبری ظاہر کرے۔ نہ تو اس کی بے عزتی اور تذلیل کرے اور نہ ہی اس کی غلطی کو نمایاں کرے بلکہ اسے یہ بھی معلوم نہ ہونے دے کہ وہ اپنے سامنے اس کا ایسی جرأت کرنا ممکن بھی سمجھتا ہے، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ بچہ کو خود ہی اپنی غلطی کو ڈھانپنا اور چھپانے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ بسا اوقات کسی غلطی کا اظہار کرنا اس کے زیادہ بے باک ہو جانے کا باعث ہو جاتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اپنا عیب ظاہر ہونے کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور اگر ایسی عاقلانہ احتیاط کے باوجود دوبارہ ویسی ہی حرکت کرے تو مناسب ہے کہ اسے تنہائی میں جھڑکا جائے اور اس فعل کی برائی اس پر خوب ظاہر کی جائے اور کہا جائے کہ خبردار! اس کے بعد ایسی بری حرکت ہرگز نہ کرنا خدانخواستہ اگر تیری غلطی کا کسی کو پتہ لگ گیا تو تو لوگوں میں رسوا اور بدنام ہو جائے گا (وغیرہ وغیرہ علی ہٰذا القیاس)

زیادہ جھڑکنے کے نقصانات

لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ اسے زیادہ نہ جھڑکا جائے کیونکہ اس سے بچہ میں طعن

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ ...... اگر کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے سینے اور پھیپھڑے کو سخت تکلیف ہو اس سے بہتر تکلیف ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی شخص کو فحش اشعار یاد ہوں اور یہ قباحت تو صرف ایسے اشعار کی ہے باقی رہا گانا اور غنا سرور وغیرہ وہ بالکل حرام ہے کیونکہ یہ فحش کاری اور بے حیائی کا بڑا محرک ہے اور اس کا زناء و بدکاری سے خاص تعلق ہے چنانچہ عیاش اور نفس پرست لوگ اس طوائف کو زیادہ پسند کرتے ہیں جو گانا بھی سناتی ہو حدیث پاک میں ہے: ''الغناء رقیۃ الزناء'' ترجمہ: کہ گانا زناء کا افسوں اور منتر ہے۔ دیکھو مکتوبات شریف حضرت مجدد الفثانیؒ دفتر سوم مکتوب، (۴ ص ۹۸) فقط حسن عفی لہ

Marfat.com

و ملامت سننے کی عادت اور غلطیوں کا ارتکاب کرنے کی جرأت بڑھتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کے دل سے پند و نصیحت کی وقعت بھی جاتی رہتی ہے۔

اسی طرح باپ پر لازم ہے کہ اس سے بات چیت کرنے میں اپنے رعب اور ہیبت کو قائم رکھے اور صرف کبھی کبھی ہی جھڑکا کرے اور ماں کو چاہیے کہ (کسی بات پر ضد کرنے) کے موقعہ پر اسے باپ سے ڈرائے[۱] اور بری باتوں سے سختی کے ساتھ روکے۔

سونے کے آداب ولوازم

اور دن کو سونے[۲] سے منع کرے کیونکہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے لیکن اسے رات کو سونے سے نہ روکا جائے لیکن نرم بستر سے بہر حال روکا جائے تاکہ اس کے اعضاء مضبوط ہوں اور بدن بھدا نہ ہونے پائے جس کی وجہ سے آرام کے بغیر نہ رہ سکے بلکہ اسے[۳]

---

[۱] اس میں بچے کو برائی اور بے جا ضد سے روکنے کا مقصد حاصل ہونے کے بعد علاوہ یہ خوبی ہے کہ اس طرح اس کے دل میں باپ کا رعب بیٹھ جاتا ہے جس کی بناء پر اس کی نصیحت اس کے لئے کارگر ثابت ہوتی ہے نیز فرضی جن بھوت کے ہولناک اور جھوٹے خوف سے بھی اسے ڈرانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی فقط۔ حسن عفی لہ

[۲] صبح صادق کے وقت سے سورج بلند ہونے تک سونا نہایت برا ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کی نحوست سے رزق میں تنگی آتی ہے اور خیر و برکت نہیں رہتی اور صبح سویرے اٹھنے والوں کیلئے آپ نے دعائے خیر فرمائی ہے کہ:

جو مسلمان حضرت رسول اکرم ﷺ کی اس دعاء سے فیضان رحمت و برکت حاصل کرنا چاہے وہ صبح سویرے اٹھا کرے۔ اور سونے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ شمال کی جانب سر اور قبلہ کی طرف منہ کر کے داہنی طرف کروٹ پر لیٹے گو اس کے علاوہ اور طرح لیٹنا بھی مباح ہے لیکن قبلہ کی جانب پاؤں پھیلانا ناجائز ہے اور پیٹ کے بل لیٹنا بھی بالکل منع ہے، حدیث شریف میں ہے،

"انها ضجعة يبغضها الله تعالى"

"کہ پیٹ کے بل لیٹنا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے"

[۳] کیونکہ مسلمان مجاہد اور سپاہی بن کر رہنا چاہیے عیاش اور تن آسان بن کر نہیں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ "من لم يغز ولم يحدث به نفسه مات ميتة الجاهلية" "جس شخص نے جہاد نہیں کیا اور دل سے اس کے متعلق صلاح بھی نہیں لی وہ جاہلیت و کفر کی موت مرا"

Marfat.com

سخت بستر پر سونے موٹے چھوٹے کپڑے پہننے اور سادہ خوراک کھانے کی عادت ڈالی جائے
اور جو کام وہ چھپا کر کرتا ہو اس سے روکا جائے کیونکہ وہ اس کام کو برا سمجھنے کی وجہ سے تو چھپاتا
ہے اس لئے اگر اسے نظر انداز کیا گیا تو وہ اس برے کام کا عادی ہو جائے گا۔

اسی طرح دن کو چلنے پھرنے اور ورزش کرنے کی عادت بھی ڈالی جائے تاکہ وہ کاہل
اور سست نہ ہو جائے لیکن اس امر کی نہایت احتیاط رکھی جائے کہ وہ اپنا سر پنڈلیاں، گھٹنے، رانیں
وغیرہ ہرگز ننگی نہ کریں[۲] نا بہت جلدی چلے نہ ہی اپنے ہاتھوں کو ڈھیلا ڈھالا رکھے بلکہ انھیں
اپنے سینے سے ملا کر چست رکھے۔

تکبر اور غرور کی ممانعت

اپنے ساتھیوں کے سامنے ماں باپ کی ملکیت میں سے کسی چیز پر فخر کرنے اپنے
کھانے پینے کی چیزوں کپڑوں حتی کہ تختی اور دوات تک پر اترانے سے بھی منع کیا جائے
[۳] بلکہ اپنے ہر ساتھی سے انکساری اور تعظیم و تکریم سے پیش آنے اور پاکیزہ گفتگو کرنے کا عادی
بنایا جائے۔ اور اسے دوسرے بچوں سے کوئی چیز نہ لینی دی جائے اگر کسی مالدار کا لڑکا ہو تو اسے
یوں سمجھایا جائے کہ عزت اور سر بلندی دینے میں ہے لینے میں نہیں بلکہ لینا تو کمینا پن
ذلت، اور فرومائیگی ہے اور اگر غریب کا لڑکا ہو تو اسے سکھایا جائے کہ لالچ کرنا اور کسی سے کچھ

---

[۱] امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ جب کسی کو صوبہ کا عامل (گورنر) مقرر فرماتے تھے تو پانچ شرطوں میں یہ شرطیں بھی ضبط تحریر میں لایا کرتے تھے کہ وہ کبھی باریک کپڑا نہ پہنے گا نرم بستر پر نہیں سوئے گا اور ہمیشہ بے چھنے آٹے کی روٹی نہ کھائے گا ایک دفعہ شام کے عامل (گورنر) کے متعلق معلوم ہوا کہ اس نے باریک کپڑا پہننا شروع کر دیا ہے تو اسے معزول کر دیا اور فرمایا کہ ایسا آرام طلب شخص کبھی اسلامی ہدایت کے مطابق بنی نوع کی پوری خدمت نہیں کر سکتا۔ حسن غفرلہ

[۲] کیونکہ اسے عموماً بچہ کے ذہن میں بے حیائی اور خواہش کی تحریکات پیدا ہوتی ہیں اور ایسا کرنا شرم گناہ ہے اس لئے وہ نیکر اور جانگیہ جس میں گھٹنے ننگے رہیں پہنانا منع ہے۔ فقط حسن غفرلہ

[۳] کیونکہ اس سے بچوں میں منافرت پھیلتی ہے اور بعض اوقات لڑائی بھی ہو جاتی ہے جو نقصان دہ ہے اور اس سے بڑھ کر بری بات یہ ہے کہ اس طرح بچے مال و جائیداد کو باعث فضیلت سمجھ کر اخلاقی اور عملی فضیلت کے حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

Marfat.com

لینا اپنی توہین اور رسوائی کا باعث ہے اور کتے کی سی خصلت ہے کہ وہ لقمہ کے انتظار اور لالچ میں دم ہلاتا رہتا ہے۔[۱]

اسی طرح بچہ کو سونے اور چاندی سے نفرت اور سانپوں اور بچھوؤں سے زیادہ ان کی محبت سے خوف دلاتا رہے کیونکہ سونے چاندی کی محبت اور طمع بچوں بلکہ بڑوں کو بھی زہروں کی آفت سے زیادہ نقصان پہنچانے والی ہے۔[۲]

آداب مجلس و آداب کلام

نیز اسے سکھایا جائے کہ مجلس میں نہ تھوکے نہ ناک صاف کرے نہ کسی کے سامنے جمائی لے اور نہ کسی کی طرف پیٹھ کرے[۳] نہ پیر پر پیر رکھے، اسی طرح اپنی ہتھیلی کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر یا اپنے سر کو بانہہ کا سہارا دے کر بھی نہ بیٹھے، کیوں کہ یہ سب کاہلی اور سستی کی علامتیں ہیں غرضیکہ اسے بیٹھنے کا طریقہ بھی سکھایا جائے اور زیادہ باتیں کرنے سے روکا جائے۔ اور اچھی طرح ذہن نشین کرایا جائے۔ کہ یہ بے شرمی کی باتیں ہیں۔ اور ذلیل لوگوں کے بچوں کے کام ہیں[۴] نیز سچی ہو یا جھوٹی ہر قسم کی قسم کھانے سے بالکل منع کر دیا جائے تا کہ اسے بچپن ہی سے قسم

---

۱ جو لوگ سر بازار جلیبیوں کا ٹکڑا یا اسی طرح کوئی اور کھانے کی چیز دکھا کر چیلوں، کوؤں، کی طرح بچوں کو جمع کرے اور انھیں ادنی ادنی چیزوں کے لئے للچاتے، شور مچانے اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگنے کی بری عادت سکھاتے ہیں اور پھر اپنی مؤذب اخلاق حرکت شنیعہ کو سخاوت اور فیاضی تصور کرتے ہیں وہ ذرا اپنی ذہنیت پر غور کریں، فقط حسن ننن لہ

۲ زیور کی صورت میں استعمال کرنا چور کے خطرہ سے خالی نہیں، بلکہ بسا اوقات تو جان بھی تلف ہو جاتی ہے اور نقد سکوں کی محبت بھی بچوں کو بہت سی خرابیوں اور بے ہودیوں میں مبتلا کر کے رہتی ہے۔

۳ اس کی صورت یہ ہے کہ حلقہ کے درمیان کبھی نہ بیٹھے قطار میں بیٹھے، حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں:۔

"ملعون علی لسان محمد ﷺ من تعد وسط الحلقة رواه الترمذی و ابو داؤد"

جناب محمد ﷺ کی زبان اطہر پر وہ شخص ملعون ہے جو حلقۂ مجلس کے درمیان بیٹھے۔

۴ اللہ رب العزت فرماتے ہیں ﴿ولا تجعلوا اللہ عرضة لایمانکم﴾ الآیۃ" کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کو اپنی قسموں کے لئے نشانہ مت بناؤ اس طرح خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے بھی منع کر دیا جائے کہ یہ شرک ہے حدیث شریف میں ہے۔ "حلف بغیر اللہ فقد اشرک" جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

Marfat.com

کھانے کی عادت نہ پڑ جائے اسی طرح گفتگو میں پہل کرنے سے بھی روکا جائے اور اس امر کی عادت ڈالی جائے صرف جواب دینے کے لئے بولا کرے اور وہ بھی صرف بقدر سوال اور جب کوئی شخص اس سے باتیں کر رہا ہو تو اچھی طرح سنے اور اپنے سے بڑے کے لئے اٹھ کر جگہ کھلی کرے اور پھر ادب سے اس کے سامنے بیٹھ جائے اسی طرح بچہ کو بیہودہ گوئی، فحش کلامی، لعن طعن، دشنام دہی، گالی گلوچ، سے روکے اور ایسی باتیں کرنے والوں کے میل جول سے منع کرے کیونکہ برے ساتھیوں کے بری باتیں بچے پر ضرور اثر ڈال کر رہتی ہیں اور بچوں کی تربیت کے کا اصلی راز تو انہیں برے ساتھیوں سے محفوظ رکھنے ہی میں مضمر[۲] ہے۔

صبر و تحمّل

اور یہ بھی ضروری ہے کہ جب بچہ کو استاد مارے تو نہ چیخے چلائے اور نہ شور و شغب برپا کریں اور نہ ہی کسی کی سفارش[۳] کا سہارا ڈھونڈے بلکہ صبر و تحمل سے کام لے، یہ بات سمجھانے کے لئے بچے سے یوں کہا جائے کہ دیکھو صبر کرنا بہادر مردوں کا طریقہ ہے اور چیخنا چلانا، رونا پیٹنا، تو ادنی اور کمینے لوگوں اور عورتوں کا کام ہے۔

---

[۱] احدیث شریف میں ہے "البلاء موکل بالمنطق" کہ مصیبت بے جا بولنے کے ساتھ وابستہ ہے، کسی نے کیا خوب کہا:

زباں اپنی حد میں ہے بیشک زباں
بڑھے ایک نقطہ تو یہ زیاں
کہے ایک جب سن لے انسان دو
کہ حق نے زبان ایک دی کان دو

[۲] جو حضرات خود اپنے بچوں کو سینما یا دوسری تماشہ گاہوں میں لے جاتے ہوں یا ایسے لڑکوں کے ساتھ جانے دیتے ہوں وہ اپنی غفلت اور کوتا اندیشی پر غور کریں۔ فقط، حسن عفی لہٗ

[۳] اس طرح بچہ کی قوت برداشت کو ترقی دینا اور اس میں صبر و تحمل کے مردانہ اوصاف پیدا کرنا مقصود ہے نیز سفارش وحمایت کرنے سے استاد کی تنبیہ اور نصیحت کا فائدہ ضائع ہو جاتا ہے۔ فقط حسن عفی لہٗ

Marfat.com

ورزش کی اہمیت وفوائد

نیز اسے پڑھنے کے بعد کسی عمدہ کھیل کی اجازت بھی ضرور دی جائے جس سے وہ مکتب کی تکان دور کر کے راحت حاصل کر سکے لیکن اتنا نہ کھیلنے دیا جائے کہ کھیلنے ہی سے تھک جاوے کیونکہ بچے کو کھیل کود سے کلیۃً روک کر صرف پڑھنے پڑھانے میں دبائے رکھنا اس کے دل کو مردہ اس کی ذہانت کو باطل اور ناکارہ اور اسکی زندگی کو مکدر کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ تعلیم سے بالکل ہی جان چھڑانے کے لئے حیلے اور بہانے تلاش کرنے لگ جاتا ہے

نہ تفریط بہتر نہ افراط اچھی
توسط کے درجہ میں ہر بات اچھی

بزرگوں کی تعظیم کے آداب

یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ بچے کو والدین اساتذہ اور ہر اس شخص کو جو عمر میں اس سے بڑا ہو چاہے اپنا رشتہ دار ہو یا نہ ہو سب کی فرمانبرداری کرنا سکھایا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ وہ ان کی طرف عزت کی نگاہوں سے دیکھیں، اور ان کے سامنے کھیل کود کو ترک کر دے اور جب سن بلوغ کو پہنچے تو اسے طہارت و پاکیزگی میں سستی نہ کرنے دی جائے اور نماز ختم کرنے پر چشم پوشی کا برتاؤ ہرگز نہ کیا جائے ۳ نیز رمضان کے بعد دنوں میں اسے روزہ بھی رکھوایا جائے

۱اس سلسلہ میں ساتھیوں کی اخلاقی حالت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اگر صحیح تربیت یافتہ بچے نہ ملیں تو باپ خود اپنے ساتھ لے جائے تفریح اور ورزش کرائے ایک صحیح دماغ صرف تندرست جسم میں ہی نشو نما پا سکتا ہے اس لئے بچے کی صحت جسمانی کے لئے مناسب ورزش کے ساتھ اس کے جسم اور کپڑے کی صفائی کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔

۲حدیث شریف میں ہے کہ بچوں کو سات برس کی عمر میں نماز پڑھاؤ اور نو ۹ برس کی عمر میں بھی نہ پڑھے تو مار کر پڑھاؤ۔

۳حدیث شریف میں ہے کہ بچوں کو سات برس کی عمر میں نماز پڑھاؤ اور نو ۹ برس کی عمر میں بھی نہ پڑھے تو مار کر پڑھاؤ۔

۴بچے اپنے ماحول اور خاندان کے طرز زندگی پر منحصر ہیں، جیسے گردو پیش میں بچہ رہے گا ویسے ہی بری باتیں اس میں پیدا ہونگی۔

Marfat.com

اور دیباج وریشم، سونا، چاندی، پہننے سے بالکل الگ رکھا جائے اور حسب مناسب شریعت اسلامیہ کے حدود وتعزیرات سمجھائے جائیں اور چوری حرام خوری خیانت بد دیہانتی، جھوٹ اور بے حیائی، اور نوخیزی کے دوران میں بچوں کی طبیعت میں پیدا ہونے والے تمام بری باتوں سے خوب اچھی طرح ڈرایا جائے جب کسی بچے کی بچپن سے ہی ایسی اٹھان ہوگی تو بلوغ کے قریب پہنچے تک وہ ان امورِ کے اسرار وحقائق و خوبی سمجھ سکے گا۔

غذا کے متعلق عمدہ تخیل

پھر اس دور میں اسے سمجھایا جائے کہ جس قدر بھی حلال غذائیں ہیں یہ بھی ایک طرح کی دوائیں ہی ہیں اور ان سے صرف یہ مقصود ہے کہ انسان انھیں کھا پی کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر سکے۔

دنیا کی بے ثباتی

اور یہ بات بھی بخوبی ذہن نشیں کرائی جائے کہ دنیا بذاتہ خود ایک غیر مقصود اور بے اصل، بے بقا، اور فنا ہو جانے والی چیز ہے موت اس کی نعمتوں کا خاتمہ کر دیتی ہے، اور یہ صرف ایک گزرگاہ ہے سکون وقرار کا مقام نہیں لیکن عالم آخرت حقیقی امن وسکون کا مکان اور قرار واطمینان کی جگہ ہے اور ہر وقت دنیا کی زندگی کو ختم کر دینے کی تاک میں لگی ہوئی ہے۔

عقل مند کون ہے؟

اور فی الحقیقت عقل مند وہ شخص ہے جو اس دنیائے فانی سے آخرت کے عالم باقی کے لئے زادِ رہ اور نیکیوں کا سرمایہ فراہم کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے قبولیت کا اونچا درجہ نصیب ہو اور جنتوں کی وسیع نعمتیں ملیں اگر بچے کی ابتدائی ذہنی نشوونما اچھی ہوئی ہوگی تو بالغ ہونے کے دوران میں یہ کلام اس کے لئے نہایت اوقع فی النفس مؤثر وخوش آئند کالنقش فی الحجر دل میں گھر کرنے والا ثابت ہوگا۔

اگر اس کے برعکس غلط طریقہ سے اس کی ذہنی نشوونما ہونے سے اس میں بیہودگی، بے حیائی، زیادہ کھانے کی خواہش، عمدہ لباس کی طمع، آرائش وزیبائش کی علت، ناز وانداز تکبر وغرور کی خصلت پیدا ہو چکی ہوگی تو اس کا دل اس حقیقت کے قبول کرنے سے اسی طرح انکار کر دے

Marfat.com

گا جس طرح خشک دیوار سوکھی مٹی کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے، غرضیکہ یہی ابتدائی امور ہیں جن کا پوری طرح خیال رکھنا چاہیے۔

بچے کی فطرت اور والدین کا فرض

کیونکہ بچے کا جوہر قلب ایسا ہی پیدا کیا گیا ہے کہ خیر و شر اور نیک و بد دونوں کا اثر لے سکتا ہے اور یہ ماں باپ کا کام ہے کہ اسے نیکی و بدی کے پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کی طرف مائل کر دیں حضرت رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

"کل مولود یولد علی الفطرۃ و انما ابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ"

کہ ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (الحدیث)

عمدہ تربیت کے اعلیٰ نتیجہ پر ایک تاریخی شہادت

حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ میں تین برس کی عمر میں رات کو اٹھ کر اپنے ماموں حضرت محمد بن سوارؒ کی نماز تہجد کا روحانی منظر دیکھا کرتا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا؟ جس نے تجھے پیدا کیا، میں نے عرض کیا کہ میں اسے کس طرح یاد کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ رات کو بستر پر کروٹ بدلنے کے وقت زبان ہلائے بغیر صرف اپنے دل میں تین دفع یوں کہا کرو:

"اللہ معی، اللہ ناظرٌ الی اللہ شاھدی"

اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ میرے سامنے ہے۔

میں نے چند راتوں تک یوں ہی کہا پھر انہیں اس کی اطلاع[1] دی تو فرمایا کہ اب ہر رات میں سات دفعہ یوں ہی کہا کرو، میں نے ایسا ہی کیا اور پھر اس کی اطلاع بھی عرض کی تو فرمایا ہر رات گیارہ دفعہ کرو، میں نے ایسا ہی کیا جس کے نتیجہ میں مجھے اپنے دل میں اس کی لذت اور حلاوت محسوس ہونے لگی پھر جب اس پر عمل کرتے ہوئے ایک سال گزر گیا تو فرمایا جو ذکر میں نے تمہیں سکھایا ہے اسے خوب یاد رکھو اور مرتے دم تک اس پر قائم رہو، یہ تم کو دنیا و آخرت

[1] ہر مرید حق کو چاہیے کہ وہ اپنے مرشد کو اپنی کیفیت کی ٹھیک ٹھیک اطلاع دیکر درجہ بدرجہ اصلاح لے اور راہ سلوک و معرفت کو طے کرے۔ بیعت کا مقصد یہی ہے۔

Marfat.com

میں نفع کا ذریعہ ہوگا۔ میں چند برسوں تک اسی طرح کرتا رہا، یہاں تک کہ میں اس کی لذت اپنے باطن کی گہرائی میں محسوس کرنے لگا۔

پھر ایک دن فرمایا کہ اے سہیل! اللہ جس کے ساتھ ہو جسے دیکھتا ہو جس کے سامنے ہو کیا وہ شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرسکتا ہے؟ خبردار! کبھی خدا کی معصیت اور نافرمانی نہ کرنا چنانچہ میں تنہا رہنے لگ گیا۔ پھر انھوں نے مجھے مکتب میں بھیجنا چاہا تو میں نے کہا کہ مجھے اپنی توجہ بٹ جانے کا خطرہ ہے ہاں! اگر آپ استاد سے یہ شرط طے کرلیں کہ میں کچھ وقت اس کے پاس پڑھا کروں اور پھر جلدی سے پلٹ کر یاد الٰہی میں مشغول ہوجایا کروں تو بہتر ہو۔

اس کے بعد میں استاد کے پاس گیا اور چھ سات برس کی عمر تک قرآن کریم پڑھ کر حفظ کرلیا میں ہمیشہ روزہ رکھا کرتا تھا اور بارہ برس تک جو کی روٹی میری خوراک رہی اسی اثناء میں تیرہ برس کی عمر میں مجھے ایک اہم مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی تو میں نے اپنے گھر والوں سے درخواست کی کہ وہ مجھے بصرہ جانے کی اجازت دیں تاکہ میں وہاں کے علماء سے وہ مسئلہ دریافت کروں چنانچہ میں نے بصرہ آکر وہاں کے علماء سے دریافت کیا لیکن ان میں سے کسی نے بھی میری تشفی نہ کی اس کے بعد میں حضرت حبیب حمزہ بن عبداللہ عبادانیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے عبادان گیا۔ اور ان سے وہی مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے مجھے تسلی بخش جواب دیا پھر میں ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہ کر ان کے ملفوظات قدسیہ سے فیض حاصل کرتا تھا اور آداب سیکھتا رہا پھر تستر چلا آیا اور اپنی خوراک کا یہ اندازہ مقرر کیا کہ میرے لئے ایک درہم (تقریباً سوا چار آنہ) کے جو خرید کر پیس کر رکھے جاتے تھے اور اسی میں میرے لئے روٹی پکائی جاتی تھی اور میں ہر رات سحری کے وقت صرف ایک اوقیہ (ایک اونس تقریباً تین تولے) اس میں سے کھاتا اور وہ سالن کے بغیر، اس طرح میرے لئے سال بھر تک یہی ایک درہم کافی ہوتا۔

پھر میں نے یہاں تک ترقی کی کہ تین راتوں کے بعد افطار کرنے لگا، پھر پانچ راتوں کے بعد پھر سات راتوں کے بعد، اسی طرح تدریجاً پچیس راتوں تک پہنچ گیا پھر اسی حالت میں متواتر بیس سال تک قائم رہا پھر کئی برس تک دنیا کی سیاحت کی اور پھر پلٹ کر تستر چلا آیا میں تقریباً ساری ساری رات قیام کرتا تھا امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس امر کا ثبوت نہیں ملا کہ انھوں نے اپنے وصال تک کبھی سالن استعمال کیا ہو۔

Marfat.com

حاصل کلام

یہ واقعہ امام غزالیؒ نے اس لئے نقل نہیں کیا ہے کہ سب لوگ اپنے بچوں کو اسی طرح تیار کریں بلکہ صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اگر ابتداء سے بچے کی تربیت کا مکمل انتظام کیا جائے تو وہ ایسے انسانی کمالات کی بلندیوں تک عروج کر سکتا ہے ورنہ ایسی ریاضت شاقہ اختیار کرنا ہر مسلمان کے ذمہ ضروری نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے قوانین و احکام اور اپنے نبی مکرم رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور انبیاء و صدیقینؒ و شہداءؒ و صالحینؒ و جملہ بزرگان دینؒ و اولیاء کرام کی صحیح محبت ہمارے دلوں میں پیدا کرے اور انھیں کے راستہ پر چلائے اور یہی دین قویم ہے اور یہی صراط مستقیم۔

﴿ و اخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین، آمین ﴾

آپ کا ادنیٰ خادم

(مولوی) صدر الدین حسن غفر لہ

Marfat.com

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا

اور اللہ کے پیارے پیارے نام ہیں پس اس کے ساتھ اس کو پکارو

الحمد اللہ والمنۃ حجۃ الاسلام ابو حامد امام محمد الغزالیؒ کی کتاب

المقصد الاسنیٰ فی شرح

اسماء الحسنیٰ

کا اردو ترجمہ جس میں ننانوے نام کے مفصل و مشرح معانی کے علاوہ اس میں مشترک اور اسمائے مترادفہ کے متعلق موشگاف بحث کی گئی ہے اور اسمائے باری تعالیٰ کا غیر متناہی ہونا ثابت کیا ہے اور ساتھ ہی ننانوے کے عدد میں شرعاً ان کے محصور ہونے کی حکمت پر روشنی ڈالی ہے اور اسم و ذات کے اتحاد و تغائر کے متعلق مشہور مذاہب کے اقوال پیش کر کے فیصلہ کن بحث کی گئی ہے۔

ترجمہ کنندہ

مولانا محمد نذیر رانجھا "مولوی فاضل" "منشی فاضل"

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللّٰه المتفرد بكبريائه وعظمته، المتوحد بتعاليه وصمديته الذى قص اجنحة العقول دون حمى عزته، ولم يجعل السبيل الى معرفته الا بالعجز عن معرفته، وقصر السنة الفصحاء عن الثناء على جمال حضرته الا بما اثنى به على نفسه، واحصى من اسمه وصفته، والصلوٰة على محمد خير خلقه، وعلى اله واصحابه وعترته۔

مجھ سے میرے ایک دینی بھائی نے فرمائش کی جس کی تعمیل شرعاً ضروری تھی کہ میں اسماء الحسنیٰ کی شرح لکھوں مگر میں اس کے متعلق اپنے ارادے کا ایک قدم آگے رکھتا تھا تو ہمت کے دو قدم پیچھے جا پڑتے تردد یہ تھا کہ میں اس کا حق اخوت ادا کرنے کے لئے اس کام کا بیڑا اٹھاؤں۔ یا اس مشکل کام کا ذمہ اٹھانے سے بچتے ہوئے اور قوت بشری کو اس مقصد کے حصول کے لئے ناکافی سمجھتے ہوئے اس سے معافی چاہوں اور معافی کیوں نہ چاہتا جبکہ عاقل آدمی کو اس مشکل کام میں پڑنے سے دو باتیں مانع ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ کام فی نفسہ بڑا کٹھن اور دشوار حصول ہے کیونکہ وہ اپنی شان کے لحاظ سے چوٹی کا کام ہے جس کے آگے عقل حیران ہے اور آخری منزل چھوڑ اس کی پہلی ہی منزل میں نگاہیں پست ہو جاتی ہیں انسانی طاقتوں کا یہ بل بوتہ کہاں ہے کہ خدائی صفات میں بحث و تحقیق کا سلسلہ چھیڑے اور چمگادڑوں کی نگاہوں میں یہ تاب کہاں کہ مہر تاباں کا دیدار کر

Marfat.com

سکیں۔

دوم یہ کہ ذات باری تعالیٰ کے متعلق جو کچھ کہا جائے ممکن ہے کہ وہ جمہور کے خلاف واقعہ ہو۔ اور لوگوں کو ان کی عادات اور مذہبی مالوفات سے باز رکھنا مشکل ہے لیکن فرمائش کا پاس اور اس دوست کے شدت اصرار نے ان عذروں کی کوئی پیش نہ جانے دی۔

"فاسئل الله تعالى ان يسهل الصواب، ويجزل الثواب، بمنه ولطفه، وسعة جوده. انه الكريم الجواد، الرؤف بالعباد.

مقدمہ

مناسب ہے کہ اس کتاب کو تین فنون پر منقسم کیا جائے۔

(۱) پہلا فن۔ ابتدائی باتوں میں۔

(۲) دوسرا فن۔ مقاصد خاص میں۔

(۳) تیسرا فن۔ لواحق اور تتمہ جات میں۔

پہلے فن کے مضامین گویا مقاصد خاص کی تمہید ہیں۔

اور تیسرے فن کے مضامین مقاصد خاص کا تکملہ ہیں۔

فن اول۔ میں ان باتوں کا بیان ہے:۔

(۱) اسم۔ مسمّٰی اور تسمیہ کے قول کی حقیقت۔ اور اس میں جو اکثریت مذاہب کو غلط فہمی لاحق ہوئی ہے اس کا ازالہ۔

(۲) اللہ کے اسماء میں سے جو باہم قریب المعنی ہیں مثلاً عظیم، جلیل، کبیر، کیا وہ ایک ہی معنی پر محمول کیے جا سکتے ہیں۔ یعنی وہ اسماء مترادف ہیں یا ان کے معانی کا متفاوت ہونا لازم ہے۔

(۳) جس اسم کے دو معنی ہیں، کیا وہ دونوں معنوں میں مشترک ہے اور ان دونوں معنوں

Marfat.com

پر اس طرح محمول ہوتا ہے جیسے عموم کا اس کی مسمیات میں حمل ہوتا ہے یا اسم کا حمل ان معنوں میں سے صرف ایک پر متعین ہے۔

(۷) کیا بندہ کو اسمائے باری تعالیٰ میں سے ہر اسم کے معنی سے حصہ ملا ہے۔

فن ثانی۔ میں یہ باتیں شامل ہیں۔

(۱) فرق ہے نام کے معانی۔

(۲) اس امر کا بیان کہ اہل سنت کے نزدیک یہ تمام اسماء صرف ایک ذات اور سات صفات کی طرف کیونکر راجع ہوتے ہیں۔

(۳) اس امر کا بیان معتزلہ اور فلاسفہ کے مذہب کی رو سے یہ اسماء صرف ایک ذات کی طرف جس میں کثرت کا کوئی دخل نہیں ہے کیونکر راجع ہوتے ہیں۔

فن ثالث۔ ان باتوں پر مشتمل ہے:

(۱) اسمائے باری تعالیٰ ننانوے سے زائد ہیں جو موقوف ہیں۔

(۲) ایک کم سو اسماء کے شمار اور تخصیص کا فائدہ۔

(۳) اللہ تعالیٰ کو ان صفات مدح سے موصوف کرنا جائز ہے۔ جن سے وہ بالمعنی متصف ہے۔ اور ان صفات کے ساتھ بھی جن میں کوئی نقص کا معنی نہ پایا جائے جب کہ اس میں کوئی منع وارد نہ ہو وہ الفاظ جن میں نقص کا مفہوم شامل ہے ہرگز خدا کی شان میں نہیں بولے جاتے مگر جبکہ ان میں اجازت آئی ہو تو پھر ان کی اس طرح تاویل کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی شان مناسب ہو۔

(۴) بعض اوقات اللہ کی شان میں ایک لفظ کا اطلاق ممنوع ہوتا ہے مگر جب اس کے ساتھ اس کے جوڑ کا لفظ شامل کیا جائے تو اس کا اطلاق درست ہو جاتا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء الحسنیٰ کے ساتھ پکارا جاتا ہے جیسا کہ اس نے حکم دیا ہے۔ اگر ہم ان اسماء سے تجاوز کریں۔ یہاں تک کہ اس کو اس کی اوصاف سے پکاریں تو صرف مدح و جلال کی صفتوں سے پکارا جائے گا۔

اور ہر صفت یا فعل جس کے ساتھ اس کا موصوف ہونا یا منسوب ہونا جائز ہے اس

Marfat.com

کے ساتھ جب ہی پکارا جائے گا کہ اس میں مدح وجلال کا مفہوم شامل ہو اس بات کو ہم جہاں اس کا موقعہ آئے گا صاف طور پر بیان کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

پہلا فن

ابتدائی باتوں میں

پہلی فصل

اسم مسمےٰ اور تسمیہ کے معنی

اسم و مسمیٰ کے متعلق بہت لوگوں نے غور کیا ہے اور سب نے جدا جدا مسلک اختیار کیے ہیں مگر اکثر نے دھوکا کھایا ہے ایک کہتا ہے کہ اسم ہی مسمیٰ ہے۔ مگر وہ تسمیہ سے علیحدہ ہے۔ ایک اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اسم، مسمیٰ سے جدا ہے مگر وہ تسمیہ ہی ہے، اگر ایک تیسرا گروہ جو الٰہیات کا کیڑا اور بحث ومناظرہ میں نام آور ہے، کہتا ہے کہ اسم کبھی مسمیٰ ہوتا ہے جیسے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ذات ہے اور موجود ہے اور کبھی مسمیٰ کا غیر ہوتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ وہ خالق ہے وہ رازق ہے۔ کیونکہ یہ دونوں لفظ خلق۔ (آفرینش) اور رزق روزی رسانی) پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں اس سے غیر ہیں کبھی اس کی ایسی حیثیت ہوتی ہے کہ نہ تو اس کو مسمیٰ کہا جاسکتا ہے اور اس نہ اس کا غیر، جیسے ہم کہتے ہیں کہ وہ عالم ہے اور قادر ہے یہ دونوں لفظ علم اور قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جن کی نسبت نہ تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اللہ ہی ہیں اور نہ یہ کہ اللہ کے غیر ہیں۔

یہ اختلاف دو باتوں سے پیدا ہوا ہے۔

Marfat.com

ایک تو یہ کہ اسم تسمیہ ہے یا نہیں؟
دوم یہ کہ اسم مسمیٰ ہے یا نہیں؟

حق یہ ہے کہ اسم نہ تسمیہ ہے اور نہ مسمیٰ ہے اور یہ تینوں اسماء متباین ہیں، مترادف نہیں اظہار حق کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان تینوں لفظوں کے جدا جدا معنی بتائے جائیں پھر اس قول کے معنی بتایا جائے کہ "فلاں شے فلاں ہے"۔ اور اس قول کے معنی کہ "فلاں شے فلاں کا غیر ہے"۔ حقائق کے معلوم کرنے کا یہی طریقہ ہے اور اس پر کار بند نہ ہونے والا ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ جو علم تصدیق ہے یعنی اس کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکتا ہے اس کے الفاظ ایک قضیہ کے صورت میں ہوتے ہیں، اس قضیہ میں ایک موصوف ایک صفت، اور ایک ان دونوں کی باہمی نسبت ہوتی ہے یہ ضرور ہے کہ پہلے صرف موصوف کا علم اس کی حد و حقیقت کے تصور سے ہو۔ پھر صرف صفت کا علم اس کی حد و حقیقت کے تصور سے ہو، اور پھر اس نسبت پر نظر کی جائے جو صفت کو موصوف کے ساتھ ہے کہ وہ اس کے لئے ثابت ہے یا اس سے منفی ہے:

دیکھو جو شخص مثلاً یہ سمجھنا چاہے کہ ملک قدیم ہے یا حادث؟ تو اس کے لئے لازم ہے کہ پہلے لفظ ملک کے معنی سمجھے، پھر قدیم یا حادث کے پھر ان دونوں وصفوں میں ایک کو ملک کے لئے ثابت کرنے یا اس سے نفی کرنے پر نظر کرے۔

اسی طرح ضروری ہے کہ اسم کے معنی، مسمیٰ کے معنی اور تسمیہ کے معنی معلوم کیے جائیں، اور اس کے معنی بھی معلوم کیے جائیں کہ فلاں شے فلاں ہے۔ اور یہ کہ کسی شے کی ہویت اور غیریت کیا ہے، تا کہ یہ امر سمجھ میں آ سکے کہ فلاں شے فلاں ہے یا اس کی غیر ہے۔

ہر شے کا ایک وجود خارج میں ہوتا ہے ایک ذہن میں اور ایک زبان میں خارجی وجود اصلی اور حقیقی ہے، ذہنی وجود علمی اور صوری ہے۔ اور زبانی وجود لفظی و دلیلی ہے۔

مثلاً سماء (آسمان) کا ایک وجود فی نفسہ ہے۔ اور ایک وجود ہمارے ذہن اور نفس میں ہے، کیونکہ آسمان کی صورت ہماری نگاہوں کے ذریعہ سے ہمارے خیالوں میں منطبع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بالفرض آسمان معدوم ہو جائے اور ہم سلامت ہوں، تو آسمان کی صورت پھر بھی ہمارے خیال میں موجود ہوگی، اسی صورت کو علم کہتے ہیں، اور وہ اس کی مثال ہوتی ہے جس کی نسبت علم ہوتا ہے کیونکہ وہ معلوم شے کی حالت کا پتہ دیتی ہے۔ وہ ایسی ہے جیسے آئینہ میں شکل دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی مقابل کی مقابل خارجی صورت کی حالت کا پتہ دیتی ہے اور زبانی وجود لفظ ہے۔ جو چار حصص پر تقسیم ہونے والی آوازوں سے مرکب ہے، پہلے

Marfat.com

حصے کو سین۔ دوسرے کو میم، تیسرے کو الف، اور چوتھے کو ہمزہ کہتے ہیں اور وہ لفظ سماء ہے۔ پس قول امر ذہنی کی دلیل ہے اور امر ذہنی امر موجود کی صورت ہے اگر خارجی وجود نہ ہوتا تو ذہن میں صورت منطبع نہ ہوتی۔ اور اگر ذہن میں صورت منطبع نہ ہوتی تو انسان اس سے مطلع نہ ہوتا اور اگر انسان اس سے مطلع نہ ہوتا تو زبان سے اس کا اظہار نہ کرتا غرض کہ لفظ علم اور معلوم یہ تینوں متبائن امور ہیں۔ لیکن تینوں متطابق و متوازی ہیں۔ اس لئے بسا اوقات کم فہم انسان ان میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور فی الحقیقت ان میں امتیاز کیوں نہ ہو۔ جبکہ ہر ایک کے جدا جدا خواص ہیں۔ مثلاً انسان اس حیثیت سے کہ وہ موجود فی الخارج ہے۔ اس کو یہ امور لاحق ہیں۔ کہ وہ سوتا ہے۔ جاگتا ہے۔ زندہ ہے۔ مرجاتا ہے۔ چلتا ہے۔ بیٹھتا ہے۔ وغیر ذالک اور اس حیثیت سے کہ وہ موجود فی الذہن ہے۔ اس کو یہ باتیں لازم ہیں کہ وہ مبتدا۔ یا خبر اور عام یا خاص اور جزئی یا کلی یا قضیہ وغیرہ ذالک بنتا رہتا ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ وہ وجود فی اللسان ہے۔ اس کو یہ باتیں لاحق ہوتی ہیں۔ کہ وہ عربی۔ یا فارسی۔ یا ترکی۔ یا زنگی زبان سے ہے۔ اور کم حروف رکھتا ہے۔ یا زیادہ، اور وہ اسم یا فعل یا حرف یا کچھ اور ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ وجود حسب مرورِ ایام بدلتا رہے اور اہل بلاد کی عادات میں متفاوت ہو، خارجی اور ذہنی وجود کو تو جانے دو لفظی وجود کو لو۔ کیونکہ اسی کے متعلق بحث کرنا ہمارا مدعا ہے۔

الفاظ سے مراد حروف مقطعہ ہیں جو انسانی اختیار سے بنے ہیں تاکہ اشیاء کی ذات پر دلالت کریں یہ حروف مقطعہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو اولاً موضوع ہیں، دوسرے وہ جو ثانیاً موضوع ہیں۔

اولاً موضوع کی مثال آسمان، درخت انسان وغیر ذالک، اور ثانیاً موضوع جیسے اسم، فعل، حرف، امر، نہی، مضارع وغیرہ۔ یہ الفاظ موضوع بوضع ثانی اس لئے ہیں کہ وہ الفاظ جو مختلف اشیاء پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو معنی فی غیرہ پر دلالت کرتے ہیں ان کا نام حرف ہے دوسرے وہ جو معنی فی نفسہ پر دلالت کرتے ہیں پھر ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو اس معنی کے زمانہ وجود ہی پر دلالت کرتے ہیں، اس قسم کا نام فعل ہے جیسے ضرب (اس نے مارا) یضرب (وہ مارتا ہے) دوسرے وہ جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے۔ ان کو اسم کہتے ہیں۔ جیسے آسمان و زمین۔

پہلے تو اعیان خارجیہ پر دلالت کرنے کے لئے الفاظ وضع کیے گئے پھر اس کے بعد اسم فعل، حرف، وغیرہ اقسام الفاظ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیے گئے کیونکہ الفاظ بھی وضع کیے

Marfat.com

جانے کے بعد موجود فی الاعیان بن گئے۔ اوران کی صورتیں ذہن میں منقش ہوگئیں۔ تو وہ بھی اس قابل سمجھے گئے کہ حرکات زبان سے ان پر دلالت ہو، الفاظ کا موضوع بوضع ثالث ورابع ہونا بھی متصور ہوسکتا ہے حتی کہ اگر اسم کو کئی اقسام پر منقسم کیا جائے، اور ہر قسم کا ایک خاص اسم مقرر کیا جائے۔ تو یہ اسم درجہ ثالث میں ہوگا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اسم نکرہ اور معرفہ وغیرہ پر منقسم ہوتا ہے،

اس تمام بیان سے یہ معلوم کرانا مدعا ہے کہ اسم موضوع بوضع ثانی ہے، چنانچہ اگر سوال کیا جائے کہ اسم کی کیا تعریف ہے؟ تو جواب یہ ہوگا کہ اسم وہ لفظ ہے جو دلالت کے لیے موضوع ہو اور اس میں ایسی شرائط بھی ہم اضافہ کر سکتے ہیں جو اس کو حرف اور فعل سے ممتاز کرتی ہیں مگر یہاں اس کی تعریف بیان کرنا ہمارا مدعا نہیں ہے۔ صرف یہ غرض ہے کہ اسم سے مراد وہ معنی ہے جو تیسرے درجہ میں ہے اور اس کا وجود زبان میں ہے۔ خارج میں یا ذہن میں نہیں۔

جب تم کو اتنا معلوم ہو چکا کہ اسم سے مراد وہ لفظ ہے جو دلالت کے لیے وضع کیا گیا ہو تو پھر یہ سمجھنا چاہیے کہ جو لفظ دلالت کے لئے وضع کیا گیا ہو اس کے لئے واضع، وضع اور موضوع لہ کا ہونا لازم ہے۔

موضوع لہ کو مسمّٰی کہتے ہیں اور یہ وہ شے ہے جس پر لفظ دلالت کرتا ہے۔

واضع کو مسمّی (نام رکھنے والا) کہتے ہیں اور وضع کو تسمیہ نام رکھنا جب کوئی شخص اپنے بیٹے کے لئے ایسا لفظ تجویز کرتا ہے جو اس پر دلالت کرے۔ تو کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے اپنے بیٹے کا نام رکھا۔ اور اس کے اس لفظ تجویز کرنے کو تسمیہ کہتے ہیں، کبھی نام لینے کو بھی تسمیہ کہہ دیتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص کسی کو پکارے اے زید! تو اس کی اس ندا کو تسمیہ کہیں گے گویا لفظ تسمیہ نام رکھنے اور نام لینے کے دونوں معنوں میں مشترک ہے۔ گو بظاہر نام لینے کی نسبت نام رکھنے کے معنوں میں ہونا زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

اسم، تسمیہ، مسمّی اور مسمّٰی بمنزلہ حرکت، تحریک، محرک، اور محرَّک، کے ہیں۔ اور یہ چاروں مختلف اسم مختلف معنوں پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ حرکت ایک مکان سے دوسرے مکان میں نقل کرنے پر دال ہے۔ تحریک اس حرکت کی ایجاد پر دال ہے۔ محرک صادر ہوتی ہے یہ متحرک کی طرح نہیں ہے۔ جو صرف فعل حرکت پر دال ہے اور فاعل پر دال نہیں جب ان الفاظ کے مفہومات ظاہر ہوگئے تو اب دیکھنا چاہیے کہ کیا ان کے متعلق یہ کہنا جائز ہوسکتا ہے کہ ان میں سے فلاں فلاں ہے یا اس کا غیر ہے مگر اس بات کے سمجھنے کے لئے کسی چیز کے فلاں ہونے، اور

Marfat.com

فلاں شے کے فلاں ہونے یا فلاں سے غیر ہونے کے معانی سمجھنے لازم ہیں۔
یہ جو ہم کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شے فلاں ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت

کی نظیر یہ کہ کوئی کہے پانی جل ہے یا تیل شمشیر ہے، یہ صورت ان تمام اشیاء میں جاری ہوتی ہے، جو فی نفسہٖ واحد ہوں۔ مگران کے دو مترادف نام ہوں۔ جن کے مفہوم کچھ بھی تفاوت نہ رکھتے ہوں صرف حرفوں کا فرق ہو۔ ایسے اسماء کو مترادف کہتے ہیں۔

دوسری صورت

کی نظیر یہ کہ کوئی سانڈنی، اونٹنی ہے۔ یا کوئل، گھوڑا ہے یہ صورت پہلی سے جدا ہے اس کے اسماء مترادف نہیں مختلف مفہوم رکھتے ہیں کیونکہ سانڈنی اونٹنی کے ساتھ تیز رفتار کا مفہوم بھی مضاف ہے اور کوئل میں گھوڑے کے ساتھ سواری سے زائد ہونے یا آراستہ و پیراستہ ہونے کا مفہوم بھی شامل ہے، صرف اونٹنی یا گھوڑے میں کوئی اس قسم کا زائد مفہوم شامل نہیں ہے
اس قسم کے اسماء کو متداخل کہنا چاہیے کیونکہ اونٹنی سانڈنی کے مفہوم میں گھوڑا کوئل کے مفہوم میں داخل ہے،

تیسری صورت

کی نظیر یہ ہے کہ کوئی کہے کہ برف سفید اور ٹھنڈی ہے اس میں سفید اور ٹھنڈی ایک ہی چیز ہے، کیونکہ جو سفید ہے وہی ٹھنڈی ہے۔ یہ صورت نہایت بعید ہے اور اس کا نتیجہ موضوع کی وحدت ہے جو دو وصفوں سے موصوف ہے مطلب یہ کہ ایک ہی شے سفیدی اور ٹھنڈک سے موصوف ہے۔

غرض ہمارا یہ کہنا کہ فلاں شے فلاں ہے ایک کثرت پر دلالت کرتا ہے جس میں ایک طرح سے وحدت ہے کیونکہ اگر وحدت نہ ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں اور فلاں ایک ہی چیز ہیں اور کثرت نہ ہو تو فلاں شے اور فلاں شے کیونکر کہا جا سکے۔ جو صاف دو چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔

اب ہم اپنے اصل مطلب پر آتے ہیں جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسم، مسمی ہی ہے جس

Marfat.com

طرح اسمائے مترادف میں کہا جاتا ہے کہ شمشیر تیغ ہی ہے وہ بہت بڑی غلطی پر ہے، کیونکہ مسمی کا مفہوم اسم کے مفہوم سے جدا ہے، چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسم وہ لفظ ہے جو دلالت کرتا ہے اور مسمی وہ چیز ہے جس پر دلالت ہوتی ہے اور وہ چیز کبھی غیر ملفوظ ہوتی ہے۔ اور اس لئے اس میں عربی ترکی اور فارسی یعنی عرب ترک اور فارس کے لوگوں کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ وہ مسمی کبھی ایسا نہیں ہوتا۔

اسم کی نسبت سوال کرتے ہیں۔ تو اکثر کہا جاتا ہے کہ یہ کیا ہے، اور مسمی کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو عموماً کہتے ہیں یہ کون ہے یا کونسی چیز ہے۔ جیسے کوئی شخص آئے تو پوچھتے ہیں کہ اس کا اسم کیا ہے۔ جواب ملتا ہے کہ زید ہے اور جب مسمی کی نسبت پوچھنا ہو تو کہتے ہیں یہ کون ہے۔

اگر کسی خوبصورت ترک کا نام ہنود کا سا (مثلاً مرلی دھر یا کھڑک سنگھ) رکھ دیا جائے تو کہنا پڑے گا کہ اسم خراب اور مسمی خوب ہے۔

اگر کسی کا لمبا اور ثقیل نام رکھدیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ نام ثقیل اور مسمی خفیف ہے

اسم کبھی مجاز ہوتا ہے اور مسمی نہیں ہوتا۔ اسم تو کبھی تفاوتاً تبدیل کر لیا جاتا ہے اور مسمی تبدیل ہو نہیں سکتا۔

ان تمام دلائل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسم مسمی سے علیحدہ ہے۔ اگر غور کرو تو ان کے سوا اور بھی دلائل مل سکتے ہیں لیکن دانا کو اشارہ ہی کافی ہے اور کم فہم کے لئے زیادہ دلائل بھی زیادتی حیرت کے موجب ہو جاتے ہیں۔

دوسری صورت کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ اسم، مسمی ہی ہے۔ بایں معنی کہ مسمی، اسم سے مشتق ہے۔ پس وہ اس میں داخل ہے جس طرح اونٹنی، سانڈنی کے مفہوم میں داخل ہے۔

تو اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اسم تسمیہ، مسمی، اور مسمیٰ، ایک ہی چیز ہوں۔ کیونکہ سب کے سب اسم سے مشتق ہیں۔ اور اسم پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ ایک لفظی مغالطہ ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ حرکت تحریک، محرک، اور متحرک سب ایک ہی ہیں۔ اس لیے کہ وہ حرکت سے مشتق ہیں، اور یہ بڑی غلطی ہے، کیونکہ حرکت محض جنبش پر دلالت کرتی ہے جس میں محل اور فعل پر کوئی دلالت نہیں محرک فاعل حرکت پر اور محرک محل حرکت پر دلالت کرتا ہے۔ بایں لحاظ کہ وہ مفعول ہے بخلاف متحرک کے کیونکہ وہ صرف محل حرکت پر دلالت کرتا ہے اور اپنے مفعول

Marfat.com

پر دال نہیں ہے۔ اور تحریک فعل حرکت پر دلالت کرتی ہے، بلا فاعل اور محل کی دلالت کے۔ پس یہ سب متبائن حقیقتیں ہیں اگر چہ ان سب سے حرکت خارج نہیں ہے لیکن حرکت فی نفسہا ایک خاص حقیقت رکھتی ہے جو عقل میں آسکتی ہے پھر اس کی جو نسبت فاعل کی طرف ہے وہ بھی سمجھ میں آتی ہے اور یہ اضافت ہے جو مضاف سے جدا ہے۔ کیونکہ اضافت دو چیزوں کے درمیان متعقل ہوتی ہے۔ مضاف کبھی اکیلا بھی متعلق ہوتا ہے۔ اور اس کی نسبت محل کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ اور وہ اس نسبت سے جداگانہ ہے، جو فاعل کے ساتھ ہے۔

بات یہ ہے کہ حرکت کی نسبت اپنے محل کے ساتھ اور اس کی حاجت بدیہی بات ہے اور فاعل کی طرف اس کی نسبت نظری و کسبی ہے اس سے دونوں نسبتوں کے وجود کا حکم مراد ہے، نہ تصور تو اسی طرح اسم کی دلالت بھی ہے اور اس کا مدلول بھی ہے جس کو مسمی کہتے ہیں، اور اس کی وضع فاعل مختار کا فعل ہے وہ تسمیہ کہلاتی ہے اب یہ مداخلت ایسی ہے۔ جیسے اونٹنی، سانڈنی کے مفہوم میں اور گھوڑا کوتل کے مفہوم میں داخل ہے۔ کیونکہ سانڈنی، دراصل اونٹنی ہے جس کے ساتھ خاص صفت شامل ہے پس اونٹنی، سانڈنی میں داخل ہے اور مسمی کی یہ کیفیت نہیں کہ وہ اسم کسی صفت سمیت اور نہ تسمیہ ہی اسم صفت سمیت ہے پس اس میں تاویل درست نہیں۔

تیسری وجہ جس کا مطلب کئی صفتوں کا ایک محل میں موجود ہونا ہے۔ وہ بھی دور قیاس ہونے کے علاوہ اسم و مسمی میں جاری نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اسم و تسمیہ میں جاری ہو سکتی ہے۔ حتی کہ یوں کہا جا سکے کہ ایک ہی چیز اسم اور تسمیہ کہلانے کے لئے موضوع ہے جیسا کہ برف کی مثال میں پایا جاتا ہے کہ ایک ہی چیز سرد اور سفید کہلاتی ہے ورنہ اس کی وہی مثال ہوگی جیسے کوئی کہے کہ صدیق وہ ہے جو ابوقحافہ[1] کا بیٹا ہے کیونکہ اس کی تاویل یہ ہوگی کہ صدیق ہونا اس شخص کی صفت ہے جو ابو قحافہ کا بیٹا بننے سے منسوب ہے" تو فلاں شے فلاں ہے" کا مطلب یہ ہوگا کہ موضوع ایک ہی ہے حالانکہ دونوں صفتوں کا تبائن یقینی امر ہے چنانچہ صدیق کا مفہوم اور ہے ابو قحافہ کا بیٹا ہونے کا مفہوم اور ہے غرض وہ تاویلات اسم و مسمی اور اسم و تسمیہ میں حقیقتاً یا مجازاً ہرگز نہیں چل سکتیں جن میں یوں کہا جا سکے کہ "فلاں شے فلاں ہے" ان تاویلات میں حقیقی وہ ہے جو مترادف اسماء ہوتی ہے جیسے کہ ہم کہتے ہیں کہ تیغ، شمشیر ہے، بشرطیکہ لغت کی روح سے دونوں لفظوں کے مفہوم میں فرق نہ ہو اگر فرق ہو تو دوسری مثال تلاش کرنی چاہیے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک حقیقت کے کئی نام ہوں۔

[1] ابو قحافہ حضرت ابو بکرؓ کے باپ کا نام ہے۔

Marfat.com

ہمارے اس قول میں کہ "فلاں شے فلاں ہے" ایک پہلو سے کثرت اور ایک پہلو سے وحدت ہونی چاہیے۔ اور تمام وجود میں سے زیادہ حقیقی وجہ یہ ہے کہ معنیٰ میں وحدت اور صرف لفظ میں کثرت ہو۔

اس لمبے چوڑے اختلاف کے متعلق اسی قدر کافی ہے جو لکھا گیا اس سے تم کو معلوم ہو چکا کہ اسم، تسمیہ، مسمّی یہ تینوں الفاظ متبائن مفہوم اور مختلف مقصود رکھتے ہیں ان کی یہ نسبت بجائے اس کے کہ "فلاں فلاں ہے" کہیں یہ کہنا صحیح ہے کہ "فلاں فلاں سے غیر ہے"

تیسرا مذہب جو اسم کو تین قسموں میں منقسم کرتا ہے یعنی ایک وہ جو مسمّی ہی ہے اور دوسرا وہ جو مسمّی کا غیر ہے، تیسرا وہ جو نہ مسمّی ہے نہ مسمّی کا غیر۔

یہ مذہب نہایت کج اور سب سے زیادہ مضطرب ہے ہاں یوں تاویل ہو سکتی ہے کہ جس اسم کو تین قسموں میں منقسم کیا ہے اس سے مراد خود اسم نہیں ہے بلکہ اس کے مفہوم اس میں مراد ہیں اور اسم کا مفہوم اسم سے جدا ہے۔ کیونکہ مفہوم اسم مدلول ہے اور مدلول دلیل سے علیحدہ ہے اور یہ مذکورہ تقسیم مفہوم اسم پر جاری ہوئی ہے۔

پس یوں کہنا صحیح ہوگا کہ اسم کا مفہوم کبھی مسمّی کی ذات و حقیقت اور اس کی ماہیت ہوتی ہے اور یہ وہ اسماء انواع ہیں جو مشتق نہیں ہیں۔ مثلاً انسان علم بیاض اور جو اسماء مشتق ہیں وہ حقیقت مسمّی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ ان میں حقیقت مبہم رہتی ہے۔ اور وہ مسمّی کی کسی صفت پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً عالم اور کاتب، پھر اس کے بعد مشتق کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو ایسی وصف پر دلالت کرے جو مسمّی میں حال ہو جیسے عالم ابیض وغیرہ۔

دوسری قسم وہ جو کسی غیر اور علیحدہ چیز کے ساتھ اپنی نسبت پر دلالت کرے مثلاً خالق اور کاتب۔

پہلی قسم کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسم جو "کیا ہے" کہ جواب میں بولا جاتا ہے۔

چنانچہ جب کسی شخص کی طرف اشارہ کر کے کہیں "یہ کیا ہے" اور یوں نہ کہیں کہ "کون ہے" تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ "انسان ہے" اگر کوئی یوں کہدے کہ "حیوان ہے" تو یہ ماہیت کے سوال کا جواب نہ ہوگا کیونکہ ماہیت صرف حیوانیت سے نہیں بنی بلکہ حیوان ناطق سے بنی ہے تو انسان حیوان ناطق کا اسم ہے۔

اگر اس سوال کے جواب میں انسان کی بجائے کہیں "سفید ہے" یا "طویل ہے" یا "عالم ہے" یا "کاتب ہے" تو یہ جواب ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ سفید کا مفہوم ایک مبہم شے ہے جس

Marfat.com

میں سفیدی کا وصف ہے کیا معلوم وہ کونسی شے ہے اور عالم کا مفہوم ہے کوئی مبہم شے جس میں علم کا وصف ہو اور کاتب کا مفہوم ہے کوئی مبہم شے جو کتابت کا فعل کرتی ہو ہاں بطور خود یوں سمجھ جائیں گے کہ کاتب انسان ہی ہوتا ہے مگر یہ امور خارجیہ کے ذریعہ سے سمجھیں گے (خاص لفظ کاتب میں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے)

اس طرح جب رنگ کی طرف اشارہ کیا جائے اور پوچھا جائے یہ کیا ہے تو جواب ہوگا کہ سفیدی ہے اگر اسم مشتق اس کے جواب میں بولا جائے مثلاً سفید ہے یا چمکیلا ہے تو یہ جواب کافی نہ ہوگا کیونکہ کیا ہے کے سوال سے تو ذات کی حقیقت اور ماہیت مطلوب تھی اور سفید مبہم شے ہے جس میں سفیدی ہوتی ہے اسی طرح چمکیلی کوئی شے ہے جس میں چمک پائی جاتی ہے غرض یہ تقسیم اسماء کے مدلول و مفہوم میں درست ہے اس قسم کی تعبیر یوں بھی ہوسکتی ہے کہ اسم کبھی تو ذات پر دلالت کرتا ہے اور کبھی فہم کے غیر پر، اور یہ سرسری اطلاق کے طور پر ہوگا چنانچہ ہمارا یہ کہنا کہ کبھی ذات کے غیر پر دلالت کرتا ہے اگر اس کی اس طرح توضیح نہ کی جائے کہ اس سے ماہیت کا غیر مراد ہے؟ جو کیا ہے کہ جواب میں بولی جاتی ہے تو یہ کہنا ہرگز صحیح نہ ہوگا کیونکہ مثلاً عالم ایک ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جو علم سے موصوف ہے اور لفظ علم صرف علم پر دال ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ مذہب مذکور کے اس قول میں کہ اسم کبھی مسمّی کی ذات ہوتا ہے دو خرابیاں ہیں اور دونوں کی اصلاح لازم ہے ایک (۱) تو یہ کہ اسم کی جگہ مفہوم اسم کہنا چاہیے۔

دوم (۲) یہ کہ ذات کی جگہ ماہیت ذات کہنا ٹھیک ہے۔

اب عبارت یوں ہوئی مفہوم اسم کبھی ذات کی حقیقت اور ماہیت ہوتی ہے اور کبھی حقیقت کا غیر ہوتی ہے مذکورہ مذہب والوں نے جو یہ کہا ہے خالق مسمّی سے غیر ہے تو اگر اس میں خالق سے لفظ خالق مراد ہے (اور لفظ ہمیشہ مدلول لفظ سے غیر ہوتا ہے)۔

توضیح ہے اور اگر لفظ خالق کا مفہوم مسمّی کا غیر مراد ہے تو یہ محال ہے کیونکہ خالق اسم ہے اور ہر اسم کا مفہوم اس کا مسمّی ہے اگر اس سے مسمّی سمجھ میں نہ آئے تو وہ اس کا اسم نہ ہوگا۔

اور خالق خلق (پیدا کرنا) کا اسم نہیں ہے اگرچہ خلق اس میں داخل ہے اور کاتب کتابت کا اسم نہیں ہے اور نہ مسمّی تسمیہ کا اسم ہے بلکہ خالق ذات کا اسم ہے اس حیثیت سے کہ اس سے فعل خلق صادر ہوتا ہے اور خالق سے کبھی ذات مفہوم ہوتی ہے لیکن صرف حقیقت ذات مفہوم نہیں ہوتی بلکہ ذات اس حیثیت سے کہ اس میں صفت اضافی موجود ہے جیسے ہم باپ کا

Marfat.com

لفظ بولیں تو اس سے بیٹے کی ذات مفہوم نہیں ہوتی بلکہ باپ کی ذات مفہوم ہوتی ہے اس حیثیت سے کہ اس کو باپ کی طرف اضافت ہے۔

اوصاف دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اضافی دوسرے غیر اضافی اور ان تمام کے ساتھ ذاتیں موصوف ہیں اگر کوئی سوال کرے کہ خالق وصف ہے اور ہر وصف میں اثبات ہوتا ہے اور اس لفظ کے مضمون میں اثبات نہیں ہے سوائے خلق کے اور خلق یا خالق سے غیر ہے اور خالق میں خلق کا کوئی وصف حقیقی نہیں ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مسمی کے غیر کی طرف رجوع کرتا ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کا یہ کہنا کہ اسم سے مسمی کا غیر سمجھا جاتا ہے متناقض ہے جیسے کوئی کہے کہ دلیل سے مدلول کا غیر سمجھا جاتا ہے کیونکہ مسمی سے مراد اسم کا مفہوم ہے تو پھر مفہوم مسمی کا غیر اور مسمی مفہوم کا غیر کیوں ہوسکتا ہے اور قائل کا یہ قول کہ خالق میں خلق کا کوئی وصف نہیں اور کاتب میں کتابت کا وصف ہے ٹھیک نہیں اس امر کی دلیل کہ وہ اس کا وصف رکھتا ہے یہ ہے کہ وہ کبھی اس سے موصوف کیا جاتا ہے اور کبھی اس سے اس وصف کی نفی کی جاتی ہے اور اضافت مضاف کا اس طرح وصف ہے جس طرح بیاض وصف ہے جو مضاف نہ ہو وصف اضافت کا بھی اثبات ونفی کر سکتے ہیں۔

چنانچہ جو شخص زید اور بکر کو جانتا ہے پھر یہ معلوم کرتا ہے کہ زید بکر کا باپ ہے تو ضرور اس نے ایک نئی بات معلوم کی ہے اور یہ شئے یا تو وصف ہے یا موصوف ہے اور وہ شئے موصوف کی ذات نہیں بلکہ وصف ہے اور وہ وصف قائم بنفسہ نہیں بلکہ وہ زید کے ساتھ قائم ہے۔

پس اضافتین اوصاف کے قبیل سے ہیں جن کے موصوف مضافات ہیں مگر ان کا مضمون اور چیزوں کے مابین قیاس کیے بدون سمجھ میں نہیں آتا اور یہ امر ان کو اوصاف ہونے سے منع نہیں کرتا۔

اگر کوئی کہے کہ اللہ خالقیت کے ساتھ موصوف نہیں تو اس نے کلمہ کفر کہا جیسا کہ یوں کہنا کفر ہے وہ عالمیت کے ساتھ موصوف نہیں ہے۔

سائل مذکورہ اس خبط میں بایں باعث پڑھا ہے کہ متکلمین کے نزدیک اضافت اعراض[1] کے زمرہ میں شمار نہیں کی گئی اگر ان سے سوال کیا جائے کہ عرض کے معنی کیا ہیں تو جواب دیں گے کہ یہ وہ چیز ہے جو محل میں موجود ہے اور قائم بنفسہ نہیں ہے۔

[1] حکما کے نزدیک موجودات عالم دس قسم پر منقسم ہیں جن میں سے ایک جوہر ہے جو قائم بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر.....

Marfat.com

سوال۔ کیا اضافت قائم بنفسہ ہے؟

جواب۔ نہیں۔

سوال۔ کیا اضافت معدوم ہے؟

جواب۔ نہیں بلکہ موجود ہے۔

سوال۔ اس کی مثال؟

جواب۔ جیسے کسی کا باپ ہونا اضافت ہے اگر یہ اضافت معدوم ہوتی تو جہاں بھر میں کوئی باپ نہ ہوتا۔

سوال۔ کیا یہ اضافت یعنی باپ ہونا قائم بنفسہ ہے؟

جواب۔ نہیں

اب ان کو مجبوراً یہ ماننا پڑے گا کہ وہ محل میں موجود ہے۔ اور بنفسہ قائم نہیں بلکہ محل میں قائم ہوتی ہے۔ اور یہ پہلے ہی مانتے ہیں کہ عرض سے مراد وہی چیز ہے جو محل میں موجود ہوتی ہے مگر پھر مکر جائیں گے اور اضافت کو عرض تسلیم کرنے سے صاف انکار کریں گے۔

اس مذہب والوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ بعض اسم ایسے ہیں جن کو نہ مسمی کہہ سکتے ہیں اور نہ مسمی کا غیر کیونکہ وہ اس مثال میں عالم پیش کریں گے اور اس کی نسبت جب بھی عذر کیا جاتا ہے کہ شرع نے اللہ کے حق میں اس کے اطلاق کی اجازت نہیں دی تو کبھی تو یہ جواب ملتا ہے کہ حق وصدق کی تصریح خاص اذن پر موقوف نہیں اور کبھی سائل کو ذرہ رعایت دی جاتی ہے اور نگاہ تحقیق انسان کی طرف پھیری جاتی ہے جبکہ وہ علم کے ساتھ موصوف ہو تو ہم کہتے ہیں کہ علم انسان سے غیر ہے۔ چنانچہ ایک وقت انسان موجود تھا مگر اس کا علم نہ تھا اور علم کی تعریف انسان کی تعریف سے جدا ہے۔

سوال۔ علم انسان سے غیر ہے لیکن جب ایک شخص خاص کی نسبت کہیں کہ وہ عالم ہے اور انسان ہے تو عالم انسان نہ ہوگا۔ نہ اس سے غیر ہوگا۔ کیونکہ انسان اس سے موصوف ہے۔

جواب یہ ایک سوال کاتب اور نجار میں بھی لازم آتا ہے وہاں بھی کتابت اور نجارت

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ..... بالذات ہوتا ہے باقی نو اعراض ہیں جو قائم بالغیر ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے (۱) کم (۲) کیف (۳) اضافت (۴) عین (۵) فعل (۶) انفعال (۷) مسمیٰ (۸) وضع (۹) اور متکلمین کے نزدیک اضافت اعراض میں شامل نہیں (مترجم)

Marfat.com

سے انسان موصوف ہے۔ علاوہ ازیں یہ نقطہ تفصیل چاہتا ہے اور وہ یہ کہ لفظ انسان کا مفہوم لفظ عالم کے مفہوم سے جدا ہے، کیونکہ انسان کا مفہوم حیوان ناطق وعاقل ہے۔ اور عالم کا مفہوم ایک مبہم شے ہے جس کو علم ہے پس یہ دونوں لفظ ایک دوسرے سے جدا ہیں ایک کا مفہوم دوسرے سے جدا ہے پس اس جہت سے اس سے غیر ہے یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ شے فلاں شے ہے۔ دوسری جہت سے وہ شے فلاں فلاں ہے اور اس جہت سے یہ کہنا درست نہیں کہ وہ اس سے غیر ہے اور یہ یوں ہے کہ جب تم ایک خاص ذات پر نظر کرو جو انسان کے ساتھ موسوم ہو اور ساتھ ہی عالم اس کا وصف ہو تو بیشک جو ذات انسان سے موسوم ہے وہی عالم سے موصوف ہے جیسے کہ وہ شے جس کا نام برف ہے ٹھنڈی اور سفیدی سے موصوف ہے تو اس قیاس سے تو وہ وہی ہے اور پہلے اعتبار سے وہ اس سے غیر ہے۔ یہ امر ازروئے عقل محال ہے کہ ایک ہی اعتبار میں نہ فلاں شے فلاں ہو اور نہ اس سے غیر ہو۔ جیسے کہ یہ امر محال ہے یہ فلاں شے فلاں ہو اور اسی فلاں سے غیر بھی ہو کیونکہ فلاں اور غیر فلاں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اور یہ تقابل نفی واثبات کا ہے پس ان کے درمیان واسطہ نہیں ہے۔

جو شخص مذکورہ تقریر جو سمجھ چکا اس کو معلوم ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ کے لئے قدرت اور علم کے اوصاف ذات سے زائد ثابت ہو گئے تو ایک ایسی چیز ثابت ہو گئی جو ذات سے غیر ہے اور یہ غیریت لفظاً نہیں بولی جاتی تو معناً ثابت ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ علم کی تعریف بیان کی جاتی ہے تو اس میں اللہ کا علم داخل ہوتا ہے۔ اور اس کی قدرت اور ذات داخل نہیں ہوتی اور جو چیز تعریف سے خارج ہے وہ اس چیز سے غیر کیوں نہ ہو جو تعریف میں داخل ہے وہ اس امر سے جدا ہے جو تعریف سے خارج ہے اور اس مقام پر لفظ غیر کا اطلاق محال قرار دے وہ ان لوگوں میں سے ہے جو لفظ غیر کے معنی نہیں سمجھتے مگر مجھے یقین نہیں کہ وہ لفظ غیر کے معنی نہ سمجھتا ہو کیونکہ اس کے معنی صاف ظاہر ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ ایسا دعویٰ صرف زبانی ہی زبانی کرتا ہو اور دل میں اس کو غلط سمجھتا ہو اور سچی اور حقیقی بحث سے یہ مدعا نہیں ہوتا کہ کسی کی زبان بند کی جائے بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ اس کے دل کو راہ راست پر لا کر حق کا قائل کیا جائے پھر زبان خواہ حق کی قائل ہو یا نہ ہو۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسم ہی مسمّی ہے وہ باین مجبوری اس کے قائل ہوئے ہیں کہ کہیں یہ کہنا نہ پڑے کہ اسم اصطلاح میں وہ لفظ ہے جو دلالت کرتا ہے جس سے یہ ماننا لازم آتا ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم نہ تھا کیونکہ اس وقت نہ کوئی لفظ تھا

Marfat.com

نہ الفاظ ادا کرنے والا تھا اس لئے لفظ حادث ہے اور اللہ قدیم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کمزوری ضرورت ہے جس کا رفع کرنا آسان بات ہے یعنی کہا جاسکتا ہے کہ اسمائے باری تعالی کے معنی ازل میں ثابت تھے اور اسماء نہیں تھے کیونکہ اسماء عربی یا عجمی زبان سے ہیں اور تمام زبانیں حادث ہیں یہ قیاس ان تمام اسماء میں جاری ہو سکتا ہے جو معنی ذات یا صفت ذات کی طرف راجع ہوتے ہیں مثلاً قدوس کیونکہ خداوند تعالی ازل میں قدس کی صفت سے موصوف تھا اور مثلاً عالم کیونکہ اللہ تعالی ازل میں عالم تھا۔

چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ وجود اشیاء کے تین مرتبے ہیں۔

(۱) ایک تو اعیان خارجیہ میں۔ اور خداوند تعالی کی ذات وصفات کا یہ وجود قدامت سے موصوف تھا۔

(۲) دوسرا وجود ذہن میں ہے۔ اور یہ وجود حادث ہے کیونکہ خود ذہن ہی حادث ہے۔

(۳) تیسرا وجود زبان پر۔ اور یہ اسماء ہیں۔ یہ وجود بھی حادث ہے کیونکہ زبان حادث ہے۔

ہاں موجود ذہنی سے ہماری مراد علم ہے اور یہ بھی جب خدا کی طرف منسوب کیا جائے تو قدیم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی ازل سے موجود اور عالم ہے اور ازل سے جانتا ہے کہ میں موجود اور عالم ہوں۔

اور اس کا وجود فی نفسہ بھی۔ اور اس کا علم بھی دونوں طرح ثابت ہے۔ اور جو اسماء آئندہ ایک وقت میں اپنے بندوں کو بتائے اور ان کی زبان پر چڑھانے اور ان کے ساتھ ان کے کانوں کو مانوس کرنے والا تھا وہ بھی اس کو ازل سے معلوم ہیں پس اس تاویل سے یہ کہنا جائز ہو جاتا ہے کہ ازل میں اس کے اسماء تھے۔

رہے وہ اسماء جو فعل کی طرف راجع ہوتے ہیں جیسے خالق، مصور، وھاب، سوائے ان کے متعلق محققین کے خیالات مختلف ہیں۔

(۱) ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ازل ہی سے خالق ہونا اس کی صفت ہے۔

(۲) دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ ازل سے وہ اس کے ساتھ موصوف نہیں ہے۔

مگر اس اختلاف کی کوئی اصلیت نہیں کیونکہ خالق کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی تو ازل میں قطعاً ثابت ہے اور دوسرا معنی یقیناً منفی ہے۔ اور اس میں اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

Marfat.com

دیکھو تلوار بہر حال تیغ براں کہلاتی ہے خواہ غلاف میں پڑی ہو یا میدان جنگ میں اپنا کام کر رہی ہو فرق اتنا ہے کہ غلاف میں وہ تیغ براں بالقوہ ہے اور میدان مقابلہ میں بالفعل اس صفت سے موصوف ہے۔

پیاس بجھانے والا پانی جب کوزہ میں ہوتا ہے۔ تو بھی پیاس بجھانے والا کہلاتا ہے لیکن اس وقت اس کی یہ صفت بالقوہ ہوتی ہے۔ اور میدہ میں بالفعل پیاس بجھانے والا ہوتا ہے کوزہ میں اس کے سراب کو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ایک ایسی صفت موجود ہے جس کی وجہ سے وہ میدہ میں پہنچتے ہی پیاس بجھا دیتا ہے اور یہ صفت اس کی ماہیت ہے۔

اور تیغ کے غلاف میں براں ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں ایک ایسی صفت موجود ہے کہ جس کی وجہ سے کسی جز و بدن پر پڑتی ہے اس کو کاٹ ڈالتی ہے اور یہ وصف اس کی تیزی ہے کیونکہ وہ اپنا کام کرنے کیلئے فی نفسہ کسی جدید وصف کی محتاج نہیں ہوتی۔

پس باری تعالیٰ ازل میں اسی طرح خالق ہے جس طرح وہ عالم وقدوس وغیرہ ہے اور اسی طرح عبد میں ہوگا خواہ کوئی ان اسماء سے اس کو موسوم کرے یا نہ کرے۔

بحث وجدل میں حصہ لینے والوں کو زیادہ تر اس وجہ سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اسماء مشترکہ کے معنوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔

اگر وہ ان میں تمیز کریں تو اکثر اختلافات رفع ہو سکتے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم و آباؤکم" یعنی نہیں عبادت کرتے تم اسکے سوا مگر ناموں کی جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر کیا ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ وہ لوگ الفاظ کی پرستش نہیں کرتے تھے جو حروف مقطعات ہیں بلکہ وہ مسمیات کی پرستش کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ اس دلیل کا پیش کرنے والا اس کی دلالت کی وجہ نہیں سمجھا سکتا تاوقتیکہ یہ نہ کہے کہ وہ مسمیات کی پرستش کرتے تھے تاکہ اسماء کی تو اس کے کلام میں اس امر کی تصریح کی گئی ہو کہ اسماء مسمیات سے جدا ہیں بلکہ مسمیات کو پوجتے تھے تو اس کا کلام متناقض ہوگا اور اگر یوں کہے کہ وہ لوگ مسمیات تو نہیں بلکہ اسماء کو پوجتے تھے تو اس قول کا مفہوم متناقض نہیں ہوگا تو اگر اسماء ہی مسمیات ہوں تو دوسرا قول پہلے قول کی طرح متناقض ہوتا۔

یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ معبودوں کے نام جو انھوں نے بتوں کے لئے مقرر کر رکھے تھے وہ اسماء بامسمی تھے کیونکہ مسمی وہ معنی ہے جو اعیان میں ثابت ہے اس

Marfat.com

حیثیت سے کہ اس لفظ پر دلالت کرتا ہے اور اعیان میں کوئی معبود موجود نہ تھا نہ ذہن میں معلوم تھا بلکہ صرف نام ہی نام زبان پر موجود تھے پس وہ ایسے اسماء تھے جن کے موضوع لغو اور معنی کچھ نہ تھے۔

جس کا نام حکیم پڑ جائے وہ فی الحقیقت حکیم نہ ہو اور وہ حکیم حکیم کہلا کر خوش ہوتا ہو تو طنزاً کہا کرتے ہیں کہ صرف اسم پر خوش ہو رہا ہے کیونکہ یہاں اسم کے کوئی معنی موجود نہیں ہیں۔

یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اسم مسمی سے جدا ہے کیونکہ اس نے اسماء کو تسمیہ سے ملایا ہے اور تسمیہ کو ان سے منسوب کیا ہے اور اس کو ان کا فعل قرار دیا ہے اور فرمایا اسمآء سمیتموها "یعنی وہ نام جو ان کے فعل اور ان کے نام رکھنے سے پیدا ہوا اور بتوں کے وجود تو ان کے نام رکھنے سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔

اگر کوئی کہے کہ اللہ نے فرمایا ہے "سبح اسم ربك الاعلیٰ" یعنی پاکی سے اپنے بزرگ کے نام کی اور پاکی کے ساتھ ذات ہی یاد کی جاتی ہے نہ کہ اسم جواب یہ ہے کہ اسم کا لفظ یہاں صفت کے طور پر بڑھایا گیا ہے اہل رب کے بعض محاورات اسی طرح واقعہ ہوئے ہیں اس کی مثال خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "لیس کمثله شیء" جیسے کہا جاتا ہے "لیس ولده احدٌ" جس میں ولد کا اثبات ہوتا ہے بلکہ اس میں کاف زائد ہے یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ اسم کے ذریعے سے مسمیٰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہو جس سے مسمیٰ کی تعظیم مراد ہو جس طرح شریف جناب حضرت حضور درگاہ سے اشارہ کیا جاتا ہے اور کہا کرتے ہیں امیر کے حضور میں سلام عرض ہے پیر و مرشد کی جناب میں گیا تھا بندۂ درگاہ کی یہ التماس ہے۔ جس سے امیر اور پیر و مرشد اور صاحب درگاہ مراد ہوتے ہیں۔ اور اظہار عظمت کے لئے ان امور کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جن کا ان سے ایک قسم کا تعلق ہوتا ہے اور اس تعلق سے کسی صاحب بصیرت کو اصل وضع میں التباس ہونا چاہیے۔ اور کیونکہ التباس ہو جبکہ اسم کو مسمیٰ سے غیر کہنے والوں کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ "ولله الاسماء الحسنیٰ" یعنی اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں۔ اور رسول ﷺ کا یہ قول ہے کہ "ان لله سبحانه تسعا وتسعين اسما مائة الا واحدا من احصاها دخل الجنة" یعنی اللہ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو۔ کوئی ان سب کو یاد کرے وہ جنت میں جائے گا اور کہتے ہیں اگر اسم، مسمیٰ ہی ہوتا تو مسمیٰ کی تعداد معاذاللہ ننانوے ہوتی۔ اور وہ محال ہے کیونکہ مسمیٰ ایک ہی ہے پس ان لوگوں کو یہاں مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ اسم مسمیٰ کا غیر ہے۔

Marfat.com

یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اسم سے تسمیہ مراد ہونا جائز ہے۔ نہ کہ مسمیٰ جیسے کہ دوسرے فریق نے تسلیم کیا ہے کہ اسم سے کبھی مسمیٰ بھی مراد ہوتا ہے اگر چہ وہ دراصل مسمیٰ سے غیر ہی ہو اور اس دعویٰ میں وہ آیت سبح اسم ربک الاعلیٰ پیش کرتے ہیں مگر یہ فریق بخوبی استدلال نہیں کر سکتے۔

ان دونوں کا جواب یہ ہے کہ سبح اسم ربک الاعلی کا تمام مافیہ وما علیہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں رہا مذکورہ بالا استدلال سو ان کا یہ جواب ہے کہ ''اسم و مسمیٰ ایک ہی ہیں اور یہاں اسم سے مراد تسمیہ ہے'' غلط ہے''۔ جس کے دو سبب ہیں۔

ایک تو یہ کہ جو شخص اسم و مسمیٰ کے ایک ہونے کا قائل ہے اس کو یہ کہنا دشوار نہیں کہ یہاں ننادے مسمیٰ ہیں کیونکہ اس قائل کے نزدیک مسمیٰ سے مراد مفہوم اسم ہے۔

اور علیم کا مفہوم قدیر کے مفہوم سے جدا ہے اسی طرح قدوس کا مفہوم خالق کے مفہوم کا غیر ہے۔ ''علیٰ ھذا القیاس فافہم'' تمام اسماء میں سے ہر اسم کا مفہوم و معنی جداگانہ ہے۔ اگر چہ سب کا نتیجہ ایک ہی ذات کے وصف پر منتہی ہو جاتا ہے تو گویا یہ قائل یوں کہتا ہے کہ اسم سے مراد اس کا معنی ہے اور ''وللہ الاسماء الحسنٰی'' کے معنی میں یوں کہنا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اچھے اچھے معنی ہیں۔ کیونکہ مسمیات معانی ہی ہیں جن میں لامحالہ کثرت ہے۔

دوسرا یہ کہ اسم سے مراد یہاں تسمیہ ہونا غلط ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تسمیہ کے معنی ذکر اسم یا ذکر وصف کے ہیں اور اسم خواہ ایک ہی ہو اسم کا ذکر کرنے والوں کی کثرت سے تسمیہ میں بھی کثرت آجاتی ہے جیسے ذاکروں اور عالموں کی کثرت سے ذکر اور علم میں کثرت آجاتی ہے خواہ مذکور اور معلوم ایک ہی ہو پس تسمیہ کی کثرت اسماء کی کثرت کی محتاج نہیں ہے کیونکہ وہ محض اسم کا ذکر کرنے والوں کے افعال ہیں لہذا کثرت اسماء سے مراد یہاں تسمیات نہیں بلکہ اسماء ہیں اور اسماء وہ الفاظ موضوعہ ہیں جو معانی مختلفہ پر دلالت کرتے ہیں تو اب تاویل میں کجروی اختیار کرنے کی ضرورت نہیں خواہ اسم کے مسمیٰ ہونے کا اعتراف کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

اس مسئلہ کی تحقیق میں اسی قدر بحث کافی ہے۔ اگر چہ یہ بحث قلیل المنفعت ہونے کے باعث اس طول کی مستحق نہ تھی۔ لیکن ہمارا مدعا یہ تھا کہ اس قسم کی مباحث میں غور و خوض کرنے کا طریقہ سکھا دیا جائے تاکہ طالبان حق بعض ایسے مسائل میں جو اس سے بھی زیادہ اہم ہیں اس طریقہ سے کام لے سکیں۔

Marfat.com

دوسری فصل

اسماء قریب المعنیٰ کا بیان اور اس امر کا ذکر کہ کیا ایسے اسماء کا مترادف ہونا جائز ہے یا ان کے مفہومات مختلف ہونا لازم ہے

واضح ہو کہ جن حضرات نے ان اسماء کی شرح کا بیڑا اٹھایا ہے۔ انھوں نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی اور اس بات کو بعید نہیں سمجھا کہ دو اسم صرف ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہوں مثلاً کبیر اور عظیم۔ قادر اور مقتدر، خالق اور باری، مگر میں اس امر کو نہایت بعید سمجھتا ہوں خصوصاً جبکہ ایسے دونوں اسم ننانوے اسماء میں سے ہوں۔ کیونکہ اسم سے حروف مقصود نہیں ہے۔ بلکہ معنی مقصود ہیں اور اسمائے مترادف کے محض حروف ہی مختلف ہوتے ہیں۔ اور ان اسماء کی فضیلت صرف ان معنوں کے لحاظ سے ہے جو ان میں مذکور ہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی اسم معنی سے خالی رہ جائے اور الفاظ ہی الفاظ رہ جائیں تو اس میں کوئی فضیلت نہ ہوگی ایک معنی پر اگر ہزار الفاظ دلالت کرتے ہوں تو اس معنی کو ایسے معانی پر جس پر صرف ایک اسم دال ہو کوئی فضیلت نہ ہوگی

غرض یہ بات نہایت نادرست معلوم ہورہی ہے کہ محصور تعداد کو صرف الفاظ کے تکرار سے پورا کیا گیا ہو بلکہ قرین عقل یہ بات ہے کہ ہر لفظ کے تحت میں خاص معنی ہوں تو جب دو لفظ متقارب پائیں تو ان کے اندر دو امروں میں سے ایک امر ضرور ہوگا۔

ایک امر تو یہ کہ ان دونوں اسموں میں سے ایک اسم ننانوے کی تعداد سے خارج ہے مثلاً الاحد اور الواحد کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ کی مشہور روایت میں الواحد آیا ہے اور دوسری روایت میں الواحد کے بجائے الاحد وارد ہوا ہے۔

تو اب اس تعداد کی تکمیل توحید کے معنی سے ہوگی جو خواہ لفظ واحد سے لیئے جائیں یا لفظ احد سے۔ یا ان دونوں اسموں کو تکمیل عدد کے لئے دو اسموں کے قائم مقام سمجھا جائے اور معنی ایک ہی ہوں یہ امر میرے نزدیک دور از عقل ہے۔

دوسرا امر یہ کہ ایک اسم کو دوسرے اسم پر کوئی نہ کوئی معنوی فوقیت ہے اور اس میں

Marfat.com

ایک ایسی دلالت ہے جو دوسرے اسم میں نہیں ہے، اس کی مثال ''الغافر'' اور ''الغفور'' اور ''الغفار'' ہیں۔

اگر ان کو تین اسم جدا جدا تسلیم کیا جائے تو کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ غافر صرف اصل مغفرت پر دلالت کرتا ہے اور غفور گناہوں کی کثرت کے لحاظ سے کثرت مغفرت پر دلالت کرتا ہے۔ حتیٰ کہ جو ذات صرف ایک قسم کے گناہوں کی مغفرت کرے اس کو غفور نہیں کہہ سکتے۔ اور غفار تکرار کے طور پر کثرت غفران پر دال ہے یعنی وہ پے در پے گناہ مغفرت کرتا ہے حتیٰ کے جو ذات تمام گناہ بخشدے مگر پہلی ہی مرتبہ بخشے اور دوبارہ کیے ہوئے گناہ کو نہ بخشے وہ اسم غفار کے مستحق نہیں۔

یہی کیفیت ''غنی'' اور ''ملک'' کی ہے۔ کیونکہ غنی وہ جو کسی چیز کا محتاج نہ ہو ملک بھی کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا لیکن ہر چیز اس کی محتاج ہوتی ہے۔ تو ''ملک'' میں ''غنی'' سے زائد معنی پائے گئے اسی طرح علیم اور خبیر میں امتیاز ہے کیونکہ علیم وہ اسم ہے جو صرف علم پر دلالت کرتا ہے۔ اور خبیر امور باطنہ کے متعلق جو علم ہو اس پر دلالت کرتا ہے۔ پس اتنا سا تفاوت ہی اسماء کو مترادف نہیں ہونے دیتا۔ اور ان میں اونٹنی اور سانڈنی اور گھوڑے اور کوئل کا سا تفاوت پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر اس قسم کے بعض اسماء متقاربہ میں ہم ان دونوں مسلکوں پر چلنے سے عاجز آجائیں تو چاہیے کہ کم از کم ان دو لفظوں کے معنوں میں کسی نہ کسی وجہ سے تفاوت ہونے کا ہم اعتقاد رکھیں۔ اگرچہ اُن کے مابہ الافتراق پر کوئی نص ہم کو نہ ملے۔ مثلاً ''عظیم'' اور ''کبیر'' اب ان میں جو معنوی فرق ہے خدا کے بارے میں ہم اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ لیکن بعینہٖ کو اصل فرق میں کوئی شک نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''الکبریاء ردائی والعظمة اذاری'' اس لحاظ سے ان میں ایک ایسا فرق ہے جو خاص تفاوت پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ ردا (چادر) اور ازار (تہبند) دونوں انسان کے لئے زینت ہیں لیکن ازار سے اشرف ہے۔

اسی طرح اللہ اکبر کو نماز کی کلید بنایا گیا ہے اور جو لوگ افہام ناقہ رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ اعظم[1] ان الفاظ کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح اہل عرب اپنے استعمال میں بڑا فرق رکھتے تھے چنانچہ کبیر کو ایسے مقاموں

---

[1] اس فقرہ میں امام اعظمؒ کے مذہب پر جرح ہے جن کے نزدیک اللہ اعظم کے الفاظ سے بھی افتتاح نماز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ امام غزالیؒ شافعی المذہب ہیں۔ مترجم

Marfat.com

میں استعمال کرتے ہیں جہاں عظیم استعمال نہیں کیا جاتا ہے اگر یہ دونوں لفظ مترادف ہوتے تو یقیناً ہر مقام میں دونوں کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرتے۔

اہل عرب کہا کرتے ہیں فلان اکبر سناً من فلان یوں نہیں کہتے کہ اعظم سناً۔

اسی طرح جلیل بھی کبیر اور عظیم سے جدا ہے کیونکہ جلال میں صفات شرف کی طرف اشارہ ہے اس لیے یوں نہیں کہا جاتا کہ فلان اجل سناً من فلان اور اکبر سناً ہی کہا کرتے ہیں۔

اور کہا کرتے ہیں الفرس اعظم من الانسان یوں نہیں کہتے کہ اجلّ من الانسان۔

غرض یہ کہ اسماء معنی کی روح سے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ لیکن مترادف نہیں ہیں۔

علی الجملہ جو اسماء ننانوے اسماء میں سے ہیں ان میں تراوف محض بعید ہے کیونکہ اسماء سے مراد حروف اور آوازوں کے مخارج نہیں ہیں بلکہ ان کے مفہومات اور معانی مراد ہیں پس یہ ایک اصولی امر ہے جس کا اعتقاد ضروری ہے۔

تیسری فصل

مختلف معنوں والے اسم کا بیان

جو اسم چند مختلف معنوں میں مشترک ہے۔ جیسے المؤمن جس سے کبھی تصدیق مراد ہوتی ہے اور کبھی وہ امن سے مشتق ہوتا ہے اور اس سے امن وامان کا افادہ مراد ہوتا ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ اس کو دونوں معنوں پر اسی طرح محمول بحمل عموم کیا جائے جس طرح علیم کو غیب وآشکارا اور ظاہر وباطن کے علم پر حمل کیا جاتا ہے۔

ایسے اسم کو جب لغت کی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ ایک اسم مشترک کو تمام مسمیات پر محمول بحمل عموم کیا جائے کیونکہ اہل عرب رجل کا اسم بول کر اس سے رجال کا تو ہر فرد مراد لیتے ہیں اور یہی عموم ہے مگر عین کا اسم بول کر اس سے سورج کا ، اور دینا اور کفا میزان، اور چشمہ اور آنکھ یکبارگی مراد نہیں لیتے اور یہ لفظ مشترک ہے بلکہ ایسا لفظ اپنے ایک معنی کے لئے بولا جاتا ہے اور اس معنی کی تمیز قرینے سے ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ سے اصول میں مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے اسم مشترک جب مطلقاً

Marfat.com

وارد ہوا ہو تو اپنے تمام مسمیات پر حمل کیا جاتا ہے جس طرح علیم علم پر حمل کیا جاتا ہے تاوقتیکہ کوئی قرینہ تخصیص پر دلالت نہ کرے۔

یہ روایت اگر صحیح ہے تو بعید ہے۔ بلکہ مطلق لفظ عین لغت کی جہت سے مبہم ہے۔ تاوقتیکہ کوئی خاص قرینہ تعین پر دلالت نہ کرے۔

تعمیمات کو زبان پر لانے سے شرع نے اکثر منع کیا ہے ایسے مقامات میں اسم کا معنی بیان کرنے میں شرع پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور ہر اسم کا وہی معنی لینا چاہیے جو زیادہ قریب ہو۔ باقی کو نظر انداز کر دینا چاہیے، ہاں جب شرع نے کسی نقطہ میں خاص تصرف کیا ہو اور اس کی وضع و تصرف کا یہ منشا ہو کہ مطلق لفظ سے اس کے تمام معنی مراد لیے جائیں چنانچہ اسم مؤمن شرع میں مصدق پر محمول اور لغت کی وضع سے نہیں۔ بلکہ شرع کی وضع سے امن کے معنی کا فائدہ بھی دے جیسے کہ اسم صلوٰۃ اور صوم شرع کے تصرف اور وضع سے بعض ایسے معنوں کے لیے مخصوص ہو گئے ہیں جنکی مقتضی وضع لغت نہیں ہے اور یہ امر بعید نہیں ہے بشرطیکہ کوئی دلیل موجود ہو لیکن اس وقت ایسا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ کوئی دلیل اس امر کی موجود نہ ہو کہ شرع نے وضع کو بدل ڈالا ہے اور میرا ظن غالب یہی ہے کہ شرع نے وضع کو متغیر نہیں کیا۔

مصنفین میں سے جو شخص کہتا ہے کہ اسمائے باری تعالیٰ میں سے کوئی خاص اسم جب کئی معنوں کا محتمل ہو۔ اور ان میں سے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص ہونے کی عقلی دلیل موجود نہ ہو تو اس کو تمام معنوں پر بطریق عموم حمل کیا جائے گا۔ وہ نہایت دور از قیاس بات کا قائل ہے ہاں بعض متقارب معنی ایسے ہیں جن کا اختلاف اضافات کی طرف راجع ہوتا ہے ان کا تشابہ عموم سے ملتا جلتا ہے پس ایسے اسم میں تعمیم اقرب ہے۔ جیسے السلام کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ عیب و نقص سے سلامتی مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس اسم سے اس ذات کی بدولت اور اس کی طرف سے خلقت کی سلامتی مراد ہو پس یہ اور اس قسم کے اور اسماء عموم سے مشابہ ہیں جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ زیادہ میلان منع تعمیم کی طرف ہے۔ اور بعض معنی کی تعمیم اجتہاد ہی کے ذریعہ سے پیدا کی جاتی ہے۔

اب واضح ہو کہ مجتہد کو تعیین پر آمادہ یا تو یہ بات کرتی ہے کہ وہ معنی زیادہ مناسب ہوتے ہیں۔ جیسے مؤمن کے معنی ''امان دینے والا'' اور ''ایمان لانے والا'' کے معنی کی نسبت اللہ کے حق میں زیادہ مناسب ہے کیونکہ ایمان لانا خدا کے سوا دوسری موجودات کے لئے شایاں ہے بلکہ ان پر واجب ہے کہ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے کلام کی تصدیق کریں اس لئے کہ

Marfat.com

اللہ کا رتبہ تصدیق کرنے والے کے رتبہ سے برتر ہے۔

یہ بات مجتہد کو تعین معنی پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ معنی دو اسموں کو مترادف نہ ہونے دے جیسے مھیمن کو نگہبان کے سوا دوسرے معنوں پر حمل کیا جاتا ہے کیونکہ نگہبان کے معنوں کے لئے اسم "رقیب" وارد ہو چکا ہے۔ اور ترادف بعید ہے۔

چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

یا یہ بات مجتہد کو تعیین معنی پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ معنی زیادہ ظاہر اور جلد سمجھ میں آجانے والے اور کمال مدح پر زیادہ دلالت کرنے والے ہوتے ہیں،

اسمائے باری تعالیٰ کے بیان میں ہم کو مذکورہ اصول پر چلنا چاہیے اور ہر اسم سے صرف وہی جداگانہ معنی مراد لینا چاہیے جو زیادہ قریب ہو۔ اس کے سوا دوسرے معنوں کو نظر انداز کیا جائے گا ہاں ہم الفاظ مشترکہ کی تعمیم جائز نہیں سمجھتے۔ اور علاوہ اس کے کسی اسم میں مختلف اقوال کو ترقی دینا غیر مفید بھی ہے۔

چوتھی فصل

اس امر کا بیان کہ بندہ کا کمال اور سعادت اس میں ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اخلاق الٰہیہ کا خوگر بنے اور اللہ کے اسماء وصفات کے معنی سے اپنا باطن آراستہ کرے۔

واضح رہے کہ جو شخص اسمائے باری تعالیٰ کے معنی سے صرف اس قدر بہرایاب ہے کہ ان کو الفاظ کی حیثیت سے سنتا ہے، لغات کی کتابوں میں ان کی تفسیر پڑھتا ہے اور دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میں انکے معانی موجود ہیں تو سمجھو کہ وہ نہایت ہی کم نصیب اور کم رتبہ کا شخص ہے۔ جس کے اس سرمایہ کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس کی اصلی کامیابی کا باعث ہو سکے کیونکہ صرف الفاظ کا سننا زیادہ سے زیادہ قوت سامعہ کی سلامتی کا مستدعی ہے جس سے وہ آوازوں کو محسوس کرتا ہے اور یہ ایک ایسا رتبہ ہے جس میں چوپائے بھی اس کے ساتھ شریک ہیں اور اسماء کی لغوی وضع کو سمجھنا صرف عربیت جاننے کا مستدعی ہے اور یہ بھی ایک ایسا رتبہ ہے جس میں ایک ادیب لغت دان بلکہ ایک جاہل عرب اس کے ساتھ شامل ہے۔

Marfat.com

رہا یہ اعتقاد کہ ان اسمائے معنی اللہ کے لئے ثابت ہیں سو جب یہ اعتقاد وکشف کے بغیر ہو تو صرف ان الفاظ کے معنی سمجھنے اور ان کی تصدیق کرنے کا مستدعی ہے۔

یہ ایک ایسا رتبہ ہے جس میں عام لوگ بلکہ ایک بچہ بھی شریک ہے کیونکہ جب اس کو یہ الفاظ سنا کر ان کے معنی سمجھا دیے جائیں تو وہ سمجھ جائے گا اور ان پر دل سے یقین کرے گا۔

اور تو اور اکثر علماء کا درجہ بھی یہی ہے اس جماعت کو دوسرے لوگوں پر جو ان تینوں جون میں ان کے شریک ہیں جو فضیلت ہے اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا لیکن اس میں شک نہیں کہ معراج کمال تک پہنچنے میں یہ ایک بھاری نقص ہے۔

کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربوں کی شان کے لئے برائیاں ہیں۔

اسمائے باری تعالیٰ میں سے مقربین کا حصہ تین امور ہیں:۔

اول

ان اسماء کے معنی کو مکاشفہ اور مشاہدہ کے طور پر سمجھنا تا کہ ایسی دلیل کے ساتھ ان کے حقائق معلوم ہو جائیں جس میں خطا ممکن نہ ہو، اور ان صفات سے اللہ کا موصوف ہونا ان پر اس طرح منکشف ہو جائے جس طرح انسان کو اپنی صفات کے متعلق یقین ہو جاتا ہے جو اس کو احساس ظاہر سے نہیں بلکہ مشاہدہ باطن سے حاصل ہوتا ہے۔

اب دیکھو اس مذکورہ اعتقاد میں اور اس اعتقاد میں کس قدر فرق ہے جو والدین کی تربیت اور استادوں کی تعلیم سے بطور تقلید حاصل ہوتا ہے اگرچہ اس کے ساتھ مباحثانہ دلائل بھی شامل ہوتے ہیں۔

دوم

مقربین کا اس کی صفات جلال کو اس عظمت کی نگاہ سے دیکھنا جس سے ان کو خود ان صفات سے حتی الامکان متصف ہونے کا شوق پیدا ہو جائے تا کہ وہ اس ذریعہ سے نہ صرف بالامکان بلکہ بالصف خدا کے قریب ہو جائیں اور اس اتصاف کے ساتھ ملائکہ مقربین کے ساتھ مشابہت پیدا کر لیں اور جب کسی صفت کی عظمت دل میں سما جاتی ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ اس صفت کا شوق اور اس جمال وجلال کا عشق اور اس وصف سے اپنے باطن کو

Marfat.com

آراستہ کرنے کی خواہش پیدا ہو اگر یہ سعادت کامل طور پر حاصل ہونی ممکن ہو تو کامل طور پر ورنہ بقدر امکان ضرور شوق پیدا ہو اور اس شوق سے خالی ہونے کے دو ہی باعث ہو سکتے ہیں یا تو اس وصف کے اوصاف جلال وکمال میں سے ہونے کا پورا پورا یقین نہ ہو یا دل کسی دوسرے شوق میں ڈوبا ہوا ہو چنانچہ شاگرد جب اپنے استاد کو علم میں کامل دیکھتا ہے تو اس کو شوق برانگیختہ کرتا ہے کہ اس کے ساتھ تشابہ پیدا کرے اور اس کے قدم بقدم چلے ہاں مثلاً جب اس کو سخت بھوک لگی ہو تو اس وقت ایسا شوق غالب نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے باطن کا کھانے کے شوق میں مستغرق ہونا علم کے شوق کا مانع ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ صفات باری تعالیٰ کے مشاہدہ کرنے والے کا دل سوائے اللہ کے خیال سے بالکل خالی ہو۔ معرفت کا تخم شوق ہے۔ لیکن اسی وقت جب کہ ساخت دل خواہشات کے خاروخس سے پاک ہو ورنہ تخم بارآور نہیں ہوگا۔

سوم

مقربین کا تیسرا حصہ یہ ہے کہ کسی ممکن حد تک ان صفات کو حاصل کریں اور ان کی خوبیوں سے اپنی باطنی حالت کو آراستہ کریں جس سے بندہ ربانی یعنی رب کا مقرب بن جاتا ہے کیونکہ ان صفات کی بدولت وہ فرشتگان ملائیکہ اعلیٰ کا رفیق ہو جاتا ہے جو مقربان درگاہ الٰہی ہیں پس جو شخص ان کی صفات کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت پیدا کر لیتا ہے وہ اس مشابہت کی مقدار کے موافق حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔

سوال:۔ صفات خدا کے ساتھ خدا کا قرب حاصل کرنا ایک باریک بات ہے جس کو مانتے ہوئے دل کتراتا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ پر ذرا زیادہ روشنی ڈالیے۔

جواب:۔ غالباً یہ امر تم سے اور اوسط درجہ کے کسی عالم سے مخفی نہ ہوگا کہ موجودات کی دو قسمیں ہیں ایک کامل دوسری ناقص کامل ناقص سے اشرف ہے اور چونکہ کمالات کے درجات متفاوت ہیں اور منتہائے کمال صرف ایک ذات پر موقوف ہے حتیٰ کہ کمال مطلق اس کے سوا اور کسی کا حصہ نہیں ہے بلکہ دوسری موجودات کے کمالات ایک دوسرے کی نسبت متفاوت ہیں جس کا کمال جتنا زیادہ ہے اتنا ہی زیادہ اس ذات کے قریب ہے۔ جس کو کمال مطلق حاصل ہے اور قرب سے مراد رتبہ اور درجہ مراد ہے نہ کہ مقام پھر موجودات ایک اور اعتبار سے دو قسموں میں منقسم ہیں ایک زندہ، دوسری بے جان، اور تم بخوبی جانتے ہو کہ زندہ بے جان کی نسبت اشرف واکمل ہے اس کے بعد یاد رکھو کہ زندہ کے تین درجے ہیں ایک درجہ ملائکہ کا دوسرا انسان کا۔ تیسرا

Marfat.com

بہائم (چوپایوں) کا۔ زندگی کے صحیح مفہوم کا لحاظ کیا جائے تو اس میں بہائم کا درجہ نہایت گرا ہوا ہے۔

کیونکہ زندہ (ہی) وہ چیز ہے جو باہم ادراک اور فعل صادر کرنے والی ہو اور بہائم کے ادراک میں بھی نقص ہے۔ اور اثر و فعل میں بھی نقص ہے۔

بہائم کے ادراک کا نقصان یہ ہے کہ وہ صرف حواس میں مقصود ہے۔ اور حواس کا ادراک غیر مکمل ہوتا ہے کیونکہ وہ انھیں اشیاء کا ادراک کر سکتے ہیں، جو دیکھنے، یا سونگھنے، یا سننے، یا چکھنے، یا ٹٹولنے، سے محسوس ہو سکیں اور پھر ساتھ ہی قریب بھی ہوں اگر یہ اشیاء سامنے موجود نہ ہوں تو آلات حس بالکل معطل و بیکار رہتے ہیں۔

بہائم کا فعل اس لئے ناقص ہے کہ وہ صرف شہوت اور غضب کے مقتضاء میں محصور ہیں اور ان میں عقل بھی نہیں جو شہوت و غضب کو روکے۔

ملائکہ کا درجہ ان تینوں سے بالا ہے اور یہ وہ مخلوق ہے جس کے ادراک میں مدرکات کے قرب و بعد سے کچھ فرق نہیں پڑتا بلکہ انکا ادراک صرف ان اشیاء پر موقوف نہیں ہے جن میں قرب و بعد متصور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء اجسام ہوتے ہیں اور اجسام تمام موجودات میں سے خسیس ہے نیز یہ مخلوق شہوت اور غضب کی مقتضیات سے پاک ہے پس اس کے افعال شہوت اور غضب کے تقاضے سے نہیں ہیں بلکہ ان افعال کا داعی ایک ایسا امر ہے جو شہوت و غضب سے برتر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی طلب ہے۔

انسان کا درجہ ان دونوں مخلوقوں کے مابین ہے گویا وہ بہیمت (چوپایوں کی صفات) اور ملکیت (فرشتوں کی صفات) سے مرکب ہے اور ابتدائی حالت میں اس پر بہیمیت ہی غالب ہوتی ہے کیونکہ اس وقت اس کو محض حواس کے ساتھ ادراک حاصل ہوتا ہے جن کے ذریعہ سے ادراک کرنے کیلئے وہ اس بات کا محتاج ہے کہ وہ حس و حرکت سے امر محسوس کی طرف قرب طلب کرے۔ یہاں تک کہ بالآخر اس میں عقل کا نور درخشاں ہوتا ہے جو بدن کی حرکت کیے بغیر اور قرب طلب کیے بدون عالم بالا میں تصرف کرتا ہے بلکہ وہ ایسے ایسے امور کا ادراک کرنے لگتا ہے جو مکانی قرب و بعد کو قبول نہیں کرتے غرض کہ پہلے اس میں شہوت و غضب اپنے اپنے مقتضٰی کے موافق غلبہ دکھاتے ہیں پھر اس کو طلب کمال اور عاقبت بینی کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

پس جب وہ شہوت و غضب کو مغلوب کر لیتا ہے تو یہ دونوں طاقتیں کمزور ہو جاتی ہیں

Marfat.com

تو اس سے انسان کو فرشتوں کے ساتھ ایک قسم کی مشابہت ہوتی ہے اسی طرح اگر اس کا نفس خیالات اور محسوسات کو ترک کر کے ان امور کے ادراک سے مانوس ہو جائے جو حس اور خیال کی نسبت سے بالا ہیں تو اس کو فرشتوں کے ساتھ اور بھی مشابہت ہو جاتی ہے کیونکہ حیات کی خاصیت ادراک اور عقل ہے اور یہ دونوں کم اور متوسط اور کامل ہو سکتے ہیں انسان ان صفتوں میں جوں جوں فرشتوں کی پیروی کرتا جائے گا، توں توں درجہ بہیمت سے دور اور درجہ ملکیت سے قریب ہوتا جائے گا اور یہ درجہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہے اور قریب سے قریب ہونے والی چیز بھی قریب ہوتی ہے۔

سوال: اس کلام سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ اور بندوں کے درمیان نسبت قائم ہے کیونکہ جب وہ اس کے اخلاق اپنے وجود میں پیدا کرے گا تو اس کے مشابہ ہو جائے گا حالانکہ یہ امر عقلاً و شرعاً معلوم ہے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہے نہ کوئی شے اس کی مشابہ ہے؟

جواب: جب تم اس مماثلت کا معنی سمجھتے ہو جو خدا کی ذات سے بعید ہے تو تم یہ بھی سمجھتے ہو گے کہ خدا کی کوئی مثل نہیں مگر یہ گمان ٹھیک نہیں کہ کسی وصف میں شریک ہونے سے مماثلت لازم آتی ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ ضدین باہم مماثل نہیں ہوتیں اور ان کے درمیان ایک ایسا بعد ہوتا ہے جس سے زیادہ بعد خیال میں بھی نہیں آ سکتا پھر بھی وہ دونوں بہت سی اوصاف میں مشارک ہوتی ہیں مثلاً سیاہی سفیدی کی ضد ہے اور یہ دونوں عرضیت میں اور رنگ میں اور آنکھوں سے محسوس ہونے میں اور اس کے سوا بہت سی باتوں میں باہم مشارک ہیں۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود لا فی مکان اور "سمیع" "بصیر" "عالم" "مرید" "متکلم" "حی" "قادر" اور "فاعل" ہے اور انسان میں بھی یہ صفات پائی جاتی ہیں تو کیا وہ خدا کو بندے سے مشابہ کر کے اس کی مثل قرار دیتا ہے حاشا و کلا۔ اگر ایسا ہوتا تو تمام مخلوقات باہم مشابہ ہوتی کیونکہ سب کی سب کم از کم وجود میں تو باہم مشارک ہیں بلکہ مماثلت سے مراد نوع اور ماہیت کی مشارکت ہے پس گھوڑا اگرچہ سمجھ میں فائق ہے مگر انسان کی مثل نہیں بن سکتا کیونکہ نوع اس کے مخالف ہے جس میں وہ انسان کے ساتھ مشابہ ہے ایک عرض ہے جو انسان کی ماہیت سے خارج ہے۔

خاصیت الٰہی یہ ہے کہ وہ موجود واجب الوجود بذات ہے جو تمام ممکنات کو نہایت عمدگی سے موجود کرتا ہے اس خاصیت میں کسی چیز کا مشارک ہونا تصور میں بھی نہیں آ سکتا اور

Marfat.com

اگر بندہ کی بعض صفات حاصلہ جو خدا کی خاصیت کے نام ہیں تو اس سے مماثلت لازم نہیں آتی۔ مثلاً وہ، بصیر، عالم، قادر، حی، اور فاعل ہے۔ اور بندہ بھی سمع، بصر، علم، قدرت، زندگی اور فعل سے موصوف ہوتا ہے۔ بلکہ خاصیت الٰہی خاص اللہ کے لئے ہے اور اس کو اللہ ہی جانتا پہچانتا ہے۔

یہ بات خیال میں بھی نہیں آسکتی کہ اس کے سوا معاذ اللہ یا اس کی مثل کے سوا اور کوئی چیز اس خاصیت کو سمجھ اور پہچان سکے۔ اور جب اس کے مثل کوئی نہیں۔ تو صرف وہی ایک اپنے آپ کو اچھی طرح جانتا ہے

حضرت جنید بغدادی نے سچ فرمایا ہے کہ **لا یعرف اللہ الا اللہ تعالیٰ** یعنی خدا کو خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرت ذوالنون جب انتقال کرنے لگے تو کسی نے پوچھا۔ اب آپکا جی کیا چاہتا ہے۔ فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ مرنے سے پیشتر خدا کو پہچان لوں۔ خواہ ایک لحظہ بھر کے لئے۔

اس مقام پر اکثر ضعیف الاعتقاد لوگوں کے دلوں میں تشویش انگیز خیالات اٹھا کرتے ہیں۔ اور انکو نفی و تعطیل کا وہم دامنگیر ہونے لگتا ہے۔ اس لئے کہ انکو اس قسم کے کلام کے سمجھنے کی قدرت نہیں ہوتی ہم اس بات کو سمجھاتے ہیں۔ سنو،

اگر کوئی کہے کہ، میں خدا کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا، تو اس کا یہ قول درست ہے۔ اور اگر یہ کہے کہ، میں خدا کو نہیں پہچانتا، تو بھی درست ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ نفی و اثبات اکٹھے صادق نہیں آتے۔ بلکہ ایک صادق آسکتا ہے۔ کیونکہ نفی کا صادق آنا، اثبات کا کاذب ہو جانا ہے۔ وبالعکس۔ لیکن جب کلام کی وجہ مختلف ہو۔ تو دونوں قسموں میں صدق متصور ہو سکتا ہے۔

جیسے کوئی کسی سے پوچھے۔ کیا تم ابو بکر صدیقؓ کو جانتے ہو۔ اور وہ یوں جواب دے کہ صدیقؓ ایسے نہیں ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا ہو۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو ایسے مشہور و معروف بزرگ کو نہ جانتا ہو۔ جن کا نام شہرہ آفاق ہے۔ ممبروں پر انہیں کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ مسجدوں میں انہیں کا ذکر ہو رہا ہے۔ زبانوں پر انہیں کی مدح جاری ہے۔ تو اسکا جواب درست ہوگا۔

اور اگر وہی سائل کسی دوسرے شخص سے پوچھے۔ کیا تم حضرت صدیقؓ کو جانتے ہو،، اور وہ یوں جواب دے کہ، آہ،، میں کون ہوں، جو حضرت صدیقؓ کو جان سکوں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

Marfat.com

صدیقؓ کو وہی جانے، جو صدیقؓ کے برابر یا اس سے بڑھ کر ہو۔ میرا یہ دل گردہ کہاں کہ ان کی تعریف کرنے یا ان کی تعریف کے خواہشمند ہونے کی ہمت کر سکوں مجھ جیسے ناچیز تو انکا نام ہی نام یا ان کی صفات سن سکتے ہیں۔ اگر ان کی معرفت کا دم ماریں تو یہ محال ہے،، اس شخص کا یہ کہنا بھی بجا سمجھا جائے گا۔ جس کی وجہ تعظیم واحترام ہے۔

اسی طرح اس شخص کا قول بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ جو کہتا ہے کہ میں خدا کو جانتا ہوں اور اس کا قول بھی جو کہتا ہے میں خدا کو نہیں جانتا۔

بلکہ اگر تم عاقل شخص کو ایک خط دکھا کر پوچھو کہ جس شخص نے اس کو لکھا ہے تم اس کو جانتے ہو اور وہ جواب دے کہ نہیں تو اس کا جواب درست ہے اور اگر یوں جواب دے کہ ہاں جانتا ہوں اس کا لکھنے والا انسان زندہ قادر ''سمیع بصیر'' تندرست ہاتھ والا اور لکھ سکنے والا ہے جب اس کی اتنی صفات مجھ کو معلوم ہیں تو میں اس کو کیوں نہ جانوں یہ جواب بھی بجا ہے لیکن زیادہ درست اور فی الواقع بجا جواب یہ ہے کہ نہیں میں اس کو نہیں جانتا کیونکہ وہ فی الحقیقت اس کو نہیں جانتا اور صرف اتنا اس کو معلوم ہے کہ ایسا خط وہی شخص لکھ سکتا ہے جس میں مذکورہ اوصاف ہوں اور خود کاتب کو نہیں جانتا۔

اسی طرح بندے صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ انتظام اور محکم عالم ایسے صانع کا محتاج ہے جو مدبر ''حی عالم اور قدیر ہو اور اس معرفت کے دو پہلو ہیں ایک پہلو عالم سے۔ عالم سے متعلق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عالم ایک مدبر حقیقی کا محتاج ہے دوسرا پہلو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے اس کا مطلب اسمائے باری تعالیٰ ہے جو ایسی صفات سے مشتق ہیں جو حقیقت ذات میں داخل نہیں ہیں۔

چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب کسی چیز کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا جائے کہ یہ کیا ہے تو اسمائے مشتقہ اس کا جواب ہرگز نہیں بن سکتے چنانچہ کسی حیوانی وجود کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جائے کہ یہ کیا ہے اور جواب ملے کہ لمبا ہے سفید ہے یا کوتاہ قد ہے اور سیاہ ہے۔

یا مثلاً پانی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جائے کہ یہ کیا ہے اور جواب ملے کہ ٹھنڈا ٹھنڈا ہے یا مثلاً آگ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جائے کہ یہ کیا ہے اور جواب ملے گرم گرم ہے یا مثلاً آگ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جائے کہ یہ کیا ہے تو یہ سارے جوابات ماہیت کی رو کے جواب نہیں ہیں کسی چیز کی معرفت جبھی حاصل ہو سکتی ہے کہ اس کی حقیقت و ماہیت معلوم ہو جائے نہ کہ صرف اسم مشتقات چنانچہ ہمارا ایک چیز کو گرم کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک مبہم شے

Marfat.com

حرارت سے موصوف ہے اسی طرح ہمارے عالم وقادر کہنے کے یہ معنی ہیں کہ ایک مبہم شے کو علم وقدرت کا وصف حاصل ہے؟

سوال: تو ہمارے اس قول سے کہ وہ واجب الوجود ہے جس سے تمام ممکن وجود اشیاء ظاہرہ ہوئی ہیں اس کی حقیقت مراد ہے جواب تو یہ تو یہ؟

جواب: واجب الوجود سے تو صرف یہ مراد ہے کہ وہ علت اور فاعل سے مستغنی ہے جس کا مطلب سلم سبب ہے اور ان تمام ممکن وجود اشیاء کے ساتھ ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمام افعال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ کیا ہے۔ اور ہم جواب دیں گے وہ ''فاعل'' ہے۔ یا وہ ہے جسکی کوئی علت نہیں ہے تو یہ جواب نہیں بن سکتا پھر یہ جواب کیونکہ کافی ہوسکتا ہے کہ جس کی کوئی بھی علت نہیں کیونکہ یہ ساری تعریفیں اس کی ذات سے خارج ہیں اور ان کا مدعا، صرف کسی خارج الذات اضافت کا اثبات یا نفی ہے اور یہی اسماء صفات اور اضافت ہیں۔

سوال: تو پھر اس کی معرفت کا کونسا ذریعہ ہے؟

جواب: یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی بچہ یا پیدائشی نامرد پوچھے کہ جماع کی لذت معلوم کرنے کا کونسا ذریعہ ہے تو ہم اس کو یوں جواب دیں گے اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ تم کو اس کا وصف سنا دیا جائے دوسرے یہ کہ تم صبر کے ساتھ اس وقت کا انتظار کرو جب تم میں قوت شہوت پیدا ہو جائے اور تم خود اپنی بیوی کے ساتھ شہرانہ برتاؤ کر کے جماع کی لذت کا اندازہ لگاؤ۔

یہ دوسرا طریقہ ہی ایسا ہے جو پوری معرفت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے پہلے طریقے میں بجز اس کے اور کوئی فائدہ نہیں کہ اس سے ایک تو ہم اور کسی دوسری لذت کے ساتھ تشبیہ کا خیال پیدا ہو جاتا ہے اور جب شہوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس لذت کے چکھنے کا موقع ملتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لذت شکر کی مٹھاس کے مشابہ نہیں ہے اور نہ وہ تو ہم جو اس کے متعلق تھا ٹھیک تھا ہاں اتنی بات مان لیتا ہے کہ اس کے متعلق جو یہ سنا کرتے تھے کہ وہ عجیب لذت اور بینظیر لطف ہے تو یہ تعریف شکر کی نسبت اس لذت کے حق میں زیادہ صادق اور صحیح تھی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دو طریق ہیں ایک تو قاصر ہے دوسرا مسدود ہے۔

قاصر یہ ہے کہ ہم اس کے اسماء وصفات کا ذکر کریں اور اپنے متعلق جو صفات ہم کو معلوم ہیں مثلاً ہم قادر ہیں عالم ہیں زندہ ہیں متکلم ہیں ان پر قیاس کر کے اسی نوع کی کامل

Marfat.com

صفات سے اس کو موصوف سمجھیں جس طرح پیدائشی نامرد کو شکر کے ذائقہ کی مثال سے جماع کی لذات سمجھائی جائے گو ہماری قدرت عمل حیات کلام وغیرہ اوصاف خدا کی قدرت وعمل وحیات وکلام وغیرہ سے بالکل بعید ہیں اور دونوں میں کچھ بھی مناسبت نہیں ہے اور ان اوصاف کے ساتھ اللہ کی تعریف کرنے کا فائدہ ایہام اور تشبیہ اور اسمی مشارکت ہے کیونکہ ہمارا مدعا یہ ہے کہ نامرد کے سامنے لذت جماع کی مثال کے لئے کوئی ایسی لذت پیش کریں جس کو وہ محسوس کرتا ہو جیسے کسی کو میٹھے کھانے کی لذت ہو اور اس کو کہیں کہ کیا تم جانتے ہو کہ شکر لذیز ہوتی ہے اور اس کو کھاتے وقت خاص مزا آتا ہے اور پر لطیف حالت کا احساس ہوتا ہے اس کے جواب میں وہ کہے گا ہاں پھر ہم اس کو کہیں گے کہ جماع کی لذت بھی ویسی ہی ہے تو کیا آپ کے نزدیک اس کی تعریف سے اس کو جماع کی حقیقت اسی طرح معلوم ہو جائیگی جس طرح خود صاحب کیفیت کو معلوم ہوتی ہے حاشا کلا بلکہ اس وصف سے مدعا صرف ایہام اور تشبیہ اور اسمی مشارکت سمجھانا ہے ایہام اس لحاظ سے ہے کہ اس سے یہ تو ہم ہو سکتا ہے کہ یہ امر علی الجملہ پر لطیف ہے تشبیہ اس لحاظ سے ہے کہ اس کو شکر کی مٹھاس سے تشبیہ دی جاتی ہے لیکن تشبیہ کو ہم اس طرح قطع کر سکتے ہیں لیس کمثلہ شیء اس جیسی کوئی چیز نہیں پس وہ حی زندہ ہے مگر دوسرے احیاء زندوں کی طرح نہیں اور وہ قادر ہے مگر دوسرے قادروں کی مثل نہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ جماع شکر کی طرح لذیز ہے مگر اس کی لذت کو شکر کی لذت سے کچھ مشابہت نہیں ہے ہاں اسمی مشارکت ہے۔

چنانچہ جب ہم یہ معلوم کرتے ہیں اللہ تعالی حی قادر اور عالم ہے تو ابتداء ان معنوں کو اپنے قرب پر قیاس کر کے سمجھتے ہیں اسی لئے پیدائشی بہرہ خدا کے سمیع ہونے کا معنی معلوم کر سکتا ہے اور اسی لیئے جب کوئی پوچھتا ہے کہ اللہ تعالی کو اشیاء کا علم کیونکر ہو سکتا ہے تو ہم اس کو جواب دیتے ہیں کہ جس طرح تم کو اشیاء کا علم ہوتا ہے پھر اگر کوئی پوچھے کہ وہ قادر کیونکر ہے تو ہم جواب دیں گے جس طرح تجھ کو قدرت حاصل ہے۔

غرض جب کوئی شخص ایک نئی بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے جبکہ کوئی اس کے نفس میں اس کے مناسب کوئی بات موجود ہو پس پہلے وہ اپنے وصف کو معلوم کرتا ہے پھر اس پر قیاس کر کے دوسری چیز کے وصف کو سمجھ سکتا ہے۔

اسی طرح جب اللہ تعالی کی ذات میں ایک ایسا وصف وخاصیت ہو جس کے ساتھ ہمارے وصف کو کوئی مناسبت اور مشارکت نہ ہو اگر ہو تو صرف اسمی مشارکت ہو خواہ ایسی ہی

Marfat.com

مشارکت ہو جیسی شکر کی لذت اور جماع کی لذت میں ہے جس کا سمجھنا محال ہے۔

پس جو شخص اپنی صفات کے سوا اور کچھ نہیں جانتا اور انھیں پر خدا کی صفات کو قیاس کرتا ہے جس کی صفات مشابہت سے پاک ہے تو اس کی یہ معارفت بالکل قاصر ہے جس پر ایام وتشبیہ غالب ہے پس اس کے ساتھ وہ معرفت شامل ہونی چاہیے جس میں مشابہت اصل مناسبت اور مشارکت فی الاسم بالکل منتفی ہوں۔

اللہ کی معرفت کا دوسرا مسدود طریقہ یہ ہے کہ بندہ اس امر کا منتظر رہے جس کو تمام صفات ربوبیت حاصل ہو جائیں حتیٰ کہ وہ خود رب بن جائے جس طرح ایک بچہ منتظر ہوتا ہے کہ وہ بالغ ہو کر خود شباب کی لذت چکھ لے اور یہ طریقہ مسدود اور محال ہے کیونکہ خدا کے سوا ایسی حقیقت کا کسی کو حاصل ہونا محال ہے ورنہ پوری حقیقت دکھا دینے والا یہی طریقہ تھا اور وہ قطعاً مسدود ہے۔

غرض خدا کی حقیقی معرفت خدا کے سوا کسی کو دوسرے کو حاصل ہونا محال ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ نبی کی معرفت بھی نبی کے سوا اور حاصل نہیں ہو سکتی جو شخص نبی نہیں ہے نبی کا نام ہی نام جانتا ہے اس کی حقیقت سے مطلع نہیں ہے اس خاصہ سے مطلع خاص نبی ہی ہو سکتا ہے بلکہ میں اس پر بھی اضافہ کرتا ہوں کہ کوئی شخص موت کی حقیقت اور وحشت دوزخ کی حقیقت مرنے یا وحشت دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہی معلوم کرے گا کیونکہ جنت سے مراد اسباب لذت ہے اگر ہم ایک ایسا شخص فرض کریں جس نے کبھی بھی کوئی لذت نہ دیکھی ہو تو اس کو جنت کا مضمون اسی طرح سمجھا دینا غیر ممکن ہے کہ اس کو اس کی خواہش ہو جائے اور دوزخ سے مراد دردرساں امور ہیں تو اگر ہم کوئی ایسا انسان فرض کریں جس نے کبھی کسی قسم کا درد محسوس نہ کیا ہو تو اس کو دوزخ کا مضمون سمجھا دینا از حد مشکل ہے ہاں اگر اس نے کسی قسم کی تکلیف محسوس کی ہو تو ہم اس کو تکلیف سے کئی گناہ تکلیف بتا کر دوزخ متصور کرا سکتے ہیں اسی طرح اگر اس نے کھانے عیش منانے اور نظارہ کرنے کی لذتیں چکھی ہوں تو اس کو سمجھا سکتے ہیں کہ ان تمام لذتوں سے بڑی لذتوں کا نام جنت ہے اگر جنت کی لذت ان لذتوں کے مخالف ہو تو اس کے سمجھانے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ لذت شکر کی مثال سے لذت جماع کو ذہن نشین نہیں کر سکتے اور بہشت کی لذتیں تو ان تمام لذتوں سے جو دنیا میں حاصل ہوتی ہیں بالاتر ہیں بلکہ وہ ایسی لذتیں ہیں جن کو کسی نے آنکھ سے نہیں دیکھا کسی نے کان سے نہیں سنا اور کسی بشر کے دل میں ان کا خیال بھی تو نہیں گزرا اگر ہم ان کو مزید اثر

Marfat.com

کھانوں سے تشبیہ دیتے ہیں تو بھی ساتھ ہی پڑتا ہے کہ ان لذتوں کو جنت کی لذت سے کوئی نسبت نہیں اگر ہم ان کو جماع کی لذت سے تشبیہ دیتے ہیں تو ساتھ ہی اقرار کرتے ہیں کہ وہ لذتیں کچھ اور ہیں اور یہ کچھ اور تو وہ لوگ ہمارے اس قول پر تعجب کیوں کرتے ہیں کہ زمین وآسمان کی مخلوق نے اللہ کی صفات اور اسماء کے سوا اور کوئی معرفت اس کے متعلق حاصل نہیں کی حالانکہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں کو جنت کے نام اور سنی سنائی تعریفوں کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے اور ہر چیز کا یہی حال ہے جس کا انسان نے نام اور صفت ہی سنی ہو۔ اور اس کو چکھایا محسوس نہ کیا ہو۔

سوال: عارفین کی معرفت کی غایت کیا ہے۔

جواب: عارفین کی انتہائے معرفت یہ ہے کہ وہ معرفت سے عاجز آجاتے ہیں اور ان کی حقیقی معرفت یہ ہے وہ اس کو پہچان نہیں سکتے کیونکہ یہ بات محال ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور ذات خدا کو پوری معرفت کے ساتھ صفات ربوبیت کے حقیقی اسرار سمیت پہچان سکے پس جب یہ بات ان کو انکشاف برہانی کے ذریعہ سے معلوم ہو جائے تو گویا انھوں نے خدا کو پہچان لیا یعنی وہ معرفت کی اس حد تک پہنچ گئے جو مخلوق کے لئے ممکن ہے۔ یہ وہ حد ہے جس کی طرف صدیق اکبرؓ نے ان الفاظوں میں اشارہ کیا ہے کہ ادراک کے ادراک سے عاجز آجانا بھی ادرک ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے بھی یہی مراد ہے کہ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی میں تیری پوری پوری تعریف نہیں کر سکتا جس طرح تو نے خود اپنی تعریف کی ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کو خدا کے متعلق کوئی ایسی بات معلوم ہوئی اور میں وصیت الہیت کا احاطہ نہیں کر سکتا بلکہ ان کا احاطہ کرنے والا صرف تو ہی ہے اس لحاظ سے کسی مخلوق کو اس کی حقیقت ذات سے حصہ نہیں ملا اور اتساع معرفت صرف اس کی صفات اور اسماء کی معرفت میں ہے۔

سوال: تو پھر ملائکہ انبیاء اور اولیاء کے مدارج معرفت میں فرق کس بات کا ہے

جواب: ہم بتا چکے ہیں کے معرفت کے دو ہی طریقے ہیں ایک طریقہ حقیقی ہے جو اللہ کے سوا اور سب کے حق میں مسدود ہے جو کوئی اس کو حاصل کرنے کی جرأت کرتا ہے جلال ایزدی اس کو حیران کر دیتا ہے اور ہیبت الٰہی اس کی آنکھیں بند کر دیتی ہے۔

دوسرا طریقہ جس سے مراد اسماء وصفات کی معرفت ہے۔

یہ مخلوق کے لئے عام ہے اور اس میں مخلوق کے مدارج متفاوت ہیں۔ پس جو شخص

Marfat.com

صرف اتنا جانتا ہے کہ اللہ تعالی عالم و قادر ہے۔ وہ اس شخص کی حرص نہیں کر سکتا جو خدا کی ان صفتوں کو اپنی آنکھوں سے ان کے اپنے مظاہر میں ملاحظہ کرتا ہے۔ اور اس کے ملک کی یہ عجائبات اور اس کی حیرت انگیز صنعتوں پر نظر ڈالتا ہے۔

اس کی حکمت کی باریکیوں کو سمجھتا ہے۔ اور ان فرشتوں کے اوصاف اپنے اندر پیدا کرتا ہے جو خدا کے مقرب ہیں۔

بلکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے اس بات کو ہم ایک مثال سے سمجھاتے ہیں وللہ المثل الاعلی " تم جانتے ہو کہ ایک عالم و متقی کامل مثلاً امام شافعیؒ کو ان کا دربان بھی جانتا ہے اور ان کے شاگرد مزنیؒ بھی جانتے ہیں دربان تو صرف اس قدر جانتا ہے کہ وہ شرح کے عالم ہیں۔ اور لوگوں کو مسالک بتاتے ہیں اور مزنی اور تفصیلی صفات و معلومات کے ساتھ ان کو جانتے ہیں۔ بلکہ جو عالم دس قسم کے علوم بخوبی جانتا ہے۔ اس کو اس کا وہ شاگرد بھی اچھی طرح جاننے کا دعویٰ کر سکتا ہے جو صرف ایک علم میں اس کا شاگرد ہے اور اس کا وہ خادم جس نے اس سے کچھ بھی علم نہیں پڑھا اس کو جانتا ہی نہیں بلکہ جو شاگرد ایک علم میں اس کا شاگرد ہے اس کو گویا اس کے اوصاف میں سے صرف دسواں حصہ معلوم ہے۔ بشرطیکہ اس ایک علم میں بھی اس کے برابر ہو ورنہ اگر اس میں کچھ بھی اس سے کم ہوا تو گویا وہ بھی اس کو بخوبی نہیں پہچانتا بلکہ صرف نام ہی نام جانتا ہے۔

اس طرح خدا کی معرفت میں مخلوق متفاوت ہے جس کو جس قدر زیادہ اس کی خدائی کے آثار اور کیفیات معلوم ہیں اس قدر زیادہ معرفت اس کو حاصل ہے اور اس کی معرفت اس قدر حقیقی معرفت کے قریب ہے۔

سوال: جب اس کی ذات کی حقیقی معرفت محال ہے تو کیا اسماء وصفات کی پوری پوری معرفت بھی حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بھی نہایت بعید ہے، خدا کی صفات و اسماء کا حقیقی اور کامل علم بھی خود اسی کو ہے۔ اس لئے کہ جب کسی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مثلاً وہ ایک ذات عالم ہے تو ہم کو ایک مبہم شے کا علم ہو جاتا ہے جس کی حقیقت سے ہم بے خبر ہیں لیکن اتنا جانتے ہیں کہ اس میں علم کی صفت موجود ہے اگر ہم اس کی صفت علم کی پوری حقیقت جانتے ہوتے تو پھر ہمیں اس بات کی نسبت کہ وہ عالم ہے پورا پورا علم حاصل ہوتا ورنہ نہیں۔ مگر اللہ کے علم کی حقیقت کو تو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اس کے سوا کوئی بھی اس کی موصوفیت بالعلم کو نہیں سمجھ سکتا اور اگر کوئی سمجھتا ہے تو اپنے علم

Marfat.com

پر قیاس کر کے سمجھتا ہے جیسے کہ ہم شکر کی مثال میں بیان کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوق کے علم سے کوئی نسبت نہیں رکھتا پس مخلوق کی معرفت اس کی ذات وصفات کے متعلق حقیقی نہیں ہو سکتی۔ اگر ہے تو تشبیہی اور الہامی ہو سکتی ہے۔

اوپر کے بیان سے تم کو متعجب نہ ہونا چاہیے دیکھو ایک جادوگر کو خود اس کا دل ہی جانتا ہے یا کوئی دوسرا اس سے بڑھ کر یا برابر کا جادوگر جان سکتا ہے۔ بخلاف اس کے جس شخص کو جادو کا علم نہیں ہے اور نہ وہ اس کی حقیقت و ماہیت سے واقف ہے وہ تو جادوگر کا نام ہی نام جانتا ہے یا زیادہ سے زیادہ اتنا جانتا ہے کہ اس کو جادو کا علم آتا ہے اس سے آگے اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ علم کیسا ہے۔ کیونکہ اس کو اس علم کا موضوع ہی معلوم نہیں ہے اور نہ اس کی خاصیت معلوم ہے ہاں اتنا جانتا ہے کہ یہ خاصیت گو مبہم ہے مگر علوم کی قسم سے اور اس کا ثمرہ تغیر قلوب اور تبدیل اوصاف اور ظن وشر میں تفرقہ اندازی ہے مگر یہ باتیں اس کی حقیقی شناخت سے بالکل جدا ہیں۔ اور جس کو جادو کی حقیقت معلوم نہیں ہے وہ جادوگر کی حقیقت کیا سمجھے گا۔ کیونکہ ساحر (جادوگر) وہ ہے جس کو سحر جادو کی خاصیت حاصل ہوتی ہے اور اسم ساحر کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسا اسم ہے جو اس صفت سے مشتق ہے اگر یہ صفت نامعلوم ہے تو یہ اسم بھی نامعلوم ہوگا اور اگر وہ معلوم ہے تو یہ بھی معلوم ہوگا اور عام لوگوں کو سحر کے متعلق صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک وصف ہے مگر یہ بات ماہیت سے بعید ہے۔ اسی طرح ہم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ ایک وصف الٰہی ہے جس کا ثمرہ اور اثر اشیاء کا وجود ہے اور اسم قدرت اس پر منطبق ہے کیونکہ وہ ہماری قدرت کے ساتھ اسی طرح نسبت رکھتی ہے اور یہ بات اس قدرت کی حقیقت سے بالکل علیحدہ ہے ہاں بندہ جس قدر خدا کی مقدورات میں اپنی نظر وسیع کرتا جائے اسی قدر وہ صفت قدرت کے سمجھنے میں زیادہ بہرایاب ہوگا۔

جس طرح شاگرد کو اپنے استاد کے علم کی جس قدر تفاصیل اور تصانیف معلوم ہوں اسی قدر وہ اس کو زیادہ صحیح طور پر جانتا ہے اور یہی مطلب ہے عارفین کی معرفت کے تفاوت کا۔ کیونکہ بندہ کا ذہن خدا کی جن معلومات تک پہنچ نہیں سکتا ان کی کوئی انتہاء نہیں ہے اور جن تک پہنچ سکتا ہے ان کی بھی کوئی انتہاء نہیں اگرچہ موجودات متناہی ہیں لیکن آدمی کے علم کی کوئی انتہاء نہیں ہاں یہ علم جس درجہ تک حاصل ہوتا ہے اس کو متناہی کہہ سکتے ہیں۔ اور ایسے مدارج قلت وکثرت کے لحاظ سے متفاوت ہیں۔ اور اسی تفاوت سے لوگوں کی معرفت متفاوت ہے اور یہ تفاوت ایسا ہی ہے جیسے مال کی کثرت وقلب کے باعث غنا میں تفاوت ہوتا ہے چنانچہ

Marfat.com

ایک شخص کے پاس ایک پیسہ ہے اور دوسرے کے پاس ہزاروں روپے ہیں یہی حال علوم کا ہے بلکہ علوم کا تفاوت سب سے بڑا ہے کیونکہ معلومات کی انتہاء نہیں ہے اور اموال اجسام ہیں جن کی انتہاء مسلم ہے۔

اس بیان سے تم بخوبی سمجھ گئے ہو گے کہ مخلوق خدا کی معرفت میں کیونکر تفاوت ہے اور اس تفاوت کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور یہ بھی سمجھ گئے ہونگے کہ یہ قول "اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا" بالکل درست ہے۔ اور یہ قول بھی صحیح ہے کہ "میں اللہ کے سوا کسی کو نہیں جانتا" کیونکہ اللہ اور اس کے افعال کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے پس جب اس کے افعال کو اس کے افعال کی حیثیت سے دیکھا جائے تو نظر اسی پر متصور رہے گی اور ان کو اس حیثیت سے دیکھے گی کہ وہ آسمان یا زمین یا درخت یا پہاڑ ہے۔

بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ چیزیں اس کی صنعت کا نمونہ ہیں پس اس کی معرفت دربار خداوندی سے باہر نہیں جاتی اور وہ کہہ سکتا ہے کہ "میں خدا کے سوا کسی کو نہیں جانتا" اور "میں خدا کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھتا"۔

فرض کرو ایک شخص دنیا بھر میں صرف سورج کو اور اس کے نور کو جو دنیا بھر میں پھیل رہا ہے دیکھتا ہے تو اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ "میں سورج کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیکھتا"۔ کیونکہ نور جو اس سے پھیلتا ہے وہ بھی اسی میں سے ہے۔ ان سے خارج نہیں ہے پس تمام موجودات قدرت ازلی کے انوار میں سے ایک نور ہیں اور جس طرح سورج تمام عالم میں پھیلنے والے نور کا سرچشمہ ہے۔

اسی طرح وہ معانی جس کو ادا کرنے سے عبارت قاصر ہے ضرورتاً قدرت ازلیہ سے موسوم کیا گیا اور وہ اس وجود کا سرچشمہ ہے جو ہر موجود پر فائز ہوا ہے لہذا در حقیقت خدا کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

پس عارف کہہ سکتا ہے کہ میں خدا کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ اور عجیب تر یہ کہ اگر کہے کہ "خدا کے سوا کوئی شے جانی نہیں جاتی"۔ تو بھی صحیح ہے۔

لیکن پہلا قول اور وجہ سے ہے دوسرا اور وجہ سے ہے۔ اگر اختلاف وجوہ کی صورت میں دو متناقض قول غیر صحیح ہوتے تو معاذ اللہ! اللہ کا یہ قول صحیح نہ ہوتا کہ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" حالانکہ وہ صحیح ہے۔ کیونکہ رامی (پھینکنے والے کے) دو لحاظ ہیں۔ ایک لحاظ سے یہ فعل بندہ سے منسوب ہے دوسرے لحاظ سے رب سے منسوب ہے اور اس میں کوئی تناقض نہیں

Marfat.com

ہے۔

اب ہم اپنے سمند بیان کی باگ روکتے ہیں۔ کیونکہ ہم ایسے میدان میں آپڑے جس کی انتہاءنہیں ہے۔اور اب

اَسمَاءُ الحُسنیٰ

کے معانی کی تفصیل شروع کرتے ہیں۔

دوسرا فن

مقاصد خاص میں

پہلی فصل

اللہ کے نوے نہ نام کی شرح

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ اللہ تعالیٰ کے ننادوے نام یعنی ایک کم سو ہیں کیونکہ وہ طاق ہے اور طاق عدد کو پسند کرتا ہے جو کوئی ان سارے اسماء کو پڑھے وہ جنت میں جائے گا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الله الذی لا اله الا هو

الرحمن الرحيم الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر الخالق البارئ المصور الغفار القهار الوهاب الرزاق الفتاح العليم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السميع البصير الحكم العدل اللطيف الخبير الحليم العظيم الغفور الشكور العلى الكبير الحفيظ المقيت الحسيب الجليل الكريم الرقيب المجيب الواسع الحكيم الودود المجيد الباعث الشهيد الحق الوكيل القوى المتين الولى الحميد المحصى المبدى المعيد المحيى المميت الحى القيوم الواجد الماجد الاحد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الآخر الظاهر الباطن الوالى المتعالى البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع الغنى المغنى المانع الضار النافع النور الهادی الباقی الوارث الرشيد الصبور

(۱) اللّٰہ

(خدا، معبود)

یہ اس موجودہ حق کا نام ہے جو صفات الٰہیت کا جامع ہے اور صفاتِ ربوبیت سے موصوف، اور وجود حقیقی سے ممتاز ہے۔ اس کے سوا کوئی موجود وجود بذاتہ کا مستحق نہیں ہے اور ہر موجود نے اسی سے وجود حاصل کیا ہے۔ لہٰذا وہ بذاتہ ھالک ہے اور دوسری جہت سے موجود ہے۔ "فکل موجود ھالک الا وجہہ" نتیجہ یہ نکلا کہ ہر موجود خدا کی ذات کے سوا فانی ہے ٹھیک بات یہ ہے کہ یہ اسم اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے اسمائے اعلام کا کام دے

Marfat.com

رہا ہے اور اس کے اشتقاق، اور تعریف کے متعلق جو بعض نے لکھا ہے وہ محض تکلف و تعسف ۲ ہے

فائدہ: یہ نام سارے ناموں سے بڑا ہے کیونکہ وہ ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جو بلا استثناء تمام صفات الٰہیت کی جامع ہے۔ باقی تمام نام ایک ایک معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً علم، قدرت، اور فعل وغیرہ میں سے کسی ایک پر اور اس لئے وہ تمام اسماء کی بنسبت اس کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ وہ اس کے سوا اور کسی کے لئے حقیقتاً یا مجازاً استعمال نہیں کیا جاتا۔ باقی اسماء کے ساتھ اور کو بھی موسوم کر دیا جاتا ہے۔ جیسے قادر، علیم، رحیم، وغیرہ انہیں دو وجوہ سے ظن ہوتا ہے کہ یہ نام اسم اعظم ہے۔

نکتہ: تمام اسماء کی معنیٰ کے نسبت خیال کیا جاسکتا ہے کہ بندہ ان کے ثبوت سے متصف ہوسکتا ہے یہاں تک کہ اس پر رحیم، علیم، حلیم، صبور، اور شکور، کا اسم بولا جاسکے اگرچہ اس قسم کے اسماء کا اطلاق بندہ پر کسی اور وجہ سے ہو۔ اور اللہ پر ان کا اطلاق اور وجہ سے، مگر اللہ کا معنی اس قسم کا نہیں ہے، وہ خاص اللہ سے مخصوص ہے اس میں کوئی حقیقی یا مجازی شرکت نہیں پائی جاتی اور اسی خصوص کی وجہ سے تمام اسماء کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے نام ہیں، یوں نہیں کہتے کہ اللہ، صبور، یا شکور، کا نام ہے کیونکہ اسم اللہ من حیث ہو معانی الٰہیت پر سب سے زیادہ دلالت کرتا ہے اور سب کی بنسبت اللہ کے ساتھ زیادہ خاص ہے۔ لہذا سب سے زیادہ مشہورہ اور ظاہر بھی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس کی تعریف کے لئے دوسرے اسماء کی ضرورت نہیں اور دوسرے اسماء کی تعریف کے لئے اسکی نسبت لازم ہے۔

تنبیہ: بندہ کو اس اسم سے تالہ، حاصل کرنا چاہئے۔ یعنی اس کا دل اور خیال اللہ تعالیٰ میں محو ہو۔ اسکے سوا وہ کسی طرف آنکھ نہ اٹھائے۔ نہ توجہ کرے۔ نہ کسی سے امیدوار ہو اور نہ کسی غیر سے ڈرے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ اس اسم کا مفہوم ہی یہ ہے کہ وہ موجود حقیقی و برحق ہے، اور باقی سب اس کے سوا فانی اور ہالک اور باطل ہیں پس وہ اپنے آپ کو سب سے پہلے

---

۱ اس فقرہ میں امام اعظم کے مذہب پر جرح ہے جن کے نزدیک اللہ اعظم کے الفاظ سے بھی افتتاح نماز ہوسکتا ہے۔ کیونکہ امام غزالی شافعی المذہب ہیں۔ مترجم

۲ اس میں علم جو محض کسی چیز کی ذات پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا جاتا ہے یہ ضرور نہیں کہ وہ کسی صفت کے معنی پر بھی دال ہو جیسے زید، عمر، بکر وغیرہ اس لئے اسمائے اعلام غیر مشتق بلکہ جامد الفاظ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ہالک وباطل سمجھے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے سمجھایا۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا، عرب کی شاعری میں سب سے زیادہ سچا شعر لبید کا ہے۔ ع

"الا کل شی ما خلا اللہ باطل"

یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے سوا تمام موجودات فانی ہیں۔

(۲) الرحمٰن

(نہایت رحم والا)

(۳) الرحیم

(بہت مہربان)

یہ دونوں اسم رحمت سے مشتق ہیں۔ اور رحمت مرحوم کی مستدعی ہے۔ اور جو مرحوم ہوگا وہ محتاج ہوگا اور اگر کسی سے کسی محتاج کی حاجت بلا ارادہ وقصد پوری ہو جائے تو اس کو رحیم نہ کہیں گے۔ اور جو کوئی اس کی حاجت پوری کرنے کا ارادہ تو کرے مگر پوری نہ کرے تو اگر وہ اس کے پورا کرنے پر قادر تھا۔ تو رحیم نہیں کہلائے گا کیونکہ اگر اس کا ارادہ کامل ہوتا تو اسے پورا کر دکھاتا اور اگر اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو تو اس کو اس کی رقت قلب کے لحاظ سے رحیم کہیں گے لیکن وہ ناقص رحیم ہے۔

''رحمت تامہ'' یہ ہے کہ محتاجوں سے بھلائی کی جائے اور ان کے حال پر توجہ مبذول رکھتے ہوئے ان کے حق میں نیکی کا ارادہ کیا جائے۔

''رحمت عامہ'' یہ ہے کہ مستحق وغیر مستحق سب کو شامل ہو۔

اللہ کی رحمت تامہ بھی ہے اور عامہ بھی اس کی رحمت کا تامہ ہونا تو اس حیثیت سے ہے کہ وہ محتاجوں کی حاجت روائی کا ارادہ بھی کرتا ہے اور اس کو پورا بھی کر دیتا ہے۔ اور اس کا عامہ ہونا اس حیثیت سے ہے کہ وہ مستحق اور غیر مستحق سب کو شامل ہے۔ اور دنیا وآخرت میں عام ہے اور ضرورت وحاجات اور ان سے زائد امور پر مشتمل ہے غرض کہ وہ رحیم مطلق وبرحق ہے۔

نکتہ: رحمت کے لئے ایک ایسی پر درد رقت لازم ہے جو رحیم کو محسوس ہو اور اسے محتاج کی حاجت پورا کرنے پر اکساتی ہو اور اللہ تعالیٰ اس (تاثر وانفعال) سے پاک ہے شاید تم

Marfat.com

خیال کرو کہ یہ رحمت کے معنی میں نقص ہے سو واضح ہو کہ یہ امر رحمت کے معنی کے لئے نقصان نہیں بلکہ کمال ہے۔

نقصان اس لئے نہیں ہے کہ کمال رحمت کمال ثمرہ پر موقوف ہے۔ اور جب کسی محتاج کی حاجت کو بکمالہا پورا کر دیا جائے تو محتاج کو راحم کے درد دل سے کوئی خاص نفع نہیں ملتا۔ راحم کا درد دل اس کے ضعف قلب اور کمزوری نفس کے باعث ہوتا ہے اور یہ ضعف محتاج کے مدعا میں کوئی اضافہ نہیں کر دیتا جبکہ اس کی حاجت پوری طرح مہیا ہو چکی ہو۔

کمال اس لئے ہے کہ جو رحیم رقت اور درد دل کے باعث رحم کر رہا ہے ممکن ہے اس کا فعل اپنے نفس سے رقت دور کرنے کی غرض سے ہو۔

تو اس کا یہ معنی ہوگا کہ اپنے نفس کی رعایت کی اور نفس ہی کی غرض کے لئے سعی کی اور یہ امر کمال رحمت کے لئے نقص ہے کمال رحمت یہ ہے کہ راحم کی نظر مرحوم کی طرف مرحوم کی خاطر ہو۔ نہ کہ خود رقت کے درد سے آرام پانے کی غرض سے۔

فائدہ: الرحمٰن بنسبت الرحیم کے خاص ہے اسی لئے اللہ کے سوا اور کسی کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ اور رحیم کا غیر اللہ پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے پس اس وجہ سے وہ اسم اللہ کے قریب ہے اور علم کا کام دے رہا ہے اگرچہ وہ رحمت سے مشتق ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں اسموں کو اس آیت میں جمع فرمایا ہے کہ "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما تدعو فلہ الاسماء الحسنیٰ" (یعنی کہہ دو اے محمد ﷺ کہ خواہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جس کو پکارتے ہو (پکارو) بہر صورت یہ اسی کے نام اچھے ہیں)۔

پس اس وجہ سے بھی اور ہمارے اس بیان سے بھی کہ خدا کے شمار کردہ اسماء میں ترادف نہیں ہے لازم آتا ہے کہ ان دونوں اسموں کے معنوں میں فرق کیا جائے چنانچہ مناسب یہ ہے کہ رحمٰن سے ایک خاص رحمت مفہوم ہو۔ جو بندوں کی مقدورات سے بالکل بعید ہو۔ اور یہ وہ جو سعادت اخرویہ سے تعلق رکھتی ہے پس رحمٰن وہ ہے جو بندوں پر مہربانی کرتا ہے۔ اول تو ان کو پیدا کر کے۔ دوم ان کو ایمان اور اسباب سعادت کی طرف ہدایت کر کے۔ سوم آخرت میں انکی بہتری کے سامان کر کے۔ چہارم ان کو اپنے دیدار سے بہرہ ور کر کے۔

تنبیہ: اسم رحمٰن سے بندہ کا خاص حصہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے غافل بندوں پر رحم کر کے ان کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے نرمی کے ساتھ غفلت کے راستے سے پھیر کر خدا کی راہ دکھائے اور نافرمان لوگوں کو رحمت کی نظر سے دیکھے استحقار کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ اور جو برائی دنیا

Marfat.com

میں واقع ہو اس کو ایسا سمجھے کہ خود اسی کے نفس سے وقوع پذیر ہو رہی ہو۔

لہذا مقدور بھر اس کے ازالہ میں کوتاہی نہ کرے۔ محض اس عاصی کے حال پر ترس کھا کر کہ بیچارہ کہیں خدا کے غضب میں گرفتار نہ ہو جائے۔ اور اس کے قرب سے محروم نہ رہے۔

اسم رحیم سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ حسب وسعت بھوکے کا پیٹ بھرے اپنے پڑوس یا شہر میں فقیر کی حاجت پوری کرے۔ اور اس کی محتاجی دور کرے خواہ اپنے مال سے یا اپنے رسوخ و وجاہت کے ذریعہ سے یا اس کے لئے دوسرے سے سفارش کر کے۔ اگر ان ساری باتوں سے عاجز ہو تو ایسی شفقت و عنایت کے ساتھ دعا اور اظہار ہمدردی سے اس کا ہاتھ بٹائے کہ گویا اس کی تکلیف و مصیبت میں شریک ہے۔

سوال: شاید تم پوچھو کہ جب وہ رحیم بلکہ ارحم الراحمین ہے اور رحیم جب کسی کو مبتلاء یا مصیبت زدہ یا سزایاب، یا مریض پاتا ہے اور وہ اس کی حقیقت کو دور کرنے پر قادر ہوتا ہے تو فوراً دور کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ تو ہر بلا دور کرنے اور ہر محتاجی کے رفع کرنے اور ہر مرض کے شفا دینے اور ہر تکلیف کے نجات بخشنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور دنیا امراض، مصائب اور بلیات سے پر ہو رہی ہے جن کو بتمامہا رفع کر دینے پر وہ قادر ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس رحیم نے اپنے بندوں کو ان تکالیف و مصائب میں مبتلاء رہنے دیا ہے۔ اس کا:

جواب: یہ ہے کہ چھوٹے بچے کی ماں اس کے پچھنے لگوانے سے گریز کرتی ہے مگر عقل مند باپ اس کو بزور پچھنے لگوانے پر مجبور کرتا ہے نادان آدمی گمان کرتا ہے کہ رحیم ماں ہے باپ نہیں مگر دانا سمجھتا ہے کہ باپ کا اپنے بچے کو پچھنوں کی تکلیف دینا پوری رحمت اور اعلیٰ درجہ کی شفقت و عنایت ہے ماں تو ایک دوست نما دشمن ہے اس میں شک نہیں کہ تھوڑی تکلیف جو بہت سے آرام کی موجب ہو، وہ بری نہیں بلکہ غنیمت ہوتی ہے رحیم اپنے مرحوم کے حق میں بہر حال بھلائی چاہتا ہے۔ ہر برائی کے ضمن میں کوئی نہ کوئی بھلائی ضرور ہے اگر اس برائی کو رفع کر دیا جائے تو اس کے ضمن میں بھلائی بھی زائل ہو جائے گی جس سے وہ پہلے کی نسبت بڑی برائی بن جائے گی۔

چنانچہ گلے ہوئے ہاتھ کا کاٹا جانا بظاہر ایک برائی ہے۔ مگر اس کے ضمن میں ایک بہت بڑی بھلائی ہے۔ وہ کیا؟ بدن کی سلامتی اگر ہاتھ کاٹا نہ جائے تو سارے بدن کا ہلاک ہو جانا یقینی ہے۔ اس وقت یہ برائی بہت ہی بڑی ہوگی۔ غرض کہ ہاتھ کا کاٹا جانا سلامتی بدن کی غرض سے ایک ایسا شر ہے جو اپنے پہلو میں خیر لئے ہوئے ہے۔ لیکن کاٹنے والے کی اصلی مراد

Marfat.com

سلامتی بدن ہے جو ایک خالص بھلائی ہے پھر چونکہ یہ مراد ہاتھ کے کاٹنے ہی سے حاصل ہو سکتی تھی۔

لہذا اس نے ہاتھ کو کاٹنے کا ارادہ کیا تو چونکہ پہلے سلامتی مطلوب لذاتہا تھی اور پھر ہاتھ کاٹنا مطلوب بغیرہ لہذا یہ دونوں اس کے ارادہ کے تحت میں داخل ہیں مگر ایک مراد امر لذاتہ ہے اور دوسرا امر مراد بغیرہ۔

مراد لذاتہ کا درجہ، مراد بغیرہ سے مقدم ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "سبقت رحمتی غضبی" یعنی میری رحمت میرے غضب سے مقدم ہے۔

پس اس کا غضب شر کا ارادہ ہے اور اس کی رحمت خیر کا قصد ہے۔ لیکن خیر کا ارادہ محض خیر ہی کے لئے ہے اور شر کا ارادہ محض شر کے لئے نہیں ہے بلکہ اس خیر کی خاطر ہے جو اس کے ضمن میں ہے۔ الغرض خیر مقتضی بالذات ہے اور شر مقتضی بالعرض اور ہر امر مقدر ہو چکا ہے اور اس میں ہرگز کوئی بات منافی رحمت نہیں ہے۔

اب اگر تمہارے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ کیا کوئی ایسی شر ممکن نہیں ہے۔ جس کے تحت میں کوئی خیر نہ ہو یا تم خیال کرو کہ کیا اس خیر کا حاصل کرنا شر کے بغیر ممکن نہ تھا تو اپنی عقل کی کمزوری پر محمول کرو۔ یہ سمجھنا کہ فلاں شر کے ضمن میں کوئی خیر نہیں عقل کے بس کا نہیں ممکن ہے کہ ایسی صورت میں تمہاری کیفیت اس بچے کی سی ہو جو پچھنے لگوانا محض شر سمجھتا ہے یا اس نادان شخص کی سی جو قتل قصاص کو شر محض خیال کرتا ہے کیونکہ وہ صرف مقتول کی خصوصیت کو مدنظر رکھتا ہے جس کے حق میں بیشک وہ قتل شر محض ہے مگر وہ اس خیر عام کو نہیں دیکھتا کہ شر خاص کے ذریعہ سے خیر عام پر فائز ہونا خود خیر محض ہے خیر محض اور خیر محض کو کسی صورت میں ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔

دوسرے خیال کی نسبت بھی اب تم اپنی عقل کو ہی قاصر سمجھو اور وہ یہ کہ خیر کا حاصل کرنا شر کے بغیر بھی ممکن ہے کیونکہ یہ معنی بھی نہایت باریک و دقیق ہیں کسی محال و ممکن کا استحالہ و امکان صاف طور پر یا معمولی غور سے سمجھ میں نہیں آسکتا بلکہ اس کے لئے اعلیٰ درجہ کی موشگاف قوت فکریہ درکار ہے پھر بھی اکثر اہل فکر اس کے سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں ان دونوں باتوں میں تم اپنے ذہنوں تعقل کا قصور سمجھو۔

خدا کے ارحم الراحمین ہونے میں مطلق شک نہ کرو اور یقین رکھو کہ اس کی رحمت اسکے غضب پر مقدم ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو کوئی محض شر کے لئے شر کا قصد کرے خیر کے لئے

Marfat.com

نہ کرے وہ ہرگز رحیم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

اس بیان کے ضمن میں ہم سربستہ راز کا پتہ بتا گئے ہیں جس کو صاف صاف بیان کرنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے "فالكناية اولى من الصراحته" صاحب نظر ہوگا تو خود سمجھ جائے گا۔

لقد اسمعت لونا ديت حيا
ولكن لا حياةً لمن تنادي

یہ خطاب عام لوگوں سے تھا میرے دینی بھائی جن کی خاطر یہ کتاب لکھی گئی ہے ان لوگوں سے مستثنیٰ ہیں، وہ خدا کے راز سے آشناء اور اس قسم کی تنبیہات سے مستغنی ہیں۔

(۴) اَلْمَلِکُ

(بادشاہ)

ملک وہ ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر موجود سے مستغنی ہے اور ہر موجود اس کا محتاج ہے بلکہ کوئی چیز اپنی ذات میں صفات میں وجود میں بقا میں غرض کہ کسی بات میں اس سے مستغنی نہیں موجود کا وجود اس سے ہے یا اس کے ساتھ منسوب ہونے والی کسی دوسری شئے سے ہے اس کے سوا ہر چیز اپنی ذات و صفات میں اس کی مملوک ہے اور وہ ہر چیز سے مستغنی ہے الغرض ایسی ذات ملک مطلق ہے۔

تنبیہ: بندہ ملک مطلق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ہر چیز سے مستغنی نہیں ہے اگر باقی موجودات سے مستغنی ہے تو خدا کا ضرور ہمیشہ کے لئے محتاج ہے اور ہر چیز اس کی محتاج بھی نہیں بلکہ اکثر موجودات اس سے مستغنی ہیں جس صورت میں کہ وہ بعض سے تو نہیں بعض دیگر سے مستغنی ہو اس وقت وہ کسی نہ کسی حیثیت سے ملک کہلا سکتا ہے۔

الغرض بندوں میں سے ملک وہ ہے جس پر خدا کے سوا کسی کا تسلط نہ ہو بلکہ وہ خدا کے سوا سب سے مستغنی ہو اور وہ بعینہ اپنی سلطنت پر ایسا قابض ہو کہ اس کی فوج اور رعایہ اس کی اطاعت کا دم بھرتی ہوں۔

سچ پوچھو تو بندے کی خاص سلطنت اور اس کا قالب ہیں اور فوج اس کی شہوت اور غضب اور خواہشات ہیں اور اس کی رعیت اس کی زبان آنکھیں ہاتھ اور تمام جوارح ہیں جب وہ ان پر قابض ہو جاتا ہے اور وہ اس کے مطیع ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے عالم وجود میں بادشاہ

Marfat.com

بن جاتا ہے اگر اس کے ساتھ ہی وہ لوگوں سے بھی مستغنی ہو جائے اور لوگ اپنی فانی اور باقی زندگی میں اس کے محتاج ہوں تو وہ روئے زمین کا بادشاہ ہے اور یہ رتبہ انبیاء علیہ السلام کا ہے وہ ابدی زندگی کی ہدایت پا گئے ہیں خدا کے سوا کسی دوسرے کے محتاج نہیں ہیں اب دوسرے تمام لوگ ان کے محتاج ہیں۔

اس شاہی سلسلہ میں انبیاء علیہ السلام کے بعد علماء کا درجہ ہے جو انبیاء علیہ السلام کے وارث ہیں ان کی بادشاہی اسی قدر ہوتی ہے جس قدر وہ بندوں کو ہدایت کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور جس قدر طلب اور ہدایت میں لوگوں سے مستغنی ہوتے ہیں ان صفات کی بدولت بندہ فرشتوں سے جا ملتا ہے اور خدا کا قرب حاصل کر لیتا ہے یہ بادشاہی اس ملک برحق کی ہے جس کی بادشاہی میں مثل نظیر نہیں ہو سکتی بندے کے لئے بڑا عطیہ ہے کسی عارف کی یہ گفتگو کس قدر درست ہے جو اس نے ایک امیر کے ساتھ کی تھی۔

امیر مانگ جو چاہتا ہے۔

عارف تم کس برتے پر میرے معطی بننے کا دم مارتے ہو حالانکہ میرے دو غلام تمہارے آقا ہیں۔

امیر: "وہ کون"

عارف: حرص اور خواہش نفسانی، میں ان دونوں پر مسلط ہوں اور وہ دونوں تم پر مسلط ہوں، میں ان دونوں کا مالک و مختار ہوں، وہ دونوں تمہارے مالک ہیں۔

ایک شخص نے کسی بزرگ سے التماس کی کہ مجھے نصیحت کیجئے فرمایا "تم دنیا میں بادشاہ بنے رہو پھر آخرت میں بادشاہ ہو جاؤ گے" مطلب یہ تھا کہ تم دنیا کی حرص و خواہش چھوڑ دو کیونکہ آزادی اور استغنا ہی بادشاہی ہوتی ہے۔

(۵) اَلْقُدُّوْسُ

(تمام عیبوں سے پاک)

قُدُّوس کے معنی وہ ذات جو ان تمام اوصاف سے پاک ہے جن کو حس یا قوتِ خیال یا وہم یا عقل یا فکر، ادراک کر سکیں۔

قُدُّوس کی تعریف میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ذات جو عیوب و نقائص سے پاک ہے کیونکہ اس قسم کی تعریف ایک طرح سے ترک ادب ہے اس لئے اگر کہا جائے کہ حضور گونر دام

Marfat.com

اقبالہ، قوم کے جلا ہے نہیں ہیں، نہ نائی ہیں تو خلاف ادب سمجھا جاتا ہے وجہ یہ کہ کسی صفت کی نفی سے اس کے امکان کا وہم ہوتا ہے اور اس ایہام ہی میں نقص ہے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ قدوس کے معنی ہیں وہ ذات جو اوصاف کمال میں سے اس وصف سے بھی پاک ہے جو اکثر لوگوں کے ظن میں ہے کیونکہ وہ لوگ پہلے اپنے آپ میں غور کرتے ہیں۔ اپنی صفات کو پہچانتے ہیں اور ان کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں۔

ایک وہ جو ان کے حق میں کمال ہے۔ مثلاً ان کا اپنا علم، قدرت، سمع، بصر، کلام، ارادہ اختیار وغیرہ۔ اور ان کے معانی کے یہی نام رکھ لیتے ہیں۔ اور ان ناموں کو اسمائے کمال کہتے ہیں۔

دوم وہ جو ان کے لیے نقص ہیں مثلاً ان کا جہل، عجز، کور چشمی، بہرا پن، گونگا پن، وغیرہ پس ان معانی کے یہی نام رکھ لیتے ہیں وہ خدا کی زیادہ سے زیادہ تعریف یوں ہی کر سکتے ہیں کہ اس کو اپنے مذکورہ اوصاف کمال سے موصوف کریں اور اپنے مذکورہ نقص اس سے نفی کر دیں۔ حالانکہ وہ نہ صرف ان کے اوصاف نقص سے منزہ ہے بلکہ ان کے اوصاف کمال سے مبرّا ہے۔ بلکہ جو بڑی سے بڑی صفت مخلوق کے تصور میں آ سکتی ہے۔ وہ اس سے اور اس میں مشابہ و مماثل صفات سے پاک ہے۔ اگر ان صفات کی اطلاق کی اجازت نہ ہوتی تو ان میں سے اکثر کا اطلاق نہ درست ہوتا مقدمہ کی چوتھی فصل میں ہم یہ بات بخوبی سمجھا آئے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تنبیہ: بندہ کا قدس یہ ہے کہ اپنے ارادہ اور علم کو منزہ کرے علم کو متخیلات محسوسات موہومات سے اور ان تمام ادراکات سے جن میں بہائم شریک ہیں پاک کرے۔

بلکہ اس کی جولانی نظر اور تگاپوئے علم ان ازلی والٰہی امور کے لئے ہو۔ جو نہ قریب ہیں کہ حس کے ساتھ محسوس ہوں نہ بعید ہیں کہ حس سے غائب ہوں۔ بلکہ وہ فی نفسہ محسوسات اور متخیلات سے پاک ہو جاتا ہے اور علوم سے اس طرح مستفید رہتا ہے کہ اگر اس کی حس و تخیل کا آلہ مفقود بھی ہو جائے تو پھر بھی وہ ان علوم شریفہ وکلیہ والٰہیہ سے سیراب ہوتا رہتا ہے جو ازلی وابدی معلومات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان شخصی حیثیات سے جدا ہیں جو سدا متغیر و مستحیل ہوتی رہتی ہیں۔

اپنے ارادہ کو انسانی لذات کے ساتھ تعلق رکھنے سے پاک کرے جو شہوت اور غضب کی مقتضیات اور خوراک، جماع، لباس، نظارہ، کی لذائذ کہلاتی ہیں۔ اور ان لذتوں سے بھی

Marfat.com

پاک کرے جو صرف حس اور قلب کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ غرضکہ خدا کے سوا کوئی اس کے ارادہ کا مطمح نظر نہ ہو۔ خدا کی ذات کے سوا کسی چیز میں اس کو لذت نہ ملتی ہو۔ خدا کے دیدار کے سوا کسی چیز کا اس کو شوق نہ ہو۔ خدا کے قرب کے سوا کسی چیز سے اس کو مسرت نہ ہوتی ہو اگر اس کی بجائے اس کو جنت اور اس کی تمام نعمتیں بھی دلائی جائیں، تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ اور گھر والے کو چھوڑ کر خالی گھر پر کبھی راضی نہ ہو۔

الغرض حسی وخیالی ادراکات میں تو بہائم بھی اس کے شریک ہیں لہٰذا اس کو چاہیے کہ اس رتبہ کو چھوڑ کر اس درجہ پر ترقی کرے جو انسان سے مخصوص ہے بشری شہوانی لذات میں بھی بہائم مقابلہ کرتے ہیں لہٰذا ان کو ترک کر دینا چاہیے۔

خلاصہ کلام یہ کہ صاحب ارادہ کی عظمت اس کی مراد کی عظمت کے موافق ہے۔

"فمن همته مايدخل في بطنه فقيمته مايخرج منه" چنانچہ جس شخص کا منتہائے ہمت وہی ہے جو پیٹ میں ٹھوس لیا۔ تو اس کی قیمت بھی وہی ہو گی جو اس سے نکلتا ہے۔

اور جس شخص کا منتہائے ہمت خدا کے سوا کوئی نہ ہو تو اس کا درجہ بھی جسب ہمت ہے جس شخص کا علم محسوسات وتخیلات کے درجہ سے ترقی کر گیا اور ارادہ مقتضائے شہوات سے پاک ہو گیا وہ بارگاہ قدس میں باریاب ہوا۔

(۶) اَلسَّلَامُ

(تمام نقصانات سے محفوظ)

سلام وہ ہے جس کی ذات عیب سے، اور صفات نقص سے، اور افعال شر سے، محفوظ ہے اور جب ایسا ہے تو جو نسی بھی سلامتی موجود ہے۔ وہ اس کے ساتھ منسوب یا اس سے صادر شدہ ہے۔ اور تم اوپر یہ بات بخوبی سمجھ آئے ہو کہ خدائے تعالیٰ کے افعال شر سے محفوظ ہیں یعنی اس شر مطلق سے لذاتہ مراد ہو اور اس کے ضمن میں کوئی خیر اس سے بڑھ کر نہ ہو۔ اور کوئی شر اس قسم کی موجود نہیں ہے۔ "کما سبق الایماء الیه"۔

تنبیہ جس بندہ کا دل بدظنی، کینہ، حسد، اور ارادہ شر سے محفوظ رہے اور اس کے اعضاء معصیات ومنہیات سے سلامت ہیں اور اس کے صفات کجی اور برگشتگی سے بچے رہیں وہ صحیح وسالم دل کے ساتھ خدا کو ملے گا اور یہ وہ بندہ ہے جو السلام کے خطاب کا مستحق اور اپنی

Marfat.com

صفات کے لحاظ سے اس السلام حقیقی کے اوصاف سے قریب ہے جس کی صفات کی مثل و نظیر نہیں ہو سکتی۔

صفات کی کجی سے ہماری یہ مراد تھی کہ عقل غضب و شہوت کے پنجہ میں گرفتار ہو ۔کیونکہ حق تو یہ تھا کہ اس کے برعکس ہوتا۔یعنی شہوت و غضب دونوں عقل کے قابو میں ہوتے جب حالت اس کے برعکس ہوئی تو کجی و برگشتگی لازم تھی جب بادشاہ رعیت بن جائے اور مالک غلام ہو جائے تو سلامتی کیسی؟

سلام سے وہ شخص متصف ہو سکتا ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے لوگ سلامت ہوں اور جو شخص خود اپنے آپ سے سلامت نہیں ہے وہ اس خطاب کا کیونکر مستحق ہو سکتا ہے۔

(۷) اَلْمُؤْمِنُ

(اپنے وعدہ میں سچا یا اپنے عذاب سے امن دینے والا)

مؤمن سے مراد وہ ذات ہے جو اسباب امن مہیا کرنے اور خوف و خطر کی راہیں بند کرنے والا ہو اور اسی لیے امن و امان اس سے منسوب کیا جائے۔

امن، خوف ہی کے مقام میں متصور ہو سکتا ہے اور خوف ہمیشہ ہلاکت یا نقصان کے احتمال سے ہوتا ہے اور مومن مطلق وہ ذات ہے کہ جس قدر امن و امان تصور میں آ سکتا ہے وہ اسی سے مستفاد ہو۔وہ ذات پاک اللہ تعالیٰ ہے۔

اندھا، چونکہ کچھ نہیں دیکھ سکتا۔اس لئے وہ ہلاکت کے پیش آ جانے سے ڈرتا ہے۔ ثابت ہوا کہ اس کی آنکھیں ہلاکت سے امن دلاتی ہیں۔کٹے ہوئے ہاتھوں والا بھی کسی ایسی آفت سے غیر مطمئن ہے جس کا دفعیہ ہاتھوں سے ہو سکتا ہے پس سالم ہاتھ بھی آفت سے امن دلانے والا ہوا۔علیٰ ھذا تمام حواس اور اعضائے بدن اور المؤمن ان سب اعضاء کا خالق اور نقش بنانے والا مکمل کرنے والا اور طاقت بخشنے والا ہے۔

فرض کرو ایک کمزور آدمی دشمنوں سے بچنے کے لئے مارا مارا پھر رہا ہے۔سخت مشکل میں گھر گیا ہے ہاتھ پاؤں میں سکت نہیں رہی ہے اگر سکت ہے تو پاس کوئی ہتھیار نہیں اگر ہتھیار ہے تو اکیلا دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔اگر اس کے پاس فوج ہے تو اس کے شکست پانے کا اندیشہ ہے، کوئی قلعہ بھی نہیں کہ اس میں پناہ گزیں ہو بیٹھے ایسی حالت میں اس کو ایک ایسا مددگار مل جاتا ہے۔جو اس کی کمزور طاقت میں جان ڈال دیتا ہے اپنی غیبی فوج اور اسلحہ سے اس کی مدد کرتا ہے۔اور اس کے ارد گرد ایک قلعہ بنا کھڑا کرتا ہے۔یہ مددگار جس نے اسکو پورا امن و امان

Marfat.com

بخشتا ہے فی الواقع المومن کہلانے کا مستحق ہے۔

بندہ اپنی اصل فطرت میں کمزور ہے اور اس کے باطن کو دیکھو تو امراض اور بھوک پیاس وغیرہ آفات اس میں بھری پڑی ہیں ظاہر دیکھو تو وہ آگ میں جل جانے پانی میں ڈوب جانے اور زخم اور چوٹ وغیرہ آفات کا نشانہ بنا ہوا ہے اس کو ان تمام آفتوں سے بچانے والی وہی ذات پاک ہے جس نے مرض کو دور کرنے کے لئے دوائیں اور بھوک اور پیاس کو رفع کرنے کے لئے کھانے پینے کی چیزیں بنائی ہیں۔ اور اعضاء دیے ہیں تاکہ بدنی نقصان پہنچانے والی چیزوں کو دفع کریں۔

حواس عطا کیے ہیں، تاکہ کسی آنے والے خطرہ کی اطلاع دیتے رہیں سب سے بڑا خوف آفت کی ہلاکت کا ہے۔ اور اس سے صرف کلمہ توحید نجات دلاتا ہے۔ اس کی طرف بھی اللہ ہی ہدایت بخشتا ہے۔

چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ لا الہ الا اللہ حصنی فمن دخل حصنی فقد امن من عذابی، یعنی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو شخص میرے قلعہ میں آ جاتا ہے اس کو عذاب کا کوئی اندیشہ نہیں۔

غرض کہ دنیا میں ہر قسم کا امن اسباب سے وابستہ ہے جن کو خاص وہی مہیہ کرتا ہے وہی ان کو کام میں لانے کی توفیق دیتا ہے۔ ''فھو الذی اعطی کل شیء خلقہ ثم ھدی'' ''اس ذات پاک نے ہر چیز کو اس کی فطرت عطا کر کے اس پر چلنے کی ہدایت کی'' پس وہی مومن مطلق و برحق ہے۔

تنبیہ: اس وصف سے بندہ کا یہ حصہ ہے کہ تمام مخلوق کو اسکی طرف سے امن ہو بلکہ ہر خوف زدہ شخص دینی و دنیوی خطرات کے دفعیہ میں اس کی امداد کا امیدوار ہو۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیامن جارہٗ بوائقہ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کا ہمسایہ اس کے ظلموں سے محفوظ ہونا چاہیے۔

مؤمن کے نام کا زیادہ مستحق شخص وہ ہے جو لوگوں کو راہ نجات دکھا کر۔ اور طریق خدا سمجھا کر عذاب الٰہی سے امن دلائے اور یہ انبیاء و اولیاء کا منصب ہے۔

اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''انکم تتھافتون فی النار تھافت الفراش وانا اخذ کم بحجز کم''، یعنی تم دوزخ میں پروانوں کی طرح گرو گے اور میں تم کو تمہارے

Marfat.com

اطراف بدن سے (پکڑ کر) تھاموں گا۔

سوال: شاید تم کہو کہ ہر خوف درحقیقت اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس خدا کے سوا کوئی چیز خوف دلانے والی نہیں ہے۔ وہی ہے جو بندوں کو ڈراتا ہے۔ وہی ہے جس نے ڈر کے اسباب بنائے ہیں۔

تو اس کی طرف امن کو کیونکر منسوب کیا جائے؟

جواب: یہ ہے کہ خوف بھی اسی کی طرف سے ہے امن بھی اسی کی طرف سے ہے وہی خوف وامن کا سبب پیدا کرنے والا ہے اور اس کا مخوف ہونا اس کے مؤمن ہونے کا مانع نہیں ہے جس طرح اس کا مذل ہونا اس کے معز ہونے کا مانع نہیں ہے بلکہ وہی معز ہے وہی مذل بھی ہے اور اس کا خافض ہونا اس کے رافع ہونے کا مانع نہیں ہے۔

بلکہ وہی خافض بھی ہے رافع بھی۔ اسی طرح وہ مومن (امن دینے والا) بھی ہے۔ اور مخوف (ڈرانے والا) بھی لیکن مومن اس کا اسم مقرر ہے مخوف نہیں۔

(۸) اَلْمُهَیْمِنُ

(نگہبان یا گواہ)

اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے عملوں رزقوں اور عمروں کا انصرام کر رہا ہے اس کا انصرام اپنی اطلاع اور غلبہ اور حفظ کے ساتھ ہے جو کوئی کسی امر کے تمام حالات سے واقف۔ اس پر قابض اور اس کا حافظ ہو۔ وہ اس کا مھیمن کہلاتا ہے۔

حالات کی واقفیت کا مطلب علم ہے قبضہ کمال قدرت کا نتیجہ ہے۔ اور حفظ عقل کی طرف راجع ہوتا ہے۔ جس میں یہ تینوں معنی جمع ہوں۔ وہ مھیمن ہے۔

یہ تینوں مطلقاً اور کامل طور پر صرف خداوند تعالیٰ میں جمع ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کو کتب قدیم میں خدا نام لکھا ہے۔

تنبیہ: جو شخص لگاتار اپنی اخلاقی حالت کے متعلق غور کرتا رہے یہاں تک کہ اس کے تمام نشیب و فراز اور اضطرار سے واقف ہو جائے اور ساتھ ہی اپنے دل کے احوال و اوصاف کو درست رکھنے پر قادر ہو جائے۔ اور ہمیشہ ان کی درست حالت قائم رکھنے میں مصروف رہے۔ وہ اپنے دل کا مھیمن ہے اور اس کی واقفیت اور قدرت اور حفظ کا دائرہ وسیع ہو گیا یہاں تک کہ وہ دوسرے بندوں کے باطنی اسرار سے فراست استدلال کے ذریعہ سے

Marfat.com

واقف ہو کر ان کو راہ راست پر قائم رکھنے کے لئے کمر بستہ ہو جائے تو اس معنی سے ان کا حصہ اس سے اور بھی زیادہ اور مکمل ہوگا۔

(۹) اَلْعَزِیْزُ

(غالب، قوی، قاہر)

عزیز کے معنی وہ عالی قدر شے جس کی مثل شاذ و نادر مل سکتی ہو جس کی از حد حاجت ہو۔ اور جس کا حاصل ہونا بھی مشکل ہو کسی شے میں جب تک یہ تینوں معانی جمع نہ ہوں۔ اس پر اسم عزیز کا اطلاق نہیں ہو سکتا بہت سی اشیاء ایسی ہیں کہ ان کی نظیر تو کم ملتی ہے۔ لیکن چونکہ نہ ان کی شان بڑی ہے اور نہ ان سے چنداں زیادہ نفع ملتا ہے اس لئے وہ عزیز نہیں کہلاتیں بہت سی چیزیں ایسی بھی ہیں کہ ان کی شان بھی بڑی ہے فائدہ بھی ان سے بہت ہے اور ان کی نظیر بھی کوئی نہیں لیکن چونکہ ان کا حصول چنداں دشوار نہیں ہے۔ اس لئے ان کو عزیز نہیں کہا جاتا۔

مثلاً سورج اور زمین جن کی کوئی نظیر نہیں ہے، اور دونوں سے اپنی اپنی جگہ نفع بھی بہت ملتا ہے۔

اور ان کی حاجت بھی اشد ہے لیکن ان کو عزیز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان کو دیکھنا کوئی مشکل بات نہیں ہے غرض عزیز ہونے کے لئے ان تینوں اوصاف کا جمع ہونا لازم ہے۔

ان تینوں معنوں میں کمال و نقصان کے مراتب بھی پائے جاتے ہیں۔ عزیز کی قلت وجود کا کمال یہ ہے کہ وہ صرف ایک ہو۔ کیونکہ ایک سے کم عدد کوئی نہیں ہو سکتا اور اس کی مثل کا وجود محال ہو۔

ایسی ذات خدا ہی کی ہے کیونکہ مثلاً سورج اگرچہ وجود میں ایک ہی ہے لیکن امکان میں ایک نہیں ہے۔ اس کی مثل کا وجود بھی ممکن ہے۔

عزیز کی شدت حاجت کا کمال یہ ہے کہ ہر چیز ہر بات میں اس کی محتاج ہو یہاں تک کہ اپنے وجود و بقا اور صفات میں بھی یہ کمال صرف خدائے تعالیٰ میں ہے۔ اور اس میں کوئی شے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

دشوار حصول ہونے کا کمال یہ ہے کہ تمام مخلوق اپنی استدلالی نظر اور قیاسی رائے کے ساتھ اس کی ذات و صفات کا پورا پورا پتہ لگانے سے بالکل عاجز ہو۔

Marfat.com

یہ بات بھی خدا ہی سے خاص ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ "خدا کی باتیں خدا ہی جانے"۔

الغرض وہ ایسا عزیز مطلق و برحق ہے کہ اس کی صفت میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا

تنبیہ: بندوں میں سے عزیز وہ ہے کہ بندگان خدا اپنی حیات اخروی اور سعادت ابدی کے لئے اس کے محتاج ہوں۔

ایسا رتبہ بلاشبہ بہت کم لوگوں کو میسر ہوتا ہے۔ یہ رتبہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم کا ہے پھر ان کے بعد عزت میں مشارک وہ لوگ ہیں جو ان کے قرب زمانہ سے ممتاز ہیں جیسے خلفائے راشدین اور انبیاء علیہ السلام کے وارث یعنی علمائے کرام۔

(۱۰) اَلْجَبَّارُ

(بڑے دباؤ والا)

جبار وہ ہے جو ہر شخص پر بطور جبر اپنا حکم جاری کرے۔ اور اس پر کسی کا حکم جاری نہ ہو سکتا ہو۔ اور جس کے قبضہ قدرت سے کوئی نہ نکل سکے اور اس کی بارگاہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے ساری ہمتیں پست ہوں تو جبار مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ وہ ہر ایک کو مجبور کر سکتا ہے اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا اور ان دونوں باتوں میں اس کی مثل کوئی نہیں ہے۔

تنبیہ: بندوں میں سے جبار وہ ہے کہ اتباع کے درجہ سے ترقی کر کے دوسروں کو اپنا تابع بنائے۔ اور سب سے بڑا رتبہ حاصل کرے۔ حتیٰ کہ لوگوں کو اپنی ہیئت وصورت سے اپنی عادت وسیرت کے مطابق چلنے پر مجبور کرے غرض وہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور خود چنداں فائدہ نہ اٹھائے لوگوں کا فائدہ مقدم سمجھے۔ اپنے فائدے کی حرص نہ کرے۔ لوگوں کو اپنا مطیع بنائے خود کسی کی اطاعت نہ کرے جو شخص اس کی زیارت کرے وہ اس کے دیدار میں ایسا محو ہو کہ اپنے آپ کو بھول جائے اس کا ایسا شوق ہو کہ خود اپنی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے۔ اور کوئی شخص اس کو دھوکا دینے اور اپنا تابع بنانے کی جرأت نہ کر سکے، اس وصف سے خاص سید البشر ﷺ بہرہ ور ہوئے ہیں چنانچہ فرمایا "لو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی وانا سید ولد ادم ولا فخر" یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو میرے ہوئے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

اور میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور میرے لئے یہ بات باعث فخر نہیں۔

Marfat.com

(۱۱) اَلْمُتَکَبِّرُ

(عظمت و بزرگی والا)

متکبر وہ ہے جو اپنے مقابلہ میں سب کو حقیر سمجھتا ہو اور بزرگی و عظمت کا حقدار صرف اپنے آپ کو جانتا ہو۔ اس لئے دوسروں کو غلاموں کی حیثیت سے دیکھتا ہو اگر یہ بات صحیح ہو تو وہ تکبر حق، اور اس کا فاعل متکبر برحق ہوگا۔ اور یہ بات علی الاطلاق خاص خدا کے لئے متصور ہے۔

اگر وہ تکبر اور استعظام باطل ہو اور اس متکبر کو فی الحقیقت امتیازی عظمت جو اس کے زعم میں ہے حاصل نہ ہو۔

تو اس کا تکبر بے جا اور مذموم ہوگا۔ خدا کے سوا جو شخص خاص اپنے آپ کو عظمت و بزرگی کا مستحق قرار دے اس کا قیاس غلط اور اس کی نظر باطل ہے۔

تنبیہ: بندوں میں سے متکبر وہ زاہد ہے جو عارف بھی ہو۔

عارف کے زاہد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں سے جو چیز اس کے دل کو اپنی طرف کھینچتی ہو وہ اس سے کنارہ کش ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا باقی ہر چیز سے اپنے آپ کو بڑا سمجھے اس لئے وہ دنیا و آخرت سب کو حقیر سمجھے گا اور ان کو خدا کی یاد میں خلل انداز ہونے کے باعث اپنی نظروں سے گرا دے گا غیر عارف کا زہد ایک قسم کا معاملہ اور معارضہ ہے۔

کیونکہ وہ متاع دنیا کے عوض میں متاع آخرت کی خریدار کرتا ہے۔ ایک چند روزہ چیز سے اس لئے دست بردار ہوتا ہے کہ اس کے عوض میں دائمی نعمت کئی گناہ حاصل کرے۔

یہ بیع سلم نہیں تو اور کیا ہے۔ جس شخص کو نعمتیں کھانے اور عیش منانے کی خواہش اپنا غلام بنائے ہوئے ہو وہ حقیر ہے۔

متکبر وہی شخص ہے جو ہر نفسانی خواہش کو اس خیال سے حقیر سمجھتا ہو کہ ان میں چوپائے بھی شریک ہیں۔

Marfat.com

(۱۲) اَلْخَالِقُ

(ہر چیز کا پیدا کرنے والا)

(۱۳) اَلْبَارِئُ

(ہر چیز کا موجد)

(۱۴) اَلْمُصَوِّرُ

(مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا)

لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ اسماء مترادف ہیں اور اور ہر اسم کے معنی، اسم کے معنی ہیں پیدا کرنا اور اختراع کرنا ہیں۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ پہلے تقدیر کی محتاج ہے پھر تقدیر کے موافق ایجاد کی اس کے بعد تصویر کی اور اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے کہ وہ ایک شئے کی تقدیر کرتا ہے۔ اس کا خالق ہے اور اس حیثیت سے اس کا اختراع کرتا ہے اس کا باری اور اس حیثیت سے کہ وہ مخترعات کی صورتوں کو باہم عمدہ ترتیب دیتا ہے مصور ہے مثلاً ایک عمارت کا بنانا منظور ہو تو پہلے کام انجینیر کا ہوگا جو اس عمارت کی نوعیت وصورت تجویز کر کے ایک نقشہ تیار کرتا ہے اور اس پر اینٹ پتھر چونا لکڑی وغیرہ صرف ہونے والے مسالے کی مقدار کا اندازہ لگا کر اس کے اخراجات کا تخمینہ کرتا ہے۔

اس کے بعد تعمیر کا کام شروع ہوتا ہے۔ جو اس نقشے کے موافق عمارت کی بنیاد ڈالتا ہے اور مسالے کی تجویز کردہ مقدار کے اندر اندر پوری عمارت بنا کھڑی کرتا ہے ابھی تک وہ عمارت غیر مکمل اور ناقابل سکونت ہوتی ہے کہ ایک تیسرے صناع یعنی مصور کے ہاتھ سے وہ ایک شاندار قصر اور شاہی ایوان بن جاتی ہے۔

یہ تو انسانی کاموں کی مثال تھی خدا کا کام اس سے برتر ہے وہ خود ہی اندازہ قائم کرتا ہے خود ہی بناتا ہے، اور خود ہی اس کی ظاہری صورت کو آراستہ کرتا ہے، یا یوں کہو کہ وہی خالق ہے، وہی باری، اور وہی مصور ہے۔

مثال کے طور پر انسان کو لو جو اس کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اس وجود کے

Marfat.com

لئے سب سے پہلے ایک مجسمہ ضروری تھا جس کو انسانی صفات سے متصف کیا یہ مجسمہ مٹی اور پانی دونوں کی ترکیب سے تیار ہونا ضروری تھا کیونکہ صرف مٹی ایک خشک اور ٹھوس چیز ہے۔ جس میں نرمی اور لچک نہیں ہے اور صرف پانی ایک تر اور سیال شئے ہے جو قائم اور متماسک نہیں ہے، لہٰذا ان دونوں خشک اور تر چیزوں کا مرکب اور معتدل مادہ اس مجسمے کے لئے مناسب تھا اس کے بعد آگ کا جز بھی ان میں شامل ہونا تھا جس سے مٹی اور پانی کا قوام مستحکم ہو جائے اس کے بعد ضروری تھا کہ اس پانی مٹی کی خاص مقدار متعین ہو کیونکہ اگر تھوڑی سی مقدار ہو جائے تو اس مجسمہ سے انسانی افعال سرزد نہیں ہو سکتے اور ضعف و ہلاکت سے اس کا وہی حال ہو جو کیڑے مکوڑے کا ہوتا ہے اتنی بڑی مقدار بھی فضول تھی کی یہ مجسمہ پہاڑوں اور ٹیلوں کے برابر بن جاتا کیونکہ اتنے بڑے قد اور جسامت کی کوئی حاجت نہ تھی۔ یہ ساری باتیں اندازہ اور تجویز ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں تقدیر کہتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ ان امور کی تقدیر اور تقدیر کے موافق ایجاد کرنے کے لحاظ سے خالق ہے اور محض ایجاد کرنے اور عدم سے وجود میں لانے کے لحاظ سے باری ہے محض ایجاد اور چیز ہے۔ ایجاد کرنے اور عدم سے وجود میں لانے کے لحاظ سے باری ہے۔ محض ایجاد اور چیز ہے۔ اور ایجاد بوفق تقدیر اور چیز۔

اسم مصور خدا پر اس حیثیت سے صادق آتا ہے کہ اس نے تمام اشیاء کی صورتوں کو نہایت خوبی سے مرتب کیا ہے۔ اور ان کو اچھی صورت پر بنایا ہے۔ اور یہ اوصاف فعل سے ہے اس کی حقیقت وہی شخص جان سکتا ہے۔ جو تمام عالم صورت کو پہلے بالا جمال اور پھر بالتفصیل جانتا ہو کیونکہ تمام عالم ایک شخص کا حکم رکھتا ہے جو باہم ایک دوسرے کو کسی غرض مطلوب پر مدد دینے والے اعضاء سے مرکب ہو اس کے اعضاء و اجزاء آسمان اور ستارے اور زمین اور ان کے مابین کی اشیاء مثلاً پانی ہوا وغیرہ ہیں اس کے اجزاء ایسی محکم ترتیب سے مرتب ہیں کہ اگر اس ترتیب میں تغیر آجائے تو نظام میں خلل آجائے اس لئے جو جز اوپر رہنا چاہیے وہ بالائی سمت سے مخصوص ہے اور جو نیچے ہونا مناسب ہے وہ زیریں سمت سے خاص ہے جیسے کہ معمار دیواروں کی بنیاد میں پتھر اور ان کے بالائی حصے پر لکڑی رکھتا ہے نہ اتفاقاً بلکہ اس کے نزدیک یہ ترتیب مکان کی مضبوطی کے لئے ضروریات سے ہے اگر اس ترتیب کے خلاف پتھر کو اوپر اور لکڑی کو نیچے رکھا جائے تو عمارت ضرور منہدم ہو جاتی اور بنیاد ہرگز قائم نہ ہو سکتی اس پر ہم کرہ ارض و کرہ وغیرہ کا نیچے ہونا اور ستاروں کا اوپر ہونا قیاس کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

اگر تھوڑے سے جزء عالم کا ذکر اور ان کی ترتیب کی حکمت بیان کرنے لگیں تو ایک دفتر ہو جائے گا اس تفصیل کا جتنا کسی کو علم ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ مصور کے معنی سے واقف ہوگا یہ ترتیب و تصویر اجزائے عالم میں سے ہر جزء میں موجود ہے اگر چہ وہ چھوٹا ہی سا ہو یہاں تک کہ چیونٹی اور کیڑے میں بلکہ چیونٹی اور کیڑے کے ہر عضو میں موجود ہے ہر ایک جاندار کا ایک چھوٹا سا عضو آنکھ ہے اگر اس کی صورت کی تفصیل لکھیں کلام ختم نہ ہوگا، جو شخص آنکھ کے طبقات ان کی ہیئت شکل مقدار، رنگ اور ان کی وجہ حکمت سے واقف نہیں وہ ان کی صورت سے واقف نہیں اور نہ ان کے مصور سے واقف ہے صرف نام ہی نام جانتا ہے یہی حال ہر حیوان و نبات کی صورت بلکہ ان کے ہر جزء کی صورت کا کام ہے۔

تنبیہ: اسم مصور سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ اس کے نفس میں تمام وجود کی صورت بہ ترتیبہ حاصل ہو حتیٰ کہ وہ تمام ہیئت عالم کو محیط ہو گویا کہ تمام عالم اس کے زیر نظر ہے پھر تمام پر تفصیلی غور کرے چنانچہ انسانی صورت کے بدن و اعضائے جسمانی کا حال معلوم کرے ان کے انواع و عدد ترکیب اور انسان کی آفرینش و ترکیب کی حکمت کو سمجھے پھر اس کی مصنوعی صفات اور معانی شریفہ کو معلوم کرے جن سے اس کے ادراکات اور ارادے وابستہ ہیں اور اسی طرح حیوانات اور نباتات کی صورتوں کو اپنے مقدور بھر ظاہر و باطن سے ملاحظہ کرے یہاں تک کہ تمام اشیاء کا نقش اور صورت اس کے ذہن میں منقش ہو جائے۔

یہ حال تو صور جسمانیہ کی معرفت کا تھا اور یہ سلسلہ روحانیت کی ترتیب کی بہ نسبت بہت مختصر ہے جن میں ملائکہ اور ان کے مراتب اور ان کے مقررہ تصرفات کی معرفت داخل ہے ملائکہ کے یہ تصرفات وہ ہیں جو وہ آسمانوں اور ستاروں میں کرتے ہیں پھر قلوب بشریہ میں ہدایت و ارشاد کا تصرف کرتے ہیں اور حیوانات میں ان کو اپنی حاجات کا احساس دلانے کا تصرف کرتے ہیں۔

غرض کہ اس اسم سے بندہ کا یہ حصہ ہے کہ وہ صور علمیہ کا جو صور وجودیہ کے مطابق ہوں اکتساب کرے کیونکہ علم اس صورت میں منقش فی النفس کا نام ہے جو صورت معلوم کے مطابق ہو اور صور کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم صور کے اعیان میں موجود ہونے کا سبب ہے اور وہ صور جو اعیان میں موجود ہو وہ انسان کے دل میں صور علمیہ کے حاصل ہونے کا سبب ہیں اور اس طرح بندہ خدا کے اسماء میں سے اسم مصور کے معنی سے علم حاصل کرتا ہے اور نیز وہ اپنے نفس میں صور حاصل کرنے کے باعث گویا کہ وہ مصور ہے اگر چہ بطور مجاز ہو کیونکہ یہ صورت اس میں بالتحقیق

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی ایجاد و اختراع سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ بندہ کے فعل سے لیکن بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فیضان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسھم" یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی حالت کو متغیر نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ خود متغیر کریں۔

اور اسی لیئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات من رحمۃ الا فتعرضولھا" "الخالق اور البارئ" میں بندہ کا کوئی حصہ نہیں ہے مگر بمجاز بعید جس کی توجیہ یہ ہے کہ خلق اور ایجاد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنی قدرت کو اپنے علم کے مطابق کلام میں لایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لئے علم اور قدرت پیدا کی ہے اور اس کو اپنی تقدیر اور علم کے موافق مقدرات کے حاصل کرنے کا موقع میسر ہے اور امور موجودہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جن کا حصول ہرگز بندوں کی قدرت میں نہیں ہے جیسے آسمان ستارے زمین حیوانات اور نباتات وغیرہ دوسرے وہ جن کا حصول صرف بندوں کی قدرت سے وابستہ ہے اور یہ وہ ہیں جو اعمال عباد کہلاتے ہیں جیسے صناعات سیاسات عبادات اور مجاہدات چنانچہ جب بندہ ریاضتوں کے ساتھ اپنے نفس کے مجاہدہ میں اور اپنی مخلوق کی سیاست میں ایسے مدارج پر پہنچ جائے جن میں وہ ایسے امور کے استنباط کا امتیاز حاصل کرلے۔ جن کو پہلے کسی نے استنباط نہ کیا ہو۔ اور ساتھ ہی وہ ان کے کرنے اور ان کی ترغیب دینے پر قادر بھی ہو تو اس کو اس چیز کا مخترع کہا جائے گا جس کا پہلے وجود نہ ہو۔

چنانچہ شطرنج وضع کرنے والے کے حق میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس کا واضع اور مخترع ہے کیونکہ اس نے ایک ایسی چیز وضع کی ہے جو کسی نے پہلے نہ کی تھی ہاں اتنی بات ہے کہ اگر اس نے کوئی ایسی چیز وضع کی جس میں کوئی نیکی نہیں ہے تو وہ مداح وستائش کا مستحق نہ ہوگا اسی طرح ریاضات مجاہدات سیاسات اور صناعات میں جو نیکیوں کا سرچشمہ ہیں صور اور ترتیبات ملحوظ ہیں جن کو لوگ ایک دوسرے سے سیکھ لیتے ہیں اور پہلے استنباط کرنے والی کی طرف ترقی کرتے ہیں گویا یہ واضع ان صور کا مخترع اور خالق ہے حتی کہ اس پر یہ اسم مجازاً اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

اللہ کے اسماء میں سے کئی اسماء ایسے ہیں جن کو بندہ کی طرف مجازاً نقل کیا جائے گا اس قسم کے اسماء بہت ہیں اور بعض ایسے اسماء ہیں جو زندہ کے حق میں حقیقتاً ہوتے ہیں اور اللہ کے حق میں مجازاً جیسے الصبور الشکور۔

یہ مناسب نہیں ہے کہ اسم کی مشارکت تو دیکھ لی جائے مگر مذکورہ تفاوت پر غور نہ کیا

Marfat.com

جائے۔

(۱۵) اَلْغَفَّارُ

(بہت بخشنے والا)

یہ وہ ذات پاک ہے جو خوبی کو ظاہر کرتی ہے اور برائیوں اور گناہوں کو دنیا میں پردہ ڈال کر اور آخرت میں بخش کر رفت وگزشت کر دیتی ہے غفر کے معنی اللہ کا پہلا ستر اپنے بندے کے عیوب پر یہ ہے کہ اس کے بدن بدنما اور گھناؤنے حصے جو آنکھوں کو برے معلوم ہوتے ہیں اس کے باطن میں چھپا دیے جو اس کے جمال ظاہری رنگ روغن میں پنہاں ہیں سب جانتے ہیں کہ بندہ کے باطن اور ظاہر کی صفائی اور عدم صفائی اور خوبصورتی اور بدصورتی میں کس قدر فرق ہے غور کرنا چاہیے کہ خدا نے انسان کے جسم کا کونسا حصہ دکھایا ہے اور کونسا چھپایا ہے۔

دوسرا ستر یہ کہ اس کے برے خیالوں مزموم ارادوں اور مکروہ عقیدوں کو اس کے دل کی اندھیری کوٹھڑی میں بند کیا جائے تاکہ کوئی شخص ان شرمناک بھیدوں سے واقف نہ ہو اگر خلقت کو اس کے دل کا حال معلوم ہو جاتا اور اس کے وسوسوں اور دل کے کھوٹ اور خیانت اور بدظنی کا پتہ لگ جاتا تو لوگ اس کے دشمن بن جاتے بلکہ اس کو جان سے مار ڈالنے کی کوشش کرتے غور کرنا چاہیے کہ خدا نے اس کے اسرار اور مخفی امور کو کس طرح دوسرے لوگوں سے محفوظ رکھا ہے۔

تیسرا ستر یہ ہے کہ وہ بندہ کے ایسے گناہ بخش دیتا ہے جن سے وہ عام رسوا ہونے کا مستوجب ہوتا ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ اگر بندہ ایمان پر ثابت رہا تو اس کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا تاکہ ان نیکیوں کے ثواب سے اس کے بڑے بڑے گناہ دب جائیں۔

تنبیہ: اس اسم سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ اپنے متعلق جو بات مخفی رکھنی مناسب سمجھتا ہو وہ دوسرے کے متعلق بھی مخفی رکھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "من ستر علی مؤمن عورتہ ستر اللہ عورتہ یوم القیمۃ" یعنی جو شخص کسی مؤمن کی عیب پوشی کرے قیامت کے روز خدا اس کے عیب ڈھانکیگا۔

غیبت کرنے والا عیب جوئی کرنے والا دل میں کینہ رکھنے والا برائی کا بدلہ لینے والا یہ سب اس مبارک وصف سے محروم ہیں اس وصف سے متصف صرف وہی شخص ہے جو مخلوق خدا

Marfat.com

کی خوبیوں کے سوا کوئی بات ظاہر نہ کرے مخلوق میں کمال بھی ہے، نقص بھی، خرابی بھی ہے، خوبی بھی، جو شخص برائیوں سے چشم پوشی اور خوبیوں کا اظہار کرے وہ اس اسم سے پورا بہرا مند ہے جیسا کہ روایات ہے کہ ایک بار حضرت عیسیٰؑ اپنے حواریوں سمیت ایک مردہ کتے کے پاس سے گزرے جس کی بدبو پھیل رہی تھی لوگوں نے کہا یہ مردار کس قدر سڑا ہوا ہے حضرت عیسیٰؑ نے کہا اس کے دانتوں کی سفیدی کیسی چمکیلی ہے جس سے آپ کا مدعا یہ تھا کہ ہر چیز کے اچھے حصے کا ذکر کرنا چاہیے۔

(۱۶) اَلْقَهَّارُ

(زبردست یا غلبہ رکھنے والا)

قہار وہ ہے جو اپنے بڑے بڑے طاقتور دشمنوں کی کمر توڑ ڈالے ان کو ہلاک کرنے ذلیل بنا کر قہر رسیدہ کرے بلکہ قہار وہ ذات ہے جس کے قہر قدرت کے نیچے ہر موجود مسخر اور اس کے قبضہ میں عاجز ہو۔

تنبیہ: بندوں میں سے قہار وہ ہے جو اپنے دشمنوں کو مورد قہر بنائے انسان کا سب سے زیادہ سرکش دشمن نفس ہے جو اس کے پہلو میں موجود ہے جو شیطان سے بھی بڑھ کر اس کی دشمنی پر آمادہ ہے جو اس کو دھوکا دیا کرتا ہے جب بندہ اپنے نفس کی خواہشوں کو قابو میں کر لیتا ہے تو شیطان بھی دب جاتا ہے کیونکہ شیطان انھیں خواہشات کے ذریعہ سے انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے شیطان کا ایک جال عورتیں ہیں جس شخص میں شہوت کی قوت نہ ہو وہ اس پھندے میں نہیں پھنستا اس طرح جو شخص دین کی اطاعت اور عقل کی تابعداری سے اس خواہش کو روکے وہ اس سے امن میں رہتا ہے جب آدمی اپنے نفس کی شہوات پر قابض ہو جاتا ہے وہ تمام لوگوں کو قابو میں کر لیتا ہے پس اس پر کسی کا داؤ نہیں چل سکتا کیونکہ اس کے دشمنوں کا بڑے سے بڑا مدعا یہ ہوگا کہ اس کے جسم کو ہلاک کر دیں اور یہ گویا اس کی روح کو زندہ کرتا ہے کیونکہ جو شخص اپنی زندگی میں خواہشات کو مار لیتا ہے وہ موت کے بعد ابدی زندگی پاتا ہے خدا فرماتا ہے: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربهم یرزقون، "یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں کام آئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے اللہ کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔"

Marfat.com

(۱۷) اَلْوَهَّابُ

(بہت عطا کرنے والا)

ہبہ کے معنی عوض اور غرض کے بغیر بخشش، جب اس قسم کی بخششیں بکثرت ہوں تو ان کے فاعل کو جواد اور وہاب کہتے ہیں اور حقیقی جود وعطا اور ہبہ صرف اللہ تعالیٰ سے متصور ہو سکتا ہے کیونکہ وہی ہر محتاج کی حاجت بلا معاوضہ اور بلا کسی فوری یا بہ دیر حاصل ہونے والی غرض سے پوری کرتا ہے جو کوئی کسی غریب کے لئے کچھ عطا کرے جو فی الفور یا بدیر حاصل ہونے والی ہو اور وہ غرض یا محض مدح وستائش ہو یا باہمی دوستی یا رفع الزام، یا حصول رتبہ وشہرت ہو تو وہ اپنی عطا کا عوض پا رہا ہے وھاب، یا جواد کے لقب کا کوئی حق دار نہیں کیونکہ عوض ہمیشہ عین ہی نہیں ہوتا بلکہ جو امر کہ ابھی حاصل نہیں اور عطا کرنے والے کا مدعا اس عطا سے وہی ہو وہ عوض ہے پس جس شخص نے اس لئے عطاء و بخشش کی کہ اس کی عزت ہو یا اس کی تعریف کی جائے یا اس لئے کہ اس کی بہ نسبت بدگوئی نہ کی جائے تو وہ شخص گویا ایک قسم کا لین دین کر رہا ہے حقیقی جواد وہ ہے جس سے طالب کو بلا معاوضہ فائدے حاصل ہوں بلکہ وہ جو کچھ کرتا ہے بخلوص نیت کرتا ہے اور وہ کام اس کی اصلی غرض اور وہی اس کا عوض ہے۔

تنبیہ: بندہ سے جود و بخشش متصور ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ تاوقتیکہ وہ اس کام کے کرنے کو اس کے ترک سے اولیٰ خیال نہیں کرتا اس وقت وہ اس کو ہاتھ نہیں لگاتا پس اس کا فعل کسی ذاتی غرض پر مبنی ہوگا لیکن جو شخص اپنا تمام مال حتی کہ اپنی جان بھی خاص اللہ کے لئے دے ڈالے نہ بہشتی نعمتوں کے حصول کے لئے نہ عذاب دوزخ کے خوف سے اور کسی فوراً یا بدیر حاصل ہونے والے مطلب کے لئے جو بشری مطالب میں سے ہو، البتہ یہ شخص ایک طرح سے وھاب اور جواد کے خطابات کا مستحق ہے اس سے کم رتبہ وہ شخص ہے جو اس غرض سے بخشش کرے کہ بہشت کی نعمتیں حاصل ہوں اور اس سے نیچے اس شخص کا درجہ ہے جو اپنے ذکر خیر کی خاطر سخاوت کرے۔

جو شخص اپنے وجود عطا کے عوض میں ایسی چیز کا طالب ہو جس کا دست بدست لین دین نہیں ہو سکتا تو وہی لوگ اس کو جواد کے لقب کا حقدار سمجھتے ہیں جن کے نزدیک صرف مادی چیزیں عوض ہو سکتی ہیں۔

سوال: جو شخص اپنا تمام مملوکہ مال بلا کسی حاصل و آجل غرض کہ خالصاً لوجہ اللہ دے

Marfat.com

ڈالتا ہے اس کو کیوں اجواد نہیں کہا جاتا، حالانکہ وہ کوئی حظ نہیں پاتا۔

جواب: یہ ہے کہ اس کا حصہ خاص خدا کی ذات اس کی رضا اور اس کا دیدار اور اس کا وصال ہے اور یہ حصہ وہ سعادت عظمیٰ ہے جس کو انسان اپنے افعال اختیاریہ کی بدولت حاصل کرتا ہے اور یہ وہ حصہ ہے جس کے آگے سارے حصے ناچیز ہیں۔

سوال: یہ جو کہا کرتے ہیں کہ خدا کا عارف جو اس کی عبادت کرتا ہے تو خدا کی ذات کے سوا اور کوئی غرض اس کو مدنظر نہیں ہوتی۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر بندہ کا فعل غرض سے خالی نہیں ہو سکتا تو خاص خدا کی طرف عبادت کرنے والے اور کسی دوسری غرض کے لئے عبادت کرنے والے میں کیا فرق ہے؟

جواب: جمہور کے نزدیک حظ (غرض) سے مراد لوگوں کے مشہور اغراض ہیں جو شخص ان سے دست بردار ہو جاتا ہے اور اس کا مقصد خدا کی ذات کے سوا اور کوئی شے نہیں رہتی تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اغراض کو ترک کر دیا۔

یہ ایسا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ غلام اپنے آقا کا لحاظ نہ خاص آقا کے لئے کرتا ہے بلکہ اس انعام و اکرام کے لئے کرتا ہے جو اس کو اپنے آقا سے حاصل ہوتا ہے اور آقا اپنے غلام کے ساتھ حسن سلوک کوئی خاص اس کی ذات کے لئے نہیں کرتا بلکہ اس خدمت گزاری کے خاطر کرتا ہے جو اپنے غلام سے مطلوب ہوتی ہے مگر باپ جو اپنے بیٹے کی پرورش اور اس کے ساتھ ہر طرح حسن سلوک کرتا ہے تو خاص اس کی ذات کے لئے کرتا ہے کسی غرض کے لئے نہیں جو بیٹے سے مطلوب ہو بلکہ اگر بالکل کوئی فائدہ بیٹے سے حاصل نہ بھی ہوتا ہو تو بھی اس کے مصالح میں برابر مدد دیتا رہے گا۔

اور جو شخص کوئی چیز طلب کرے جس سے خاص اس چیز کی ذات مطلوب نہ ہو بلکہ اس کے ذریعہ سے کوئی اور شے حاصل کرنا منظور ہو تو گویا وہ اس چیز کا طالب نہیں ہے کیونکہ اس کی طلب کا وہ اصلی مدعا نہیں ہے بلکہ اصلی مدعا اور شے ہے جیسے ایک شخص سونے کی جستجو میں ہے تو سونا اس کا مطلب لذاتہ ہے ان سے آگے اور کوئی شے حاصل کرنا مقصود نہیں ہے غرض سونا

---

۱ یہ سوال مذکورہ تنبیہ پر عائد ہوتا ہے جس کے آغاز میں کہا تھا کہ بندہ سے جود و بخشش متصور ہی نہیں ہوتی پھر آگے جو کہا تھا کہ بندہ اپنا مال و جان خدا کی نظر دے ڈالے وہ جواد کہلانے کا مستحق ہے تو یہ گویا ایک تجوز کی صورت نکالی تھی۔ **مترجم**

Marfat.com

طعام کا ذریعہ ہے اور طعام آرام کا وسیلہ ہے اور آرام ہی اصل مقصود ہے یہ آگے کسی اور چیز کا واسطہ نہیں ہے اسی طرح بیٹا والد کے حق میں واسطہ نہیں ہے، بلکہ باپ کو بیٹے کی سلامتی کا حصول بیٹے کے خاطر مطلوب ہے کیونکہ بیٹے کی ذات ہی اس کی ملحوظ خاطر ہے اور اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت جنت کی خاطر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس اس کی عبادت کو طلب جنت کا واسطہ بنایا ہے اس کا آخری مقصد نہیں بنایا واسطہ کی علامت یہ ہے کہ اگر مطلوب اس کے بغیر ہی حاصل ہو جائے تو اس سے واسطہ کو طلب نہیں کیا جاتا جیسا کہ اگر مذکورہ مقاصد سونے کے بغیر حاصل ہو جائیں تو کوئی سونے کا نام ہی نہ لے کیونکہ اصلی غرض کا حاصل کرنا منظور ہے سونے کا حاصل کرنا منظور نہیں۔

اگر اس شخص کو جو جنت کی خاطر عبادت کرتا ہے یونہی جنت حاصل ہو سکتی ہے تو وہ کبھی خدا کی عبادت نہ کرتا کیونکہ اس کی محبوب و مطلوب صرف جنت ہے نہ کوئی اور شئے۔ لیکن جس کا اصل مطلوب محبوب خاص خدا کی ذات ہے اور کوئی نہیں بلکہ خدا کے دیدار اس کے قرب اور ملاء اعلیٰ کی مرافقت سے مسرور رہنا اس کی غرض ہے اس کی نسبت جو کہا جائیگا کہ وہ خدا کی عبادت خاص خدا ہی کے لئے کرتا ہے تو اس کا یہ معنی نہیں ہوگا کہ وہ کسی مدعا کا طالب نہیں ہے بلکہ اسکی یہ معنی ہوگی کہ اس کا مدعا خاص خدا کی ذات ہے اس کے سوا اور کوئی غرض اس کو مدنظر نہیں ہے اور جو شخص دیدار الٰہی اور اس کی معرفت اور مشاہدہ اور قرب کے سرور کی لذت ایمان نہیں رکھتا وہ اس کا شائق نہیں ہوسکتا اور جو اس کا شائق نہیں اس کی نسبت یہ تصور ہی نہیں ہوسکتا کہ ذات خداوند اس کی مقصود ہو لہذا اس کی عبادت وہی کیفیت ہوگی، جیسے کوئی مزدور اجرت کی طمع پر کام کرتا ہے اکثر لوگ اس لذت سے ناآشنا اور اس کے معنی سے ناواقف ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ مشاہدہ ذات باری کی کیا لذت ہے وہ زبان ہی زبان سے اس پر ایمان رکھتے ہیں ان کے دلوں کو میلان صرف بڑی آنکھوں والی پیاری پیاری روحوں کی طرف ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ اگر خدا کی لذت یعنی اس کے دیدار اور قرب کو غرض مدعا کہا جا سکتا ہے تو اغراض و مقاصد سے بری ہونا محال ہے اور اگر غرض و مقصد سے وہ معنی مراد ہیں جو عموماً مشہور ہے اور لوگ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں تو وہ اغراض نہیں ہے اور اگر اس سے مراد وہ شئے ہو جس کا حصول بندہ کے حق میں عدم حصول سے بہتر ہو تو اس کو غرض میں شمار کیا جائے گا۔

Marfat.com

(۱۸) اَلرَّزَّاقُ
(روزی پہنچانے والا)

رزّاق سے مراد وہ ذات پاک ہے جس نے روزی کی محتاج مخلوقات کو پیدا کر کے اس کو روزی پہنچائی اور اس کے لئے روزی سے فائدہ اٹھانے کے اسباب پیدا کیے۔

رزق کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک ظاہری رزق جس سے مراد غذا وخوراک ہے جو اشیاء ظاہرہ کے لئے ہے اور یہ اشیاء بدن ہیں۔

(۲) دوسرا رزق باطن ہے اس سے مراد معرفت اور کشف ہے یہ قلب اور روح کے لئے ہے۔

دوسرا رزق زیادہ قابل عزت ہے کیونکہ اس کا ثمرہ ابدی زندگی ہے اور رزق ظاہری کا ثمرہ یہ کہ ایک خاص محدود مدت تک جسم کی قوت قائم رہتی ہے اللہ تعالیٰ یہ دونوں رزق پیدا کرتا ہے اور دونوں فریقوں کو ان سے بہرہ ور بناتا ہے[1] "ولکنہ یبسط الرزق لمن یشآء ویقدر"

تنبیہ: اس وصف سے بندہ کا اصلی حصہ وہ امر ہیں (۱) ایک تو یہ کہ اس وصف کی حقیقت سمجھے۔ اور یقین کرے کہ خدا کے سوا اور کوئی اس وصف کا مستحق نہیں ہے لہذا ہمیشہ خدا ہی کو روزی رساں سمجھے اور اس کے متعلق خدا ہی پر توکل کرے۔

جیسے کہ (**حاتم اصمؒ**) کی نسبت روایت ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا تم کہاں سے کھاتے ہو؟

حاتم: اس کے خزانے سے۔

سائل: کیا وہ آسمان سے تمہاری طرف روٹی پھینک دیتا ہے؟

حاتم: اگر زمین اس کی اپنی نہ ہوتی تو بیشک اس کو آسمان ہی سے روٹی پھینکنی پڑتی۔

سائل: تم کلام کی تاویل کر لیتے ہو؟

حاتم: اس لئے کہ اس نے آسمان سے کلام ہی نازل فرمایا ہے۔

سائل: معاف کیجئے میں آپ سے بحث کرنے کی تاب نہیں رکھتا۔

حاتم: اس لئے کہ حق کے آگے باطل ٹھہر نہیں سکتا۔

---

[1] خدا جس کے لئے چاہتا ہے رزق کی فراخی کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی کرتا ہے۔

Marfat.com

بندہ کے حصے میں دوسرا امر یہ ہے کہ خدا اس کو نیک ہدایت کرنے والا علم، اور نیکی کا راستہ دکھانے والی زبان اور صدقہ وخیرات دینے والا ہاتھ عطا کرے اور وہ اپنے نیک اقوال واعمال کی بدولت لوگوں کے دلوں میں سب سے زیادہ قابل عزت رزق پہنچنے کا موجب ہو اور خدا جب اپنے بندے پر محبت کی نظر کرتا ہے تو اس کی طرف لوگوں کی حاجات بڑھا دیتا ہے اور جب وہ اللہ اور اللہ کے بندوں کے مابین وصول رزق کا ذریعہ بن جاتا ہے تو اس وصف سے بخوبی بہرہ یاب ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: **الخازن الامین الذی یعطی ماامر به طیبة به نفسه احد المتصدقین** "یعنی دیانت دار خزانچی کہ جو کچھ اس کے مالک نے فرمایا ہو دل کی خوشی سے دیتا ہے وہ خیرات اور صدقہ دینے والا ہے۔

بندوں کے ہاتھ خدا کے خزانے ہیں پس خدا نے جس شخص کے ہاتھوں کو بدنوں کے رزق کا خزانہ اور اس کی زبان کو دلوں کے رزق کا خزانہ بنایا ہو اس نے اس وصف سے بہت بڑا حصہ حاصل کیا ہے۔

(۱۹) اَلْفَتَّاحُ

(مشکل کشا، یا بندوں میں حکم کرنے والا)

فتاح وہ ہے جس کی عنایت سے ہر مغلق کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جس کی ہدایت سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے کبھی وہ اپنے انبیاء کے ہاتھ پر ممالک فتح کرتا ہے اور دشمنوں کے ہاتھ سے چھین لیتا ہے اور فرماتا ہے: "**انا فتحنا لک فتحاً مبینا، لیغفر لک اللّٰہ**" (تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر، تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا) اور کبھی اپنے اولیاء کے دلوں سے حجاب اٹھا کر ان کے لئے عالم ملکوت اور جمال کبریائی کی طرف دروازے کھول دیتا ہے اور فرماتا ہے "**مایفتح اللّٰہ للناس من رحمة فلاممسک لها**" "یعنی اللہ جو لوگوں پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے کوئی ان کو بند نہیں کر سکتا" اور جس کے ہاتھ میں غیب کی کنجیاں اور رزق کی کنجیاں ہوں وہ فتاح کہلانے کا سب سے بڑا حق دار ہے۔

تنبیہ: بندے کو یہ درجہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اس کی زبان کے ساتھ مشکلات الٰہیہ کے نکات حل ہوں اور اس کی معرفت سے وہ دینی ودنیوی امور آسان ہو جائیں جو لوگوں کے لئے مشکل ہو رہے ہیں تا کہ اس کو اسم الفتاح سے پورا حصہ مل سکے۔

Marfat.com

(۲۰) اَلْعَلِیْمُ

(بہت جاننے والا)

اس کے معنی ظاہر ہیں، اور اس کا کمال یہ ہے کہ وہ ظاہر و باطن اور دقیق و جلیل چیز کا علم اول سے آخر تک رکھتا ہو، اور یہ علم وضوح و کشف کے سب سے زیادہ مکمل طریقے سے ہو جس سے زیادہ ظاہر کوئی بھی مشاہدہ اور کشف تصور میں نہیں آ سکتا پھر یہ کہ وہ معلومات کے ذریعہ سے حاصل نہ کیا گیا ہو بلکہ تمام معلومات اس کے ذریعہ سے کیے گئے ہوں۔

تنبیہ: بندہ کا علیم کے اسم سے جو حصہ ہے وہ مخفی نہیں لیکن اس کا علم خدا کے علم سے تین باتوں میں جدا ہے۔

(۱) ایک تو یہ کہ بندہ کی معلومات گو کتنی ہی زیادہ ہوں، مگر وہ ایک محدود مقدار رکھتی ہیں، پس ان معلومات کے ساتھ ان کو کیا نسبت جو بے انتہاء ہیں۔

(۲) دوم یہ کہ بندہ کا کشف اگر چہ خوب روشن ہو مگر اس حد تک نہیں پہنچ سکتا جس کے بعض وضوح اور روشنی کا درجہ ممکن نہ ہو بلکہ اس کا مشاہدہ ایسا ہوگا جیسے ایک باریک پردہ سے دیکھ رہا ہو اور پھر درجات مشاہدہ میں جو فرق ہے اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ باطنی بصیرت کا حال ظاہری بصارت کا سا ہے اور طلوع فجر کے وقت کسی چیز کے دکھائی دینے اور سورج نکلنے کے بعد دکھائی دینے میں بڑا فرق ہے۔

(۳) سوم یہ کہ اللہ تعالی کا علم اشیاء کے علم سے حاصل نہیں ہے بلکہ اشیاء اس کے علم سے مستفاد ہیں اور بندہ کو جو اشیاء کا علم ہے وہ اشیاء کے تابع اور اشیاء ہی سے حاصل ہے۔

اگر اس کے فرق کے سمجھنے سے ابھی تمہارا ذہن قاصر ہو تو شطرنج کی بازی سیکھنے والے کے علم کو واضع شطرنج کے علم سے ملا کر دیکھو اور غور کرو کہ واضع کا علم شطرنج کے وجود کا سبب ہے اور شطرنج کا وجود شطرنج سیکھنے والے کے علم کا سبب ہے اور واضع کا علم شطرنج کے وجود سے مقدم ہے، اور سیکھنے والے کا علم مؤخر ہے اسی طرح اشیاء کے متعلق اللہ تعالی کا علم سب سے مقدم اور ان سب کا سبب ہے اور ہمارا علم اس کے خلاف ہے۔

علم کی بدولت بندے کا شرف اس لئے ہے کہ وہ اللہ کی صفات سے ہے لیکن سب سے زیادہ شریف علم وہ ہے جس کا موضوع زیادہ شریف ہو اور سب سے زیادہ شریف اللہ تعالی

Marfat.com

ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت سب معرفتوں سے زیادہ افضل ہے بلکہ تمام اشیاء کی معرفت کو جو شرف حاصل ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی معرفت ہے یا اس طریق کی معرفت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی معرفت اور اسکے قرب کا حصول آسان ہو جاتا ہے جو معرفت اس سے خارج ہو اس میں زیادہ بھلائی نہیں ہے۔

(۲۱) القابض

(بندوں کی روزی محدود کرنے والا)

(۲۲) اَلْبَاسِطُ

(بندوں کی روزی فراخ کرنے والا)

یہ اس معبود برحق کے نام ہیں جو موت کے وقت جانوں کو جسموں سے قبض کرتا ہے۔ زندگی کے وقت جسموں میں جانیں ڈالتا ہے اور وہ اغنیاء سے خیراتیں بند کر لیتا ہے محتاج لوگوں کے لئے رزق وافر کر دیتا ہے اور اغنیاء کے لئے رزق کشادہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ ان کو کبھی فاقہ کرنے کا موقع نہیں پڑتا فقیروں کو تنگ دست بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ بیچارے عاجز آجاتے ہیں۔ وہ دلوں کو قبض کرتا ہے۔ اور اپنی بے پرواہی۔ بزرگی اور جلال کا پورا پورا احساس دلا کر ضیق میں ڈال دیتا ہے۔ اور پھر اپنے لطف واحسان اور جمال کے فیضان سے ان پر بسط کی حالت طاری کر دیتا ہے۔

تنبیہ: بندوں میں قابض وباسط وہ جس کو خدا کی طرف سے عجیب عجیب حکمتیں اور جامع کلمات عطا ہوئے ہوں۔ پس کبھی تو وہ خدا کی نعمتوں اور عنایتوں کا حال سنا کر لوگوں کے دل باغ باغ بنا دیتا ہے۔ اور کبھی اس کے جلال اور کبریا اور اس کے عذاب وبلا کے اقسام اور اپنے دشمنوں سے اس کے انتقام کا حال سنا کر ڈرائے اور ان کے دل میں سختی ڈال دے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا کہ ایک بار تو یہ بات سنا کر صحابہؓ کے دل عبادت سے تنگ کر دیئے کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو قیامت کے دن فرمائے گا (بعث بعث النار) دوزخی جماعت روانہ ہو حضرت آدمؑ پوچھیں گے کہ کتنے دوزخی ہیں تو خدا فرمائے گا ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ جس سے صحابہ کے دل ٹوٹ گئے اور وہ عبادت سے سست ہو گئے۔

Marfat.com

جب صبح ہوئی اور آپ نے ان کی سستی اور قبض کی حالت ملاحظہ فرمائی تو ان کے دلوں کو تسلی دی۔ اطمینان دلایا اور یہ فرما کر ان پر بسط کی حالت طاری کردی کہ وہ قیامت کے دن تمام سابقہ امتوں میں سے اس طرح ممتاز نظر آئے گی جس طرح ایک سفید رنگ کے بیل کے بدن پر سیاہ بال۔

(۲۳) اَلْخَافِضُ

(نافرمانوں کو پست کرنے والا)

(۲۴) اَلرَّافِعُ

(فرمانبرداروں کو بلند کرنے والا)

ان ناموں سے مراد وہ موجود برحق ہے جو کفار کو بدبختی میں مبتلا کرکے پست کر دیتا ہے اور مومنوں کو کامیابی بخش کر بلند کر دیتا ہے۔ اپنے اولیاء کو قرب کی بلندی بخش دیتا ہے۔ اور اپنے دشمنوں کو دوری کے گڑھے میں ڈالتا ہے جو شخص محسوسات اور مخیلات سے اپنا مشاہدہ اور بری خواہشات سے اپنا ارادہ بلند کر لیتا ہے اس کو وہ موجود برحق ملائکہ مقربین کے مقام تک ترقی عطا کرتا ہے۔ اور جو شخص اپنا مشاہدہ محسوسات پر اور اپنی ہمت کو ان خواہشات نفسانی پر جن میں چوپائے بھی اس کے شریک ہیں مائل رکھتا ہے۔ تو اس کو وہ ''اسفل السافلین'' میں کرا دیتا ہے۔ اور یہ کام خاص خداوند تعالیٰ کے لئے ہیں لہذا وہ خافض اور رافع ہے۔

تنبیہ: ان اسموں سے بندہ کا یہ حصہ ہے کہ حق کو بلند اور باطل کو پست کرے۔ اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے حق بات کہنے والے کی تائید کرے اور غلط بات بیان کرنے والے کو دھمکائے خدا کے دشمنوں سے دشمنی کرے تاکہ ان کو پست کرے اور خدا کے دوستوں سے دوستی رکھے تاکہ ان کو عالی رتبہ ہونے میں مدد دے اسی لئے اللہ نے اپنے کسی ولی سے فرمایا ہے کہ:

''تم نے دنیا میں زہد کیا تھا اس کے عوض میں تم کو راحت مل گئی اور مجھ کو جو یاد کیا تو میرا دیدار بھی حاصل ہو گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ تم نے کسی میرے دوست سے دوستی اور کسی دشمن سے دشمنی بھی کی''؟

Marfat.com

(۲۵) اَلْمُعِزُّ

(عزت دینے والا)

(۲۶) اَلْمُذِلُّ

(ذلیل کرنے والا)

یہ وہ ذات ہے جو جس کو چاہے بادشاہی دے جس سے چاہے چھینے سچی بادشاہی یہ ہے کہ محتاجی کی ذلت اور شمولیت کی مجبوری اور نادانی کے عیب سے نجات حاصل ہو پس اس نے جس کے دل سے پردہ اٹھا دیا یہاں تک کہ اس نے اس ذات صفات کے جمال کا نظارہ کر لیا اور اس کو قناعت کی توفیق بخشی یہاں تک کہ وہ اس کی بدولت مخلوق سے بے پرواہ ہو گیا۔
اور اس کو قوت وطاقت بخشی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کی صفات پر غالب آ گیا۔ تو اس کو اس جہاں میں بھی عزت اور بادشاہی عطا کی۔ اور پھر آخرت میں بھی تقرب کی عزت بخشے گا اور فرمائے گا "یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک" یعنی اے نفس مطمئن ہو اپنے رب کی طرف جا۔
اور جو شخص مخلوق پر نظر رکھتا ہے حتی کہ اس کا محتاج بن جاتا ہے اور اس پر اس قدر حرص غالب ہو جاتی ہے کہ وہ کسی حد تک قناعت نہیں کرتا اور جہالت کے اندھیرے میں پڑا رہتا ہے اس کو خدا نے بالکل ذلیل کر دیا۔ اور اس سے ملک چھین لیا۔ یہ خدا کے کام ہیں۔ جس طرح چاہے کرے۔ وہی عزت دینے والا ہے اور وہی ذلت دینے والا۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اور یہ ذلیل وہ ہے جس کو خدا ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے کہ:۔

ولکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم

Marfat.com

الامانی حتی جآء امر اللہ وغرکم باللہ الغرور فالیوم لا یوخذ منکم فدیۃ"

(الآیۃ) یعنی لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈالا اور گھات میں بیٹھے اور شک کیا۔ اور تم کو آرزوؤں نے دھوکا دیا یہاں تک کہ خدا کا حکم آیا۔ اور غرور نے تم کو خدا کی نسبت غلط فہمی میں ڈال رکھا پس آج تم سے فدیہ منظور نہیں کیا جائے گا۔

(۲۷) اَلسَّمِیْعُ

(بہت سننے والا)

سمیع وہ ذات ہے جس کے ادراک سے کوئی سننے کی بات مخفی نہیں رہتی خواہ باریک سے باریک ہو وہ کالی رات کے وقت کالے پتھر پر چلنے والی کالی چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ بھی سنتا ہے۔ حمد کہنے والوں کی حمد سن کر جزائے خیر دیتا ہے۔ دعا کرنے والوں کی دعا سن کر قبول کرتا ہے۔ اسکی شنوائی کانوں اور کان کے پردوں کے بغیر ہی ہے۔ جس طرح کے اس کے دوسرے افعال بلا اعضاء کے اور کلام بے زبان کے ہے اور اس کی شنوائی حدوث وتجدد سے پاک ہے۔

جب تم کو یہ معلوم ہو چکا کہ اس کی شنوائی ایسے تغیرات سے پاک ہے۔ جو مسموعات کے تازہ وقوع کے وقت عارض ہو سکتے ہیں۔ اور تم نے اس کو اس امر سے منزہ سمجھ لیا ہے۔ کہ وہ کان یا کسی دوسرے آلے سے سنتا ہو تو تم خود بخود نتیجہ نکال سکتے ہو کہ اس کی شنوائی کیا ہے؟ ایک صفت ہے جس سے اشیاء کی صفات کی پوری کی پوری ماہیت اس پر منکشف ہو جاتی ہیں جو شخص اس امر پر غور نہیں کرتا وہ تشبیہ[1] کے خیال میں مبتلاء ہو جاتا ہے تم اس سے بچو اور ذرا غور وفکر سے کام لو۔

تنبیہ: بندہ کو حس کی حیثیت سے شنوائی کا جو حصہ حاصل ہے وہ ناقص ہے کیونکہ وہ تمام مصنوعات کو ادراک نہیں کر سکتا بلکہ صرف انہیں آوازوں کو محسوس کر سکتا ہے جو اس کے قریب ہوں پھر یہ کہ اس کا ادراک ایک عضو کے ذریعے سے ہے اور وہ ایک ایسا آلہ ہے جو مختلف آفات میں گھرا ہوا ہے اگر آواز دھیمی ہو تو وہ ادراک نہیں کر سکتا اگر دور ہو تو بھی سن نہیں سکتا اگر آواز بڑی ہو تو شنوائی کا پردہ ہی پھٹ جاتا ہے اور شنوائی باطل ہو جاتی ہے۔

---

[1] یعنی خدا کی شنوائی کو حیوانات کی شنوائی جیسی سمجھنے لگتا ہے۔

Marfat.com

شنوائی سے بندہ کا دینی حصہ دو امر ہیں (۱) تو یہ کہ وہ اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے لہذا اپنی زبان کو برے کلام اور بیہودہ گوئی سے محفوظ رکھے۔

(۲) یاد رکھے کہ اس کو سننے کی طاقت اس لئے دی گئی ہے کہ خدا کا کلام سنے جو اس نے نازل فرمایا ہے اور اس کے ذریعہ سے خدا کی راہ پر چلنے کی ہدایت حاصل کرے غرض اس کے سوا اور کسی بات میں اپنی شنوائی استعمال نہ کرے۔

(۲۸) اَلْبَصِیْرُ

(بہت دیکھنے والا)

یہ وہ ذات پاک ہے جو ہر چیز کو صاف صاف دیکھ رہا ہے یہاں تک کہ مٹی میں چھپی ہوئی چیزیں بھی اس کی نظر سے مخفی نہیں ہیں اس کا دیکھنا بھی پتلی ڈھیلے اور پپوٹے وغیرہ سے پاک ہے اور اس معنی سے بری ہے کہ اس کی ذات میں اشیاء کی صورتیں اور رنگ منطبع ہوتے ہوں جیسے انسان کی آنکھ میں منطبع ہوتے ہیں کیونکہ یہ امور تاثرات و تغیرات کی قبیل سے ہیں جو تجدد و حدوث کے مقتضی ہیں جب وہ ان امور سے پاک ہے تو اس کا دیکھنا ایک ایسی صفت ہے جس سے دیدنی اشیاء کی ٹھیک ٹھیک صفات منکشف ہو جاتی ہیں اور یہ بینائی اس بینائی سے زیادہ روشن اور تیز ہے جو آنکھوں کو حاصل ہے اور جو اکثر صاف اور ظاہر چیزوں کو محسوس کرنے سے بھی قاصر رہتی ہے۔

تنبیہ: وصف بصر میں حس کی حیثیت سے جو حصہ بندہ کو حاصل ہے وہ ظاہر ہے لیکن وہ ضعیف اور قاصر ہے کیونکہ اس کی طاقت دور تک کام نہیں کرتی اور نہ اشیاء میں جاتی ہے بلکہ صرف ظاہری اشیاء کو محسوس کرتی ہے یہ چھپی ڈھکی باتوں سے قاصر ہے۔

دینی حصہ دو چیزیں ہیں (۱) ایک تو یہ کہ وہ یقین رکھے کہ اس کو بینائی اس لئے دی گئی

---

[1] شاید تم اعتراض کرو کہ کیونکر ممکن ہے کہ سارا دن قرآن ہی سنتے رہیں اور دنیا کی کوئی بات درمیان نہ آئے نہیں نہیں تم اس کا مطلب نہیں سمجھے مصنف علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو شبانروزی کاروبار میں جو مختلف معاملات میں پیش آتے ہیں ان کے متعلق ہر وقت قرآنی احکام کا پابند رہے جو بات قرآن کے مطابق ہو اس کو ضرور قبول کرلے خود احکام الٰہی کے لباس میں اس کو سنائی گئی ہو یا سرکاری قانون کی صورت میں پیش کی گئی ہو یا دوستانہ مشورے کے رنگ میں جو بات اس کے خلاف ہو اس کو قبول کرنا جدا رہا سننا بھی گوارا نہ کرے۔

Marfat.com

ہے کہ وہ خدا کی نشانیوں اور عجائب ملکوت اور آسمانوں پر نظر کرے تا کہ اس کو عبرت حاصل ہو۔

کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا مخلوق میں ہے کوئی شخص آپ جیسا ہوگا؟ فرمایا ہاں جس شخص کی نظر عبرت کے لئے ہو اور خاموشی غور و فکر کے لیے اور کلام خدا کے ذکر کے لئے وہ مجھ جیسا ہے۔

دوم یاد رکھے کہ وہ ہر وقت خدا کی نظر میں ہے لہذا اس کی نظر سے بے پروائی نہ کرے جو شخص لوگوں سے ایسی باتیں چھپاتا ہے جو اللہ سے نہیں چھپاتا وہ گویا خدا کی نظر سے بے پروائی کر رہا ہے۔

اس صفت پر ایمان لانے کا ایک ثمرہ مراقبہ ہے پس جو شخص جانتا ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور پھر کسی گناہ کے قریب جاتا ہے وہ کیسا دلیر اور گستاخ ہے! اور اگر یہ گمان رکھتا ہے کہ خدا نہیں دیکھتا، تو وہ کتنا بڑا کافر ہے!!!

(۲۹) اَلْحَکَمُ

(مخلوقات کا حاکم)

حکم وہ حاکم ہے جو لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور جس کے آگے سب مخلوق سر تسلیم خم کرتی ہے جس کے حکم کو کوئی نامنظور نہیں کرتا اور نہ کوئی اس کے فیصلے کو واپس کر سکتا ہے جس کا بندوں کے حق میں یہ حکم ہے ''لیس للانسان الا ماسعیٰ، وان سعیہ سوف یری'' یعنی انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کمایا اور اس کی کمائی عنقریب دکھائی جائے گی'' ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم، 'یعنی بھلے لوگ نعمتوں میں ہونگے اور برے لوگ دوزخ میں۔

بھلے اور برے لوگوں کے متعلق خوش قسمتی اور بد بختی کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے بھلائی اور برائی کو بھلے اور برے لوگوں کی سعادت و شقاوت کا سبب بنا دیا ہے جیسے کہ دواؤں اور زہروں کو ان کے کھانے والوں کے لئے شفا اور موت کا باعث بنا دیا ہے چونکہ حکمت کا معنی اسباب پر مسببات کو مترتب کرتا ہے لہذا خداوند تعالیٰ حکم مطلق ہے کیونکہ وہی تمام اسباب مہیا کرتا ہے۔

حکم سے قضا و قدر کے معنی پیدا ہوتے ہیں دیکھو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اسباب وضع کرتا ہے تا کہ وہ مسببات تک منتہی ہوں پھر ان کی کلی و اصلی اور ثابت و مستقر اسباب کو جو زائل ہونے

Marfat.com

ہیں اور نہ متغیر ہوتے ہیں نصب کرنا قضا ہے جیسا کہ زمین آسمان ستارے اوران کی حرکات جو متناسب اور دائم ہیں نہ ان میں تغیر آتا ہے اور نہ وہ آگے پیچھے ہوتی ہیں یہاں تک کہ اس کا تحریری حکم اپنی میعاد کو پہنچ جائے گا چنانچہ فرمایا: "فقضٰهن سبع سمٰوٰت فی یومین واوحیٰ فی کل سماءٍ امرها"

یعنی پس کر دیا انھیں دو دن میں سات آسمان اور ہر آسمان کو اس کا امر وحی کیا پھر ان متناسب ومحدود اور مقدر ومحسوب اسباب کو ان مسببات کی طرف متوجہ کرنا قدر ہے جو ان اسباب سے لحظہ بہ لحظہ حادث ہوتے ہیں۔

غرض حکم وہ پہلی اور کلی تدبیر اور چوٹی کا امر ہے جو آنکھ کے جھپکنے سے بھی جلد وقوع پا جاتا ہے اور قضا اسباب کلیہ کا اصولی طور پر وضع کرنے کا نام ہے۔

اور قدر سے مراد ان اسباب کلیہ کو ایک متناسب ومحسوب رفتار کے ساتھ محدود ومعدود مسببات کی طرف ایسے اندازہ کے ساتھ تحریک دینا ہے جو کم وبیش نہ ہو اس لئے کوئی چیز اس کی قضا وقدر سے باہر نہیں نکل سکتی اور یہ بات ذیل کی مثال سے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔

تم نے کبھی نہ کبھی گھڑی کا صندوق دیکھا ہوگا جس سے اوقات نماز کا پتہ لگتا ہے اگر نہیں دیکھا تو ہم اس کی کیفیت بتا سکتے ہیں۔

ایک آلہ بشکل ستون ہوتا ہے جس میں معین اور خاص مقدار کا پانی ہوتا ہے اس کے اندر اور پانی کے اوپر ایک اور مجوف آلہ ہوتا ہے۔ جو ایک طرف سے دھاگے کے ساتھ بندھا ہوتا ہے اور دوسری طرف سے پانی پر تیرتا رہتا ہے اس دھاگے کا دوسرا سرا ایک چھوٹے سے ظرف کے نیچے پہنچا ہوا ہوتا ہے جو مذکورہ ستون نما آلہ کے اوپر دھرا رہتا ہے اسی ظرف میں ایک گیند اور اس کے نیچے ایک طشتری اس طرح رکھی ہوتی ہے کہ اگر گیند طشتری میں آگرے تو اس کی آواز سنائی دے ستون نما آلہ کے نیچے ایک خاص مقدار کا سراخ ہوتا ہے۔ جس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی نیچے بہتا رہتا ہے۔ جب سارا پانی نیچے بھر جاتا ہے۔ تو پانی پر تیرنے والا نیچے لٹک جاتا ہے۔

ادھر اس کے لٹکنے سے دھاگے کی جو کشش ہوتی ہے تو اس کے دوسرے سرے کی تحریک سے گیند طشتری میں آگرتا ہے اور اس کے گرنے کی آواز سن کر آس پاس کے لوگ خبردار ہو جاتے ہیں۔

ایک گھنٹے کے ختم ہونے پر یہ گیند ایک بار گرتا ہے۔ گیند کے دوبارہ گرنے کا درمیانی

Marfat.com

عرصہ پانی کے نکلنے اور بہہ جانے کی مقدار سے ہوتا ہے۔ اور یہ بات سوراخ کے مقدار پر موقوف ہے جس سے پانی نکلتا ہے۔ اور یہ امر حساب کے طریقے سے معلوم کیا جاتا ہے۔

غرضکہ پانی کے مقدار معلوم نکلنے پر سوراخ کی کشادگی کا اندازہ موقوف ہے اور اس اندازے پر پانی کی بالائی سطح نیچے اترتی ہے جس پر مجوف آلہ کا معین عرصہ میں نیچے لٹک جانا اور دھاگے کا کچھ جانا اور گیند کا نیچے گر کر آواز پیدا کرنا منحصر ہے اور یہ تمام امور اپنے اپنے سبب کے مقدار اندازہ پر مقرر کیے جاتے ہیں۔ جو نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم۔ اور ممکن ہے گیند کا طشتری میں گرنا ایک دوسری حرکت کا سبب بنا دیا جائے اور یہ حرکت ایک تیسری حرکت کا سبب ہو۔ اسی طرح بہت سے مراتب تک یہ سلسلہ چلا جائے جس سے عجیب عجیب حرکات وقوع پائیں جو محدود مقرر ہوں اور جن کا سبب پانی کا بہنا ہو۔

جب تم اس صورت کو سمجھ گئے تو اب اس امر پر غور کرو کہ اس اعلیٰ کے واضع کو تین امور کی ضرورت ہوگی۔

(۱) تدبیر، وہ اس بات کا حکم ہے کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کون کون سے آلات واسباب درکار ہونگے اور کس کس قسم کی حرکات سے کام لینا پڑے گا اسی کو حکم کہتے ہیں۔

(۲) ان آلات کو مہیا کرنا جو اس کام کے اصول پر ہیں۔ یعنی:

(ا) ستون نما آلہ۔ جو پانی پر کیا جائے۔

(ب) مجوف آلہ جو پانی پر رکھا جائے۔

(ج) دھاگا، جو اس کے ساتھ باندھا جائے۔

(د) جس میں گیند رکھا جائے۔

(ہ) طشتری میں گیند گر کر آواز پیدا کرے۔ یہ قضا ہے۔

(۳) وہ سبب قائم کرنا جو اس محدود و مقدر حرکت کے جاری ہونے کا موجب ہو اور وہ ستون نما آلہ کے نیچے کا سوراخ ہے۔ جو ایک خاص معین مقدار سے بنایا جائے جس میں پانی نکلنے سے پانی کی بالائی سطح نیچے اترے۔ اور اس پر تیرنے والا مجوف آلہ لٹک جائے پھر دھاگہ تن جائے اور گیند والے ظرف کو حرکت ہو اس کے ساتھ ہی گیند طشتری میں آگرے جس سے ایک آواز پیدا ہو۔

حاضرین کے کان کھڑے ہو جائیں اور وہ گھنٹا ختم ہوتا معلوم کر کے کوئی نماز کو

Marfat.com

دوڑنے کوئی کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور یہ تمام امور ایک خاص مقدار پر قائم کیے جاتے ہیں۔ جو پہلی حرکت کے تابع ہوتی ہے اور یہ حرکت پانی کی ہوتی ہے۔

اب بخوبی سمجھ گئے ہونگے کہ یہ تمام آلات اصول ہیں جن کا ہونا مطلوبہ حرکت کے لئے لازمی ہے۔ اور حرکت کا خاص اندازہ ہونا چاہیے تا کہ اس سے پیدا ہونے والا نتیجہ خاص انداز سے اور مقدار پر ہو۔

اسی پر قیاس کر کے تم حوادث کے واقع ہونے کا حال سمجھ سکتے ہو جو اپنی میعاد کے تجانے پر یعنی اپنے سبب کے موجود ہونے پر اپنے وقت سے مقدم و مؤخر نہیں ہوتے اور یہ تمام حوادث اور ان کی میعاد ایک معین و محدود مقدار پر ہوتی ہے۔[1] "ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا" (بیشک جو خدا کو منظور ہوتا ہے وہ اس کو پورا کر کے رہتا ہے اور اللہ نے تو ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھیرا ہی رکھا ہے) چنانچہ آسمان ستارے، زمین، سمندر، دریا، اور ہوا وغیرہ تمام بڑے بڑے اجسام جو عالم میں موجود ہیں وہ مذکورہ آلات کی مثل ہیں اور آسمان اور چاند وغیرہ کی حرکت کو زمین میں حوادث واقع ہونے کا موجب بنانا ایسا ہے جیسے پانی کی حرکت کو ان حرکات کا موجب بنایا جاتا ہے جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گیند گر پڑتا ہے جو انقضائے ساعت کی خبر دیتا ہے۔

آسمان کی مختلف حرکات زمین میں تغیرات اس طرح واقع کرتی ہیں کہ مثلاً سورج جب اپنی رفتار کے ساتھ مشرق میں پہنچتا ہے تو عالم میں روشنی پھیل جاتی ہے اور لوگوں کو اشیائے عالم کا دیکھنا اور محسوس کرنا میسر ہوتا ہے جس سے ان کو مختلف مشاغل میں مصروف ہونے اور کاروبار کرنے کا موقع ملتا ہے اور جب سورج مغرب میں جا چھپتا ہے تو لوگ کاروبار چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں جب سورج خاص موسم میں آسمان کے عین بیچ میں ہوتا ہے تو ہوا گرم ہو جاتی ہے۔

تپش بڑھ جاتی ہے۔ اور میوے پک جاتے ہیں۔ جب سورج دوسری فصل میں آسمان کے کنارے پر جا رہتا ہے تو سردی کا موسم آ جاتا ہے اور جاڑا پڑنے لگتا ہے جب سورج اوسط درجہ پر ہوتا ہے تو موسم معتدل ہو جاتا ہے۔ اور بہار کا موسم آ جاتا ہے۔ نباتات پیدا ہوتی ہیں۔ سبزیاں اگتی ہیں غرض ان مشہور باتوں سے جو تم کو پہلے ہی معلوم ہیں بہت سے غیر معلوم باتیں دریافت کر سکتے ہو۔

[1] سورۃ الطلاق

Marfat.com

فصلوں کا تمام اختلاف خاص تناسب پر قائم ہے کیونکہ وہ چاند سورج کی حرکات سے وابستہ ہے۔ خدا نے فرمایا ہے" والشمس والقمر بحسبان "یعنی سورج اور چاند کی حرکتیں حساب کے موافق ہیں۔ پس اس تناسب کا قائم کرنا اور اسباب کلیہ کا بنانا قضا ہے اور پہلی تدبیر جو چشمے زدن میں انجام پاتی ہے حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان امور کے لحاظ سے باانصاف حکم ہے۔

جس طرح آلہ اور دھاگے اور گیند کی حرکت آلہ بنانے والے کے ارادہ سے خارج نہیں ہے بلکہ اس کی مقصود وہی ہے۔ اسی طرح دنیا میں جو اچھے یا برے مفید یا مضر حوادث واقع ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے خارج نہیں ہوتے وہ اللہ کی خواہش اور مرضی سے ہوتے ہیں۔

اور اسی لئے اس نے یہ اسباب مہیا کیے ہیں اور یہی معنی ہے اس کے قول کا کہ" ولذالک خلقھم" عام مثالوں کے ذریعہ سے امور الہیہ کا سمجھنا مشکل ہے لیکن اس قسم کی مثالوں سے مراد صرف تنبیہ ہوتی ہے۔

لہٰذا امثال کے زیادہ پیچھے نہ پڑو مطلب کی بات کا لحاظ رکھو اور تمثیل وتشبیہ سے بچو۔

تنبیہ: بندہ کے حصہ میں جو حکمت وتدبیر اور قضا وتقدیر ہے وہ تم مذکورہ مثال سے سمجھ گئے ہوگے۔ اور یہ ایک معمولی بات ہے بڑی بات جو بندہ کے حصہ میں ہے۔

وہ ریاضات ومجاہدات کی تدبیر اور سیاسیات کی تقدیر ہے۔ جس سے دین ودنیا کی عام بہبودی وابستہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدا نے ہمیں دنیا میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا اور آباد کیا تاکہ وہ دیکھے کہ وہ کیسے عمل کرتے ہیں۔

دینی حصہ جو خدا کے اس وصف کے مشاہدہ سے بندہ کو حاصل ہوتا ہے، یہ ہے کہ وہ یقین رکھے کہ ہر امر پہلے ہی سرانجام ہو چکا ہے اور اس سے گریز کی صورت نہیں" وقد جف القلم بماھو کائن"، یعنی قلم (قدرت) ہونے والی بات کو لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ اور یہ سمجھے کہ اسباب اپنے مسببات کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں اور ان اسباب کا مسببات کو زندگی بخشنا اور میعاد مقررہ تک قائم ودائم رکھنا واجب اور اٹل ہے۔

پس جو چیز وجود میں داخل ہوتی ہے وہ وجوب میں داخل ہو جاتی ہے یعنی اس کا موجود ہونا واجب ہو جاتا ہے اگرچہ وہ واجب لذاتہ نہیں ہوتی لیکن قضائے ازلی کی روح سے

Marfat.com

جو پھر نہیں سکتی واجب ہے اس سے بندہ سمجھ جاتا ہے کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا گیا ہے وہ ضرور ہی ہونے والا ہے غم والم محض زائد ہے اور وہ طلب رزق میں مطمئن تسلی یافتہ اور غیر مضطرب ہوگا۔

سوال: اس بیان پر دو اعتراض لازم آتے ہیں:۔

(۱) ایک تو یہ کہ غم والم زائد کیونکر ہو سکتا ہے کیا وہ بھی تقدیر میں لکھا ہوا نہیں ہے؟ اس کا بھی تو سبب ہے جب یہ سبب جاری ہوتا ہے تو غم والم کا عارض ہونا واجب ہو جاتا ہے۔

(۲) یہ کہ جب ہر امر پہلے ہی سر انجام کو پہنچ چکا ہے تو پھر فعل وعمل کس لئے کیا جاتا ہے۔ وہ سعادت یا شقاوت کے سبب سے فارغ ہو چکا ہے؟

جواب: پہلے اعتراض کا یہ ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور ہو گا۔ اب غم زائد ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تقدیر پر زائد اور اس سے خارج ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ فضول اور لغو ہے۔ کچھ فائدہ نہیں دیتا کیونکہ وہ تقدیر کو دفع نہیں کر سکتا جو امر ہونے والا ہے اس کا غم کرنا خالص جہل پر مبنی ہے کیونکہ اگر اس امر کا ہونا تقدیر میں لکھا ہے تو اس سے ڈرنا اور غم کرنا اس کو دفع نہیں کر سکتا۔ اور وہ ایک طرح مصیبت کے خوف سے قبل از وقت اپنے آپ پر مصیبت لازم کر لیتا ہے۔ اور اگر اس امر کا ہونا مقدر نہیں ہے تو غم کے کیا معنی غرض ان دونوں صورتوں سے غم زائد ہے۔

عمل وفعل، کے متعلق خود آنحضرت ﷺ کا یہ قول جواب ہے کہ ''اعملوا فکل میسر لما خلق لہ'' جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے لیے سعادت مقدر ہے وہ کسی سبب کے ساتھ مقدر ہے تو اس کا سبب اس کو میسر ہو جاتا ہے اور وہ طاعت ہے۔ اور جس شخص کے لئے بدبختی مقدر ہے، وہ بھی کسی نہ کسی سبب سے مقدر ہے اور وہ یہ کہ وہ اسباب سعادت پر کاربند ہونے میں سستی کرتا ہے اور کبھی اس سستی کا باعث یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ اگر میں خوش قسمت ہوں تو عمل کی ضرورت نہیں۔ اور اگر بدبخت ہوں تو عمل سے کوئی فائدہ نہیں اور یہ جہل ہے۔ کیونکہ وہ اتنا نہیں سمجھتا کہ اگر خوش قسمت ہوا تو اسی لئے خوش قسمت ہوگا کہ وہ خوش قسمتی کے اسباب یعنی علم وعمل پر چلتا ہے۔ اگر یہ اسباب اس کو میسر نہ ہوئے اور وہ ان پر نہ چلا تو یہ اس کی بدبختی کی نشانی ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص فقیہ بننے کی تمنا کرتا ہے جو امامت کے درجہ کو پہنچا ہوا ہو۔ تو یہ مشورہ دیا جائے گا کہ علم پڑھو۔ خوب کوشش اور لگاتار محنت کیے جاؤ اور وہ کہے کہ خدا نے ازل میں میری امامت کا درجہ لکھ دیا ہے۔ تو میں اس کوشش کا محتاج نہیں ہوں اگر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے میرے لئے جہل کا فیصلہ کر دیا ہے تو میری کوشش سے کیا ہو سکتا ہے تو اس کو یہی کہنا پڑے گا کہ اگر تیرے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا ہے تو یقیناً تیرے لئے ازل ہی سے جہل کا فیصلہ ہو چکا ہے کیونکہ جو ازل سے امام لکھا گیا ہے اس کے لئے اسباب بھی مہیا ہوتے ہیں۔ اور وہ ان اسباب کو کام میں لاتا ہے۔ اور وہ ایسے بیہودہ خیالات اور وساوس کو دور کرتا رہتا ہے جو اس کو سستی اور ناکارہ پن پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ جو شخص کوشش نہیں کرتا، وہ قطعاً امامت کا درجہ نہیں پاتا۔ اور جو شخص کوشش کرتا ہے اور اس کے لئے کامیابی کے اسباب میسر ہو جاتے ہیں، اس کی حصول غرض کی امید سچی ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ برابر اپنی کوشش پر قائم رہے۔ اور کوئی مانع ایسا پیش نہ آئے۔ جو اس کی رفتار کو روک دے۔

اس لحاظ سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سعادت اس شخص کا حصہ ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے قلب سلیم عطا کیا ہے۔ اور سلامت قلب ایک ایسی صفت ہے۔ جو کوشش سے حاصل کی جاتی ہے۔ جس طرح فقہ نفس اور فقہ امامت کوشش سے حاصل کی جاتی ہے کچھ بھی فرق نہیں۔ ہاں مشاہدہ حکم میں بندوں کے مختلف درجے ہیں۔ بعض خاتمہ کو دیکھتے ہیں۔ کہ ان کا انجام کس حالت پر ہوتا ہے۔ اور بعض ابتداء کا لحاظ کرتے ہیں۔ کہ خدا نے ازل میں کیا لکھ دیا ہے۔ اور یہ لوگ اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ کیونکہ خاتمہ ابتدا کے تابع ہے۔ بعض ماضی و مستقبل دونوں سے دست بردار ہوں وہ ابن الوقت ہیں یہ لوگ موجودہ حالت کا لحاظ کرتے ہیں اور خدا کی تقدیر کے مواقع پر راضی ہیں وہ پہلے سارے لوگوں سے افضل ہیں۔ بعض حال وہ ماضی واستقبال سب سے کنارہ کش ہیں ان کا دل حکم میں مستغرق اور شہود میں مصروف ہے۔ یہ درجہ سب سے بالاتر ہے۔

(۳۰) اَلْعَدْلُ

(منصف یعنی فیصلہ میں ظلم نہ کرنے والا)

عدل کے معنی عادل۔ اور یہ وہ ذات ہے جس سے عدل کا فعل صادر ہو جو ظلم وستم کے خلاف ہے۔ وہ شخص عادل کو نہیں پہچان سکتا، اس کے عدل کو نہیں پہچانتا۔ لہٰذا جو شخص اس وصف کو معلوم کرنا چاہے اسکو چاہیے کہ حتے المقدور اللہ تعالیٰ کے تمام افعال کا (جو بالائے آسمان سے لے کر زیر زمین تک تعلق رکھتے ہیں) علم حاصل کرے۔ حتےٰ کہ جب وہ خدا کی

Marfat.com

آفرینش میں باوجود اپنے مکرر اور سہ کرغور وفکر کے کسی قسم کی کجی اور قصور نہ پائیگا۔ تو بارگاہ رب العزت کی شان وعظمت اسکو دم بخود بنا دیگی اور اس کے کاموں کا اعتدال وانتظام اس کو حیران کردے گا۔ اس وقت عدل خداوندی کے معنی کا کوئی حصہ اس کے ذہن میں آ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کئی قسم کی جسمانی وروحانی اور کامل وناقص موجودات بنائی ہیں۔ اور ہر شے کو اسکی آفرینش عطا کی ہے اس لحاظ سے وہ جواد (عالی حوصلہ) ہے اور اس نے ہر چیز کو مناسب ترتیب میں رکھا ہے۔ اس لحاظ سے وہ عدل ہے۔

چنانچہ عالم کے بڑے بڑے اجسام زمین، پانی، ہوا، آسمان اور ستارے ہیں۔ خدا نے ان کو پیدا کر کے ایک مناسب ترتیب دی ہے۔

زمین کو سب سے نیچے رکھا ہے اس پر پانی کو جگہ دی ہے پھر پانی پر ہوا کا مقام بنایا ہے اور ہوا پر آسمان قائم کیے ہیں۔ اگر اس ترتیب کو الٹ دیا جائے تو سارا نظام باطل ہو جائے شاید یہ عدل ونظام کے لئے اس ترتیب کے مناسب ہونے کی شرح اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے لہذا ہم عام لوگوں کی کے فہم وادراک کا لحاظ رکھتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ اپنے بدن کے متعلق غور کرے۔ جو مختلف اعضاء سے مرکب ہے جیسے کہ عالم کا بدن مختلف اجسام سے مرکب ہے انسانی بدن کو پہلے تو خدا نے ہڈی گوشت اور چمڑے سے مرکب کیا ہے ہڈیوں کو کھوکھلے ستون بنایا ہے اور گوشت کو ان کا غلاف بنایا ہے اور چمڑے کو گوشت کا غلاف قرار دیا ہے۔ اگر یہ ترتیب بالعکس ہو جائے اور اندر کی چیز باہر رکھی جائے تو سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔

اگر یہ بات بھی تمہارے نزدیک باریک ہے تو ایک اور مثل سنو اللہ تعالیٰ نے انسان کے مختلف اعضاء مثلاً ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، ناک، اور کان، پیدا کیے ہیں تو وہ ان اعضاء کے پیدا کرنے میں تو وہ جواد ہے۔ اور ان کو خاص مقامات پر رکھنے میں عادل ہے مثلاً آنکھ کو ایسے مقام پر رکھا ہے جو اس کے لئے بدن میں تمام مقامات کی بنسبت زیادہ مناسب ہے کیونکہ اگر اس کو گدی پر یا پاؤں پر، یا ہاتھ پر، کھوپڑی پر بنایا ہوتا تو جس قدر اس کے نقصانات کا اندیشہ تھا وہ مخفی نہیں اور اسی طرح اس نے ہاتھوں کو کندھوں سے متعلق کیا ہے۔ اگر ان کو سر کے بجائے یا کوکھوں میں یا گھٹنوں پر لگا دیتا تو اس سے جو خلل آتا وہ محتاج دلیل نہیں۔ اسی طرح اس نے تمام حواس سر میں جمع کیے ہیں کیونکہ وہ جاسوس ہیں۔ ان کو تمام بدن سے بلند مقام پر ہونا ضروری تھا۔ اگر ان کو پاؤں پر رکھا ہوتا تو قطعاً ان کا نظام خلل پذیر ہو جاتا۔ اس امر کی تفصیل ہر عضو کے متعلق کی جائے تو یہ بیان بہت لمبا ہو جائے گا۔ بالاجمال اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے

Marfat.com

جو چیز جس مقام پر پیدا کی ہے وہ اسی جگہ کے لئے مناسب ہے۔ اگر اس جگہ سے دائیں طرف یا بائیں طرف یا اوپر یا نیچے بنائی جاتی تو ناقص یا باطل یا خراب یا بدنما اور غیر متناسب ہوتی ناک کو چہرا کے وسط نے پیدا کیا ہے۔ اگر اس کو ماتھے میں یا ایک رخسار میں بنایا ہوتا تو اس کے موجودہ فوائد میں ضرور کمی آ جاتی اور تجھے اس کی حکمت کا بخوبی پتہ لگ جاتا۔

واضح ہو کہ سورج کو جو خدا نے چوتھے آسمان پر بنایا ہے تو یہ کوئی لغو بات نہیں ہے بلکہ اس نے بجا کیا ہے۔ اور اس کو ایسے مقام پر رکھا ہے جو اس کے مقاصد حاصل ہونے کے لئے مناسب ہے۔

مگر تم اس کی حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہو کیونکہ تم کو عالم بالا اور عالم سفلی میں غور فکر کرنے کی کم استعداد ہے اگر تم ان میں نظر کرو تو ایسے عجائبات ملاحظہ کرو جن کے آگے تمہارے بدن کے عجائبات ہیچ ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جب کہ آسمان وزمین کی آفرینش لوگوں کی آفرینش سے بڑی ہے۔ کاش کہ تم کو اتنی توفیق ہوتی کہ اپنے نفس کی عجائبات کو سمجھتے اور اس میں اور اس کے ارد گرد کے اجسام میں غور کرنے سے فراغت پاتے۔ تاکہ اس زمرہ میں شریک ہو جاتے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "سنریھم آیتنا فی الافاق وفی انفسھم" یعنی عنقریب ہم ان کو اپنے نشان زمانے میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھائیں گے۔

یہ مرتبہ تو تم کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں میں شامل ہو جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ "وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموٰت والارض ولیکون من المؤقنین" یعنی اس طرح ہم ابراہیم کو آسمان اور زمین کے عجائبات دکھاتے ہیں تاکہ وہ ارباب یقین میں شامل ہو جائیں۔ اور اس شخص کے لئے آسمانوں کے دروازے کیونکر کھولے جائیں گے جس کو دنیا کے فکر و تردد نے اپنے دھندوں میں غرق کر رکھا ہو اور حرص و ہوا نے اپنا غلام بنا لیا ہو۔

الغرض یہ بیان اس اکیلے اسم کی راہ معرفت کی پہلی منزل دکھانے کے لئے ایک اشارہ تھا اس کی پوری پوری شرح کے لیئے کئی بڑے دفتر درکار ہونگے اور اسی طرح ہر اسم کے معنی کی شرح کیونکہ تمام اسماء افعال سے مشتق ہیں جن کا سمجھنا افعال اور ان اشیاء کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے افعال سے موجود ہے۔ اور جو شخص ان کا مجمل مفصل علم نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے پاس ان کے متعلق محض تفسیر ولغت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان کا مفصل علم تو حاصل

Marfat.com

ہو نہیں سکتا، کیونکہ اس کی کوئی انتہاء نہیں رہا بالاجمال علم سو وہ مقدور بھر حاصل ہو سکتا ہے اور اسی پیمانہ پر بندہ کو ئی اسماء کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور اتنی معرفت بھی تمام علوم کو حاوی ہے۔ اس قسم کی کتاب سے مدعا یہ ہے کہ اس کی ابتدائی موٹی موٹی باتوں کی طرف اشارہ کیا جائے بس۔

تنبیہ: عدل سے بندہ کا جو حصہ ہے وہ مخفی نہیں اپنی صفات کو اعتدال پر لانے کا پہلا حق یہ ہے کہ شہوت اور غضب کو عقل و دین کے ارشاد کا پابند بنانے اور اگر اس نے عقل کو شہوت اور غضب کا خادم بنا دیا تو وہ ظلم کا مرتکب ہو گیا یہ تو اپنے نفس کے متعلق عدل کا خلاصہ تھا اور اس کی تفصیل تمام حدود شرع کی رعایت ہے اور ہر عضو کے متعلق عدل یہ ہے کہ ان کو ایسے کاموں میں استعمال کرے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے اور اپنے عیال و اولاد کے متعلق اور اگر رئیس ہے تو اپنی رعیت کے متعلق جو عدل چاہیے وہ ظاہر ہے۔

لوگ خیال کرتے ہیں کہ ظلم ایذا ہے اور عدل لوگوں کے حق میں نفع رسانی ہے لیکن حقیقت میں یہ درست نہیں بلکہ اگر کوئی بادشاہ ہتھیاروں کتابوں اور اموال سے بھرا ہوا خزانہ کھولے اور اموال تو غنی لوگوں کو دے ڈالے اسلحہ اہل علم کے حوالہ کرے اور ان کو قلعوں کی کنجیاں دیدے کتابیں فوجی لوگوں کو بخشدے اور ساتھ ہی مسجدیں ان کے حوالے کر دے تو اس نے نفع تو پہنچایا لیکن اس نے ظلم بھی کیا اور عدل سے کنارہ کشی کی کیونکہ ہر ایک چیز کو اس کے غیر مناسب مقام میں استعمال کیا اور اگر مریض کو دوائیں پلانے پچھنے لگانے فیض کھولنے میں ایذا دی اور جبر کیا اور مجرموں کو مارنے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنے اور قتل کر ڈالنے کی سزا دی تو وہ عادل سمجھا جائے گا کیونکہ ہر امر کو اس کے مناسب مقام میں رکھا ہے۔

دین کی جہت سے اس وصف کے مشابہ میں بندہ کا حصہ اس بات کا ایمان ہے کہ اللہ تعالی عادل ہے اس کی تدبیر اور حکم اور تمام افعال کے متعلق اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا خواہ وہ بندہ کی مراد کے موافق ہوں یا نہ ہوں کیونکہ یہ ساری باتیں انصاف ہیں اور ویسی ہی ہیں جیسی چاہئیں اگر وہ اس کام کو نہ کرتا جو اس نے کیا ہے تو اس سے کوئی اور خرابی پیدا ہو جاتی جو اس سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوتی جیسے کہ اگر مریض کو پچھنے نہ لگوائے جائیں تو ایسا نقصان پہنچے جو پچھنوں کی رو سے زیادہ تکلیف دہ ہو اس لحاظ سے اللہ تعالی عادل ہے اور اس بات پر ایمان لانا تمام ظاہری و باطنی انکار و اعتراض کی جڑ کاٹ ڈالتا ہے۔

زمانہ کو برا بھلا نہ کہنا چاہیے اور نہ اشیاء کو فلک سے منسوب کرنا چاہیے اور نہ اس پر

Marfat.com

اعتراض کرنا چاہیے جیسے عام لوگوں کی عادت ہے بلکہ یہ سمجھے کہ یہ تمام اسباب خدا کے حکم کے تابع ہیں اور سب کے سب ایک مناسب ترتیب سے اپنے مسبباب کے ساتھ مرتب ہیں اور ان کی ترتیب اعلیٰ درجہ کے عدل ولطف پر مبنی ہے۔

(۳۱) اَللَّطِیْفُ

(باریک بین)

اس اسم کی مستحق ذات وہ ہے جو مصلحتوں کی باریک باریک باتیں جانیں۔ اور ان کو ان کے مستحق کی طرف سختی سے نہیں بلکہ نرمی سے پہنچائے۔ جب فعل میں نرمی اور علم میں باریک بینی ہو جائے۔ تو لطف کے معنی پورے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا کمال علم وعمل میں خاص خدا کے لئے متصور ہے۔

خدا کا باریک اور دقیق باتوں پر جس قدر احاطہ ہے اس کی تفصیل ہو نہیں سکتی بلکہ ہر مخفی بات اس کے علم میں ویسی ہی ظاہر ہے۔ جیسے کھلی بات۔ کچھ بھی فرق نہیں افعال میں اس کی نرمی اور مہربانی بھی شمار میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ فعل کی مہربانی کو وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کے تمام افعال کی تفصیل بھی جانتا ہو۔ اور اس میں مہربانی کے نکتے سمجھتا ہو جس قدر وہ ان کو جانتا ہو گا۔ اسی قدر وہ اسم لطیف کے معنی سمجھتا ہوگا۔ اس بات کی شرح بڑا طول چاہتی ہے۔ اور نہیں کہ کئی دفتر اس کے دسویں حصے کو بھی کافی ہوسکیں۔ ہاں ان کی بعض باتوں کا اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

خدا کے بے انتہا لطفوں میں سے ایک لطف یہ ہے کہ وہ جنین کو ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے۔ اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور ناف کے ذریعے غذا پہنچاتا ہے یہاں تک کہ وہ متولد ہوتا ہے۔ تو منہ سے کھانے لگتا ہے۔ تولد کے وقت خدا اس کو سکھا دیتا ہے۔ کہ پستان کو منہ میں پکڑے اور چوسے خواہ رات کا اندھیرا ہو نہ اور کوئی اسکو سکھاتا ہے اور نہ وہ کسی کو اس طرح کرتے دیکھتا ہے بلکہ وہ انڈے کو توڑ کر چوزہ نکالتا ہے۔ اور اس کو دانے چگنے سکھاتا ہے۔ پھر یہ کہ وہ اس کے پیدا ہونے کے دانت نہیں بناتا۔ کیونکہ ابھی دودھ پینے کی عمر دانتوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ پھر جب اس کے بعد طعام چبانے کے لئے دانتوں کی ضرورت پڑتی ہے تو دانت اگاتا ہے وہ یہ کہ وہ کسی طرح کے دانت بناتا ہے۔ ایک ڈاڑھیں ہیں جو طعام کو پیسنے کے لئے ہیں۔ اور ایک کچلیاں ہیں جو توڑنے کی غرض سے ہیں۔ اور ایک سامنے کے دانت ہیں۔ جو کاٹنے کی خاطر ہیں۔ پھر یہ کہ وہ زبان کو جس سے ظاہری غرض کلام ہے طعام کو دانتوں کی چکی

Marfat.com

میں ڈالنے کے کام پر مامور کرتا ہے۔

ایک لقمہ کے میسر ہونے کے متعلق خدا کی مہربانی کا مفصل ذکر کیا جائے۔ جو بندہ کو بلا مشقت ہاتھ آتا ہے۔ اور جس کی اصلاح اور تکمیل میں ایک مخلوق نے جس کا شمار نہیں ہوسکتا مدد دی ہے۔ کسی نے زمین کو درست کیا کسی نے بیج بویا کسی نے سینچا کسی نے فصل کو کاٹا کسی نے کھلیان سے غلہ نکالا کسی نے اس کو پیسا کسی نے گوندھا کسی نے پکایا وغیرہ وغیرہ، تو اس کی تفصیل اختتام کو پہنچی۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اس حیثیت سے کہ اس نے امور کی تدبیر کی ہے حکم ہے اور اس حیثیت سے کہ ان کو وایجاد کیا جواد ہے اور اس حیثیت سے کہ ان کو ترتیب دی مصور ہے اور اس حیثیت سے کہ ہر چیز کو اس کے مقام مناسب میں رکھا عدل ہے اور اس حیثیت سے کہ اس میں نرمی کے وجوہ کی کوئی باریکی نہیں چھوڑی لطیف ہے اور جو شخص ان افعال کی حقیقت نہیں سمجھتا وہ ان اسماء کی حقیقت بھی نہیں سمجھ سکتا۔

بندوں کا اس پر ایک لطف یہ ہے کہ اس نے ان کو کفایت سے زیادہ توفیق دی ہے اور طاقت سے کم مجبور کیا ہے۔

ایک لطف یہ ہے کہ تھوڑی بہت یعنی دنیوی عمر میں خفیف کوشش کرنے پر ان کو ابدی سعادت حاصل کرنے کی توفیق دی ہے کیونکہ اس عمر کو ابد کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں۔

ایک لطف یہ ہے کہ وہ لید اور خون میں صاف دودھ اور سخت پتھروں سے نفیس جواہر اور مکھی سے شہد اور کیڑے سے ریشم اور ''سیپی'' سے موتی پیدا کرتا ہے ان سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ انسان کو گندے نطفے سے پیدا کر کے اس کو اپنی معرفت کا خزانہ اپنی امانت کا حامل اور آسمانوں کے عجائبات کا نظارہ دیکھنے والا بناتا ہے اور یہ بھی وہ لطف ہے جو شمار میں نہیں آسکتا۔

تنبیہ: اس وصف سے بندے کا خاص حصہ یہ کہ وہ اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے خدا کی طرف بلائے اور سعادت آخرت کی ہدایت کرنے میں ان کے ساتھ ملامت کرے بلا اس کے کہ تحقیر سختی لڑائی اور تعصب کرے۔

سب سے اچھا لطف جس میں قبول حق کی ایک کشش موجود ہوتی ہے وہ پاک عادات اچھے خصائل اور نیک اعمال ہیں۔ کیونکہ چکنی چپڑی باتوں کی نسبت یہ امور زیادہ موثر اور پر لطف ہوتے ہیں۔

Marfat.com

(۳۲) اَلْخَبِیْرُ

(آگاہ، دانا، عالم، عارف)

خبیر وہ ہے جس سے کوئی باطنی خبر مخفی نہیں عالم سفلی اور عالم بالا میں کوئی بات ہو کوئی ذرہ حرکت کرے یا ساکن ہو کوئی جان بیقرار ہو یا مطمئن ہو اس کو ہر بات کی خبر ہوتی ہے اور معنی کے رو سے علیم ہے لیکن علم کو جب باطنی بھیدوں سے منسوب کیا جائے تو وہ خبرۃ کہلاتا ہے خبرۃ والے کو خبیر کہتے ہیں۔

تنبیہ: اس اسم سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ وہ ہر بات سے جو اس کے اپنے بدن اور قلب کے عالم میں جاری ہوتی ہو خبر رکھتا ہو قلب جن چھپی ڈھکی برائیوں سے متصف ہو جاتا ہے مثلاً بد باطنی خیانت دنیائے دون کے لئے ہر وقت مارے مارے پھرنا برائی کی نیت رکھنا اور بھلائی ظاہر کرنا اخلاص ظاہر کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دینا اور اندر کچھ بھی نہ ہونا ان کو پوری خبر والا آدمی ہی معلوم کرتا ہے جو اپنے نفس کا خوب امتحان لیتا رہا ہو اور اس کے مکرو تلبیس اور غریب کو اچھی طرح تاڑتا رہا ہو اور اس کے مقابلہ اور مخالفت کے لئے کمربستہ ہو جائے اور اس کے بچنے لگے ایسا بندہ **خبیر** کہلانے کا پورا مستحق ہے۔

(۳۳) اَلْحَلِیْمُ

(بردبار)

حلیم وہ ذات ہے جو نافرمان لوگوں کی نافرمانی اور اپنے حکم کی مخالفت ہوتے دیکھے پھر بھی وہ غضب میں بیقرار نہ ہو نہ اس کو غصہ عارض ہو اور باوجود پورے اقتدار کے وہ بے حوصلگی کے ساتھ انتقام لینے میں جلدی نہ کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ولو یؤاخذ اللّٰہ الناس بما کسبوا ماترک علیٰ ظھرھا من دابۃ" یعنی اگر خدا لوگوں کی بداعمالیوں پر گرفت کرنے لگے تو روئے زمین پر کسی جان دار کو زندہ نہ چھوڑے۔

تنبیہ: حلیم کے وصف سے بندہ کا حصہ ظاہری ہے اتنا سمجھ لو کہ بندوں کے اچھے فضائل میں سے ہے جو شرح و تفصیل کا محتاج نہیں۔

(۳۴) اَلْعَظِیْمُ

Marfat.com

(بزرگ، بڑا)

واضح ہو کہ عظیم کا اسم اپنی وضع اول میں اجسام پر بولا جاتا ہے چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ یہ جسم عظیم ہے اور جب ایک جسم دوسرے جسم سے طول عرض اور عمق میں زیادہ بڑا ہو تو کہتے ہیں یہ جسم اس جسم سے اعظم ہے۔

یہ اسم عظیم دو قسم کی اشیاء پر بولا جاتا ہے ایک تو وہ شئے جو ساری کی ساری نظر آ جاتی ہے دوسری وہ جس پر پورے طور سے نگاہ کا محیط اور حاوی ہونا متصور نہ ہو سکے جیسے زمین آسمان وغیرہ دیکھو ہاتھی ایک عظیم مخلوق ہے پہاڑ بھی ایک عظیم شئے ہے لیکن یہ چیز نگاہ میں پوری کی پوری سما سکتی ہے لہذا وہ اپنے نیچے کی اشیاء کے مقابلہ میں عظیم ہیں اور زمین کی نسبت یہ امر متصور ہی نہیں ہو سکتا کہ نگاہ ہر سمت سے اس پر حاوی ہو سکے یہی حال آسمان کا ہے پس یہ چیزیں مدرکات بصر میں مطلقاً عظیم ہے۔

مدرکات بصیرت (جو باتیں عقل میں آ سکتی ہیں بڑا التفاوت ہے) بعض کی کنہ وحقیقت پر عقل محیط ہو سکتی ہے اور بعض پر محیط ہونے سے قاصر ہے جن اشیاء کی کنہ وحقیقت پر محیط ہونے سے عقل قاصر ہے ان کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن پر بعض عقول کا حاوی ہونا متصور ہو سکے اگرچہ اکثر عقول ان سے قاصر ہوں۔

دوم وہ جن کا عقل کے احاطہ میں آنا حقیقۃً کسی طرح متصور ہی نہ ہو سکے اور یہ وہ عظیم مطلق ہے جو تمام عقل کی حدود سے بڑھا ہوا ہے یہاں تک کہ اس کی حقیقت اور بھید کو پانا تصور میں آ ہی نہیں سکتا اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اس کا بیان فن اول میں گزر چکا ہے۔

تنبیہ: بندوں میں سے عظیم انبیاء علماء ہیں جن کی تھوڑی سی صفات کا بھی اگر کوئی عقل مند تصور کرتا ہے تو ہیبت ورعب سے اس کا سینہ بھر جاتا ہے اور دل میں ان کی عظمت کے خیال کے سوا اور کسی بات کی گنجائش نہیں رہتی اس لحاظ سے ہر نبی اپنی امت کے حق میں اور شیخ اپنے مرید کے حق میں اور استاد اپنے شاگرد کے حق میں عظیم ہے کیونکہ عقل اس کی صفات کے احاطہ سے قاصر ہے تو اگر وہ اس کے برابر ہو جائے یا اس سے بڑھ جائے تو بھی اس کی طرف اضافت کرنے سے عظیم نہیں کہلائیگا۔

جو عظیم خدا کے سوا کسی اور چیز کے لئے فرض کیا جائے وہ ناقص ہے ایسا عظیم، عظیم مطلق نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی عظمت ایک شئے چھوڑ کر دوسری شئے کی طرف اضافت کرنے سے ظاہر ہوتی ہے بخلاف خدا کی عظمت کے کیونکہ عظیم مطلق ہے بطریق اضافت عظیم نہیں۔

Marfat.com

(۳۵) اَلْغَفُوْرُ

(بہت بخشنے والا)

یہ اسم غفار کا ہم معنی ہے لیکن اس میں ایک قسم کا مبالغہ پایا جاتا ہے جو غفار میں نہیں کیونکہ غفار کا مبالغہ منکر مغفرت کے لحاظ سے ہے چنانچہ فعال کا صیغہ کثرت فعل پر دال ہے اور فعول کا صیغہ فعل کی عمدگی اور کمال اور وسعت پر دلالت کرتا ہے پس وہ غفور ہے بایں معنی کہ وہ پوری اور مکمل غفران والا ہے حتی کہ وہ مغفرت کے انتہائی درجوں کو پہنچا ہوا ہے اس کے متعلق بھی پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

(۳۶) اَلشَّکُوْرُ

شکور وہ ہے جو تھوڑی سے طاعات کے عوض میں بہت سے درجے عطا فرماتا ہے اور چند روزہ عملوں کے بدلے آخرت میں غیر محدود نعمتیں دیتا ہے اور جو کوئی نیکی کا کئی گنا عوض دے اس کی نسبت کہا کرتے ہیں کہ اس نے اس نیکی کا شکر کیا اور جو کوئی محسن کی تعریف کرے اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے محسن کا شکریہ ادا کیا۔

اگر عوض وجزا کی زیادتی کے معنی کا لحاظ کرو تو اللہ تعالیٰ کے سوا شکور مطلق کوئی نہیں کیونکہ وہ عوض میں جس قدر زیادہ دیتا ہے اس کا شمار و حصر نہیں ہے دیکھو بہشت کی نعمتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کلوا و شربوا هنيئا بما اسلفتم فی الایام الخالية" یعنی خوب مزے کے ساتھ کھاؤ پیو بعوض ان عملوں کے جو تم نے گزشتہ دنوں میں کیے اور اگر تم تعریف کے معنی کا لحاظ کرو تو خدا کے سوا کسی چیز کی تعریف کرنے والے کی تعریف خدا ہی کی تعریف بن جاتی ہے اور پروردگار جب اپنے بندوں کے عملوں کی تعریف کرتا ہے تو اپنی ہی فضل کی تعریف کرتا ہے کیونکہ ان کے اعمال اسی کے پیدا کردہ ہیں اگر وہ شخص شکور کہلا سکتا ہے جس کو کچھ ملے اور شکر کرے تو وہ ذات جو بندہ کو عطا بھی کرے اور بندہ ہی کا شکر زیادہ عطا کرنے تو وہ شکور کہلانے کا نہایت ہی حقدار ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی جو تعریف کرتا ہے وہ اس قسم کی ہے جیسے "والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات" (اور یاد کرنے والے اللہ کو بہت اور یاد کرنے والیاں) اور جیسے "نعم العبد انه اواب" کیا اچھے بندے تھے (کہ بات بات میں خدا کی طرف رجوع کرتے تھے) وغیرہ اور یہ تمام خدا کا عطیہ ہے۔

Marfat.com

تنبیہ: بندہ دوسرے بندے کے حق میں شاکر یوں ہوسکتا ہے کہ کبھی اس کے احسان پر اس کی تعریف کرے اور کبھی اس کی نیکی کا کئی گنا عوض دے اور یہ بات اچھی خصلتوں میں سے ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" (جو بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر کب ادا کرے گا)

خدا کے حق میں اس کا شکر بہر صورت مجاز اور توسع کی قسم سے ہوگا کیونکہ اگر وہ تعریف کرے گا تو اس کی پوری تعریف نہ ہوسکے گی اگر اس کی اطاعت کرے گا تو اس کی اطاعت خود اللہ کی ایک دوسری نعمت ہے بلکہ قابل شکر نعمت کے علاوہ عین اس کا شکر بھی ایک دوسری نعمت ہے۔

اللہ کی نعمتوں کے شکر کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان کو اس کی نافرمانیوں میں استعمال نہ کرے بلکہ اس کی اطاعت کے کام میں لائے اور یہ بھی خدا کی توفیق اور رہنمائی کے ساتھ ہے۔

بندہ کے شاکر ہونے میں اور اس بات کے تصور میں ایک باریک نقطہ ہے جس کو ہم نے کتاب "احیاء العلوم الدین" کی "کتاب الشکر" میں بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ کرو یہاں اس کے بیان کی گنجائش نہیں۔

(۳۷) اَلْعَلِیُّ

(بہت اونچا)

علی وہ ہے جس کے رتبہ سے بڑا کوئی رتبہ نہیں اور اس کے مرتبہ سے تمام مراتب نیچے ہوں اور یہ اس لیئے ہے کہ علی، علوّ سے مشتق ہے۔ اور یہ اس علو (بلندی) سے ماخوذ ہے جو سفل (پستی) قابل ہے اور وہ یا تو محسوس درجوں میں ہوتا ہے سیڑیوں اور زینوں میں اور ان تمام اجسام میں جو ایک دوسرے سے نیچے اوپر ہوں اور یا موجودات کے عقلی مراتب میں ہوں جو ایک قسم کی عقلی ترتیب سے مرتب ہوں پس جس چیز کو مکان کی فوقیت ہو اس کو علو مکانی ہے اور جس کو رتبہ فوقیت ہے اس کو رتبہ کا علو ہے۔ اور عقلی درجات، حسی درجات، درجات عقلیہ، کی مثال وہ تفاوت ہے جو سبب و مسبب اور علت و معلول اور فاعل و مفعول اور قابل و مقبول اور کامل و ناقص، کے مابین ہوتا ہے۔

چنانچہ تم ایک سبب فرض کرو تو وہ دوسری شے کا سبب ہو اور دوسری شئے تیسری کی

Marfat.com

سبب ہو۔ اور تیسری چوتھی کی۔ اور مثلاً یہ سلسلہ دس درجوں تک چلا جائے۔ تو دسویں شئے آخری رتبہ میں واقع ہوگی۔ لہذا وہ سب سے اسفل ہے اور پہلا سبب پہلے درجہ میں واقع ہے لہذا وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اور پہلا جو دوسرے سے اوپر ہوگا تو یہ فوقیت معنوی ہے مکانی نہیں۔ اور علو سے مراد فوقیت ہے۔

عقلی کی تقسیم کی مثال یہ ہے کہ موجودات سبب اور مسبب پر منقسم ہیں سبب مسبب سے ایک درجہ اوپر ہے۔

پس مطلق فوقیت صرف مسبب الاسباب کا حصہ ہے اسی طرح موجودات مردہ اور زندہ میں منقسم ہے اور زندہ مخلوقات کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن کو صرف حسی ادراک حاصل ہے اور وہ حیوان ہیں۔ دوسرے وہ جن کو حسی ادراک کے ساتھ عقلی ادراک بھی حاصل ہے اور ادراک عقلی والی موجودات کی پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کے معلومات میں شہوت اور غضب رکاوٹ ڈالیں اور وہ انسان ہے دوسرے وہ جن کا ادراک مقدراک کے معارضہ سے پاک ہے اس آخری قسم کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کا ان مکدرات میں مبتلاء ہونا ممکن ہے لیکن ہمیشہ سلامتی ہی حاصل رہی ہو جیسے کہ ملائکہ دوسری قسم میں وہ ذات ہے جس کے حق میں ایسی باتیں محال ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

اس تقسیم میں تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ فرشتہ انسان سے اوپر ہے۔ اور انسان حیوان سے اوپر۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے اوپر۔ پس وہ علی مطلق ہے کیونکہ وہ خود زندہ اور جہان کو زندہ کرنے والا ہے اور علماء کے علوم کو پیدا کرنے والا، اور پاک اور ہر قسم کے عیوب سے منزہ ہے ادھر بے جان چیز درجات کمال میں سب سے نیچے کے درجہ میں واقع ہوئی ہے انتہائی رتبہ میں خدا کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے غرض اس طرح اس کی فوقیت اور علو کو سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ نام پہلے ادراک بصر کے لحاظ سے مقرر کیے گئے ہیں۔ اور عوام کا درجہ ہے پھر جب خواص لوگ عقلی ادراکات سے بہرہ ور ہوئے۔ اور انکو آنکھ کے ادراک اور عقل کے ادراک میں موازنہ محسوس ہوا تو اس سے مطلق الفاظ بطور استعارہ اخذ کر لیے جن کو خواص نے سمجھ لیا۔ اور عوام نے نہیں سمجھا جن کا ادراک حواس ظاہری سے آگے ترقی نہیں کر سکتا جو جانوروں کا درجہ ہے چنانچہ وہ کسی عظمت کا تصور محض طول و عرض کی رو سے اور علو کا تصور ظرف مکانی کی رو سے اسی طرح فوقیت کا تصور بھی ظرف مکانی کی رو سے سمجھتے ہیں۔

اس بیان سے تم خدا کے عرش کے اوپر ہونے کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ وہ

Marfat.com

تمام اجسام سے بڑا ہے گویا وہ تمام اجسام کے اوپر ہے اور وہ ذات موجود جو اجسام کی حدود سے محدود ہونے اور مقادیر کے ساتھ متقدر ہونے سے منزہ ہے وہ رتبہ میں مسبب کے سبب اجسام کے اوپر ہے لیکن اس فوقیت کو عرش کے ساتھ جوذکر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ کہ عرش تمام اجسام سے بالا ہے۔ پس جو عرش سے بھی بالا ہوگا۔ وہ سب سے بالا ہوگا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ خلیفہ سلطان کے اوپر ہے جس سے بتانا مقصود ہو کہ جب وہ سلطان سے بالا ہے تو ان تمام لوگوں سے بھی بالا ہوگا جو سلطان سے نیچے میں یا وہ گو آدمی جو فوق کے معنی صرف ظرف مکان سمجھتا ہے واقعہ ہنسی کے لائق ہے اور با اینہمہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ فلاں دو معزز شخص مجلس میں کس کس درجہ پر بیٹھتے ہیں تو اس کو کہنا پڑے گا کہ یہ شخص اس شخص کے اوپر بیٹھتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اس کے دائیں جانب بیٹھتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس شخص کا اس شخص کے اوپر بیٹھنا یوں ہوسکتا تھا کہ اس کے سر پر بیٹھتا یا اس جگہ پر بیٹھتا جو اس کے سر پر بنی ہوئی ہوتی پھر اگر اس کو کہا جائے کہ تم جھوٹ بولتے ہو وہ نہ اس کے اوپر بیٹھتا ہے نہ اس کے نیچے بلکہ اس کے پہلو پر بیٹھتا ہوگا تو وہ اس اعتراض سے آگ بگولہ ہو کر کہے گا کہ تم بھی کیا آدمی ہو کہ کچھ کا کچھ سمجھ جاتے ہو۔ جی اس فوقیت سے مراد رتبہ کی فوقیت اور صدر کا قرب تھا نہ کہ سر پر یا سر سے اونچے بیٹھنا دیکھو صدر مدارج مجلس کا منتہی ہوتا ہے جو شخص صدر سے قریب ہے وہ اس شخص کے اوپر ہے جو اس صدر سے دور ہے۔

اس بیان سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ جس ترتیب کی طرفیں ہوں اس میں بلا تعین ایک طرف کو فوق اور علو سے اور دوسری کو اس کے مقابل کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔

تنبیہ: بندہ کا علی ہونا ممکن نہیں کیونکہ وہ جو درجہ حاصل ہو سکتا ہے اس سے اوپر کوئی نہ کوئی درجہ ضرور ہوتا ہے اور یہ انبیاء ملائکہ کے درجے ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بندہ کوئی ایسا درجہ حاصل کرے جو انسان کی جنس سے سب سے اونچا ہو اس کے اوپر کوئی درجہ نہ ہو یہ درجہ ہمارے نبی ﷺ کا ہے لیکن علو مطلق کے مقابلہ میں قاصر ہے کیونکہ ایک تو وہ صرف بعض موجودات کے لحاظ سے علو ہے نہ کہ کل کے لحاظ سے دوسرے وہ وجود اور واقعہ کے لحاظ سے علو ہے نہ کہ بطریق وجوب بلکہ یہ امکان اس کے مکارن ہے کہ کوئی ایسا انسان پایا جا سکے جو اس سے بھی بالا ہو۔

پس علی مطلق وہ ہے جس کو بحسب وجوب فوقیت حاصل ہو نا کہ بالاضافت اور نہ کہ بحسب وجود جس کے ساتھ نقیض کا امکان مکارن ہو۔

Marfat.com

(۳۸) اَلْکَبِیْرُ

کبیر سے مراد صاحب کبریا اور کبریا سے مراد ذات کمال ہے اور کمال ذات کے معنی کمال وجود اور کمال وجود میں دو باتیں شامل ہیں۔

پہلی بات اس کا ازلی وابدی دام ہے پس جس وجود کے شروع میں عدم ہو یا آخر میں وہ ناقص ہے اور اسی لئے جب کسی انسان کی عمر دراز ہو جاتی ہے تو اس کو کبیر کہتے ہیں جس سے مراد کبیر السن یا لمبی عمر والا ہوتا ہے بخلاف اس کے اس کو عظیم السن نہیں کہتے کبیر اس مقام میں استعمال ہوتا ہے جہاں عظیم استعمال نہیں کیا جاتا پس جب وہ شخص کبیر کہلاتا ہے جس کے وجود کی مدت ایک محدود درجہ تک لمبی ہوتی ہے تو وہ ذات جو ازل سے ابد تک قائم و دائم ہے اور جس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے وہ تو بطریق والا کبیر ہے۔

دوسری بات یہ کہ اس کا وجود وہ ہے جس سے ہر موجود کا وجود ہے پس جس شئے کا وجود فی نفسہ مکمل ہو جب وہ کامل اور کبیر ہو تو وہ ذات جس سے تمام موجودات کا وجود ہو سب سے پہلے کامل اور کبیر ہے۔

تنبیہ: بندوں میں کبیرہ کامل شخص وہ ہے جس کی صفات کمال صرف اس میں بند نہ ہوں بلکہ دوسروں پر بھی اثر کریں پس جس شخص کو اس کے پاس بیٹھنے کا موقع ملے اس کو کچھ نہ کچھ اس کے کمال کا فیض پہنچے۔

بندہ کا کمال اس کی عقل پرہیزگاری اور علم میں ہوتا ہے پس کبیر وہ عالم اور پرہیزگار شخص ہے جو لوگوں کو ہدایت کرے اور اس قابل ہو کہ لوگوں کو پیشوا ہے جس کے نور اور علم سے لوگ روشنی حاصل کریں اسی لئے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص صاحب علم ہو کر عمل بھی کرے تو عالم بالا میں عظیم کہلاتا ہے۔

(۳۹) اَلْحَفِیْظُ

(نگہبان)

حفیظ بہت بڑی نگہبانی کرنے والے کو کہتے ہیں یہ معنی حفظ کے معنی کو سمجھنے ہی سے سمجھ میں آسکتے ہیں اور حفظ دو طرح پر ہے۔

ایک تو موجودات کے وجود کو ہمیشہ قائم رکھنا اس کے مقابلہ میں اعدام ہے اور اللہ

Marfat.com

تعالیٰ آسمان زمین ملائکہ وغیرہ لمبی زندگی والی موجودات اور حیوانات ونباتات وغیرہ چھوٹی عمر والی موجودات کا حافظ ہے۔

دوم جو حفظ کے زیادہ ظاہر معنی ہے وہ متعدی اور متضاد چیزوں کو ایک دوسری سے بچانا ہے اور اس متعدی سے وہ متعدی مراد ہے جو پانی اور آگ کے درمیان ہے کیونکہ وہ دونوں طبعاً ایک دوسرے کے مخالف اور ایک دوسرے پر تعدی کرنے والے ہیں یا تو پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور یا آگ پانی کو بخار کی صورت میں بدل کر ہوا بنا دیتی ہے۔

اور حرارت وبرودت کا باہمی تضاد اور معاندت ظاہر ہے جو ایک دوسرے کو دباتی رہتی ہے اس طرح رطوبت اور یبوست میں جو مخالفت ہے ظاہر ہے اور تمام اجسام ارضی انھیں مخالف ارکان سے مرکب ہیں کیونکہ جاندار کے لئے حرارت غرزی کا ہونا ضروری ہے اگر وہ نہ رہے تو زندگی نہ رہے اور رطوبت بھی ضروری ہے جو اس کے بدن کی غذا ہوتی ہے جیسے خون وغیرہ اور یبوست لازم ہے جس کے ساتھ اس کے اعضاء منضبط اور باہم پیوستہ وچسپاں رہتے ہیں خصوصاً وہ اجزاء جو سخت ہیں جیسے ہڈی اور برودت بھی ضروری ہے جو حرارت کی تیزی کو کم کرے تاکہ وہ معتدل رہے اور باطنی رطوبتوں کو فوراً جلانے اور تحلیل کرنے نہ پائے۔

یہ چاروں ارکان باہم متعادی اور متنازع ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو انسان کے چمڑے اور جاندار کے بدن اور نباتات کے جسم میں اور تمام مرکبات میں جمع کر دیا ہے اگر وہ ان کی حفاظت نہ کرتا تو وہ باہم بگاڑ پیدا کر کے ایک دوسرے سے چھٹ جاتے اور ان کی باہمی ترتیب امتزاج باطل ہو جاتا اور وہ معنی باطل ہو جاتا جس کو ترکیب ومزاج کے ساتھ قبول کرنے کے لئے وہ مستعد ہوا تھا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت پہلے تو تعدیل قوی سے اور پھر امداد مغلوب سے کرتا ہے۔

تعدیل یہ ہے کہ مثلاً قوت بارد کا درجہ قوت حار کے برابر ہو تاکہ جب وہ دونوں جمع ہوں تو ایک دوسری پر غالب نہ ہو سکیں بلکہ ایک دوسری کے مدافعت کریں کیونکہ جب ان میں سے کوئی غالب نہیں ہوتی مغلوب کون ہو پس وہ ایک دوسری کا مقابلہ کریں اور ان کے مقابلے اور برابری کے ساتھ ساتھ بدن کا قوام باقی رہے اسی سے مراد اعتدال مزاج ہے۔

دوم مغلوب کو اس چیز کے ساتھ امداد دینا جس سے وہ اپنی طاقت تازہ کر کے غالب کا مقابلہ کرے مثلاً حرارت برودت کو فنا کرتی اور سکھاتی ہے پس جب وہ غالب آتی ہے تو برودت اور رطوبت کمزور ہو جاتی ہے اور حرارت اور یبوست غالب آتی ہیں اور ضعیف کی امداد

Marfat.com

سردتر جسم کے ساتھ ہو سکتی ہے اور وہ پانی ہے پیاس کا مطلب یہی ہے کہ سردتر چیز کی ضرورت پیش آتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے سردتر اشیاء برودت اور رطوبت کی مدد کے لئے بنائی ہیں کہ جب ایک ان میں سے غالب ہو تو اس کی مخالف چیز کو مقابلہ میں کھڑا کر دیا جائے جس سے وہ دب جائے اور یہ امداد ہے اور یہ غزا و دوا کے بنانے سے اور ایسے آلات و اوزار پیدا کرنے سے جو اس میں کام دیتے ہیں اور ان کو استعمال کی توفیق عطا فرمانے سے یہ امداد تکمیل کو پہنچی ہے اور یہ تمام امور حیوانات اور متضاد اجزاء کے مرکبات کے بدنوں کی حفاظت کے لیئے ہیں اور یہی اسباب ہیں جن کی بدولت انسان اپنے جسم کی داخلی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور وہ بعض خارجی اسباب سے بھی ہلاکت کا نشانہ بنا رہتا ہے جیسے خونخوار درندے اور جانی دشمن پس ان سے محفوظ رکھنے کے لئے چند ایسے جاسوس پیدا کیے ہیں جو دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دیتے ہیں اور وہ اس کے مقدمۃ الجیش ہیں جیسے آنکھ کان وغیرہ پھر اس کے لیے طاقت ور ہاتھ اور اسلحہ عطا کیئے ہیں جن میں سے بعض مدافعانہ کام دیتے ہیں جیسے ذرہ اور ڈھال اور بعض خارجہ جیسی تلوار چھری بندوق وغیرہ پھر بسا اوقات انسان دفع آفت سے عاجز آجاتا ہے اس کو اعلیٰ گریز سے مدد دی ہے اور پاؤں سے چلنے والے جانداروں کے لئے پاؤں ہیں اور پرندے کے لئے بازو ہیں۔

اسی طرح خدا جلت قدرۃ کی حفاظت عالم علوی و عالم سفلی کے ذرے ذرے اور پتے پتے پر جاری ہے یہاں تک کہ میوے کے گودے کو سخت چھلکے اور پودے کی طراوت کو رطوبت کے ساتھ محفوظ رکھتا ہے اور جو میوہ صرف چھلکے سے محفوظ نہ رہے اس کی حفاظت کانٹوں کے ساتھ کرتا ہے جو اسی کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں تا کہ ان سے بعض طلف کرنے والے جانداروں کا دفعیہ ہوتا رہے پس کانٹے نباتات کے ہتھیار ہیں جیسے حیوانات کے ہتھیار سینگ پنجے اور کچلیاں ہیں بلکہ پانی کے قطرہ قطرہ کے ساتھ حفاظت کے اسباب ہیں جو ان کو مخالف ہوا سے بچاتے ہیں

دیکھو اگر پانی کو کسی برتن میں مدت تک پڑا رہنے دیا جائے تو وہ بن جاتا ہے اور ہوا اس سے تری کی صفت دور کر دیتی ہے۔

اگر تم پانی کے کسی برتن میں انگلی ڈبو دو اور پھر اس کو نکال کر الٹی کر و تو اس سے ایک قطرہ نیچے کو ڈھلک آئے گا لیکن انگلی کے سرے پر آ کر رہ جائے گا انگلی سے جدا نہ ہو گا حالانکہ پستی کی طرف بہنا اس کا طبعی خاصہ ہے اگر وہ بہہ جائے تو چھوٹا ہونے کے باعث ہوا کے غلبہ

Marfat.com

سے فنا ہو جائے گا اس لئے وہ برابر جھکا رہتا ہے حتی کے اس کے ساتھ باقی تری بھی شامل ہو جاتی ہے جس سے وہ ایک بڑا قطرہ بن جاتا ہے اور فوراً ہوا کو چیرتا ہوا نیچے گر جاتا ہے ہوا اس کو اپنی جنس میں ملا لینے پر قادر نہیں ہو سکتی اور یہ اس کی حفاظت کی ایک صورت ہے جب کہ وہ کمزور اور اس کا مخالف (یعنی ہوا) طاقت ور ہوتا ہے اور اس کو باقی تری کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے یہ حفاظت ایک فرشتے کی طرف سے ہوتی ہے جو اس پر امور ہے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ مینہ کی ہر بوند کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بوند زمین میں اپنی قرارگاہ پر جا پہنچتی ہے۔

اور حق یہ ہے ارباب بصائر کا باطنی مشاہدہ اس پر دلالت کرتا ہے غرض اس حدیث پر نہ صرف تقلید کی روح سے یقین کرنا چاہیے بلکہ از روئے عقل بھی اس کو درست ماننا چاہیے۔

خدا کا آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی اشیاء کو پیدا کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق بحث کا سلسلہ بڑا طویل ہے جیسے کہ باقی تمام افعال کے متعلق ہے اور اسی سے اس اسم کے معنی معلوم کیے جا سکتے ہیں نا صرف لغوی اشتقاق کے سمجھنے سے۔ اور مجمل طور پر حفظ کے معنی معلوم ہو چکے۔

تنبیہ: بندوں میں سے حفیظ وہ ہے جو اپنے اعضاء اور دل کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے دین کو غضب کے حملے۔ شہوت کے فریب، نفس کے مکر اور شیطان کے دھوکے سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ وہ تباہی کے گڑھے کے قریب ہے اور ان بربادی بخش مہلکات نے اس کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔

(۴۰) اَلْمُقِيْتُ

(مخلوق کو قوت یا روزی پہنچانے والا)

اسکے معنی ہیں غذاؤں کا پیدا کرنے والا، اور بدنوں کی غذا یعنی کھانے کی چیزیں بدنوں تک پہنچانے والا اور دلوں کی غذا یعنی معرفت دلوں تک پہنچانے والا۔ پس مقیط رازق کا ہم معنی ہے لیکن اس کی نسبت خاص ہے۔ کیونکہ رزق غذا اور غذا کے سوا دوسری چیزوں کو شامل ہے۔ اور غذا وہ چیز ہے جو صرف قوام بدن کو کافی ہو سکے۔

مقیت، مستولیٰ (غالب) اور قادر کے معنوں میں بھی آتا ہے، استیلائے قدرت اور علم کے ساتھ پورا ہوتا ہے ان معنوں پر خداوند تعالیٰ کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ: "وَ كَانَ اللّٰهُ

Marfat.com

علیٰ کل شیءٍ مقیتاً" یعنی اور اللہ ہر چیز پر مطلع اور قادر ہے۔

غرض اس لحاظ سے مقیت کے معنی میں قدرت اور علم کا مفہوم داخل ہے علم کا بیان تو گزر چکا قدرت کا بیان آگے آئے گا۔

اس معنی کی روح سے خدا کی صفت مقیت صرف صفت قادر کی نسبت اور صرف صفت عالم کی نسبت زیادہ مکمل ہے۔ کیونکہ وہ اکٹھے ان دونوں معنوں پر دال ہے اور اس جہت سے یہ اسم ترادف سے نکل گیا۔

(۴۱) اَلْحَسِیْبُ

(کافی)

حسیب سے مراد ہے کافی۔ اور یہ وہ ہے کہ جو کوئی اس کا ہو جائے وہ اس کے لئے کافی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سب کے لئے حسیب اور کافی ہے اس وصف کی حقیقت خدا کے سوا اور کسی کے لئے متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ کفایت کے محتاج کو جو اس کی حاجت ہو گی تو اپنے وجود اور دوام وجود اور کمال وجود کے لئے ہو گی اور خدا کے سوا ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جو تنہا کسی چیز کے لئے کافی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے لئے کافی ہے نہ کہ صرف اشیاء کے لئے یعنی وہ اکیلا ہی کافی ہے کہ اس کے ساتھ اشیاء کا وجود متصل ہو اور اس کے ساتھ ان کا وجود ہمیشہ رہے اور اس کے ساتھ ان کا وجود مکمل ہو اور تم کو یہ ظن بھی نہیں کرنا چاہیے کہ جب تم کو کھانے، پینے کی، اور زمین، اور آسمان اور سورج وغیرہ کی ضرورت ہوئی تو تم اس کے سوا کسی اور کے محتاج ہوئے اور وہ تمہارے لئے کافی نہ تھا کیونکہ اسی نے کھانے پینے کی چیزیں اور زمینوں آسمان اور سورج وغیرہ چیزیں بنائی ہیں وہی تمہارے لئے کافی ہے اور یہ بھی خیال تک نہ کرو کہ جو بچہ ماں تک کا محتاج ہے جو اس کو دودھ پلاتی ہے۔ اور پرورش کرتی ہے۔ اللہ اس کا حسیب اور کافی ہے بلکہ اللہ ہی اس کے لئے کافی ہے جس نے اس کی ماں کو پیدا کیا اور اس کے پستانوں میں دودھ بنایا اور بچے کو دودھ پینے کی ہدایت کی اور ماں کے دل میں شفقت اور محبت ڈال دی یہاں تک کہ اس نے بچے کو دودھ پینے دیا۔ پس انھیں اسباب سے کفایت حاصل ہوئی ہے اور اللہ اکیلا بچے کے لئے ماں کو پیدا کرنے والا ہے۔

اگر تم سے کہا جائے کہ اکیلی ماں بچے کے لئے کافی ہے تو تم فوراً ہاں میں ہاں ملا دو گے اتنا کہنے کی توفیق نہ ہو گی کہ ماں اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دودھ کا محتاج ہے۔

Marfat.com

اور جب دودھ نہ ہو تو ماں کہاں کافی ہوگی اگر یہ کہو گے کہ ہاں بچہ دودھ کا محتاج تو ہے مگر دودھ بھی تو ماں ہی سے پیدا ہوتا ہے پس وہ ماں کے سوا اور کسی کا محتاج نہ ہوا مگر تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ دودھ ماں کی طرف سے نہیں ہے بلکہ کیا ماں اور کیا دودھ دونوں خدا کی طرف سے ہیں۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ہیں پس وہ اکیلا ہر شخص کے لئے کافی ہے اور اس کے سوا کوئی ایسی شئے نہیں ہے جو تنہا کسی چیز کے لئے کافی ہو بلکہ اشیاء ایک دوسری سے متعلق ہوتی ہیں۔ اور سب کی سب خدا کی قدرت سے تعلق رکھتی ہیں۔

تنبیہ: بندہ کو اس وصف میں کوئی دخل نہیں ہے مگر بطریق مجاز بعید اور بلحاظ سرسری نظر اور ظن عام کے مجاز ہونا اس لحاظ سے ہے کہ گو وہ اپنے بچے کی تعلیم و تربیت کے لئے ہے لیکن وہ فی الحقیقت کافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی فی الحقیقت کافی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بنفسہ تو خود اس کا اپنا وجود بھی قائم نہیں ہے اور نہ بنفسہ اپنے آپ کے لئے کافی ہے تو غیر کے لئے کب کافی ہو سکتا ہے۔

بندہ کا کافی ہونا خلق عام کا عام کے لحاظ سے اس لئے ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ وہ مستقل بالکفایت ہے۔ تو بھی وہ اکیلا کافی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ایسے محل کا محتاج ہے جو اس کے فعل اور کفایت کو قبول کر سکتا ہو کم از کم ایک کا محتاج ہوگا جو محل علم ہے۔ تاکہ وہ تعلیم میں کافی بن سکے اور ایک معدہ چاہیے۔ جو کھانا پہنچنے کی جگہ ہوتا ہے تاکہ وہ بدن میں کھانا پہنچانے کے لئے کافی ہو سکے علاوہ ان کے وہ اور اور بہت سے اشیاء کا محتاج ہوگا۔ جس کا کوئی شمار نہیں ہے اور ان میں سے کوئی شئے بھی اس کے اختیار نہیں میں نہیں ہے اور خدا کا کافی ہونا اس لئے صحیح ہے کہ وہ خالق فعل ہے اور خالق محل ہے، اور شرائط قبول کا خالق ہے۔

بندہ کا کافی کہلانا سرسری نظر سے اس لئے ہے کہ بسا اوقات ایک فاعل پر نظر پڑتی ہے اور اس کے سوا اور کسی کا خیال بھی دل میں نہیں گزرتا پس وہ دیکھتا ہے یہ فاعل ہی کافی ہے حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔

ہاں بندہ کا حصہ جو اس اسم سے ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کی ہمت و ارادہ میں خاص اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کافی ہو، یعنی اللہ کے سوا کسی کا ارادہ نہ کرے نہ جنت کی خواہش رکھے نہ اس کا دل دوزخ سے بچنے کی تدبیر کرنے میں مصروف رہے بلکہ خاص خدا کے خیال میں ڈوبا رہے اور جب اس کے جلال کا پرتو اس پر پڑے تو کہے بس یہی مجھے کافی ہے اس کے سوا مجھے اور کچھ درکار نہیں باقی اشیاء خواہ ہاتھ سے جائیں یا رہیں۔

Marfat.com

(۴۲) اَلْجَلِیْلُ
(بزرگ قدر)

جلیل کے معنی جلال کی صفتوں سے موصوف اور جلال کی صفتیں ہیں غنی ملک تقدس علم، قدرت، وغیرہ جو پیچھے مذکور ہو چکیں۔

پس ان سب صفات کا جامع جلیل مطلق ہے اور جو ان میں سے بعض کے ساتھ موصوف ہو اس کی جلالت اسی قدر ہے جتنی صفتوں سے وہ موصوف ہو۔

جلیل مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے گویا کبیر کا مطلب کمال ذات ہے اور جلیل کا کمال صفات ہے اور صفات سب کی سب ادراک بصیرت کی طرف منسوب ہیں بائیں ہیت کہ وہ بصیرت پر حاوی ہو جاتی ہیں اور بصیرت ان پر حاوی نہیں ہوتی صفات جلال جب اس بصیرت کی طرف منسوب کی جائیں جو اس کو ادراک کرتی ہے تو ان کو جمال کہتے ہیں اور ان سے متصف ہونے والا جمیل کہلاتا ہے۔

اسم جمیل اصل میں صورت ظاہری کے لئے موضوع ہے جو نظر سے محسوس ہوتی ہے جب کہ وہ اس طرز کی ہو کہ نگاہ پسند کرے پھر وہ صورت باطنی کے لئے منقول کیا گیا جو بصیرت (عقلی نگاہ) سے ادراک کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے فلاں شخص سیرت جمیلہ رکھتا ہے اس میں خلق جمیل ہے اور یہ صورت نظر عقلی سے ادراک کی جاتی ہے نہ کہ ظاہری نظر سے غرض کہ باطنی صورت جبکہ کامل متناسب اور ان تمام کمالات کی جامع ہو جو اس کے لائق ہوں اور جیسی چاہییں وہ صورت بصیرت باطنہ کے لئے جو ادراک کرتی ہیں پسندیدہ اور دلکش ہے جس کے نظارے سے ایک ایسی لذت لطف اور سرور حاصل ہوتا ہے جو بصارت ظاہری کے ذریعہ سے ظاہری صبیح و ملیح شکلوں کا نظارہ کرنے والے کو حاصل نہیں ہوتا۔

جمیل مطلق خاص اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ دنیا میں جو جمال و کمال اور حسن و دلربائی ہے وہ اسی ذات کے انوار اور صفات کے آثار سے ہے اور ایسا موجود اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے جس کو کمال مطلق حاصل ہو اور اس کا کوئی ثانی وجود یا امکانا نہ ہو اس لئے اس کا عارف اور اس کے جمال کا مشاہدہ کرنے والا اس قسم کی لذت اور سرور محسوس کرتا ہے جس کے آگے جنت کی نعمتیں اور ظاہری صورتوں کی خوش نمائیاں ہیچ ہیں بلکہ صورت ظاہری کے جمال کو معانی باطنہ کے جمال سے جو کہ بصیرت کے ذریعہ سے ادراک میں آسکتا ہے کوئی مناسبت نہیں ہے اس

Marfat.com

امر کو احیاء العلوم الدین کی کتاب المحبۃ میں بیان کیا گیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ وہ جلیل اور جمیل ہے۔ اور ہر جمیل دیدار کرنے والے کے لئے محبوب و معشوق ہوتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ محبوب ہو مگر ان لوگوں کے نزدیک جو اس کی معرفت سے بہرا رکھتے ہیں جیسے ظاہری دل پسند صورتیں محبوب ہوتی ہیں مگر ان لوگوں کے نزدیک جو آنکھیں رکھتے ہیں نہ کہ اندھوں کے نزدیک۔

تنبیہ: بندوں میں سے جلیل اور جمیل وہ ہے جس کی باطنی صفات اچھی ہوں جن سے ارباب بصیرت کے دل لذت پائیں۔ رہا جمال ظاہری، سو وہ ایک کم قدر چیز ہے۔

(۴۳) اَلْکَرِیْمُ
(بزرگ)

کریم: وہ ہے کہ جب قدرت پائے تو معاف کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کو پورا کر دکھائے اور جب دینے لگے تو توقع سے بڑھ کر دے یہ نہ دیکھے کہ کس کو دیتا ہے اور کتنا دیتا ہے جب اس کو چھوڑ کر کسی اور کے سامنے حاجت پیش کی جائے تو اس کو منظور نہ کرے جو شخص اس سے التجا کرے اس کو یوں ہی نہ ٹالے بلکہ اس کو وسیلوں اور سفارشوں کا بھی محتاج نہ رکھے پس جس میں یہ تمام صفات سچ مچ جمع ہوں بناوٹی نہ ہوں، وہ کریم ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

تنبیہ: ان صفات سے مزین ہونے کا فخر کبھی کبھی بندہ بھی حاصل کر لیتا ہے لیکن صرف بعض امور میں اور ایک قسم کی تکلیف سے حاصل کرتا ہے اسی لیے کبھی کبھی وہ کریم کی صفت سے موصوف کیا جاتا ہے لیکن کریم مطلق کی نسبت سے وہ ناقص ہے اور بندہ اس صفت سے کیوں نہ موصوف ہو۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "انگور کی بیل کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم مسلمان آدمی ہو سکتا ہے"

کہتے ہیں کہ انگور کی بیل کو کرم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک پاکیزہ اور اچھے پھل والا درخت ہے جس کا پھل قریب ہی سے بآسانی ہاتھ آجاتا ہے، نہ کانٹے ہیں اور نہ کوئی اور آزار رساں چیز ہے بخلاف کھجور کے۔

(۴۴) اَلرَّقِیْبُ

Marfat.com

(نگہبان)

رقیب کے معنی علیم وحفیظ یعنی ہر شئے کی حالت سے بخوبی واقف اور اس کا نگہبان پس جو ذات کسی شئے کی ایسی نگہبان ہو کہ اس سے کسی وقت بھی غافل نہ ہو اور اس پر لازمی طور سے ہمیشہ نظر رکھے اس کو رقیب کہتے ہیں گویا اس صفت کے مفہوم میں علم اور حفظ داخل ہیں لیکن اس اعتبار سے کہ وہ لازم اور دائم ہیں اور اس شئے سے نسبت رکھتے ہیں، جس سے خدا آفات کو دفع کرتا ہے۔

تنبیہ: بندہ کے لئے مراقبہ کا وصف اس وقت محمود ہے جبکہ وہ خدا کے لئے اور اپنے دل کے لئے ہو اور یہ اس طرح ہے کہ مراقبہ کرنے والا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہر امر میں اس کا رقیب اور شاہد ہے۔

اور یہ یقین رکھے کہ نفس بھی میرا دشمن ہے اور شیطان بھی۔ اور یہ دونوں موقع کے انتظار میں ہیں کہ اس کو غفلت اور دین کی مخالفت پر آمادہ کریں لہذا وہ ان سے بچنے کی تدبیر کرے کہ ان کی گھاتوں مکروں اور جست کرنے کے موقعوں کو تاڑتا رہے حتی کے ان کے تمام راستے اور سوراخ بند کردے یہ مراقبہ ہے۔

(۴۵) اَلْمُجِیْبُ

(دعا قبول کرنے والا)

مجیب وہ ہے جو سائل کے سوال کو پورا کرے دعا کرنے والے کی دعا کو قبول فرمائے لاچار لوگوں کی ضرورت مہیا کرے۔ بلکہ التجا سے پہلے انعام دے اور دعا سے پیشتر بخشش کرے اور وہ صرف خداوند تعالیٰ ہے کیونکہ وہی حاجتمندوں کی حاجت کو ان کے سوال سے پہلے جانتا ہے بلکہ ازل ہی سے اس کو اس کا علم ہے مخلوق کی حاجت روائی کے لئے کھانے اور غذائیں بنائی ہیں اور تمام کے تہیا کے لئے اسباب وآلات میسر کردیے ہیں۔

تنبیہ: بندہ کو چاہیے کہ سب سے پہلے خدا کے امر ونہی کے لئے مجیب بنے پھر بندوں کے لئے مجیب بنے یعنی خدا نے جو اس کو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے سائل کا سوال پورا کرے اپنے مقدور بھر سائل کی مدد کرے۔ یا اگر کچھ بھی مقدور نہ ہو تو نرمی سے جواب دے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "واما السائل فلا تنهر" (اور سائل کو نہ جھڑکنا) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "لو دعيت الى كراع لاجبت ولو اهدى الى ذراع

لــــقبـلــــت "یعنی اگر بکری کے پائے پکا کر بھی مجھے دعوت دی جائے تو میں قبول کرلوں اور اگر ایک ذراع (جانور کی پنڈلی) بھی مجھے ہدیہ میں دی جائے تو میں بخوشی لے لوں۔

آنحضرت ﷺ کا دعوتوں میں تشریف لے جانا اور ہدیے قبول فرمانا محض دلداری کی غرض سے تھا بعض کمینے اور متکبر لوگ جو ہر قسم کے ہدیے کے قبول کرنے اور دعوت کے منظور کرنے سے اپنی شان کو برتر سمجھتے ہیں اور اپنی شان وعظمت کو اس سے بچانا چاہتے ہیں اور التجاء کرنے والے کے دل کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ خواہ اس کو سخت صدمہ پہنچے ایسے لوگوں کا اس اسم کے معنی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

(۴۶) اَلْوَاسِعُ
(وسیع المعلومات یا وسیع الغنا)

واسع، سعۃ (وسعت) سے مشتق ہے۔ اور وسعت کبھی علم میں ملحوظ ہوتی ہے۔ جب کہ علم وسیع ہو، اور صاحب علم معلومات کثیرہ پر حاوی ہو اور کبھی احسان اور عطائے نعمت سے منسوب کی جاتی ہے۔ خواہ کوئی لحاظ کرو، اور کسی تقدیر کو لو، بہر حال واسع مطلق اللہ تعالی ہے، کیونکہ اگر اس کے علم کو لو۔ تو اسکی معلومات کے سمندر کا کوئی کنارہ ہی نہیں بلکہ اس کے کلمات لکھنے کے لئے سمندروں کو سیاہی کی جگہ استعمال کیا جائے تو سمندر ختم ہو جائینگے۔ اگر اس کے احسان اور نعمت کو دیکھا جائے۔ تو اس کی مقدورات کی کوئی انتہا نہیں ہر وسعت گو کیسی ہی بڑی ہو وہ ایک نہ ایک طرف تک ضرور اختتام کو پہنچے گی۔ اور جو ذات کسی طرف بھی اختتام پذیر نہیں ہے۔ وہ وسعت کے اسم کی زیادہ حقدار ہے۔

لہذا اللہ تعالی ہی واسع مطلق ہے، کیونکہ ہر واسع اپنے سے زیادہ وہ واسع کے مقابلے میں غیر واسع یعنی تنگ ہے۔ اور جو وسعت نہ کسی طرف پر مختتم ہو جائے۔ ممکن ہے کوئی اور وسعت اس سے بھی زیادہ بڑی ہو۔ لیکن جس ذات کی نہ کوئی نہایت ہو۔ اور نہ کوئی طرف ہو،

Marfat.com

اس سے زیادہ وسعت تصور ہی میں نہیں آسکتی۔

تنبیہ: بندہ کی وسعت علوم اور اخلاق میں ہوتی ہے پس اگر اس کے علوم بکثرت ہوئے تو اپنے وسعت علم کے موافق وہ واسع ہے اور اگر اس کے اخلاق وسیع ہو گئے حتی کے نہ محتاجگی محتاجی کا خوف اس کو تنگ دل کر سکے نہ حاسد کا غصہ اور نہ حرص کا غلبہ تو وہ بھی واسع ہے مگر یہ سب وسعتیں کسی نہ کسی حد پر ختم ہو جاتی ہیں حقیقی واسع اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۴۷) اَلْحَکِیْمُ

(حقائق اشیاء کا عالم)

حکیم کے معنی صاحب حکمت اور حکمت سے مراد ہے افضل چیز کو افضل علم سے جاننا اور تمام اشیاء سے بزرگ اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ:۔

"خدا کی باتیں خدا ہی جانے"

لہذا وہ حقیقی حکیم ہے کیونکہ وہ سب سے بڑی شئے کو افضل علم کے ساتھ جانتا ہے یعنی سب سے بڑی ذات خدا کی ہے اور افضل علم وہی ہے جو ازلی اور دائم ہو اس کا زوال متصور نہ ہو واقع کے ایسا مطابق ہو کہ اس میں کسی قسم کے خفاء اور شبہ کا دخل نہ ہو ایسے علم کے ساتھ خاص خداوند تعالیٰ متصف ہے۔

اس شخص کو بھی حکیم کہہ دیا کرتے ہیں جو عجیب عجیب صنعتی اشیاء بنائے اور ان کی بناوٹ میں خوبیاں اور استحکام پیدا کرے اس صنعت کا کمال بھی خاص خدا کے لئے ہے لہذا وہ حکیم مطلق ہے۔

تنبیہ: جو شخص علم اشیاء کو جانتا ہو مگر خدا کو نہ جانتا ہو وہ حکیم کہلانے کا مستحق نہیں ہے کیونکہ وہ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ افضل شئے کو نہیں جانتا اور حکمت کے تمام علوم سے زیادہ افضل علم ہے اور علم کی بزرگی اس چیز کی بزرگی پر موقوف ہے جس کی نسبت علم ہو اور خدا سے بڑھ کر کوئی شئے بزرگ نہیں ہے۔ لہذا جو شخص خدا کو پہچانتا ہے وہ حکیم ہے گو باقی تمام مروجہ علوم سے بے بہرہ ہو اور ان کے متعلق کچھ بیان کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

یاد رکھو کہ خدا کی حکمت اور بندے کی حکمت میں فرق ہے جو خدا کی نسبت بندے کے علم اور خود خدا کے علم میں فرق ہے خیال کر دان دونوں علموں میں کس قدر فرق ہے اور اس

Marfat.com

سے سمجھ سکتے ہو کہ ان دونوں حکمتوں میں کس قدر فرق ہے تاہم یہ علم تمام علوم سے زیادہ نفیس اور زیادہ مجب خیر ہے۔ "ومن اوتی الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً" یعنی جس شخص کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔

جو شخص خدا کو پہچان لیتا ہے تو اس کا طرز کلام دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ وہ جزیات اور گھٹیا باتوں میں بہت کم خوض کرتا ہے۔ بلکہ اس کا ہر کلام اور مجمل اور کلی اور معنی خیز ہوتا ہے وہ دنیوی فوائد کا کم خیال کرتا ہے جو کچھ کہتا ہے عاقبت میں فائدہ دینے والی بات کہتا ہے اور چونکہ اس کی یہ حالت لوگوں کے نزدیک اس کی معرفت الٰہی کی نسبت زیادہ ظاہر ہوتی ہے لہٰذا لوگ اس کے کلمات کلیہ کو اکثر حکمت کہا کرتے ہیں اور ان کے قائل کو حکیم کا خطاب دیتے ہیں۔ اس کی مثال آنحضرت ﷺ کے یہ اقوال ہیں۔

(۱) رأس الحکمة مخافة الله

(۱) سب سے بڑی حکمت خدا کا خوف ہے۔

(۲) الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنیٰ علی الله الامانی۔

(۲) دانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا اور آخرت کے لئے نیک کام کیے۔ عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کے تابع ہوا۔ اور اللہ سے بیہودہ التجائیں کرتا رہا۔

(۳) ما قلّ و کفی خیر مما کثر والهیٰ

(۳) تھوڑی اور کافی چیز اس چیز سے اچھی ہے جو زیادہ ہو اور بیہودگی میں ڈالے۔

(۴) من اصبح معافاً فی بدنه امنا فی سربه عنده قوت یومه فکانما حیزت له الدنیا بحذافیرها۔

(۴) جو شخص تندرست رہے اور اپنے گھر میں امن سے بسے اس کے پاس دن بھر کی خوراک ہو گویا

Marfat.com

دنیا ساری کی ساری اس کے کام آرہی ہے۔

(۵) کن ورعاً تکن اعبد الناس ،و کن قنعا تکن اشکر الناس.

(۵) پرہیزگار بنوتا کہ سب سے بڑے عابد قرار پاؤ قناعت کروتا کہ سب سے زیادہ شاکر بنو۔

(۶) البلاء مؤکّل بالمنطق۔

(۶) مصیبت زبان کھولنے پر منحصر ہے۔

(۷) من حسنِ اسلام المرء ترکہ مالا یعینہ

(۷) بندہ کی اچھی مسلمانی یہ ہے کہ جو امر مداس کا نہ ہواس کو چھوڑ دے۔

(۸) السعید من وعظ بغیرہٖ

(۸) نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت پکڑے۔

(۹) الصمت حکمۃٌ وقلیلٌ فاعله .

(۹) خاموشی حکمت ہے جس پر چلنے والے کم ہیں

(۱۰) القناعة مالا ینفد

(۱۰) قناعت وہ مال ہے جو کم نہیں ہوتا۔

(۱۱) الصبر نصف الایمان والیقین الایمان کله

(۱۱) صبر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے۔

غرض اس قسم کے کلمات کو حکمت اور ان کو قائل کو حکیم کہتے ہیں۔

(۴۸) اَلْوَدُوْدُ

(نیک بندوں کو دوست رکھنے والا)

Marfat.com

ودود، وہ ہے جو تمام مخلوق کے لیے بہتری چاہتا ہو لہذا ان کے ساتھ بھلائی کرے اور ان کی تعریف بھی کر دیا کرے۔ یہ اسم رحیم کے معنی کے قریب قریب ہے لیکن رحمت کی نسبت مرحوم کی طرف ہوتی ہے اور مرحوم وہ ہوتا ہے جو محتاج اور لاچار ہو رحیم کے افعال تو مرحوم کو ضعیف چاہتے ہیں ودود کے افعال نہیں چاہتے بلکہ ود (دوستی) کا نتیجہ یہ ہے کہ بلاتحریک آپ سے آپ نعمت بخشی جائے پس جس طرح خدا کی رحمت کے معنی یہ ہیں کہ وہ مرحوم کے لئے بھلائی اور حاجت روائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اور رحم کے باعث درد دل عارض ہونے سے وہ منزہ ہے اس طرح اس کی مودت (دوستی) یہ ہے کہ وہ بخشش، نعمت، احسان، اور انعام کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دوستی کے بے اختیاری سیلان سے مبرا ہے اس کی رحمت و مودت جو مرحوم و مودود کے حق میں صادر ہوتی ہے تو رقت یا دوستی کے میلان کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس کے ثمرہ اور فائدہ کے لئے ہوتی ہے پس فائدہ ہی رحمت و مودت کا نچوڑ ہے اور یہ خاص خدا کا حق ہے مرحوم و مودود کا نہیں۔

خدا فائدہ رسانی کا ذمہ دار نہیں ہے۔

تنبیہ: اللہ کے بندوں میں سے ودود وہ ہے جو مخلوق کے لئے وہی چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اور اس سے بھی اعلیٰ وہ شخص ہے جو ان کو اپنے پر مقدم سمجھے چنانچہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ کاش میں دوزخ کا پل بن جاتا تاکہ لوگ مجھ پر سے صحیح و سلامت گزر جاتے اس صفت کا کمال یہ ہے کہ غصہ کینا اور جو تکلیف پہنچی ہو وہ اس ایثار و احسان کا مانع نہ ہو جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ میں جب کہ کسی کور و باطن کافر کے پتھر مارنے سے آپ کا اگلا دانت ٹوٹ گیا تھا اور چہرہ مبارک خون آلودہ ہو گیا تھا۔ فرمایا تھا کہ "اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون"، یعنی الٰہی میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ کچھ جانتے نہیں۔ پس ان لوگوں کی بدسلوکی آپ کو اس ارادہ سے بعض نہ رکھ سکی جو آپ ان کی فائدہ رسانی کے متعلق رکھتے تھے اور جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ "اگر تم چاہو کہ مقربین سے بھی سبقت لے جاؤ تو بدسلوکی کرنے والے سے نیک سلوک کرو" نہ دینے والے کو دے ظلم کرنے والے کو معاف کر۔

(۴۹) اَلْمَجِیْدُ

(شریف، بزرگ)

Marfat.com

مجید، وہ ہے جس کی ذات شریف، جس کے افعال پسندیدہ، اور جس کی عطا گراں قدر ہو غرض جس کے شرف ذات کے ساتھ حسن افعال شامل ہو، اس کو مجید کہتے ہیں، اور ماجد بھی اسی کو کہتے ہیں۔ مگر مقدم الذکر اسم مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور گویا وہ الجلیل اور الوھاب اور الکریم کے معنوں کا جامع ہے۔ ان دونوں کے متعلق پیچھے ذکر گذر چکا ہے۔

(۵۰) الباعث

(مردوں کو مرے پیچھے اٹھا کھڑا کرنے والا)

باعث، وہ ہے جو قیامت کے دن خلقت کو زندہ کرے گا۔ اور اہل قبور کو کھڑا کریگا۔ آخرت میں اٹھائے جانے کو کہتے ہیں۔ اور اس اسم کو سمجھنا بعث کی حقیقت کو سمجھنے پر موقوف ہے۔ اور یہ علمی باتوں میں سب سے زیادہ باریک بات ہے۔ اکثر لوگ اس کے متعلق مجمل توہمات اور مبہم تخیلات میں مبتلا ہیں۔ بڑا شک ان کو یہ ہے کہ موت تو ایک عدم ہے۔ اور بعث پھر نو ایجاد ہے جو عدم کے بعد ہوتی ہے۔ اور ایجاد ویسے ہی ہے جیسے پہلی ایجاد تھی۔ مگر ان کا یہ خیال کہ موت عدم ہے، غلط ہے۔ اور اسی طرح یہ خیال بھی غلط ہے کہ دوسری ایجاد پہلی ایجاد جیسی ہے۔ موت عدم عدم محض نہیں ہے۔ بلکہ موت کی قبر تو آگ کا گڑھا ہوتی ہے یا گلستان چمن کا ایک گڑھا ہوتی ہے۔ یا گلستان جنت کا ایک چمن ہوتی ہے۔ اور موت یا تو خوش قسمت اور نجات یافتہ ہوتے ہیں۔ یا بدنصیب اور زیر عذاب ہوتے ہیں۔

پہلا گروہ مرنے والا نہیں ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللہ من فضلہ'' یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ہیں، ان کو موتے نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس عزت پاتے ہیں۔ خدا نے جو اپنا فضل ان پر کیا ہے اس سے خوش ہیں۔

دوسرا گروہ بھی زندہ ہے، اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے جنگ بدر میں کافر مقتولوں کو پکار کر فرمایا تھا ''خدا نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا، میں نے اس کو درست پایا، تم سے جو وعدہ خدا نے کیا تھا، کیا تم نے بھی اس کو درست پایا''۔

آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ ان لوگوں کو کیونکر پکار رہے ہیں جو مر چکے ہیں فرمایا تم میری بات کو ان کی نسبت کچھ زیادہ سننے والے نہیں ہوں، یہ بھی سنتے ہیں مگر جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے،

Marfat.com

باطنی مشاہدہ ارباب بصائر کو بتلا رہا ہے کہ انسان کو ہمیشہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے عدم اس پر طاری نہیں ہوسکتا۔ ہاں ایک بار اس کا تصرف جسم سے بند ہوجاتا ہے، تو دیکھنے والے کہتے ہیں مر گیا جب وہی تصرف پھر جاری ہوجاتا ہے، تو کہا جاتا ہے کہ زندہ ہو گیا اور اس بھید کی پوری تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

ان لوگوں کا یہ خیال بھی بے سروپا ہے کہ مردے کو زندہ کرنا دوسری ایجاد ہے جو پہلی ایجاد جیسی ہے۔ بلکہ مردہ کا زندہ ہونا ایک دوسری پیدائش ہے، جو پہلی پیدائش سے بالکل مناسبت نہیں رکھتی۔ انسان کی صرف دو پیدائش نہیں ہیں، بلکہ بہت سی پیدائشیں ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے''وننشئکم فیما لاتعلمون'' یعنی ہم تم کو ایسی حالت میں پیدا کریں گے کہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی پیدائش میں خون بستہ اور مضغہ وغیرہ کے ذکر کے بعد فرمایا ہے''ثم انشأنٰہ خلقاً اٰخرَ، فتبارک اللہ احسن الخالقین'' (پھر آخر کار) ہم ہی نے اس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو (سب) بنانے والوں میں (بہتر بنانے والا ہے) اور فرمایا:''ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی'' یعنی تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ روح میرے پروردگار کا ایک امر ہے'' پھر اصلی روح کو پیدا کرنے کے بعد ادراکات حسینہ کا پیدا کرنا ایک علیحدہ پیدائش ہے پھر تمیز کا پیدا ہونا جو ساتویں سال کی عمر میں ظاہر ہوتی ہے ایک پیدائش ہے پھر پندرہ سال کی عمر یا اس سے کم وبیش کی عمر میں عقل کا پیدا ہونا ایک اور پیدائش ہے یہ ہر پیدائش ایک طور ہے''وقد خلقکم اطواراً'' اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی طرز وطور میں بنایا ہے۔

پھر کسی شخص میں ولایت کی خاصیت کا ظاہر ہونا بھی ایک جدا پیدائش ہے اس کے بعد نبوت کی خاصیت کا ظاہر ہونا ایک اور جداگانہ پیدائش ہے اور وہ ایک طرح کا بعث ہے اللہ تعالیٰ باعث الرسل ہے جیسے کہ باعث یوم النشور بھی ہے اور جس طرح شیرخوار بچے کو تمیز حاصل کرنے سے پیشتر اس کی حقیقت کا سمجھنا مشکل ہے اسی طرح تمیز والے کو عقل حاصل کرنے سے پہلے اس کی حقیقت اور اس کے عجائبات کا جاننا دشوار ہے اسی طرح عقل کی منزل میں ولایت اور نبوت کا سمجھنا مشکل ہے کیونکہ ولایت پیدائش عقل کے اوپر ایک خاص طور پر کمال ہے جس طرح عقل، پیدائش تمیز سے اوپر ایک جدا طور کمال ہے اور تمیز پیدائش جو اس سے اوپر ہی ایک علیحدہ طور کمال ہے۔

Marfat.com

چونکہ لوگوں کا یہ طبعی خاصہ ہے کہ جو مرتبہ خود ان کو حاصل نہ ہو جائے وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے حتی کہ ہر شخص کسی امر کو ماننے یا سچ سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس کو دیکھ نہ لے اور خود حاصل نہ کر لے اور کبھی چھپی اور غائب بات پر یقین نہیں کرتا اس لئے لوگ طبعاً ولایت و نبوت اور ان کے عجائبات بلکہ ان کی اصلیت سے منکر ہوتے ہیں اور دوسری پیدائش اور آخرت کی پیدائش کو نہیں مانتے کیونکہ انھوں نے اب تک ان امور کو دیکھا اور برتا نہیں ہے اگر صرف تمیز کے درجہ تک پہنچنے والے کے سامنے عالم عقل اور اس کے عجائبات کا نقشہ پیش کریں تو وہ اس کو ماننے کے لئے کبھی تیار نہ ہوگا پس جو شخص غیر حاصل شئے پر ایمان لائے وہ گویا غیب پر ایمان لایا اور یہی تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔

جب طور عقل اور اس کے ادراکات اور اس کی پیدائش سابقہ اور ادراکات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے تو آخرت کی پیدائش تو نہایت ہی بعید ہے لہذا دوسری پیدائش کو پہلی پیدائش پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔

یہ تمام پیدائشیں ایک ہی ذات کے مختلف اطوار اور اس کے لئے مراتب کمال طے کرنے کے زینے ہیں حتی کہ وہ اس بارگاہ احدیث کا قرب حاصل کرتا ہے جہاں تمام کمالات کی انتہاء ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالی کے نزدیک دو قبول اور حجاب وصول میں متردد رہتا ہے اگر مقبول ہو جائے تو اعلیٰ علیین پر ترقی کر جاتا ہے ورنہ اسفل السافلین میں گر جاتا ہے۔

مطلب یہ کہ ان دونوں پیدائشوں میں لفظی مناسبت کے سوا اور کوئی تعلق نہیں ہے اور جو شخص نشاۃ (پیدائش) اور بعث کے معنی نہیں جانتا وہ اسم الباعث کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور ان کی شرح طویل ہے جانے دیتے ہیں۔

تنبیہ: بعث کی حقیقت کا مطلب ہے مردوں کی دوسری پیدائش میں پیدا کر کے زندہ کرنا اور جہل سب سے بڑی موت ہے اور علم سب سے پاکیزہ زندگی ہے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں علم و جہل کا ذکر کیا ہے اور ان کو حیات و موت سے موسوم کیا ہے۔

جو شخص کسی دوسرے انسان کو جہل سے علم تک ترقی دیتا ہے گویا وہ اس کو موت سے نئی پیدائش میں لاتا ہے اور ایک پاکیزہ زندگی بخشتا ہے پس اگر بندہ لوگوں کو علم پڑھائے اور سیدھی راہ دکھائے تو ان کو گویا ایک طرح سے زندہ کرتا ہے اور یہ انبیاء اور ان کے وارث علماء کا کام ہے۔

Marfat.com

(۵۱) اَلشَّهِیْدُ

(حاضر)

اس اسم کے معنی علیم کے معنوں سے ملتے ہیں اور ساتھ ہی اضافت کی خصوصیت بھی ملحوظ ہے کیونکہ اللہ تعالی: ''عالم الغیب والشہادۃ'' ہے یعنی غیب اور شہادت کو جانتا ہے غیب سے مراد چھپی ہوئی باتیں ہیں۔ اور شہادت سے مراد ظاہر باتیں ہیں پس اگر مطلق علم کا لحاظ کیا جائے تو وہ علیم ہے اور اگر غیب اور چھپی باتوں سے نسبت دی جائے تو وہ خبیر ہے۔ اور اگر امور ظاہرہ سے نسبت دی جائے تو وہ شہید ہے۔

کبھی اس کے ساتھ یہ بھی لحاظ کیا جاتا ہے کہ وہ قیامت کے دن لوگوں کے کاموں کے متعلق شہادت دے گا جن کو وہ جانتا اور دیکھتا ہے اس اسم کی بحث علیم اور خبیر کی بحث کے قریب قریب ہے۔ اس کو ہم دوبارہ لکھنا نہیں چاہتے۔

(۵۲) اَلْحَقُّ

(ثابت)

یہ باطل کے مقابلہ میں ہے وہ تمام اشیاء اپنی اضداد کے مقابلے میں ظاہر ہوتی ہیں جس چیز کی نسبت خبر دی جاتی ہے وہ یا تو مطلقاً باطل ہوگی یا مطلقاً حق ہوگی۔ یا ایک وجہ سے حق اور ایک وجہ سے باطل ہوگی پس بذاتہ ممتنع وہی ہے جو مطلقاً باطل ہو۔ اور واجب بذاتہ وہی ہے جو مطلقاً حق ہو اور ممکن بذاتہ مگر واجب بغیرہ وہ ہے جو ایک وجہ سے باطل اور ایک وجہ سے حق ہو پس چونکہ اپنی ذات کی حیثیت سے اس کا وجود نہیں ہے اس لئے وہ باطل ہے اور غیر کی جہت سے وجود کا استفادہ کرتا ہے اس لئے وہ اس وجہ سے جو وجود افادہ کرنے والے سے متصل ہے، موجود ہے لہذا وہ اس وجہ سے حق ہے اور اپنے نفس و ذات کی جہت سے باطل ہے اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ''کل شیء ھالک الا وجھہ'' یعنی اس کی ذات کے سوا باقی ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے۔ اور وہ اسی طرح ازلاً و ابداً ایک ہی حال پر قائم ہے مختلف حالات قبول نہیں کرتا کیونکہ اس کے سوا ہر شئے ازل سے ابد تک من حیث الذات وجود کی مستحق

Marfat.com

نہیں ہے اور اپنے غیر کی جہت سے مستحق ہے لہذا وہ بذاتہ باطل ہے اور بغیرہ حق ہے اب صاف ظاہر ہے کہ حق مطلق وہ ہے جو موجود حقیقی بذاتہ ہے اور جس سے ہر حق اپنی حقیقت اخذ کرتا ہے۔

حق کے ایک اور معنی بھی ہیں یعنی وہ امر معقول جس کی عقل تصدیق کرے اور وہ موجود ذہنی ہے جس کی نسبت یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ وہ حق ہے پس وہ اپنی ذاتی حیثیت سے امر موجود کہلاتا ہے اور جب عقل سے اس کو نسبت دی جائے جس نے اس کی حالت معلوم کی ہے تو اس کو حق کہتے ہیں اس لحاظ سے بھی تمام موجودات میں سے حق کہلانے کا زیادہ حقدار اللہ تعالی ہے اور معلومات میں سے حق کہلانے کی زیادہ حقدار خدا کی معرفت ہے کیونکہ وہ فی نفسہ حق ہے یعنی عدلاً وابداً معلوم کے مطابق ہے اور اس کی مطابقت لذاتہی ہے، بغیرہ نہیں ہے اس کا علم ایسا نہیں ہے جیسے اس کے غیر کے وجود کا علم کیونکہ غیر کے وجود کا علم اسی وقت تک رہتا ہے جب تک وہ غیر موجود رہتا ہے جب وہ معلوم ہوگیا تو اس کے وجود کا اعتقاد بھی باطل ہوگیا۔

اقوال کو بھی حق کہہ دیتے ہیں چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ فلاں قول حق ہے اور فلاں قول باطل ہے اس لحاظ سے تمام اقوال سے زیادہ حق ﴿لا الٰہ الا اللہ﴾ ہے کیونکہ وہ ازلاً اور ابداً لذاتہ صادق ہے نہ کہ بغیرہ۔

غرض کہ خارجی موجودات کو حق کہیں یا ذہنی موجودات کو جن کو معرفت کہتے ہیں خواہ زبانی موجود کو حق کہیں جس کو نطق کہتے ہیں بہر حال حق کہلانے کی زیادہ حقدار وہی شئے ہے جس کا وجود ازلاً وابداً لذاتہ ثابت ہو اور اس کی معرفت ازلاً وابداً لذاتہ حق ہو اور اس کی شہادت ازلاً وابداً لذاتہ حق ہو اور تمام امور موجود حقیقی کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، اور کسی سے نہیں۔

تنبیہ: اس اسم سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو باطل سمجھے خدا کے سوا اور کسی کو حق نہ جانے بندہ اگرچہ حق ہے مگر بنفسہ حق نہیں ہے بلکہ خدا کے ساتھ حق ہے کیونکہ وہ اسی کے ساتھ موجود ہے بذاتہ موجود نہیں ہے بلکہ بذاتہ باطل ہے اگر حق تعالی نے اس کو نہ بنایا ہوتا تو اس کو خود بخود بن جانے کا کوئی حق نہ تھا۔

اس لحاظ سے ان دو تاویلوں کے سوا جو شخص انا الحق (میں حق ہوں) کا دعویٰ کرتا ہے وہ سخت خطا پر ہے۔

پہلی تاویل یہ ہے کہ انا الحق سے مراد انا بالحق، یعنی میں حق تعالی کے ساتھ ہوں۔ یہ تاویل بعید ہے۔ اس لئے کہ لفظوں میں اس معنی کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اور اس لئے یہ امر

Marfat.com

صرف اس قائل سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ حق کے سوا جو شئے ہے وہ بالحق ہے۔

دوسری تاویل یہ کہ وہ حق تعالی میں مستغرق ہے حتی کے اس کے دل میں خدا کے سوا اور کسی کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ اور جو چیز کسی چیز کی کلیت کو حاوی ہو اور اس میں مستغرق ہو۔ تو کہا جاتا ہے یہ چیز وہ ہے، جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے

انا من اھوی ومن اھوی انا

تو تن شدی تو شدم من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اس سے مراد استغراق ہے۔

چونکہ اہل تصوف پر من حیث الذات اپنے نفس کی فنا کا مشاہدہ غالب ہوتا ہے اس لئے ان کی زبان پر غلب احوال اسمائے باری تعالی میں سے ھوالحق جاری رہتا ہے کیونکہ وہ حقیقی ذات کو ملحوظ رکھتے ہیں نہ کہ اس ذات کو جو فی نفسہ ہلاک ہونے والی ہے۔

اور اہل کلام چونکہ افعال کے ساتھ دلیل پکڑنے کے عادی ہیں اس لئے ان کے منہ پر اکثر اسم الباری جاری رہتا ہے جس کے معنی (خالق کے ہیں)۔ اور اکثر لوگ خدا کے سوا ہر چیز کو دیکھتے ہیں پس اپنے مشاہدات سے اس کے متعلق شہادت قائم کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالی کے اس قول سے مخاطب ہیں۔ "اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوٰت والارض وماخلق اللہ من شیء"[1] (کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام اور خدا کی پیدا کی ہوئی کسی چیز پر بھی نظر نہیں کی) صدیقین اس کے سوا اور کسی چیز کو نہیں دیکھتے لہذا وہ اس کے متعلق اسی سے دلیل قائم کرتے ہیں، اور وہ خدا کے اس قول سے مخاطب ہیں کہ "اولم یکف بربک انہ علیٰ کل شیء شہید"[2] (کیا تمہاری تسلی کو یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار شاہد (حال) ہے)۔

(۵۳) اَلْوَکِیْلُ

(کارساز)

وکیل وہ ہے جس کے سپرد امور کیے جائیں۔ لیکن اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جس

---

[1] پ (۹) اعراف۔

[2] پ (۲۵) حٰم السجدہ۔

Marfat.com

کے سپرد بعض امور ہوں۔ اور وہ ناقص ہے۔ دوم جس کے سپرد تمام امور ہوں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔

ایک اور طریق سے بھی اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو بذاتہ موکول الیہ (جس کے سپرد کیا جائے) ہونے کا مستحق نہ ہو۔ بلکہ وہ موکول الیہ بنانے سے بنا ہو۔ اور یہ ناقص ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کا محتاج ہے کہ امور اس کے سپرد کیے جائیں اور اس کو مختار بنایا جائے۔

دوم وہ جو بذاتہ اس بات کا مستحق ہے کہ امور اس کے سپرد ہوں اور دل اس پر آسرا رکھتے ہوں کسی دوسرے کے اختیار دینے اور سپرد کرنے سے نہیں بلکہ وہ خود بخود اور بذاتہ وکیل ہو وہ وکیل مطلق ہے۔

ایک اور لحاظ سے وکیل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ وکیل جو سپرد شدہ امور کو بلا کسی قسم کی کمی کے پورا کردے۔

دوم وہ جو پورا نہ کرے۔

وکیل مطلق وہ ہے جس کے سپرد تمام اشیاء ہیں اور وہ تمام کے اہتمام میں لگا ہوا ہے۔ اور سب کو اپنی اپنی جگہ پورا کر رہا ہے۔ اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس سے تم خود سمجھ سکتے ہو کہ بندہ کو اس اسم کے معنی میں کس قدر دخل حاصل ہے۔

(۵۴) اَلْقَوِیُّ

(توانا)

(۵۵) اَلْمَتِیْنُ

(استوار)

قوت پوری قدرت پر متانت سخت قوت پر دلالت کرتی ہے پس اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے کہ حاوی اور پوری قدرت والا ہے قوی ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ سخت قوت والا ہے متین ہے اور یہ بیان قدرت کے معنی سمجھنے پر موقوف ہے جس کا ذکر آئندہ آئیگا۔

(۵۶) اَلْوَلِیُّ

Marfat.com

(محب، مددگار)

ولی محب مددگار ہے اس کی محبت ودوستی کے معنی بیان ہو چکے اس کی مددگاری کے معنی ظاہر ہیں وہ دین کے دشمنوں کو پامال کرتا ہے اور دین کے خیر وخواہ کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے "اللہ ولی الذین اٰمنو "یعنی اللہ مومنوں کا محب مددگار ہے اور فرمایا: "کذلک بانّ اللہ مولی الذین اٰمنو وان الکافرین لامولی لھم" یعنی ایسا اس لئے ہے کہ اللہ کے مومنوں کا مولٰی یعنی ناصر مددگار ہے۔ اور کافروں کا کوئی مولٰی نہیں ہے۔ اور فرمایا" کتب اللہ لا غلبنّ انا ورسلی" یعنی اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالباً آئیں گے۔

تنبیہ: بندوں میں سے ولی وہ ہے جو اللہ اور اس کے دوستوں سے پیار کرنے اور ان کو مدد دے۔ اور اللہ کے دشمنوں سے بغض رکھے اللہ کے دشمن نفس اور شیطان ہیں۔ پس جو شخص ان دونوں سے تعلق توڑ دے اور اللہ کے کام میں مدد دے اور اس کے اولیا کو دوست رکھے اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھے وہی بندوں میں سے ولی ہے۔

(۵۷) اَلْحَمِیْدُ

(مستحق)

حمید، وہ ہے جو تعریف کے لائق ہو۔ اور جس کی ثنا کی جائے اللہ تعالی ازل سے خود اپنی تعریف کے ساتھ حمید ہے وہ اب تک اپنے بندوں کی تعریف کے ساتھ حمید رہے گا۔ اور یہ معنی جلال وکمال کی صفتوں سے ذکر کرنے والوں کے ذکر کے لحاظ سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ حمد اسی کو کہتے ہیں کہ اوصاف کمال کا اس حیثیت سے کہ وہ کمال ہیں ذکر کیا جائے۔

تنبیہ: بندوں میں سے حمید وہ ہے جس کے عقائد واخلاق اور اعمال واقوال ان کے سب بلا شائبہ قابل تعریف ہوں اور حضرت محمد ﷺ اور ان سے قریب کے انبیاء اور ان کے سوا اولیاء علماء ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے عقائد واخلاق اور اعمال واقوال کی خوبی کے موافق حمید ہے کیونکہ کوئی شخص کہ اس کے محامد کتنے ہی بکثرت ہوں مذمت اور نقص سے خالی نہیں ہے لہذا حمید مطلق خاص اللہ تعالی ہے۔

(۵۸) اَلْمُحْصِی

(ہر چیز کو احاطہ علم میں کرنے والا)

Marfat.com

محصی کے معنی عالم کے ہیں لیکن جب علم کو معلومات کے ساتھ اس لحاظ سے منسوب کیا جائے کہ وہ معلومات کو محیط ہوتا ہے اور انکو گنتی اور شمار میں لاتا ہے تو اس کو احصا کہا جاتا ہے اور محصی مطلق وہ ہے جس کے علم میں ہر معلوم کی حد اور اس کی تعداد اور مبلغ ظاہر ہو بندہ اگرچہ ایسے علم سے بعض معلومات کا احصار کر سکتا ہے مگر وہ اکثر حصر سے عاجز آ جاتا ہے پس اس اسم میں اس کا دخل اسی طرح کم ہے۔ جس طرح علم کی اصل صفت میں کم ہے۔

(۵۹) اَلْمُبْدِئُ

(ابتداء پیدا کرنے والا)

(۶۰) اَلْمُعِيْدُ

(دوبارہ پیدا کرنے والا)

ان اسموں کا معنی ہے موجد لیکن اگر اس ایجاد سے پہلے ویسی ایجاد نہ گزر چکی ہو تو اس کو ابداء کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے پہلے بھی ویسی ایجاد گزر چکی ہو تو اس کو اعادہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی نے ان لوگوں کو پیدا کیا ہے اور وہی ان کو دوبارہ پیدا کرے گا اور تمام اشیاء کا اسی سے آغاز ہوا اور اسی تک انجام ہوگا۔

(۶۱) اَلْمُحْيِيْ

(مخلوق کو زندہ کرنے والا)

(۶۲) اَلْمُمِيْتُ

(مارنے والا)

ان دونوں اسموں کا مطلب بھی ایجاد ہے لیکن موجود اگر حیات ہو تو اس کے فعل کو احیاء (زندہ رکھنا) کہتے ہیں۔ اور اگر موت ہو تو اس کے فعل کو اماتۃ (مار ڈالنا) کہتے ہیں۔ اور موت و حیات کا خالق اللہ تعالیٰ ہی جب ہے۔ اس لئے سوائے اس کے اور کوئی محی اور ممیت نہیں ہے۔ اسم الباعث کے بیان میں حیات کے معنے کی طرف اشارہ گزر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

(۶۳) اَلْحَیُّ
(زندہ)

حی وہ ہے جو فعل کی اعلیٰ طاقت رکھنے والا اور اعلیٰ درجہ کا صاحب ادراک ہو حتیٰ کہ جس میں بالکل فعل وادراک نہیں ہے۔ وہ میت (مردہ) ہے اور ادراک کا ادنی درجہ یہ ہے کہ صاحب ادراک اپنے آپ کو جانتا ہو پس جو شئے اپنے آپ کو نہ جانتی ہو وہ جماد اور میت ہے حی کامل ومطلق وہ ہے جس کے ادراک کے تحت میں تمام مدرکات اور اس کے فعل کے تحت میں تمام موجودات درج ہوں یہاں تک کہ کوئی قابل ادراک شئے اس کے علم سے اور کوئی مفعول اس کے فعل سے نہ رہے۔ اور یہ ساری باتیں خاص اللہ کے لئے ہیں لہذا وہ حی مطلق ہے اور اس کے سوا جو شئے حی ہے اس کی حیات اس کے ادراک اور فعل کے موافق ہے اور ایسی تمام اشیاء قلت میں محصور ہیں واضح ہو کہ احیاء (زندہ چیزیں) متفاوت ہیں۔ پس ان کے مراتب ان کے تفاوت کے موافق ہیں۔ جیسے کہ ملائکہ، انسان اور چوپاؤں کے مراتب میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

(۶۴) اَلْقَیُّوْمُ
(کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا)

واضح ہو کہ تمام اشیاء کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو کسی محل کی محتاج ہیں جیسے اعراض اور اوصاف پس ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ نفسہ قائم نہیں ہیں۔

دوم وہ جو کسی محل کی محتاج نہیں ہے۔ پس کہا جاتا ہے کہ وہ نفسہ قائم ہیں جیسے جوہر۔ لیکن جوہر گو قائم بنفسہ اور اپنے قیام کے محل سے مستغنی ہے تاہم ایسے امور سے مستغنی نہیں ہے جو اس کے وجود کے لئے لازم ہیں پس وہ قائم بنفسہ نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے قیام میں گو محل کی محتاج نہیں ہیں مگر کسی اور شئے کے وجود کی محتاج ہیں پس اگر کوئی ایسا موجود پایا جاتا ہے جس کی ذات بذاتہ حکتفی ہے اور اس کا قیام کسی اور شئے کے ساتھ نہیں ہے اور نہ اس کے سوا کسی اور چیز کا وجود اس کے وجود کے دوام کے لئے شرط ہے وہ مطلقاً قائم بنفسہ ہے۔ اگر اس کے ساتھ ہی تمام موجودات اس کے ساتھ قائم ہوں یہاں تک کہ تمام اشیاء کا وجود اور دوام وجود اسی کے ساتھ ہو تو قیوم ہے کیونکہ اس کا اپنا قیام بذاتہ ہے اور ہر شئے کا قیام اس کے ساتھ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے بندہ کا دخل اس وصف میں اتنا ہوتا ہے جتنا وہ غیر اللہ سے مستغنی ہے۔

Marfat.com

(۶۵) اَلْوَاجِدُ

(غنی)

واجد وہ ہے جس کے لئے کوئی شئے نایاب نہ ہو اور وہ فاقد (تنگ دست) کا مقابل ہے۔ اغلب یہ ہے کہ جس کو وہ شئے ہاتھ نہ آئی ہو جو اس کے وجود کے لئے ضروری نہیں اس کو فاقد نہیں کہا جاتا۔ اور جس کو وہ شئے حاصل ہو سکتی ہے جو اس کی ذات سے اور اس کی ذات کے کمال سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اس کو واجد (غنی) نہیں کہتے بلکہ واجد وہ ہے جس کے لئے کوئی بھی ضروری شئے نایاب نہ ہو۔ اور جو امر صفات الہیہ اور ان کے کمال کے لئے لازمی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے موجود ہے۔ پس وہ اس لحاظ سے واجد ہے۔ اور واجد مطلق ہے اور اس کے سوا دوسری موجودات اگر صفات کمال اور ان کے اسباب میں سے کسی شئے کے لحاظ سے واجد ہیں تو بہت سے اشیاء کے لحاظ سے فاقد ہیں۔ اس لئے وہ صرف اضافی طور پر واجد کہلا سکتی ہیں۔

(۶۶) اَلْمَاجِدُ

(بزرگی والا)

یہ اسم مجید کا ہم معنی ہے جیسے عالم علیم کے معنی میں آتا ہے لیکن فعیل کے صیغے میں مبالغہ پایا جاتا ہے اور مجید کے معنی بیان ہو چکے۔

(۶۷) اَلْوَاحِدُ

(تنہا، یگانہ، ایک)

یہ وہ ہے جو نہ تقسیم ہو نہ دو ہو سکے تقسیم نہ ہونے والی چیز کی مثال جیسے جوہر واحد (جزو لایتجزیٰ) اور جو تقسیم نہ ہو اس کو واحد کہتے ہیں جس کا مطلب یہ کہ اس کا کوئی جزو نہیں اسی طرح نقطہ کا کوئی جز نہیں اور اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی ذات کا انقسام محال ہے اور جو چیز دو نہ ہو سکے یہ وہ ہے جس کی نظیر نہیں ہے مثلاً سورج کیونکہ وہ اگر چہ جسم کی قبیل سے ہونے کے باعث وہم منقسم ہو سکتا ہے لیکن اس کی نظیر نہیں ہے مگر ممکن ہے کہ اس کی نظیر ہو پس اگر کوئی ایسا موجود پایا جائے جو اپنے وجود کی خصوصیت میں اس طرح منفرد ہو کہ کسی اور کا اس میں شریک ہونا متصور ہی نہ ہو سکے وہ ازلاً و ابداً واحد مطلق ہے۔

بندہ اس وقت واحد سمجھا جاتا ہے کہ اس کے ابنائے جنس میں کسی خاص پسندیدہ

Marfat.com

خصلت کے اندر کوئی اس کی نظیر ہو۔ اور یہ یکتائی بھی صرف اس کے ابنائے جنس کے لحاظ سے ہو گی اور نیز خاص زمانہ کے لحاظ سے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے زمانہ میں اس کی نظیر پیدا ہو جائے۔ نیز یہ یکتائی بعض خصائل کی رو سے ہو گی۔ تمام کی رو سے نہیں پس پوری وحدت یکتائی خاص خدا کے لئے ہے۔

(۶۸) اَلصَّمَدُ

(بے نیاز)

صمد وہ ہے جسکی طرف حاجات میں رجوع کیا جاتا ہے اور ضروریات کے لئے جس کی درگاہ کا قصد کیا جاتا ہے کیونکہ پیشوائی کے مراتب اس پر ختم ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو دینی و دنیوی مہمات میں اپنے بندوں کا مرجع بنا دیتا ہے اور اس کی زبان اور ہاتھوں سے اپنے بندوں کی حاجتیں پوری کراتا ہے تو اس کو اسم کے معنی سے اس نے حصہ بخشا ہے لیکن صمد مطلق وہ ہے کہ تمام حوائج میں اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور وہ خاص اللہ تعالیٰ ہے۔

(۶۹) اَلْقَادِرُ

(قدرت والا)

(۷۰) اَلْمُقْتَدِرُ

(صاحب مقدرت)

ان دونوں اسموں کے معنی ہیں ”صاحب قدرت“ لیکن مقتدر میں زیادہ مبالغہ ہے قدرت سے مراد وہ معنی ہے جس سے کوئی چیز ارادہ اور علم کی تقدیر سے اور دونوں کے اقتضا کے موافق موجود کی جا سکے اور قادر وہ ہے جو اگر چاہے کرے اگر چاہے نہ کرے اور اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ ضرور کرنا ہی چاہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی وقت قیامت برپا کرنے پر قادر ہے اگر وہ چاہے ابھی برپا کر دے اگر برپا نہیں کرتا تو اس لئے کہ وہ برپا کرنا نہیں چاہتا کیونکہ پہلے ہی اس کے علم میں اس کی میعاد اور وقت مقدر ہو چکے ہیں پس اس سے قدرت میں کوئی نقص نہیں آتا

Marfat.com

اور قادر مطلق وہ ہے جو ہر موجود کو از سر نو بناتا ہے اور اس میں کسی دوسرے کی امداد سے مستغنی ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

بندہ کو بھی کچھ نہ کچھ قدرت ہے لیکن وہ ناقص ہے کیونکہ وہ صرف بعض ممکنات کو حاوی ہوتی ہے اور کسی چیز کو پیدا کرنے کی اس میں صلاحیت نہیں ہے بلکہ بندہ کے مقدور میں جو امور ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کرتا ہے جبکہ اسکے مقدور کے تمام اسباب وجود مہیا ہو جاتے ہیں یہ مقام ایک باریک بحث چاہتا ہے جس کی گنجائش اس کتاب میں نہیں ہے۔

(۷۱) اَلْمُقَدِّمُ

(اپنے دوستوں کو بارگاہ عزت کی طرف بڑھانیوالا)

(۷۲) اَلْمُؤَخِّرُ

(اپنے دشمنوں کو اپنے لطف سے پیچھے ہٹانیوالا)

مقدم ومؤخر وہ ہے جو قریب وبعید کرتا ہے جس کو قریب کرتا ہے اس کو مقدم کرتا ہے جس کو دور کرتا ہے اس کو مؤخر کرتا ہے وہ انبیاء واولیاء کو قرب بخشنے اور راہ راست پر چلانے کے لئے مقدم کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو دور ہٹا کر اور اپنے اور ان کے درمیان پردہ ڈال کر مؤخر کر دیتا ہے۔

مثلاً جب ایک بادشاہ جب دو شخصوں کو اپنا قرب بخشے لیکن ان میں سے ایک کو اپنی طرف زیادہ قریب کرے تو کہا جاتا ہے اس کو مقدم کیا یعنی اس کو دوسرے شخص کے آگے رکھا۔

یہ تقدیم کبھی مکان میں ہوتی ہے اور کبھی رتبہ میں اور بہر حال پیچھے رہنے والے کے لحاظ سے ہوتی ہے اور ایک ایسے مقصد کا ہونا بھی لابدی ہے جو اصلی غرض وغایت ہو جو مقدم ہوتا ہے اس کے لحاظ سے اور جو متاخر ہوتا ہے اس کی طرف سے۔

مقصد اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ کی طرف اس کے مقرب ہیں چنانچہ اس نے پہلے ملائکہ کو تقدیم بخشی ہے پھر انبیاء کو پھر اولیاء کو پھر علماء کو اور ہر متاخر اپنے ماقبل کے لحاظ سے مؤخر ہوتا ہے اور اپنے مابعد کی نسبت سے مقدم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی یہ تقدیم وتاخیر دینے والا ہے کیونکہ اگر

Marfat.com

آپ ان کے تقدم وتاخر کو ان کے فضائل کی کثرت وقلت اور ان کی صفات کے کمال ونقصان پر موقوف سمجھو تو آخر وہ ذات بھی کوئی ہے جس نے ان کو علم وعبادت کی ترقی کے لئے اکسایا ہے یا جس نے صراط مستقیم کے برخلاف چلنے پر ان کو آمادہ کیا ہے اور یہ تمام باتیں اللہ تعالی ہی کے بس کی ہیں لہذا وہ مقدم اور مؤخر ہے اور اس میں رتبہ کی تقدیم وتاخیر مراد ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص علم وعمل میں سبقت کر جائے وہ صرف اس سے متقدم نہیں ہوسکتا بلکہ خدا اس کو تقدیم بخشے تو وہ متقدم ہوسکتا ہے یہی حال متاخر کا ہے اور اللہ تعالی کے یہ دو قول اس امر کی کافی تصدیق کرتے ہیں۔

(۱) ''ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون''

یعنی جن لوگوں کے لئے ہماری خیر خواہی نے قدم بڑھایا وہ دوزخ سے دور رہیں گے۔

(۲) ''ولو شئنا لاٰتینا کل نفسٍ ھداھا ولکن حقَّ القول منی لا ملئنَّ جھنَّم''

یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت پر چلاتے مگر ان کی نسبت میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ضرور دوزخ کو پر کرونگا۔

تنبیہ: صفات افعال سے بندہ کا حصہ ظاہر ہے اس لئے ہم بخوف تطویل ہر اسم کے بیان میں اس کا اعادہ کرنا نہیں چاہتے کیونکہ بیانات سابقہ سے اس بات کا بخوبی پتہ مل سکتا ہے۔

(۷۳) اَلْاَوَّلُ

(سب سے پہلا)

(۷۴) اَلْاٰخِرُ

(سب سے پچھلا)

واضح ہو کہ اول کسی شے کی نسبت سے اول ہوتا ہے۔ اور آخر بھی کسی شے کی نسبت سے آخر ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔ پس ایک ہی چیز ایک ہی جہت سے ایک ہی چیز کی نسبت سے اول اور آخر نہیں ہوسکتی۔ بلکہ جب تم وجود کی ترتیب پر نظر کرو

Marfat.com

اور موجودات کے باترتیب سلسلہ کو غور سے دیکھو۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے لحاظ سے اول ہے کیونکہ تمام موجودات نے اس سے وجود حاصل کیا ہے۔ اور وہ خود موجود بذاتہ ہے۔ اور اس نے کسی سے وجود حاصل نہیں کیا۔ اور جب ترتیب سلوک پر نظر کیا جائے۔ اور خدا کی طرف سے کرنے والوں کی منزلوں کو دکھایا جائے۔ تو وہ آخر ہے کیونکہ اس کی درگاہ عارفین کے مدارج ترقی کی سب سے آخری منزل ہے۔ اور اس کی معرفت سے جو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ اس کی معرفت کا زینہ ہے۔ اور آخری منزل اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اس لئے وہ اولیا کے سیر و سلوک کے لحاظ سے آخر موجودات کے وجود کے لحاظ سے اول ہے۔ پس اول اسی کی طرف سے آغاز ہے۔ اور آخر اسی کی طرف انجام اور انتہا ہے۔

(۷۵) اَلظَّاهِرُ

(آشکارا بلحاظ قدرت)

(۷۶) اَلبَاطِنُ

(پوشیدہ بلحاظ فراست)

یہ دونوں وصف بھی اضافی ہیں کیونکہ ظاہر ایک شئے کے لئے ظاہر اور دوسری شئے کے لیے باطن ہوتا ہے اور ایک ہی جہت سے ظاہر و باطن نہیں ہوتا بلکہ ادراک کی طرف نسبت کرنے سے ایک جہت سے ظاہر اور دوسری جہت سے باطن ہوتا ہے وجہ یہ کہ ظاہر و باطن ہونا اور اوقات کی طرف نسبت کرنے سے ہوا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اگر حواس کے ادراک سے طلب کیا جائے تو وہ باطن ہے اور اگر عقل سے بطریق استدلال معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ ظاہر ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا ادراک حواس کی نسبت سے باطن ہونا تو ظاہر ہے لیکن عقل کی جہت سے ظاہر ہونا ذرا باریک بات ہے کیونکہ ظاہر تو وہ بات ہوتی ہے جس کے ادراک میں لوگ اختلاف نہ کرتے ہوں بخلاف اس کے خدا کی ذات کو معلوم کرنے میں بہت سے لوگ شک میں گرفتار ہیں پس اس کو کیونکر ظاہر کہا جاتا ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کا مخفی ہونا اس کے شدت کے ظہور کے باعث ہے اس کا ظہور اس کے باطن ہونے کا موجب ہے گویا اس کا نور ہی اس کے نور کا حجاب ہے شاید تم اس کلام سے

Marfat.com

تعجب ظاہر کرو لہذا ایک مثال سے تم کو سمجھاتے ہیں دیکھو اگر تم کسی حرف پر نظر ڈالو جو کسی کاتب نے لکھا ہو تو اس سے تم کو ایک ایسے کاتب کے وجود کا پتہ ملے گا جو عالم قادر سمیع اور بصیر ہے اور اس سے تم کو کاتب کی ان صفات کا یقین کامل ہو جائیگا اور جس طرح اس ایک حرف نے کاتب کے اوصاف کی فیصلہ کی شہادت دی ہے اسی طرح آسمان وزمین کی جو چیز سارے سورج چاند حیوان نباتات اور صفت وموصوف وغیرہ ہے وہ خود بخود اپنے ایک ایسے مدبر کا پتہ دے رہی ہے جس نے اس کا اہتمام کیا ہے اور اس کو خاص اندازے پر اور خاص صفات کے ساتھ بنایا ہے بلکہ انسان اپنے جس عضو اور جس ظاہر یہ باطن جزو بلکہ جس اختیاری یا جبری صفت وحالت کو دیکھتا ہے وہ چلا چلا کر اپنے خالق اپنے مالک مختار اور اپنے مدبر کا پتہ بتا رہی ہے اسی طرح ہر چیز اس کی شہادت دیتی ہے جس کو انسان اپنی ذات سے خارج دیکھتا ہے اگرچہ ان اشیاء کی شہادتوں میں اختلاف ہو بعض شہادت دے رہی ہوں اور بعض نہ دیتی ہوں تاہم سب کو ان شہادتوں سے یقین حاصل ہو سکتا ہے لیکن چونکہ یہ شہادتیں بکثرت ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں اس لئے وہ امر شدت ظہور کے باعث خفی اور باریک بن گیا ہے جس کی مثال یہ ہے کہ جو اشیاء حواس کے ذریعہ سے محسوس کی جاتی ہے ان میں سے زیادہ ظاہر وہ چیزیں ہیں جو آنکھ سے محسوس ہوں اور آنکھ کی محسوسات میں سے بھی زیادہ روشن اور ظاہر سورج کا نور ہو جو تمام اشیاء پر منعکس ہو کر ان کو روشن کر رہا ہے اور جو شئے دوسری اشیاء کو روشن کر رہی ہے وہ خود کیوں نہ روشن ہو گی مگر اس کا روشن ہونا بہت سے لوگوں پر مخفی ہے حتی کے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ رنگ دار اشیاء میں صرف سرخ وسیاہ رنگ ہے اور کچھ نہیں وہ اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ رنگ کے ساتھ روشنی اور نور بھی شامل ہے اور یہ لوگ رنگین اشیاء کے ساتھ روشنی کا قائم ہونا اس وقت تسلیم کرتے ہیں جب ان کو سایہ اور اندھیرے اور روشنی میں اشیاء کی مختلف حالتوں کا فرق دکھا دیا جاتا ہے چنانچہ رات کے وقت جب سورج چھپ جاتا ہے اور اس کی روشنی رنگین چیزوں سے منقطع ہو جاتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس وقت ان چیزوں کی کیا صورت ہے اور دن میں کیا تھی گویا نور کی غیر موجودگی میں نور کے وجود کا پتہ لگتا ہے اور نور کے وجود عدم میں صاف فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

فرض کرو کہ ایک شخص سورج کی روشنی تمام اشیائے عالم پر پڑتی دیکھتا ہے اور سورج اس کی زندگی کے اندر اندر کبھی غروب نہیں ہوتا حتی کے کبھی اس کو یہ موقع نہیں ملا کہ ان اشیاء کو اندھیرے میں دیکھے اور روشنی اور اندھیرے میں فرق سمجھے اس شخص کے لئے محال ہے کہ نور کو

Marfat.com

کوئی خاص چیز سمجھے جو موجودہ اشیاء کی رنگت سے زائد ہے تمام اشیاء سے زیادہ ظاہر وہی چیز ہے بلکہ وہی تمام اشیاء کو ظاہر کرتی ہے اور اگر خدا کا بعض امور کے لئے (معاذ اللہ) معدوم یا غائب ہونا فرض کیا جائے تو آسمان وزمین اور ہر چیز جس سے وہ بے تعلق ہے منہدم ہو جائے گی اور پھر ان دونوں حالتوں کا فرق بخوبی معلوم ہو جائے گا اور اس کا وجود قطعی طور پر معلوم ہو جائے گا لیکن چونکہ تمام اشیاء شہادت اور حالات میں متفق ہیں اور سب ایک ہی نظم ونسق پر اپنی آواز اٹھا رہی ہیں اس لئے وہ عام نظروں سے مخفی ہے۔

قربان جایئے اس ذات پاک کے جو اپنے نور ہی کے باعث مخلوق کی نظروں سے نہاں اور اپنے شدت ظہور کے سبب سے مخفی ہے اور ایسا ظاہر ہے جس سے بڑھ کر کوئی شئے ظاہر نہیں وہ ایسا باطن ہے جس سے زیادہ کوئی چیز باطن نہیں ہوسکتی۔

تنبیہ: اوپر کی باتوں سے تم کو خدا کی صفات کے متعلق تعجب میں مبتلاء نہ ہو جانا چاہیے کیونکہ خود انسان جس امر کی بدولت انسان کہلاتا ہے وہ ظاہر بھی ہے باطن بھی اگر اس کو انسان مناسب ومرتب افعال کے ذریعہ سے سمجھا جائے تو وہ ظاہر ہے اور اگر حس کے ادراک کے ذریعہ سے طلب سے کیا جائے تو وہ باطن ہے کیونکہ حس صرف اس کے ظاہری بشری کو محسوس کرسکتی ہے اور انسان صرف ظاہری بشرہ سے انسان نہیں کہلاتا بلکہ اگر یہ بشرہ بلکہ اس کے تمام اجزاء بدل جائیں تو بھی وہ وہی انسان رہے گا جو پہلے تھا اور تعجب نہیں کہ انسان کے بدنی اجزاء بچپن میں اور ہوتے ہوں اور پھر بڑھاپے میں اور ہوتے ہوں کیونکہ وہ طول زمان سے گھستے مٹتے جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے اجزاء جو غذا کے ذریعے سے پیدا کیے جاتے ہیں شامل ہوتے جاتے ہیں تاہم انسان کی سابقہ ہویت نہیں بدلتی پس یہ ہویت حواس سے باطن ہے اور عقل کے لئے ظاہر ہے جو اس کو اس کے آثار وافعال سے سمجھ لیتی ہے۔

(۷۷) اَلْبَرُّ

(اپنے لطف سے بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا)

بر کے معنی محسن اور بر متعلق وہی ہے جس کی طرف سے تمام نیکیاں اور احسانات ظہور میں آتے ہیں اور بندہ اسی قدر بر ہے جس قدر کہ نیکی کرتا ہے خصوصاً اپنے والدین استاذ اور اپنے شیوخ کے ساتھ۔

روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے پروردگار نے بات چیت کی تو انھوں نے

Marfat.com

پایا عرش کے سامنے ایک شخص کو کھڑے ہوئے پایا موسی علیہ السلام اس شخص کی بلندی منزلت سے تعجب ہوئے اور عرض کیا الہی یہ بندہ کونسے عمل کی بدولت اس درجہ تک ترقی کر گیا فرمایا یہ شخص میرے کسی بندے کے حق میں میری دی ہوئی نعمتوں پر حسد نہیں کرتا تھا اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا تھا۔

یہ تو بندہ کے نیکی تفصیل ہے اللہ تعالی اپنی مخلوق کے ساتھ جو احسان بے پایہ کرتا ہے اس کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیے اگر غور کرو تو ہمارے بعض گزشتہ بیانات میں اس کے متعلق اشارات پاؤ گے۔

(۷۸) اَلتَّوَّابُ

(گناہ گاروں کی توبہ قبول کرنے والا)

تواب وہ ہے جو بندوں کے لئے ایسے اسباب مہیا کرتا ہے کہ وہ نیکی نشانیاں دیکھ کر بار بار اس کی طرف رجوع اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور جوان کو طرح طرح کی تنبیہات سے خبردار کرتا اور ڈرا دھمکا کر اپنے راہ پر لاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس کو پہچان کر اپنی تقصیرات اور گناہوں کا احساس کرتے ہیں تو دھمکی سے خوف کھاتے ہیں اور توبہ کرنے لگتے ہیں اور خدا اپنے فضل سے ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

تنبیہ: جو حاکم اپنے مجرم رعایا کی درخواست رحم کو منظور کرتا ہے اور جو دوست اپنی خطا کار رفیق کا اُذر قبول کر لیتا ہے وہ اس اسم سے بہرہ یاب ہے۔

(۷۹) اَلْمُنْتَقِمُ

(نافرمانوں سے بدلہ لینے والا)

منتقم وہ ہے جو سرکشوں کی گردنیں توڑتا اور باغیوں کو عذاب میں مبتلاء کرتا ہے اور اسکی یہ سخت گیری اس وقت ہوتی ہے جب وہ اتمام حجت کر چکا ہوتا ہے اور نافرمانوں کے بعض آنے کے لئے مہلت وقدرت دے لیتا ہے ایسا انتقام فوری عذاب کی بنسبت زیادہ سخت ہوتا ہے کیونکہ اگر فی الفور عذاب نازل کیا جائے تو نافرمان پورے طور پر گناہ میں غرق نہ ہوگا اور اس سے وہ انتہائی عذاب کا مستوجب قرار نہ پائے گا بندہ کا مبارک انتقام یہ ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے انتقام لے اور تمام دشمنوں میں سے زیادہ سخت دشمن نفس ہے پس جب وہ کسی گناہ

Marfat.com

کے قریب جائے یا کسی عبادت کے کام میں سستی کرے تو اس کو سزا دینی چاہیے جیسے کہ ابو زید سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ۔

ایک رات میرے نفس نے بعض اپنے مقررہ اور عدو وظائف میں سستی کی تو میں نے اس کو یہ سزا دی کہ سال بھر اس کو پانی نہ پینے دیا اور پیاس سے مارا۔

(۸۰) اَلْعَفُوُّ

(گناہوں کو مٹانے والا)

عفو وہ ہے جو گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور تقصیرات سے درگزر کرتا ہے اور غفور کے قریب قریب ہے لیکن عفو میں زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ غفران میں پردہ ڈالنے کے معنی شامل ہیں اور عفو میں مٹا دینے کے معنی داخل ہیں اور مٹا دینا پردہ ڈالنے کی بنسبت ابلغ ہے۔

تنبیہ: اس اسم سے بندہ کا حصہ مخفی نہیں ہے اور وہ یہ کہ جو شخص اس پر ظلم کرے وہ اس کو معاف کرے بلکہ اس کے ساتھ احسان کرے جس طرح اللہ تعالیٰ دنیا میں سرکشوں اور کافروں کے ساتھ احسان کر رہا ہے اور ان پر فی الفور عذاب نازل نہیں کرتا بلکہ کبھی ان کو توبہ پر اکساتا ہے اور جب وہ لوگ توبہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ مٹا دیتا ہے کیونکہ "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا اس نے گناہ کیا ہی نہیں اور گناہ معاف کرنے کا یہ انتہائی درجہ ہے۔

(۸۱) اَلرَّؤُفُ

(بہت شفقت کرنے والا)

رؤف کے معنی صاحب رافت اور رافت حد درجہ کی رحمت کو کہتے ہیں پس وہ رحیم کا ہم معنی ہیں مگر اس میں کسی قدر مبالغہ بھی شامل ہے اور رحیم کا ذکر گزر چکا۔

(۸۲) مَالِکُ الْمُلْکِ

(ملک کا مالک)

مالک الملک وہ ہے، جو اپنے ملک میں جس طرح چاہتا ہے حکم جاری کرتا ہے جسے

۱؎ غالباً مطلب ہو گا طعام کے بعد معمولی چند گھونٹ پانی پینے کے علاوہ دوسرے وقتوں میں پانی نہ پیتے تھے۔ اور شدت کی پیاس جھیلتے رہے تھے۔ مترجم۔

Marfat.com

چاہتا ہے جلاتا ہے جسے چاہتا ہے مارتا ہے۔

اس اسم میں ملک کے معنی مملکت کے ہیں اور مالک کے معنی پوری قدرت والا اور تمام موجودات ایک مملکت ہیں جن کا وہ مالک اور سب پر قادر ہے موجودات سب کی سب ایک مملکت ہے کیونکہ وہ ایک دوسری کے ساتھ وابستہ ہیں گو ایک جہت سے وہ اشیاء بکثرت ہیں مگر دوسری جہت سے ان میں وحدت پائی جاتی ہے اور اس کی مثال بدن انسانی ہے جو انسان کی ایک مملکت ہے اور اس میں بہت سے اعضاء اور اجزاء پائے جاتے ہیں لیکن وہ سب کے سب صرف اپنے ایک مدبر کی غرض پوری کرنے میں ایک دوسرے کی مدد واعانت میں مصروف ہیں لہذا ان سب کا مجموعا گویا ایک مملکت ہے اسی طرح تمام عالم گویا ایک ہی وجود ہے اور عالم کے اجزاء اس کے اعضا ہیں جو ایک ہی مقصود پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وجود الٰہی کے موافق جس خیر کا حاصل ہونا ممکن ہو وہ حاصل ہو جائے اور وہ ایک ہی مملکت اس لیے ہے کہ اس کے تمام کاروبار ایک ہی نظم ونسق کے سلسلے میں مرتبط رہیں اور صرف اللہ اس مملکت کا مالک ہے اور ہر بندہ کی مملکت اس کا وجود ہے اور چونکہ صفات قلب اور جوارح میں اس کا حکم جاری رہتا ہے اس لئے وہ اپنی قدرت حاصلہ کے موافق اس اپنی مملکت کا مالک ہے۔

(۸۳) ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

(بزرگی اور عزت والا)

یہ وہ ذات ہے جو تمام جلال وکمال کی واحد سزاوار ہو اور تمام کرامت ومکرمت اسی سے صادر ہو پس وہ جلال کی سزاوار فی ذاتہ ہے اور کرامت اس کی طرف سے خلقت کو پہنچتی ہے خلقت کے حق میں اس کی جو کرامت ہے وہ شمار نہیں کی جاسکتی اس کا یہ ارشاد اس کرامت پر دلالت کرتا ہے "ولقد کرمنا بنی آدم" یعنی اور ہم نے بنی آدم کو معزز کیا۔

(۸۴) اَلْوَالِیْ

(تمام امور کا متولی)

یہ وہ ہے جو تمام خلقت کے ہر قسم کے امور کا مدبر اور متولی ہے اور ولایت تدبیر اور قدرت اور فعل چاہتی ہے۔ اور جب تک اس کے لئے یہ تمام اوصاف جمع نہ ہوں اس پر اسم والی صادق نہیں آسکتا۔ اور تمام امور کا والی خاص اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ پہلے وہ اکیلا تدبیر کرتا

Marfat.com

ہے اور پھر اکیلا ہی اس تدبیر کو جاری کرتا ہے اس کے بعد خود ہی اس کو جاری رکھتا ہے۔

(۸۵) اَلْمُتَعَالِی

(مخلوقات کی صفات سے منزہ)

یہ اسم علی کا ہم معنی ہے مگر اس میں ساتھ ہی کسی قدر مبالغہ شامل ہے۔

(۸۶) اَلْمُقْسِطُ

(عادل و منصف)

مقسط وہ ہے جو مظلوم کو ظالم سے داد دلاتا ہے اور اس کا کمال یہ ہے کہ مظلوم کی خوشنودی کے ساتھ ظالم کی خوشنودی بھی شامل کردے اور یہ اعلیٰ درجہ کا عادل انصاف ہے جس پر خدا کے سوا اور کوئی قادر نہیں مثال اس کی یہ روایت ہے کہ:۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ بیٹھے بیٹھے ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے پس حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ کے قربان ہوں آپ کس بات سے ہنسے فرمایا میری امت میں سے دو آدمی خدا کے سامنے دو زانو بیٹھے ہونگے ایک کہے گا یارب اس شخص سے میرا بدلہ دلا دے (اللہ دوسرے) کو فرمائیگا اپنے بھائی کو بدلہ دے وہ عرض کرے گا اے رب العزت میری کوئی بھی نیکی نہ رہی خدا مدعی کو فرمائیگا اب تو اپنے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے اب تو اس کے پاس کوئی بھی نیکی نہ رہی وہ عرض کریگا یارب میرے گناہ اس پر لاد دے۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ آب دیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ یہ دن بڑا خطرناک ہوگا جب کہ لوگ یہ بھی چاہنے لگیں گے کہ کوئی ان کے گناہ اٹھالے۔

آپ نے فرمایا پھر خدا کہیگا یعنی مدعی سے آنکھ اٹھا کر دیکھ وہ کہیگا اور اے پروردگار میں چاندی کے شہر اور سونے کی عمارتیں دیکھ رہا ہوں جن پر موتیوں کے ہار پڑے ہیں۔ یہ کس ولی یا کس نبی یا کس شہید کے لئے ہے اللہ فرمائیگا جو اس کی قیمت ادا کرے وہ عرض کریگا اے پروردگار اتنی قیمت کس کے پاس ہوگی اللہ فرمائیگا تیرے پاس ہے وہ عرض کریگا اے پروردگار میں کس چیز کے عوض میں اس کو خرید سکتا ہوں اللہ فرمائیگا اپنے بھائی کو عفو کرنے کے عوض

Marfat.com

میں وہ عرض کریگا اے پرودگار میں نے معاف کیا اللہ کہیگا ! اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور اس کو جنت میں لیجا۔

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خدا سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنوں کے درمیان صلح کردیگا انصاف انصاف کا اصلی راستہ یہی ہے جس پر رب الارباب کے سوا کوئی قادر نہیں۔

اس اسم میں سے بندہ کا اعلیٰ حصہ یہ ہے کہ پہلے اپنے نفس سے انصاف دلائے پھر کسی دوسرے شخص سے کسی اور شخص کو انصاف دلائے اور اپنے نفس کو کسی ذات سے انصاف نہ دلائے۔

(۸۷) اَلْجَامِعُ

(تمام مخلوقات کو جمع کرنے والا)

جامع وہ ہے جو ملتی جلتی چیزوں جدا جدا چیزوں اور ایک دوسرے کی مخالف چیزوں کو باہم ملادے۔

ملتی جلتی چیزوں کو جمع کرنے کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے انسان زمین پر جمع کیے ہیں اور پھر سب کو حشر کے میدان میں جمع کرے گا۔

جدا جدا چیزوں کو جمع کرنے کی مثال جیسے کہ اس نے آسمانوں ستاروں ہوا زمین دریا ،حیوانات، نباتات اور مختلف معادن کو جمع کیا ہے اور یہ تمام اشیاء شکل میں رنگ میں ذائقہ میں اور دیگر تمام اوصاف میں ایک دوسرے سے متبائن ہیں اس طرح اس نے ہڈی پٹھے رگ عضلہ مغز جلد خون اور تمام اخلاط کو حیوان کے بدن میں جمع کیا ہے یہ چیزیں سب کی سب باہم متبائن ہیں۔

ایک دوسرے کے مخالف اشیاء کو باہم ملانے کی مثال جیسے اس نے حرارت برودت رطوبت اور یبوست کو حیوانات کے مزاج میں جمع کیا ہے حالانکہ یہ اشیاء باہم متنافر اور ایک دوسری پر غلبہ کرنے والی ہیں، اور جمع کرنے کی صورتوں میں سے یہ اعلیٰ درجہ کی صورت ہے خدا کے جمع کرنے کی تفصیل وہی شخص معلوم کرسکتا ہے جو اس کی پیدا کردہ اشیاء کی تفصیل جانتا ہو اور اس بات کی شرح طویل ہے۔

تنبیہ: بندوں میں سے جامع وہ ہے جو نشست و برخاست وغیرہ کے ظاہری

Marfat.com

آداب کے ساتھ قلب کے باطنی حقائق کو جمع کرے پس جس شخص کی معرفت کامل اور سیرت پسندیدہ ہو وہ جامع ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ کامل وہ ہے جس کا نورِ معرفت اس کے تقویٰ کے نور کو بجھا نہ دے۔

صبر اور بصیرت کو جمع کرنا تقریباً محال ہے اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو زہد و تقویٰ پر صبر حاصل ہے اس میں باطنی روشنی نہیں ہے اور جس میں باطنی روشنی ہے اس میں صبر نہیں جامع وہ ہے جو اپنے آپ میں صبر اور بصیرت دونوں جمع کرلے۔

(۸۸) اَلْغَنِیُّ

(بے پرواہ)

(۸۹) اَلْمُغْنِی

(لوگوں کے بے پروا کرنے والا)

یہ وہ ہے جس کو اپنی ذات وصفات میں کسی غیر سے تعلق نہیں ہے بلکہ اغیار کے ساتھ علاقہ رکھنے وہ پاک ہے پس جس شئے کی ذات یا صفات کسی ایسے امر سے متعلق ہوں جو اس کی ذات سے خارج ہو اس شئے کا وجود یا کمال اس خارجی امر پر موقوف ہے پس وہ محتاج اور فقیر ہے جس کو طلب وکسب کی ضرورت ہے ایسی بے تعلقی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لیئے ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہی مغنی بھی ہے۔ یعنی غنی بھی کر دیتا ہے مگر جس کو وہ غنی بناتا ہے اس کا مطلق غنی بن جانا متصور نہیں ہوسکتا کم ازکم وہ مغنی کا تو محتاج ہوا، پس غنی مطلق کہاں رہا بلکہ غیر اللہ سے بھی مستغنی ہوتا ہے تو اس لحاظ سے کہ اس کی تمام ضروریات خدا مہیا کر دیتا ہے نہ بایں معنی کہ اس کو کوئی حاجت ہی نہیں رہتی اور غنی حقیقی تو وہ ہوتا ہے جس کو کسی کی حاجت قطعاً نہیں ہوتی۔ اور جو شئے محتاج ہے اور اپنی حاجت کی چیزیں حاصل کر رہی ہے وہ مجازاً غنی ہے غیر اللہ کے حق میں زیادہ سے زیادہ جو صورت تسلیم کی جاسکتی ہے وہ صرف یہی ہے تاہم جب اس کو خدا کے سوا اور کسی کی حاجت نہیں رہتی تو اس کو غنی کہا جاتا ہے اگر یہ ہوسکتا کہ اصلی حاجت بھی اس کے ساتھ لگی نہ رہے تو خدا کا یہ فرمان (معاذ اللہ) صحیح نہ ہوتا کہ اللّٰہ غنیّ وانتم فقراء' اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر یہ تصور کرنا صحیح نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام اشیاء مستغنی ہوسکتے ہیں تو خدا کے لئے مغنی کا وصف (معاذ اللہ) درست نہ ہوتا۔

Marfat.com

(۹۰) اَلْمَانِعُ

(اپنے دوستوں کو تکلیف سے روکنے والا)

مانع وہ ہے جو حفاظت کے خاص خاص اسباب مہیا کر کے ادیان وابدان سے نقصان وہلاکت کے اسباب دور کرتا ہے اور حفیظ کے معنی بیان ہو چکے۔

حفظ کے لئے منع اور دفع ضروری ہے پس جو شخص حفیظ کے معنی سمجھتا ہے وہ معنی کے معنی بھی سمجھ سکتا ہے فرق اتنا آتا ہے کہ منع سبب مہلک کی طرف نسبت کرنے سے مستفاد ہے اور حفظ اس چیز کی طرف نسبت کرنے سے جو ہلاک سے محفوظ ہے اور وہ منع سے مقصود ہے۔

خلاصہ یہ کہ چونکہ منع کا فعل حفظ کے لئے کیا جاتا ہے اور حفظ کا فعل منع کے لئے نہیں کیا جاتا لہذا ہر حافظ دافع و مانع ہے لیکن ہر مانع کا حافظ ہونا ضروری نہیں مگر اس وقت جب کہ وہ تمام اسباب ہلاک ونقص کا مانع مطلق ہو جس سے حفظ کا حاصل ہونا لازم ہو جاتا ہے۔

(۹۱) اَلضَّارُّ

(قدر وشر کا خالق)

(۹۲) اَلنَّافِعُ

(نفع وخیر کا پیدا کرنے والا)

یہ وہ ہے جس سے خیر وشر اور نفع وضرر صادر ہوتے ہیں اور یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں یا تو وہ ان امور کا اجراء ملائکہ انسان اور جمادات کے ذریعے سے کرتا ہے یا بلا واسطہ خود کرتا ہے پس یہ نہ سمجھنا کہ زہر خود بخود مار ڈالتا ہے اور طعام خود بخود سیر کر دیتا ہے اور نہ یہ خیال کرنا کہ فرشتے انسان شیطان یا کوئی اور مخلوق مثلاً فلک ستارہ یا دوسری چیز خود بخود نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہے بلکہ یہ تمام اشیاء اسباب مسخر ہیں جو صرف وہی کام کر سکتے ہیں جن پر وہ مامور ہیں اور یہ تمام امور قدرت ازلیہ کے تعلق سے ہیں جیسے عام لوگوں کے اعتقاد میں قلم کاتب کے ساتھ تعلق رکھنے کی حیثیت سے ہے مثلاً سلطان جب کسی انعام یا سزا کے حکم نامہ پر دستخط کرتا ہے تو اس کا ضرر یا نفع قلم کی طرف سے نہیں سمجھا جاتا بلکہ ان لوگوں کی طرف سے سمجھا جاتا ہے جن کے قبضہ میں قلم ہے اس طرح تمام وسائط واسباب کا حال ہے ہم نے عام لوگوں کے خیال میں اس لئے کہا کہ جاہل آدمی ہی قلم کو کاتب کا مسخر سمجھتا ہے اور عارف جانتا ہے کہ قلم

Marfat.com

خدا کا مسخر ہے جس کی تسخیر میں خود کاتب بھی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کاتب کو پیدا کیا اور اس کے لکھنے کی قدرت دی اور ساتھ ہی اس کے دل میں لکھنے کی ایسی پکی خواہش بھی ڈال دی جس میں کوئی تردد نہیں تو خواہ مخواہ اس کی انگلیوں اور قلم میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ وہ اس کے خلاف ہرگز نہیں کر سکتا پس درااصل کاتب خدا ہے جو انسان کے قلم اور اس کے ہاتھ کے ذریعہ لکھتا ہے جب تم انسان کے متعلق یہ بات سمجھ چکے تو جمادات کے متعلق خود بخود سمجھ سکتے ہو۔

(۹۳) اَلنُّورُ

(روشن کرنے والا)

یہ وہ ذات ظاہر ہے جس سے تمام اشیاء کا ظہور ہے کیونکہ جو چیز فی نفسہ ظاہر ہو اور دوسری اشیاء کو ظاہر کرنے والی ہو اس کا نام نور ہے اور جب وجود کا مقابلہ عدم سے کیا جائے تو یقیناً وجود ہی میں پورا ظہور پایا جائیگا اور عدم سے بڑھ کر کوئی اندھیرا نہیں ہو سکتا پس جو عدم کی تاریکی سے بلکہ عدم کے امکان سے بھی بری ہے اور تمام اشیاء کو عدم کی تاریکی سے نکالکر وجود کی روشنی میں لاتا ہے وہ سب سے زیادہ نور کہلانیکا مستحق ہے۔

وجود ایک نور ہے جو اس کی ذات کے نور سے تمام اشیاء کو حاصل ہے پس وہ آسمان وزمین کا نور ہے اور جیسے زمین کا ذرہ ذرہ سورج کے وجود پر دال ہے اسی طرح آسمان وزمین کی موجودات میں سے ذرہ ذرہ اپنے وجود کے جواز سے اپنے موجد کے وجود کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

چنانچہ ہم اسم ظاہر کے بیان میں جو لکھ چکے ہیں اس سے نور کے معنی بخوبی سمجھ میں آسکتے ہیں اور اس کے معنوں کے بیان میں جو فضول موشگافیاں کی گئی ہیں پھر ان کی ضرورت نہ رہیگی۔

(۹۴) اَلْهَادِیْ

(ہدایت کرنے والا)

ھادی وہ ہے جو اپنے خاص خاص بندوں کو اپنی ذات کی شناخت کا راستہ بتاتا ہے حتی کہ وہ اس کی ذات سے اشیاء پر دلیل قائم کرتے ہیں اور عام بندوں کو مخلوقات کی طرف بخدا فرماتا ہے اللہ نور السمٰوٰت والارض یعنی اللہ آسمان زمین کا نور ہے۔

Marfat.com

ہدایت دیتا ہے حتیٰ کے وہ مخلوقات سے اس کی ذات پر دلیل ٹھہراتے ہیں اور ہر مخلوق کو اپنی ضروری حاجتوں کے پوری کرنے کی سمجھ دیتا ہے چنانچہ بچے کو پیدا ہوتے ہی پستان کو منہ میں لینے کا ڈھنگ بتا دیتا ہے اور پھر چوزے کو اس کے انڈے سے نکلتے ہی دانہ چگنے کا طریقہ سکھا دیتا ہے شہد کی مکھی کو اپنے شش پہلو خانوں کے گھر بنانے کا طریقہ سکھاتا ہے جو اس کے جسم کے اس طرح سما جانے کے لئے کہ ارد گرد کچھ خالی جگہ نہ رہے تمام صورتوں سے زیادہ مناسب ہے یہ تفصیل بڑی لمبی ہے خدا کے ارشاد کا یہی مطلب ہے ''الذی اعطیٰ کل شیٔ خلقه ثم هدیٰ'' یعنی وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کی بناوٹ عطا فرمائی پھر اس کی راہ دکھائی'' اور ''والذی قدر فهدیٰ'' یعنی اور جس نے ہر چیز کا اندازہ کیا پھر ہدایت کی۔

بندوں میں ہادی انبیاء اور علماء ہیں جو مخلوقات کو سعادت اخرویہ کی طرف لے جاتے ہیں اور صراط مستقیم پر چلاتے ہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانی ہدایت کرتا ہے اور وہ اس کی قدرت و تدبیر کی تحت میں کام کرتے ہیں۔

(۹۵) اَلْبَدِیْعُ

(موجد)

بدیع وہ ہے جس کی کوئی مثال نہ گزری ہو پس اگر ذات صفات اور افعال میں اور اس کے متعلقہ ہر امر میں اس کی کوئی مثل نہ گزری ہو تو وہ بدیع مطلق ہے اور اگر کوئی اس قسم کی شئے گزر چکی ہو تو وہ بدیع مطلق نہیں رہیگا اسم مطلقاً خدا سے خاص ہے کیونکہ اس کے ساتھ قبل (پہلے) کا معنی کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا پس کوئی اس جیسی شئے اس سے پہلے کیونکر ہو سکتی ہے اور اس کے بعد جو چیز موجود ہوتی ہے وہ اس کی ایجاد سے بنی ہے اور وہ اپنے موجود سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی پس وہ ازلاً و ابداً بدیع ہے۔

بندوں میں سے جو شخص نبوت یا ولایت یا علم میں ایسی فوقیت حاصل کرے کہ اس کی نظر سابق میں نہ گزری ہو یا اس کے زمانہ میں کوئی اس کی نظیر موجود نہ ہو، تو اپنے مخصوص اوصاف زمانہ کے اندر بدیع ہے۔

(۹۶) اَلْبَاقِیْ

(باقی رہنے والا)

Marfat.com

یہ وہ موجود ہے جو لذاتہ واجب الوجود ہے لیکن جب اس کو ذہن میں زمانہ مستقبل کی طرف منسوب کیا جائے تو وہ باقی کہلائیگا اور جب زمانہ ماضی سے نسبت دی جائے تو اس کو قدیم کہا جائے گا۔

باقی مطلق وہ ہے جس کے وجود کی تقدیر زمانہ مستقبل میں کسی آخری حد تک منتہی نہ ہو جس کے لئے یہ لفظ مقرر ہیں کہ وہ ابدی ہے اور قدیم مطلق وہ ہے جس کے زمانہ میں وجود کی درازی کا ماضی میں کوئی آغاز نہیں اور اس کے لئے یہ لفظ مقرر ہیں کہ وہ ازلی ہے۔

جب تم تسلیم کرتے ہو کہ وہ لذاتہ واجب الوجود ہے تو یہ تمام معنی اس میں آجاتے ہیں یہ اسماء جو مقرر کیے گئے ہیں تو ذہن میں اس وجود کو ماضی و مستقبل کی طرف منسوب کرنے سے پیدا ہوئے ہیں ماضی و مستقبل کے مفہوم میں متغیرات کا معنی شامل ہے اس لئے کہ وہ دونوں زمانے ہیں اور زمانہ میں حرکت و تغیر ہی داخل ہیں کیونکہ حرکت بذاتہا ماضی اور مستقبل کا مجموعہ ہے اور متغیر تغیر کے واسطہ سے زمانہ میں داخل ہوتا ہے پس جو ذات تغیر اور حرکت سے بالاتر ہے وہ زمانہ سے نہیں ہے اور نہ اس میں ماضی واستقبال ہے یہ امور تو ہمارے ہی لئے ہیں جن پر زمانہ گزرتا ہے اب کچھ اور حالت ہے پھر کچھ اور ہوگی اس کے بعد کچھ اور ہو جائیگی یہاں تک کہ جو حالت گزر چکی ہے وہ ماضی جو موجود ہے وہ حال اور جو آنے والی ہے مستقبل کہلاتی ہے اور جہاں نہ آغاز ہے نہ انجام وہاں زمانہ ہی نہیں اور کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ ہی نے تو زمانہ کو پیدا کیا ہے پس وہ زمانہ سے پیشتر ہے اور زمانہ سے بعد جوں کا توں رہے گا۔

کسی کا یہ خیال بالکل دراز عقل ہے کہ بقا کی صفت باقی کی ذات سے زائد ہے اور اس سے بھی زیادہ بعید خیال یہ ہے کہ قدامت کی صفت قدیم کی ذات سے زائد ہے ان خیالوں کی بیہودگی اس سے ظاہر ہے کہ اس بنا پر بقاء کی بقاء اور صفات کی بقاء اور قدامت کی قدامت اور صفات کی قدامت کا خبط لازم آتا ہے۔

(۹۷) اَلْوَارِثُ

(فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا)

وارث وہ ہے جو مالکوں کے فنا ہونے کے بعد مملوکات کا مالک قرار پاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جو خلقت کے فنا ہو جانے کے بعد باقی ہے اور آخر ہر شے کا مرجع وہی ہے اس وقت وہ یوں فرمائیگا لمن الملک الیوم (آج کس کی بادشاہی ہے) پھر خود ہی یوں جواب دے گا

Marfat.com

"للہ الواجد القہار" (اللہ واحد وقہار کے بادشاہی ہے) یہ سائلانہ نداان اکثر لوگوں کے غلط زعم کو دور کرنے کی غرض سے کی جائیگی جو خود بادشاہ اور صاحب ملک ہونے کا گھمنڈ رکھتے ہیں اس وقت اصل معاملہ ان پر آئینہ ہو جائے گا لیکن جو لوگ صاحب بصیرت ہیں وہ ہمیشہ سے خود بخود اس ندا کا معنی سمجھے ہوئے ہیں بلکہ یہی ندا بلا حرف وآواز ہر وقت سن رہے ہیں اور دل سے یقین رکھتے ہیں کہ ہر وقت اور ہر لحہ میں اللہ واحد قہار کی بادشاہی ہے۔ اس لئے وہ ازلی وابدی ہے اس بات کو کچھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو توحید فی الفعل کی حقیقت جانتا ہے اور بخوبی سمجھتا ہے کہ زمین وآسمان کی قلمرو میں فاعل واحد وہی واحد یکتا ہے۔

اس بات کو ہم نے احیاء العلوم کے باب توکل کے آغاز میں بیان کیا ہے شوق ہو تو اس میں مطالعہ کرو کیونکہ یہاں اس کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔

(۹۸) اَلرَّشِیْدُ

(صاحب رشد)

یہ وہ ذات پاک ہے جس کی تدبیر ٹھیک ٹھیک اپنے مقاصد پر فائز ہوں بلا اس کے کہ کوئی معاون ان کی اعانت کرے یا کوئی راہنما ان کا راہ پر قائم رکھے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کو جتنی جتنی دینی ودنیوی تدبیرات کی ہدایت بخشی ہے اتنی ہی تدبیرات کی ٹھیک راہ پر چلنے اور ان سے صحیح مقصد حاصل کرنے کی توفیق بھی دی ہے۔

(۹۹) اَلصَّبُوْرُ

(بڑا صبر کرنے والا)

یہ وہ ہے جس کو کوئی تیزی اور تندی کسی کام کو جلد از وقت کرنے پر مجبور نہیں کرتی بلکہ وہ تمام امور کو خاص اندازے پر قائم کر کے محدود راہ پر چلاتا ہے اور ان کو نہ کسی ست کارندے کی طرح مقرر وقت سے پیچھے ڈالتا ہے اور کسی جلد باز کی طرح قبل از وقت کرنے لگتا ہے بلکہ وہ ہر کام کو اسکے مقررہ وقت پر مناسب طریقے سے کرتا ہے یہ تمام امور بلا کسی مخالف کی مخالفت کے انجام پاتے ہیں۔

بخلاف اس کے بندے کا صبر مخالف کے مقابلے سے خالی نہیں ہے کیونکہ ان کے

Marfat.com

صبر کے معنی ہی یہ ہیں کہ عقل و دین کی خواہش شہوت و غضب کی خواہش کے مقابلے میں ثابت قدم رہے جب وہ مخالف خواہشیں باہم کھینچا تانی کرتی ہیں اور جلد بازی کی خواہش دھیمی ہو کر تاخیر اختیار کرتی ہے تو اس خواہش والا صبور کہلاتا ہے کیونکہ اس نے جلد بازی کی خواہش کو پست کرلیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میں جلد بازی کا کوئی باعث ہی نہیں ہے پس جب وہ شخص جس میں عجلت کا باعث موجود ہے (گو وہ کمزور ہی ہو گیا) ہے **صبور** کہلاتا ہے تو وہ ذات اس سے بھی زیادہ اس اسم کی حقدار ہے جس میں اس قسم کا کوئی بھی باعث موجود نہیں ہے۔

خاتمہ

فصل اول

واضح ہو کہ مذکورہ اسماً وصفات میں سے ہر اسم کے بعد تنبیہات لکھنے کا خیال مجھے رسول اللہ ﷺ کے ان دو قولوں کی بناء پر سوجھا۔

(۱) "تخلقوا باخلاق اللّٰہ" یعنی خدا کے اخلاق کی پیروی کرو۔

(۲) "ان اللّٰہ تعالیٰ کذا و کذا خلقا من تخلق بواحد منها دخل الجنۃ" یعنی اللہ تعالیٰ کے فلاں فلاں اخلاق ہیں جو شخص ان میں سے ایک خلق بھی

Marfat.com

پیدا کرلے وہ جنت میں جائے گا۔

صوفیہ کے کلام کا ماحصل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں لیکن اس کا سیاق وسباق کچھ اس قسم کا ہے جس سے حلول اور اتحاد کا وہم پیدا ہوتا ہے مگر عقلمند آدمی ایسا گمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ حضرات جو مکاشفات کے فضائل سے ممتاز ہیں۔

میں نے شیخ ابو علی فارمدی سے سنا ہے جو اپنے شیخ ابوالقاسم کرکانیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا نو دو نہ نام بندہ مالک کے اوصاف بن سکتے ہیں۔

اگر اس سے کوئی ایسی صورت مراد ہے جو ہماری مذکورہ تنبیہات سے مناسبت رکھتی ہو تو صحیح ہے اور اس کے سوا اور کوئی صورت خیال میں نہیں آسکتی اور پھر کہا جائے گا کہ مذکورہ الفاظ میں ایک قسم کا توسع اور استعارہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اسمائے حسنیٰ کے معنی باری تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اور اس کی صفات کسی غیر کی صفت نہیں بن سکتی ہاں۔

اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ غیر خدا ایسی صفات سے موصوف ہو سکتا ہے جو خدا کی صفات سے مناسبت رکھتی ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے اپنے استاد کا علم حاصل کیا ہے حالانکہ استاد کا علم شاگرد کو حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ ایک اور علم اس کے علم کی مثل حاصل ہوتا ہے۔

اگر کسی کا یہ گمان ہو کہ اس سے مراد مذکورہ صورت نہیں ہے۔ تو یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ کامل کے اس قول میں کہ اسمائے باری تعالیٰ کے معانی غیر اللہ کے اوصاف بن سکتے ہیں یا تو ان اوصاف سے عین خدا کے اوصاف مراد ہیں یا ان کی مثل اگر مثل مراد ہیں تو ضرور یا تو مطلقاً اور من کل الوجوہ ان کی مثل مراد ہونگے یا ان کی مثل من حیث الاسم ہونگے اور عموم صفات میں مشارکت ہوگی نہ کہ خواص معنی میں پس یہ دو قسمیں ہوئیں اور اگر عین صفات باری تعالیٰ مراد ہیں تو ضرور یا تو صفات باری تعالیٰ کی صفات میں سے بندے کی طرف منتقل ہو کر آئی ہونگی یا نہیں۔ اگر منتقل ہو کر نہیں آئی ہوں تو پھر ضرور یا تو بندے اور باری تعالیٰ کی ذات متحد ہوگئی ہوگی لہذا جو صفت اس کی ہے وہی اسکی ہے یا ان میں حلول ہوگا پس یہ پانچ احتمال ہوئے یعنی:۔

(۱) بندے کی صفات کا خدا کی صفات کے مثل مطلق ہونا۔

(۲) بندے کی صفات کا خدا کی صفات کے مثل من حیث الاسم ہونا۔

---

[۱] صوفیہ میں سے جو حضرات وحدت الوجود کے قائل ہیں ان پر بعض علماء شریعت کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ خالق اور مخلوق کو وجود میں متحد مانتے ہیں یا خالق کا مخلوق میں حلول تسلیم کرتے ہیں اور یہ دونوں خیال لحدانہ ہیں۔ صوفیہ اپنے خیال کی توضیح میں کہتے ہیں کہ اتحاد و حلول کا قول بیشک لحدانہ ہے مگر ہم اس خیال سے بری ہیں ہمارے قول وحدت الوجود کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ ۱۲ عرشی

Marfat.com

(۳) خدا کی صفات کا بندے میں منتقل ہو جانا۔

(۴) خدا کی ذات اور بندے کی ذات کا متحد ہو جانا

(۵) حلول۔

ان پانچوں صورتوں میں سے صرف دوسری صورت صحیح ہے کہ بندے کی صفات خدا کی صفات کی من حیث الاسم ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان صفات میں سے بندے کے لئے وہ امور ثابت ہوتے ہیں جو ان صفات کے مناسب ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ صرف نام کی شرکت رکھتے ہیں پوری پوری مماثلت نہیں رکھتے جیسے کہ ہم تنبیہات میں بیان کرتے آئے ہیں

پہلی صورت یعنی بندے کی صفات خدا کی صفات کی مثل مطلق ہیں محال ہے کیونکہ ان میں سے ایک یہ صفت بھی لازم ہے کہ بندے کا علم تمام معلومات پر محیط ہو یہاں تک کہ آسمان وزمین میں کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے خارج نہ رہے اور یہ کہ اس کو ایک ایسی قدرت حاصل ہو جو تمام مخلوقات پر شامل ہو یہاں تک کہ وہ اس کے ذریعہ سے آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا خالق کہلاتا ہو یہ بات غیر اللہ کے لئے بھلا کیونکر ثابت ہو سکتی ہیں۔ اور بندہ کیونکر زمین وآسمان اور ان کی درمیان کی چیزوں کا خالق ہو سکتا ہے حالانکہ وہ خود ان اشیاء میں سے ہے تو اپنے آپ کا خالق وہ کیونکر ہو سکتا ہے اگر یہ صفات دو بندوں کے لئے ثابت ہوں جو ایک دوسرے کے خالق ہوں تو گویا ہر ایک اپنے خالق کو پیدا کرنے والا ہے اور یہ سب واہیات اور محال باتیں ہیں۔

تیسری صورت یعنی عین صفات ربوبیت منتقل ہو کر بندہ میں آجاتی ہیں یہ بھی محال ہے کیونکہ اول تو صفات کا اپنے موصوف سے جدا ہونا محال ہے اور یہ محال ذات قدیمہ سے خاص نہیں بلکہ اشیائے حادثہ میں بھی ایسا ہونا محال ہے چنانچہ یہ امر ممکن نہیں کہ زید کا علم بعینہٖ عمرو میں منتقل ہو جائے بلکہ صفات کا قیام صرف موصوف کے ساتھ ہوتا ہے دوسرے اگر یہ صفات منتقل ہوتی ہوں تو لازم ہے کہ جس میں سے منتقل ہوں وہ ان سے خالی رہ جائے۔ پس ذات باری تعالیٰ ربوبیت اور صفات ربوبیت سے خالی رہ جائے گی اور یہ بھی صاف طور پر محال ہے۔

چوتھی صورت یعنی اتحاد بھی بالکل محال ہے کیونکہ قائل کا یہ قول کہ بندہ رب بن گیا فی نفسہ متناقض ہے بلکہ اس قسم کے محال احتمالوں کو خدا کے حق میں کرنا تو خلاف ادب ہے ہم ایک عام قول پیش کرتے ہیں کہ قائل کا یہ قول کہ فلاں شئے بن گئی مطلقاً محال ہے کیونکہ مثلاً جب زید

Marfat.com

کو علیحدہ اور عمرو کو علیحدہ عقل تسلیم کرتی ہے پھر جب کہا جائے کہ زید عمرو بن گیا اور اس کے ساتھ متحد ہو گیا تو پھر یا تو دونوں موجود ہوں گے یا دونوں معدوم ہو نگے یا زید موجود اور عمرو معدوم ہو گا یا عمرو موجود اور زید معدوم ہو گا اور یہ چاروں صورتیں غیر ممکن ہیں کیونکہ اگر دونوں موجود ہوں گے تو ایک دوسرے کا عین نہ ہوئے ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر ایک کا عین موجود ہے اور مقصود صرف یہ ہے کہ اگر دونوں کا مقام متحد ہو جائے مگر یہ بھی صفات کے اتحاد کا موجب نہیں ہوتا چنانچہ علم، ارادہ قدرت وغیرہ مختلف اوصاف ایک ذات میں جمع ہوتے ہیں اور ان کا محل بھی متباین نہیں ہوتا تاہم قدرت علم نہیں بن جاتی۔ اور نہ علم ارادہ ہو جاتا ہے۔ اگر دونوں معدوم ہو نگے تو دونوں متحد کہاں ہوئے بلکہ دونوں کا وجود ہی نہ رہا ایک معدوم اور دوسرا موجود ہو تو بھی اتحاد نہیں کیونکہ موجود معدوم کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا خلاصہ یہ کہ دو چیزوں کا مطلقاً متحد ہونا محال ہے اور یہ حکم نہ صرف ان اشیاء میں جاری ہے جو ایک دوسری سے مختلف ہیں بلکہ ان اشیاء میں بھی جو ایک دوسری کی مثل ہیں چنانچہ اس سیاہی کا وہ سیاہی بن جانا ویسے ہی محال ہے جیسے اس سیاہی کا وہ سفیدی بن جانا یا وہ علم بن جانا محال ہے۔

بندے اور رب کے درمیان جو تباین ہے وہ سیاہی اور علم کے تباین سے زیادہ ہے پس سرے سے اتحاد ہی باطل ہے اور اتحاد جو عموماً مشہور ہے اور کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ چیز وہ بن گئی یہ محض بطور توسع اور مجاز کہا کرتے ہیں جو صوفیوں اور شاعروں کی عادت ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی بات کو دلچسپ بنانے اور خوب صورتی کے ساتھ سمجھانے کے لئے استعارہ کا طریقہ اختیار کرتے ہیں جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

تو من شدی من تو شدم

من تن شدم تو جاں شدی

اور یہ قول خود شاعر کے خیال میں قابل تاویل ہے کیونکہ اس کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ عاشق مطلقاً معشوق بنے گا بلکہ یہ مراد ہے کہ عاشق کی حالت معشوق کی سی حالت عاشق کی سی ہے کیونکہ وہ معشوق کے خاطر اس طرح مصروف فکر غم ہے جس طرح اپنی جان کے خاطر ہوتا ہے اور معشوق اس کو ویسے ہی محبوب ہے پس اس حالت کو مجازاً اتحاد قرار دیدیا۔

انہیں معنوں پر ابو یزید کا یہ قول حمل کیا جا سکتا ہے کہ میں اپنی ہستی سے اس طرح نکل گیا جس طرح سانپ کینچلی سے نکالا جاتا ہے اب جو دیکھتا ہوں تو میں وہ (یعنی حق) ہوں مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص اپنی نفسانی خواہشات اور ارادوں سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو

Marfat.com

اس کے دل میں خدا کے سوا اور کسی کا خیال نہیں رہتا اور اس کے دل میں اللہ کا جلال و جمال اس قدر سما جاتا ہے کہ وہ اسی میں مستغرق ہو جاتا ہے بعینہ وہی نہیں بنتا اور اس سے مشابہ ہونے اور بالکل وہی بنجانے میں بڑا فرق ہے لیکن بعض اوقات کہدیا کرتے ہیں کہ فلاں شئے بالکل فلاں شے ہے لیکن مراد یہ ہوتی ہے کہ فلاں شے فلاں شئے جیسی ہے جیسے کہ شاعر کبھی تو کہتا ہے تو من شدی تو شدم اور کبھی کہتا ہے ع

تو مثال من شدی و من مثال تو شدم

اس مقام پر عقائد کا قدم مستحکم رہنا مشکل ہے کیونکہ جس شخص کو معقولات میں پوری مہارت نہیں ہے وہ ان دونوں صورتوں میں تمیز نہیں کر سکتا چنانچہ وہ اپنے کمال ذات پر نظر کرتا ہے جس میں حقانیت کے جوہر چمکتے ہوئے ہوتے ہیں تو اس کو گمان ہوتا ہے کہ میں حق ہوں اور انا الحق حق کی سدا بلند کرنے لگتا ہے یہ شخص درحقیقت نصاریٰ کی سی غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے جو یہی خیال حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رکھتے ہیں اور ان کو خدا سمجھتے ہیں بلکہ اس شخص کی سی غلطی کر رہا ہے جو آئینے میں کوئی رنگ دار صورت دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ صورت اور رنگ آئینہ کا ہے حالانکہ خود آئینہ کی نہ صورت ہے اور نہ رنگ ہے بلکہ اس کا یہ خاصہ ہے کہ اس میں رنگین صورتیں اس طرح منکشف ہوتی ہیں کہ ظاہری امور کی طرف دیکھنے والے کو خیال ہوتا ہے کہ یہ صورت آئینہ کی ہے حتیٰ کہ بچہ جب انسان کی صورت آئینہ میں دیکھتا ہے تو اس کو شک ہوتا ہے کہ آئینہ میں انسان موجود ہے اسی طرح قلب فی نفسہ صورت اور ہیئت سے خالی ہے اور اس کی ہیئات صرف یہ ہے کہ وہ ہیئات اور صورت کے معنوں اور حقائق کو قبول کرتا ہے پس جو چیز اس میں حلول کرتی ہے وہ اس کے ساتھ متحد ہو جانی والی چیز کے مثل ہوتی ہے تحقیقاً متحد نہیں ہوتی اور جو شخص بوتل میں شراب دیکھے اور وہ بوتل شراب کی جدا جدا حقیقتوں کا علم نہ رکھتا ہو تو وہ کبھی تو کہے گا بوتل کوئی چیز نہیں جو کچھ ہے شراب ہے اور کبھی کہے گا شراب کوئی شئے نہیں جو کچھ ہے بوتل ہے چنانچہ اس خیال کو ایک شاعر نے یوں باندھا ہے

رق الزجاج ورافت الخمر
فتشابها کل الامر فکانما خمرو
لاقدح وکانما قدح ولا خمر

کانچ کا پیالہ صاف ہے اور شراب شفاف دونوں
یکساں نظر آتے ہیں کچھ (فرق) معلوم نہیں ہوتا

Marfat.com

گویا (پیالہ) اور شراب مجموعہ) شراب ہی ہے
اور پیالہ نہیں اور گویا یہ (مجموعہ پیالہ ہی ہے اور
شراب نہیں۔

جو شخص انا الحق کا دعویٰ دار ہے یا تو اس کا وہی مطلب ہے جو تو من شدی من تو شدم کا ہے یا اس بارہ میں اس غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے جس میں نصاریٰ گرفتار ہیں کہ لاہوت اور ناسوت باہم متحد ہیں۔

ابو یزید کا قول سبحانی ما اعظم شانی اگر ان سے ثابت ہے تو یا انھوں نے اللہ کی طرف سے بطور حکایت کہا ہوگا چنانچہ اگر ان کو یہ کہتے سنا جاتا کہ لا الہ الا ان فاعبدنی ''نہیں کوئی معبود میرے سوا پس میری عبادت کر تو لامحالہ کہا جاتا ہے کہ وہ ان کلمات کو جو قرآن مجید میں سے ہیں بطور حکایت ادا کرتے ہیں اور یا انھوں نے صفت قدس میں سے اپنے حصہ کا مشاہدہ کیا ہوگا اس لئے اپنے نفس کی تقدس کی خبر دینے کے لئے سبحانی کہدیا اور عامہ خلق کے مقابلہ میں اپنی شان کی عظمت کا اندازہ لگا کر ما اعظم شانی کہدیا اور ساتھ ہی وہ جانتے ہوں گے کہ میرا تقدس اور عظمت مخلوق کے مقابلہ میں ہے ورنہ اس تقدس اور عظمت کو خدا کے تقدس اور عظمت سے کوئی نسبت نہیں اور یہ الفاظ بھی شکر اور غلبہ کے حال میں ان کی زبان پر جاری ہوئے ہوں گے کیونکہ ہوشیاری اور اعتدال حال میں ایسے تو ہم خیز اور مشتبہ الفاظ سے اپنی زبان کو بچانا لازم ہے سکر کی حالت میں یہ خیال نہیں رہتا۔

ان دونوں تاویلوں کی حد سے گزر کر تم اتحاد کو اور دل میں لاؤ گے وہ قطعی محال ہے بزرگان دین کے منصب عالی سے دھکا کر کہیں امر محال کے قائل نہ ہو جانا بلکہ چاہیے کہ لوگوں کو خدا کے ذریعہ سے شناخت کرو نہ کہ خدا کو لوگوں کی نظروں سے پانچویں صورت یعنی حلول ہی محال ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کہا جائے کہ رب نے بندے میں حلول کیا ہے یا بندے نے رب میں حلول کیا ہے تعالی اللہ رب الارباب عن قول الظالمین''

بفرض محال اگر اس کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بندہ اور رب کا اتحاد لازم نہیں آتا اور نہ بندے کا رب کی صفات سے متصف ہونا لازم آتا ہے کیونکہ حال (حلول کنندہ) کی صفات محل (جائے حلول) کی صفت نہیں بن سکتی بلکہ حال کی صفات جوں کی توں رہتی ہیں۔

حلول کا محال ہونا اس وقت سمجھ میں آئے گا جب کہ حلول کے معنی روشن کر دیے

Marfat.com

جائیں کیونکہ معانی مفردہ جب تک بطریق تصور ذہن میں حاضر نہ ہوں ان کی نفی وا ثبات کا حکم نہیں لگایا جا سکتا پس جو شخص حلول کے معنی نہیں سمجھتا وہ اس بات کو کیونکر سمجھ سکتا ہے کہ حلول ثابت ہے یا محال ہے۔

واضح ہو کہ حلول سے دو نسبتیں سمجھ میں آتی ہیں ایک تو وہ نسبت جو جسم اور اس کے مکان میں ہوتی ہے جس میں وہ موجود ہوتا ہے یہ نسبت ہمیشہ دو جسموں کے مابین ہوتی ہے تو جو ذات جسمیت سے بری ہے اس کے حق میں اس قسم کی نسبت محال ہے۔

دوسری وہ نسبت جو عرض اور جوہر کے مابین ہوتی ہے کیونکہ عرض کا مقام جوہر کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ جوہر میں حلول کیے ہوئے ہے اور یہ امر اس ذات کے حق میں محال ہے جو بنفسہ قائم ہے۔

اس بحث میں خدا کا ذکر تو سوادب ہے خدا کے سوا جو چیز قائم بالذات ہے اسے کسی دوسری چیز قائم بالذات میں حلول کرنا محال ہے پس دو بندوں میں بھی حلول کا پایا جانا محال ہے تو بندہ اور رب کے مابین حلول کیونکر پایا جا سکتا ہے۔

جب حلول انتقال اتحاد اور اتصاف بمثال صفات اللہ محال قرار پایا تو اہل تصوف کے مذکورہ قول کا وہی مطلب ہوگا جو ہم تنبیہات میں بیان کر چکے ہیں اور اس سے صاف سمجھ سکتے ہیں کہ مطلقاً یہ کہنا کہ اسمائے باری تعالیٰ کے معنی بندے کے اوصاف ہو سکتے ہیں جائز نہیں ہاں کسی ایسی تاکید اور شرط کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے جو توہم اور اشتباہ سے خالی ہو ورنہ یہ مطلق الفاظ توہم پیدا کرتے ہیں۔

سوال: اس قول کا کیا مطلب ہے کہ بندہ ان تمام اوصاف سے متصف ہونے کے باعث سالک ہے وہ اصل نہیں سلوک اور وصول کے کیا معنی ہیں؟

جواب: واضح ہو کہ سلوک سے مراد اخلاق اعمال اور علوم کی درستی ہے اور یہ ظاہری اور باطنی حالت کی اصلاح اور وارستگی سے ہے بندہ جب اس حالت میں مشغول ہوتا ہے تو گویا خدا کو چھوڑ کر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، مگر وہ اس لئے اپنے باطن کا تصفیہ کر رہا ہے کہ وصول کی استعداد پیدا ہو جائے اور وصول یہ ہے کہ نور حق اس کے سامنے جلوہ گر ہو اور وہ اس نور میں مستغرق ہو جائے اور اپنی پہچان کو دیکھے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہ پہچانے اور اگر اپنے قصد کو دیکھے تو اللہ کے سوا اور کوئی اس کا مقصود نہ ہو پس وہ بالکل خدا ہی کے مشاہدہ اور اس قصد میں مشغول ہو جائے اور اس بارے میں اپنے آپ پر نظر نہ کرے تاکہ اس کا ظاہر عبادت کے

Marfat.com

ساتھ اور باطن تہذیب اخلاق کے ساتھ آباد و آراستہ ہو جائے اس تمام کیفیت کا نام طہارت ہے اور یہ آغاز ہے سرانجام اس کا یہ ہے کہ وہ بالکل اپنے نفس سے تعلق قطع کر لے اور خاص خدا کا ہو جائے اس وقت وہ گویا وہی بن جائے گا یہ اصول ہے۔

سوال: صوفیہ کے کلمات سے ایسے مشاہدات کا مطلب مفہوم ہوتا ہے۔ جوان کو طریق ولایت میں میسر ہوتے ہیں اور عقل ولایت کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہے اور جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہ محض عقلی بحث ہے؟

جواب: واضح ہو کہ طریق ولایت میں کسی ایسے امر کا واقع ہونا جائز نہیں جو عقل کے نزدیک محال ہو ہاں ایسی بات کا ظہور پذیر ہونا جائز ہے جس سے عقل قاصر ہو مثلاً ولی کو بذریعہ کشف یہ معلوم ہو جانا جائز ہے کہ کل کو فلاں شخص مر جائے گا اور کوئی دوسرا شخص عقل کے ذریعہ سے یہ بات معلوم نہیں کر سکتا بلکہ عقل ایسی بات کے معلوم کرنے سے قاصر ہے۔

اور یہ معلوم ہو جانا جائز نہیں کہ اللہ کل اپنا ایک شریک پیدا کرے گا کیونکہ عقل اسکو محال قرار دیتی ہے صرف یہ کہ اس کے ادراک سے قاصر ہے۔

اس سے زیادہ بعید یہ امر ہے کہ کوئی کہے اللہ مجھ کو اپنی مثل بنا لے گا پھر اس سے زیادہ دوراز امکان یہ امر ہے کہ کوئی کہے اللہ مجھ کو اپنا آپ بنا لے گا یعنی میں وہی بن جاؤں گا کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں حادث ہوں اور اللہ مجھ کو قدیم بنا دے گا میں آسمان و زمین کا خالق نہیں ہوں اللہ مجھ کو ان اشیاء کا خالق بنا لے گا اور یہ قول مشہور ہے کہ "نظرۃ فاذا انا ہو" یعنی میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خدا ہوں۔

اگر اس کی تاویل نہ کی جائے اور ظاہری معنوں پر اس کو حمل کیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا اور جو شخص اس قسم کی محال بات کی تصدیق کرے اس کو عقل کا ادنیٰ سا ادنیٰ حصہ بھی نہیں ملا اور وہ معلوم اور غیر معلوم میں تمیز نہیں کر سکتا تعجب نہیں کہ وہ اس بات کی بھی تصدیق کرے کہ ولی کو بذریعہ کشف یہ معلوم ہو جانا جائز ہے کہ شریعت باطل ہے اور اگر وہ حق ہے تو خدا اس کو باطل کر دے گا اس نے انبیاء کی تمام باتوں کو جھوٹی بنا دیا۔

جو شخص یہ کہے کہ سچ کا جھوٹ بن جانا محال ہے وہ صرف عقل کے بھروسہ پر ایسا کہتا ہے کیونکہ سچ کا جھوٹ بن جانا حادث کے قدیم بن جانے اور بندے کے رب بن جانے سے زیادہ بعید نہیں ہے اور جو شخص ایسی بات میں عقلاً محال ہو اور ایسی بات میں جس سے عقل قاصر ہو فرق نہیں سمجھتا وہ مخاطب ہونے کے بھی قابل نہیں ہے وہ جانے اور اس کا جہل جانے۔

Marfat.com

فصل دوم

مقاصد اور غایات میں

اس فصل میں بیان کیا جائے گا کہ اہل سنت کے مذہب پر یہ اسماء کثیرہ ایک ذات اور سات صفات کی طرف کیونکر راجع ہوتے ہیں غالباً تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ یہ اسماء بکثرت ہیں جن میں ترادف نہیں ہے اور ہر اسم کے معنی دوسرے اسم کے معنی میں شامل ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہیں کہ تمام اسماء سات صفتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں سو واضح ہو کہ صفات گویا سات ہیں مگر افعال اور اضافتیں اور سلب بہت ہیں جو حصر سے زائد ہیں پھر ان تینوں قسموں میں سے دو دو قسموں کی ترکیب ہو سکتی ہے یعنی صفت اور اضافت کی صفت اور سلب کی سلب اور اضافت کی اور ہر ایک مجموعہ کے مقابلہ میں اسم واضح ہو سکتا ہے اور اس طرح بہت سے نام پیدا ہو سکتے ہیں جن میں سے بعض ذات پر دلالت کرتے ہیں بعض ذات مع سلب بعض ذات مع اضافت پر بعض ذات مع سلب و اضافت پر بعض سات صفتوں میں سے ایک صفت پر بعض صفت اور سلب پر بعض صفت اور اضافت پر بعض صفت اور فعال پر بعض صفت فعال اور اضافت پر بعض سلب پر یہ دس قسمیں ہوئیں۔

(۱) جو اسم ذات پر دلالت کرتا ہے وہ اللہ ہے اور اس کے قریب قریب اسم الحق ہے جب کہ اس سے ذات واجب الوجود ہونے کی حیثیت سے مراد ہو۔

(۲) جو اسمائے ذات مع سلب پر دلالت کرتا ہے ان کی مثال القدوس اور السلام اور الغنی، اور الاحد، وغیرہ ہیں چنانچہ القدوس وہ ہے جو تمام خیالات اور توہمات کی نسبت سے پاک اور مسلوب عنہ ہے السلام وہ ہے جس سے عیوب مسلوب ہیں الغنی وہ ہے جس سے حاجت مسلوب ہے الاحد، وہ ہے جس سے نظر اور تقسیم مسلوب ہے،

(۳) جو اسمائے ذات مع اضافت پر دلالت کرتے ہیں ان کی مثال العلی اور العظیم اور الاول، اور الآخر، اور الظاہر، اور الباطن، وغیرہ ہیں علی وہ ذات ہے جو تمام ذاتوں سے رتبہ میں برتر ہے اس کو اضافت کہتے ہیں عظیم خدا کی ذات پر اس حیثیت سے دلالت کرتا ہے کہ وہ ادراکات کی حدود سے متجاوز ہے اول وہ ہے جو موجودات سے سابق ہے آخر وہ ہے جس کی

Marfat.com

طرف موجودات کا انجام ہے ظاہر خدا کی ذات دلالت عقل کی نسبت سے ہے باطن خدا کی ذات حس وہم کے ادراک کی نسبت سے ہے وقس علیٰ ہذا غیرہ۔

(۴) جو اسمائے ذات مع سلب واضافت کے معنی رکھتے ہیں ان کی مثال المالک اور العزیز ہے کیونکہ ملک اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو اور اس کی محتاج ہر چیز ہو اور عزیز وہ ہے جس کی نظیر نہ ہو، اور اس کا حاصل کرنا اور اس تک پہنچنا دشوار ہو۔

(۵) جو اسماء کسی صفت کے معنی میں ہیں ان کی مثال العلیم اور القادرُ اور الحی ، اور السمیع ، اور البصیرُ ہے۔

(۶) جن اسماء کا مطلب علم مع اضافت ہو ان کی مثال الخبیر الحکیم ، اور الشہید ، اور المحصی ، ہے خبیر کی دلالت علم پر باطنی امور کے لحاظ سے ہے۔ اور شہید کی دلالت علم پر مشاہدات کے لحاظ سے ہے اور حکیم کی دلالت اشرف المعلومات کے لحاظ سے ہے محصی کی دلالت اس حیثیت سے ہے کہ وہ معلومات محصورہ ومعدودہ پر محیط ہے۔

(۷) جو اسماء قدرت مع اضافت کا مفہوم رکھتے ہیں ان کی مثال القہار اور القوی اور المقتدر ، اور المتین ہیں کیونکہ قوت کمال قدرت ہے اور متانت شدت قدرت ہے اور قہر تاثیر قدرت ہے۔

(۸) جن اسماء کا مفہوم ارادہ مع اضافت یا مع فعل ہے ان کی مثال الرحمٰن اور الرحیم اور الرؤف اور الودود ہے کیونکہ رحمت کا مفہوم وہ ارادہ ہے جو کسی محتاج ضعیف کی حاجت روائی سے مضاف ہو رافت سے مراد شدت رحمت ہے اور یہ لفظ رحمت کا مفہوم مبالغہ کے ساتھ ادا کرتا ہے ود کے معنی وہ ارادہ جو احسان انعام سے مضاف ہو رحیم کا فعال محتاج کا متدعی ہے ودود کا فعال اس کا متدعی نہیں بلکہ وہ انعام بطریق ابتداء کا متدعی ہے اور یہ اس ارادہ کی طرف راجع ہوتا ہے جو انسان اور ضعیف کی قضائے حاجت سے مضاف ہے اور اس کی وجہ تم اوپر پڑھ آئے ہو۔

(۹) جو اسمائے صفات فعال کا مفہوم رکھتے ہیں ان کی مثال الخالق اور الباری اور المصور ، اور الوہاب ، اور الرزاق ، اور الفتاح ، اور ، القابض ، اور الباسط ، اور الخافض ، اور الرافع ، اور المعز ، اور المذل ، اور العدل ، اور المقیت ، اور المیت ، اور المقدم ، اور المؤخر ، اور الوالی ، اور البر ، اور التواب ، اور المنتقم ، اور المقسط ، اور الجامع ، اور المانع ، اور المغنی ، اور الهادی وغیرہ۔

(۱۰) جو اسمائے فعل پر کسی زیادتی کے ساتھ دلالت کرتے ہیں ان کی مثال المجید اور

Marfat.com

الکریم ہے کیونکہ مجید وسعت اکرام پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ شرف ذات بھی کامل ہو یہی معنی کریم کے ہیں اور لطیف فعل کی نرمی پر دال ہے۔

پس یہ اور ان کے سوا باقی تمام اسماء جس قدر ہیں وہ ان دس قسموں سے خارج نہیں ہیں مذکورہ اسماء پر غیر مذکورہ اسماء کو بھی قیاس کرلو۔ کیونکہ اس سے اسماء کا غیر مترادف ہونا اور صفات محصورہ و مشہورہ میں منقسم ہونا بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے۔

فصل سوم

فلاسفہ معتزلین کے مذہب پر ان تمام صفات کے ایک ذات کی طرف رجوع کرنے کا بیان

اگر چہ یہ فصل اس کتاب کے لائق نہیں ہے لیکن بحکم التماس مجھے اس کو درج کتاب کرنا پڑا جو صاحب اس کو کتاب میں نہ رکھنا چاہیں ان کو اس کے نکال ڈالنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ غیر ضروری ہے۔

واضح ہو کہ فلاسفہ معتزلین اگر چہ صفات سے منکر ہیں اور ذات واحد کے سوا کسی شے کے اثبات نہیں کرتے تاہم وہ افعال کثرت سلب اور کثرت اضافات کا انکار نہیں کرتے چنانچہ ہم جو ان اسماء کو ان اقسام میں ضبط کرتے ہیں تو وہ بھی اس میں معاون ہیں۔

ہفت صفات یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، اور کلام ان کے نزدیک سب کی سب علم میں جمع ہو جاتی ہیں پھر علم ذات کی طرف راجع ہوتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ سمع سے ان کے نزدیک خدا کا وہ علم تام مراد ہے جو آوازوں سے تعلق رکھتا ہے اور بصر سے وہ علم جو رنگوں سے اور تمام اشیاء دیدنی سے متعلق ہے اور کلام معتزلہ کے نزدیک اس کے فعل کی طرف راجع ہے اور یہ وہ کلام ہے جو وہ جمادات میں سے کسی جسم کے اندر پیدا کر دیتا ہے اور فلاسفہ کے نزدیک اسماع (سنانہ) کی طرف راجع ہے۔

جس کو وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں پیدا کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ ایک معجز کلام لوگوں کو سناتا ہے اور وہ کلام خدا سے منسوب ہوتا ہے جس کا مطلب یہ کہ وہ کلام اس نبی ﷺ کو

Marfat.com

انسانی فعل اور انسانی آواز کے ساتھ حاصل نہیں ہے حیات سے مراد اس کا علم بذاتہ ہے کیونکہ جس چیز کو اپنی ذات کا شعور حاصل ہو اس کو حی کہا جاتا ہے۔ اور جس کو اپنی ذات کا شعور نہ ہو اس کو حی نہیں کہہ سکتے۔

باقی رہے ارادہ اور قدرت ارادہ کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ خیر کی وجہ اور اس کے نظام کا علم رکھتا ہے پس اپنے علم کے موافق ایجاد کرتا ہے اور اس کو کسی چیز کا علم ہونا اس چیز کے وجود کا سبب ہوتا ہے اور جب اس کو کسی چیز میں وجہ معلوم ہوتی ہے تو اس کو حاصل کرتا ہے اور اس میں سے کسی قسم کی کراہیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس پر راضی ہوتا ہے اور راضی کو بھی ارادہ کرنے والا بھی کہا کرتے ہیں پس اس لحاظ سے ارادہ کا مفہوم علم ہے جس کے ساتھ عدم کراہیت شامل ہو۔

قدرت کے یہ معنی ہیں کہ وہ جب چاہتا ہے کرتا ہے اور جب نہیں چاہتا نہیں کرتا اور جو کچھ وہ کرتا ہے اس کا علم رکھتا ہے اور اس کی مشیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کو وجہ خیر کا علم ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جس کے وجود میں خیر جانتا ہے اس کے موجود کرتا ہے اور جس چیز کے موجود نہ ہونے میں خیر جانتا ہے اس کو موجود نہیں کرتا اور نظام خیر کا وجود صرف اس بات کا محتاج ہے کہ خدا کو اس کا علم ہو اور غیر موجود چیز اپنی غیر موجودگی میں صرف اس امر کی محتاج ہے کہ اس میں کسی خیر کے پائے جانے کا علم نہ ہو پس نظام معقول نظام موجود کا سبب ہے اور نظام موجود نظام معقول کے تابع ہے۔

ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارا علم معلوم کے تحقق میں قدرت کا محتاج ہے کیونکہ ہمارا فعل ضرور کسی مؤثر آلہ کے ذریعہ سے ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہوگا کہ وہ مؤثر آلہ صحیح وسالم اور پوری طاقت والا ہو مگر خدا کسی آلہ کے ذریعہ سے فعل نہیں کرتا بلکہ اس کا علم ہی معلوم کے وجود کے لئے مکتفی ہے پس قدرت بھی علم کی طرف راجع ہے۔

اس کے آگے فلاسفہ معتزلین کا یہ عقیدہ ہے کہ علم بھی اس کی ذات کی طرف راجع ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی ذات کو بذاتہ جانتا ہے پس وہ خود ہی علم بھی ہے عالم بھی اور معلوم بھی۔ اور غیر کو بھی اپنی ہی ذات سے جانتا ہے کیونکہ وہ اپنی ذات کو جانتا ہے جو کل موجودات کی مبدء ہے لہذا وہ تمام موجودات کو علی سبیل التبعیت اپنی ذات ہی سے جانتا ہے پس یہ امر اس کی ذات میں کثرت پائے جانے کا موجب نہیں ہے ان لوگوں کا زعم ہے کہ ذات واحد کے علم کی نسبت کثرت معلومات کے ساتھ ویسی ہی ہے جیسے کہ محاسب کے علم کی نسبت ہے جب کہ اس سے

Marfat.com

سوال کیا جائے ۲×۲ کتنے ہوئے اور ۲×۲×۲ کتنے اور ۲×۲×۲×۲ کتنے اسی طرح مثلاً دس درجہ تک سوال کیا جائے تو قبل اس کے کہ وہ اس سوال کا جواب دینے کے لئے عمل خوب کا سلسلہ پھیلائے اس کو یقین ہے کہ میں اس کے جواب کا علم رکھتا ہوں اور یقین ہی اس کے عمل کی پہلی کڑی ہے یہ یقین گویا سب سے پہلا ایک حسابی خط ہے جس کو حساب کی تمام تفاصیل بلکہ ان کے غیر متناہی سلسلے کے ساتھ بلا تفصیل خاص نسبت ہے اور جس طرح ۲×۲ کا سلسلہ تدریج کثرت کی طرف چلا جاتا ہے اس طرح ان کے نزدیک موجودات میں بھی ترتیب ہے اور ان کے ابتداء میں کثرت نہیں ہے پھر تدریج کثرت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور اس دعویٰ کی شرح اور اس کی تردید بڑا طول چاہتی ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے کیونکہ وہ گویا مقصد کتاب سے خارج ہے اگر اس کا شوق ہی ہے تو ہم نے کتاب ''تہافتہ الفلاسفہ'' میں جو کچھ لکھا ہے اس سے تم کو بڑی مدد ملے گی۔

Marfat.com

تیسرا فن لواحق اور تمۃ جات میں

پہلی فصل

اس امر کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے نام صرف ننانوے نہیں ہیں

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے پاک صرف ننانوے کی تعداد میں محصور نہیں ہیں بلکہ ان کے سوا بھی اسماء آئے ہیں چنانچہ ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ان میں سے بعض اسماء کی بجائے ایسے اسماء مروی ہیں جو ان کے قریب قریب ہیں اور ایسے اسماء بھی ہیں جو ان سے قریب المعنیٰ نہیں۔

پہلے اسماء کی مثال ''الاحد بجائے الواحدُ کے اور القاھر، کے بجائے القہار کے اور الشاکرُ، کے بجائے الشکور کے۔

دوسرے اسماء جو قریب المعنیٰ نہیں ہیں ان کی مثال الھادی اور الکافی الدائمُ، اور البصیر اور المنور، اور المبین اور الجمیل، اور الصادق، اور المحیط، القریب، اور القدیم، اور الوترُ، اور الفاطر اور العلّام، اور الملک، اور الاکرمُ، اور المدبر، اور الرفیع، ذوالطّول اور ذوالمعارج، اور ذوالفضل اور الخلاق +

قرآن مجید میں بھی ایسے اسماء ہیں جو روایات میں متفق علیہ نہیں ہیں جیسے المولیٰ اور النصیر، اور الغالب، اور القریب، اور الرب، اور الناصر، اور نہ اضافت اسماء بھی آئے ہیں جیسے شدید العقاب اور قابل التوب اور غافر الذنب مولج الیل فی النھار و مولج النہار فی الیل اور مخرج الحی من المیت ومخرج المیت من الحی۔۔

حدیث شریف میں ایک اسم السید بھی آیا ہے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا سید تو آپ نے فرمایا سید اللہ تعالیٰ ہے غالباً آپ کا مقصود یہ ہوگا کہ روح بروح کرنے سے منع فرمائیں ورنہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے انا سید ولد آدم ولا فخر، یعنی میں بنی آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر کی بات نہیں۔

احادیث میں اسم الدیان بھی وارد ہوا ہے اسی طرح الحنان اور المنانُ بھی آئے ہیں

Marfat.com

اور بھی ایسے اسماء ہیں جو احادیث کی تلاش سے مل سکتے ہیں۔

اگر افعال سے اسماء کا اشتقاق جائز قرار دیا جائے تو ایسے افعال بہت سے ہیں جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سے منسوب ہیں جیسے یکشف السّوء وہ مصیبت دور کرتا ہے ویقذف بالحق، اور وہ حق کو ظاہر کرتا ہے، ویفصل بینھم، اور ان کے مابین فیصلہ کرتا ہے وقضینا الیٰ بنی اسرائیل "اور ہم نے بنی اسرائیل کے بارہ میں فیصلہ کر دیا۔

پس ان افعال سے جو اسماء مشتق ہو سکتے ہیں وہ الکاشف اور القاذف بالحق اور الفاصل اور القاضی ہیں ایسے اسماء کا حصر و شمار نہیں یہاں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان آئے گا۔

الغرض یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اسمائے باری تعالیٰ صرف یہی ننانوے نہیں ہیں جن کی ہم نے شرح لکھی ہے بلکہ ہم نے شرح اسمائے باری تعالیٰ کے متعلق عام عادت کو ملحوظ رکھ کر ان پر اقتصار کیا ہے کیونکہ ایک مشہور روایت میں اسی قدر تعداد مروی ہے یہ شمار شدہ اسماء اور تفصیلات جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں صحیحین[1] میں نہیں ہے۔

صحیح حدیثوں میں آنحضرت ﷺ کا صرف یہ قول آیا ہے کہ "اللہ کے ننانوے نام ہیں" جو شخص ان سب کو پڑھے وہ جنت میں جائیگا رہا ان اسماء کا بیان اور تفصیل سو ان، میں مذکور نہیں۔

فقہاء اور علماء کا جن اسماء پر اتفاق ہوا ہے ان میں المرید اور المتکلم اور الموجود اور الشیء اور الذات، اور الازلی اور الابدی بھی شامل ہیں ان پر خدا کا اطلاق کرنا جائز ہے۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ یوں نہ کہو کہ رمضان آیا کیونکہ رمضان اللہ کے اسما میں سے ایک اسم ہے ہاں یوں کہو کہ ماہ رمضان آیا"۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ فرمایا آپ نے جو شخص کسی رنج یا غم میں مبتلا ہو۔ اور پڑھے:۔

الھم انی عبدک وابن عبدک
وابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی
حکمک عدل فی قضاوک اسئلک
بکل اسم سمیت به نفسک او انزلته

---

[1] صحیحین سے مراد حدیث کی وہ سب سے زیادہ معتبر اور صحیح کتابیں ہیں جن کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کہتے ہیں مترجم

Marfat.com

فی کتابک او علمته احداً من خلقک
او استأثرت به فی علم الغیب عندک
ان تجعل القراٰن ربیع قلبی ونور
صدری وجلاء حزنی وذهاب همی

یعنی الٰہی میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں میری پریشانی تیرے ہاتھ میں ہے تیرا حکم مجھ پر جاری ہے تیری قضا مجھ پر عادلانہ ہے میں تجھ سے اس ہر اسم کے ساتھ جس کو تو نے اپنا نام مقرر کیا ہے یا تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اپنی کسی مخلوق کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب میں جو تیرے نزدیک ہے اس کو پسند کیا ہے یہ سوال کرتا ہوں کہ قرآن کو میرے دل کی بہار میرے سینہ کا نور میرے غم کی جلا میری فکر کا دور کرنے والا کر دے۔

تو اللہ اس کا غم و رنج دور کر دیگا اور بجائے ان کے خوشی اور فراغ بالی عطا کریگا۔

''استأثرت به فی علم الغیب عندک'' کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اسمائے باری صرف وہی نہیں جو مشہور روایت میں آئے ہیں۔

اب تمہارے دل میں سوال پیدا ہوگا کہ پھر ننانویں کی تعداد میں اسمائے باری تعالیٰ کو محصور کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اور اس نکتہ کا بیان کرنا بھی ضروری ہے چنانچہ آیندہ فصل میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسری فصل

اسمائے باری تعالیٰ میں سے ننانویں کی تخصیص کا فائدہ

اس فصل میں چند غور فکر کی باتیں درج ہیں، جن کو ہم سوال و جواب کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

سوال: کیا اسمائے باری تعالیٰ ننانوے سے زائد ہیں یا نہیں؟ اگر زائد ہیں تو ننانویں

Marfat.com

کی تخصیص کا کیا مطلب ہے مثلاً جو شخص ایک ہزار درہم کا مالک ہے تو اس کے حق میں یہ کہنا کب جائز ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس صرف ننانوے درہم ہیں گو ہزار میں ننانویں بھی آجاتے ہیں لیکن ایک خاص تعداد کے ذکر سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے ماسوا کی نفی کی گئی ہے اگر اسماء ننانوے سے زائد نہیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ اسئلک بکل اسم سمیت بہ نفسک اوانزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک اوستأثرت بہ علم الغیب عندک۔

اس سے تو صریحاً یہ پایا جاتا ہے کہ بعض اسماء خاص اسی کے علم میں ہیں اور اسی طرح بزرگان سلف کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص کو اسم اعظم معلوم ہے اور یہ امر انبیاء اور اولیاء کی طرف منسوب کیا جاتا تھا جس سے پایا جاتا ہے کہ یہ اسم ننانویں اسماء سے خارج ہے؟

جواب قرین قیاس تو یہ بات ہے کہ مذکورہ احادیث واخبار کی رو سے اسمائے باری ننانوے سے زائد ہیں، اور جس حدیث میں ان اسماء کا حصر مذکور ہے وہ ایک قضیہ پر نہیں بلکہ دو قضیوں پر شامل ہے اس کی مثال یہ کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک ہزار نوکر ہیں اب کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور اعلیٰ کے ننانویں نوکر ہیں جو شخص ان سے مدد حاصل کرلے دشمن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہاں یہ تخصیص ان نوکروں کی مدد حاصل کرنے کے لحاظ سے ہے یا تو اس وجہ سے کہ وہ ننانویں نوکر زیادہ طاقت ور ہیں اور یا اس لئے کہ ننانویں کی تعداد دفع اعدا کے لئے کافی ہے جس میں کسی مزید اضافہ کی ضرورت نہیں یہ تخصیص اس لحاظ سے نہیں کہ صرف وہی نوکر موجود ہیں۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اسماء اس تعداد سے زائد ہوں اور حدیث کے الفاظ دو قضیوں پر مشتمل ہوں۔

ایک قضیہ یہ کہ "اللہ کے ننانویں نام ہیں"

دوسرا قضیہ یہ کہ "جو کوئی ان سب کو یاد کریگا وہ جنت میں جائے گا" حتیٰ کہ اگر صرف ایک پہلے قضیہ پر بس کریں تو وہ مکمل کلام ہوگا بخلاف اس کے پہلی صورت میں صرف ایک پہلے قضیہ پر بس نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ دوسرا احتمال اس حصر کے ظاہری مفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے جلد سمجھ میں آجانے والا ہے لیکن دو وجہ سے بعید از قیاس ہے۔

ایک تو یہ کہ اس سے اس امر کی نفی ہوتی ہے کہ بعض اسماء ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب میں اپنے لئے اختیار کیا ہے حالانکہ حدیث میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

Marfat.com

وہ یہ کہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سب کے سب اسماء کو یاد کرنے کی فضیلت صرف نبی یا کسی ولی کو حاصل ہوتی ہے جس کو اسم اعظم آتا ہوتا کہ اسماء کی تعداد پوری ہو سکے ورنہ اس کے بغیر تعداد ناقص رہے گی اور وصول جنت کے لئے سب کے سب اسماء یعنی ان کی تکمیل تعداد شرط ہے پس حصر باطل ہے ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عام لوگوں کو سارے اسماء کے پڑھنے کی ترغیب دینے کے لئے یہ حصر بیان کیا ہے اور اسم اعظم کو عام لوگ نہیں جانتے۔

سوال: جب زیادہ قرین قیاس یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ننانویں سے زائد ہیں تو اگر ہم فرض کر لیں کہ یہ اسماء مثلاً ہزار ہونگے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہے کہ ان میں سے ننانویں اسماء کے یاد کرنے سے آدمی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے تو یہ ننانوے خاص خاص اسماء ہیں یا جونسے ننانویں اسماء گن لیں وہی کافی ہو سکتے ہیں حتی کہ ان کو پڑھنے والا بھی بہشت میں داخل ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور حتی کہ اگر کوئی شخص **ابو ہریرہ**ؓ کی ایک روایت والے تمام اسماء کو پڑھے جو دوسری روایت میں آئے ہیں تو بھی بہشت کا مستحق ہو جاتا ہے جب کہ ہم دونوں روایتوں کے اسماء کو اسمائے باری تعالیٰ سمجھیں۔

جواب: بظاہر تو بات درست ہے کہ اس سے مراد ۹۹ معین اسماء ہیں۔ کیونکہ جب وہ متعین نہ ہونگے تو حصر و تخصیص کا فائدہ ظاہر ہو گا چنانچہ اگر کوئی کہے کہ بادشاہ کے ایک سو نوکر ایسے ہیں جو شخص ان کی مدد حاصل کرتا ہے دشمن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہ کہنا بھی درست ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کے بہت سے نوکر ہیں اور ان میں سے خاص نوکر ہوں، اور ان میں سے خاص نوکر جن کی تعداد ایک سو ہو قوت و شوکت میں ممتاز ہوں اور اگر تمام شاہی نوکروں میں سے خواہ کوئی نوکر ایک سو لے لیں اور ان سے یہ بات حاصل ہو سکتی تو کہنے والے کا مذکورہ قول اپنے طریق ادا کے لحاظ سے پورا نہیں اتریگا۔

سوال: صرف ۹۹ اسماء کی اس قضیہ سے کیا خصوصیت ہے باقی اسماء بھی تو خدا ہی کے ہیں؟

جواب: چونکہ اسماء معنوی جلالت کے لحاظ سے باہم متفاوت ہیں اس لئے ممکن ہے کہ فضیلت میں بھی ایک دوسرے سے متفاوت ہوں اور ہو سکتا ہے کہ ۹۹ اس قسم کے جلالی معنوں پر مشتمل ہوں جن پر دوسرے اسماء نہ ہوں اس لئے وہ سب سے برتر ہوں۔

سوال: کیا اسم اعظم میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل نہیں تو پھر اسم کیونکر اسم اعظم کہلا سکتا ہے جو ان اسمائے عظمیٰ سے خارج ہے اور اگر داخل ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ اسم

Marfat.com

اعظم صرف نبیوں اور ولیوں کو معلوم ہوتا ہے اور ۹۹ عام مشہور ہیں سنتے ہیں کہ آصف بن برخیاء بلقیس کے تخت کو لمحہ بھر میں لائے تھے تو وہ اسم اعظم جانتے تھے اور جو شخص اس کو جانتا ہے وہ بڑی بڑی کرامات رکھتا ہے۔

جواب: یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ اسم اعظم اس تعداد سے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے خارج ہو، اور ان اسماء کی عظمت تمام مشہور و معروف اسماء کے مقابلہ میں ہو نہ کہ اسما کے مقابلہ میں جو انبیاء اولیاء کو معلوم ہیں اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اسم اعظم انہیں اسماء میں شامل ہو لیکن عام لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کونسا اسم ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے فرمایا نبی ﷺ نے کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔

وَالٰهکم اله واحد لَآاِلٰه الا هو الرحمن ُالرحیم (پ۲، ع۳)

اور لوگو تمہارا معبود تو وہی خدائے واحد ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے۔

دوسری آیت یہ سورہ آل عمران کی شروع کی آیت ہے:۔

الٓمّٓ الله لااله الاهو الحی القیوم ُ۔ الم اللہ وہ ذات پاک ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا * پ۳

اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو یوں دعا مانگتے سنا:۔

الهم انی اسئلک بانی اشهد ان لااله الاانت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد"

خداوند میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس طرح کہ میں بالضرور اس امر کی گواہی دیتا ہوں تو اکیلا بے پرواہ ہے۔ جو نہ جنتا ہے۔ نہ جنا گیا ہے۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

تو فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس شخص نے خدا سے اس کے اسم اعظم کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے یہ وہ اسم ہے جس کے واسطہ سے سوال کیا جائے تو وہ پورا کر دیتا ہے اور دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

سوال: تمام اعداد میں سے صرف ۹۹ کی تخصیص کیوں ہے اور پھر اس کو بھی پورا کیوں نہ کر دیا گیا جس میں صرف ایک کی کسر ہے؟

جواب: اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ سکتے ہیں کہ معانی شریفہ اس حد تک پہنچ گئے نہ اس لئے کہ ان کی تعداد بس ہوگئی بلکہ وہ اس عدد کے موافق آپڑے جیسے کہ صفات باری

Marfat.com

تعالیٰ اہل سنت کے نزدیک سات ہیں یعنی حیات علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام، نہ اس لئے کہ وہ سات ہیں بلکہ ربوبیت ان کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔

دوسرا احتمال جو ذرا زیادہ واضح ہے یہ ہے کہ اس کا سبب یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "مائۃ الا واحدو اللہ وتر یحب الوتر" یعنی ایک کم سو اور اللہ طاق ہے طاق ہی کو دوست رکھتا ہے۔

مگر اس احتمال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسماء ارادہ اور اختیار سے رکھے گئے ہیں نہ اس حیثیت سے کہ صفات شرف صرف انہیں میں منحصر ہیں ہوگا نہ کہ بالارادہ اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کی صفات اس لئے سات ہیں کہ وہ طاق ہے اور طاق ہی کو دوست رکھتا ہے بلکہ یہ اس کی ذات والہیت کے تقاضے سے ہے۔ نہ کہ طاق ہونے کی وجہ سے اور اس میں عدد غیر متصور ہے بلکہ وہ کسی قصد کرنے والے کے قصد پر موقوف نہیں جو جفت کو چھوڑ کر طاق کا قصد کرے یہ بات اس احتمال کی تائید کر سکتی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے وہ صرف ۹۹ ہیں زیادہ نہیں اور اس نے ان کو سو اس لئے نہیں بنایا کہ وہ طاق عدد کو پسند کرتا ہے آئندہ ہم اس احتمال کی تائید کرنے والے امر کی طرف اشارہ کرینگے۔

سوال: یہ ۹۹ اسماء سب کے سب رسول اللہ ﷺ نے جمع کرانے کی غرض سے بیان کر دیے ہیں یا یہ کام اس شخص کے لئے چھوڑ دیا ہے جو قرآن وحدیث اور آثار سے ان کو جمع کر سکتا ہو؟

جواب: ظاہر بات جو مشہور تر بھی ہے یہ ہے کہ ان تمام اسماء کو رسول اللہ ﷺ نے جمع کرنے کی غرض سے بیان کر دیا ہے چنانچہ ان کو حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا ہے کیونکہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے ان تمام کو پڑھنے کی ترغیب ثابت ہوتی ہے اور اگر ان تمام کو رسول اللہ ﷺ بطور جمع بیان نہ کر دیتے تو لوگوں کو ان کا معلوم کرنا مشکل تھا۔

مذکورہ دلیل سے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے اور جمہور نے ان کی اس مشہور روایت کو تسلیم کیا ہے جس کے مطابق ہم نے اسماء کی یہ شرح لکھی ہے۔

امام احمد اور بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کے متعلق خوب بحث کی ہے اور کہا ہے کہ اس روایت میں ضعف ہے۔

اور ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں اس کے متعلق ایسی روایت ظاہر کی

Marfat.com

ہے جس سے اس روایت کے ضعف کا اشارہ پایا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں، محدثین نے اس کے متعلق تین خاص امور کا ذکر کیا ہے۔

(۱) اول تو یہ کہ ابو ہریرہؓ سے یہ روایت مضطرب ہے کیونکہ ان سے دو روایتیں مروی ہیں اور دونوں کے مابین ابدال و تعبیر میں بڑا فرق ہے۔

(۲) دوم اس روایت میں حنان اور منان اور رمضان وغیرہ ان اسماء الٰہیہ کا ذکر نہیں جو احادیث سے ثابت ہیں۔

(۳) سوم صحیح حدیث میں صرف تعداد کا ذکر ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا قول صرف اتنا ہے کہ اللہ کے ننانویں نام ہیں جو شخص ان سب کو یاد کرتا ہے وہ جنت میں جائیگا۔

وہاں اسماء کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کا ذکر ایک دوسری غریب روایت میں ہے جس کے اسناد میں ضعف ہے اور اس عدد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ اسماء نہیں ہیں مگر ہم یہ احتمال دکھا چکے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں بعض اسماء چھوٹ گئے ہیں۔

جس روایت میں اسماء کا شمار درج ہے اگر ہم اس کا ضعیف قرار دیں تو تمام اعتراضات رفع ہو سکتے ہیں چنانچہ ہم کہیں گے کہ اسمائے باری تعالیٰ صرف ننانویں ہیں۔ جن کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مقرر فرمایا ہے ان کو پورے ۱۰۰ اسو اس لیے نہیں بنایا کہ وہ طاق ہیں اور طاق ہی کو پسند کرتا ہے۔

ان اسماء میں حنان اور منان وغیرہ بھی داخل ہیں یہ تمام اسماء قرآن و حدیث میں غور و خوض کیے بدون معلوم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں سے کچھ اسماء تو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور کچھ حدیث میں۔

میں نے بلاد مغرب کے ایک حافظ کے سوا اور کوئی عالم نہیں دیکھا جس نے ان اسماء کو جمع کرنے کی کوشش کی ہو اس شخص کا نام ابن حزم ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے اسی ۸۰ اسماء باری تعالیٰ معلوم ہوئے ہیں جو قرآن حدیث اور صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں باقی اسماء بھی حدیثوں میں اجتہادی غور و فکر کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں میرے خیال میں ان کو وہ حدیث نہیں پہنچی جس میں اسمائے باری تعالیٰ کا شمار درج ہے اور اگر پہنچی ہے تو اس کی اسناد کو ضعیف سمجھا ہوگا یا ان کو چھوڑ کر ان روایات کی طرف رجوع کیا ہوگا جو صحیح احادیث میں آئے ہیں پس جو شخص اس طریق سے ان اسماء کو جمع کر کے یاد کرے اس کو اس اجتہاد میں سخت تکلیف اٹھانی پڑے گی ایسا شخص فی الواقع جنت میں جانے کے لائق ہے بخلاف اس کے ان اسماء کو یکبارگی زبانی یاد کر لینا سہل ہے

Marfat.com

جو مشہور روایت میں آئے ہیں ہاں صحیح احادیث کے بعض الفاظ میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ من حفظها دخل الجنة ' جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں جائیگا، اور حفظ کے لئے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں پڑتی۔

یہ وہ احتمالات ہیں جو اس حدیث کے متعلق سوجھے ہیں جن میں سے بعض باتیں ایسی ہیں جو پہلے کسی کو نہیں سوجھیں۔ اور وہ اجتہادی امور ہیں۔ جو ذوق سلیم کے ذریعہ معلوم کیے جاتے ہیں کیونکہ درجہ عقل سے بالاتر ہیں۔ واللہ اعلم

تیسری فصل

اس امر کا بیان کہ اسمائے باری تعالیٰ توقیف پر موقوف ہیں یا بطریق عقل جائز ہیں

قاضی ابو بکرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بطریق عقل جائز ہے مگر ایسا نام جائز نہیں جس سے شرع نے منع کیا ہو یا اس کے معنی خدا کی نسبت محال ہوں اور جس نام میں کوئی مانع نہیں وہ جائز ہے۔

شیخ ابو الحسن اشعریؒ کا یہ مذہب ہے یہ توقیف پر موقوف ہے پس خدا کے حق میں ایسے ہر اسم کا اطلاق جائز نہیں ہو سکتا جس کے معنی سے وہ موصوف ہے مگر جب کہ اس کی اجازت آئی ہو۔

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ جو لفظ اسم بن سکتا ہے وہ اذن شرع پر موقوف ہے اور جو وصف بن سکتا ہے وہ اذن پر موقوف نہیں بلکہ اگر صادق آتا ہے تو مباح ہے اگر کاذب (غیر صادق) ہے تو نہیں اس نکتہ کے سمجھنے کے لئے اسم اور وصف کا فرق معلوم کرنا ضروری ہے۔

واضح ہو کہ اسم وہ لفظ ہے جو مسمّٰی کی دلالت کے لئے موضوع ہو چنانچہ زید کا اسم

Marfat.com

زید ہے اور وہ شخص فی نفسہ سفید اور لمبا بھی ہے اور کوئی شخص اس کو یوں پکارے کہ "ارے او سفید" "ارے او لمبے" تو گویا اس نے اس کو وصف کے ساتھ پکارا اور اس کو پکارنا درست تھا لیکن اس نے اسم کے ساتھ پکارنے سے پہلوتہی کی کیونکہ اس کا اسم زید تھا سفید اور لمبا نہیں تھا اور اس کا فی نفسہ سفید اور لمبا ہونا اس امر پر دال نہیں ہے کہ یہ اس کے اسم ہیں بلکہ ہم اپنے بیٹے کا نام جو قاسم اور جامع رکھ دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان اسماء کے معنوں سے موصوف ہے بلکہ ان اسماء کی دلالت گو معنوی ہی ہے ایسی ہے جیسے زید اور عیسیٰ کی دلالت ہے بلکہ جب ہم کسی کا نام عبدالملک رکھتے ہیں تو اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ بادشاہ کا غلام ہے اور اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ عبدالملک عیسیٰ اور زید کی طرح ایک مفرد اسم ہے اور جب اس کو وصف کے ذیل میں ذکر کریں تو وہ مرکب کہلائیگا یہی حال عبداللہ کے اسم کا ہے اس لئے اسم عبداللہ کی جمع عبادلہ آتی ہے نہ کہ عباداللہ۔

جب اسم کے معنی تم سمجھ چکے تو اب واضح ہو کہ ہر شے کا اسم وہ ہے جس کے ساتھ وہ خود اپنے آپ کو موسوم کرے یا اسے "ولی" یا "والدین" "مالک" موسوم کرے اور تسمیہ یعنی اسم مقرر کرنا مسمیٰ کے حق میں تصرف ہے اور یہ تصرف ولایت کا متدعی ہے اور انسان کی ولایت یا تو اپنے آپ پر ہوتی ہے یا اپنے غلام پر، یا اپنے بیٹے پر اس لئے انہیں کا نام رکھنے کا حق ہو سکتا ہے اور اسی لئے اگر ان کے سوا کسی اور شخص کا نام رکھ دیا جائے تو وہ اسے ناپسند کرتا ہے اور خفا ہوتا ہے جب ہم انسانوں کے نام رکھنے کا حق نہیں رکھتے تو اللہ کا نام رکھنے کا ہمیں کیا حق حاصل ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک شمار میں آئے ہوئے ہیں جن کو خود آنحضرت ﷺ نے شمار کیا ہے اور فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں، احمد، اور محمد، اور المقفی، اور الماحی، اور العاقب، اور نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ اور نبی الملحمہ ہمیں اختیار نہیں ہے کہ تسمیہ کے طور پر ان ناموں میں کوئی اضافہ کریں ہاں آپ کے وصف کا ذکر کرنے کے طور پر کوئی اسم بول سکتے ہیں پس یہ کہنا جائز ہے کہ آنحضرت ﷺ عالم ہیں مرشد ہیں رشید ہیں ھدی ہیں وغیرہ جیسے کہ ہم زید کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ سفید ہے لمبا ہے اور یہ بطور تسمیہ نہیں کہتے بلکہ اس کے اوصاف کی اطلاع دینے کی غرض سے کہتے ہیں۔

بالجملہ یہ ایک فقہ کا مسئلہ ہے کیونکہ وہ ایک لفظ کی اباحت یا حرمت کا سوال ہے ہم کہتے ہیں کہ خدا کا نام رکھنے کی ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کا نام رکھنا جائز ہے

Marfat.com

اور رسول بلکہ عام اشخاص کا نام رکھنا جائز ہوا تو خدا کا نام رکھنا بطریق اولیٰ ناجائز ہونا چاہیے یہ ایک فقہی قیاس ہے اور اس قسم کے قیاس پر بہت سے شرعی احکام مبنی ہیں۔

وصف کے مباح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک امر کی خبر ہے اور خبر صدق و کذب پر منقسم ہوتی ہے شرع نے اصولاً کذب کی حرمت کا حکم دیا ہے اور وہ باستثنائے خاص صورتوں کے حلال ہے اور جس طرح زید کے حق میں یہ کہنا جائز ہے کہ وہ موجود ہے اس لئے کہ وہ فی الواقع موجود ہے۔

اسی طرح ہم اللہ کے حق میں بھی کہہ سکتے ہیں خواہ اس کے متعلق شرع کا حکم آیا ہو یا نہ آیا ہو اور ہم کہتے ہیں کہ وہ قدیم ہے گو ہم جانتے ہیں کہ شرع میں یہ نہیں آیا اور جس طرح ہم زید کے حق میں یہ نہیں کہتے کہ وہ لمبا اور سفید ہے تاکہ مبادا زید سن لے اور اس کو اظہار عجیب سمجھ کر رنجیدہ ہو جائے اس طرح اللہ تعالیٰ کے حق میں ہم ایسا لفظ ہرگز نہیں بول سکتے جس میں کچھ شائبہ نقص کا پایا جاتا ہو ہاں جن لفظوں میں نقص کا شائبہ نہ ہو یا وہ مدح پر دال ہوں ان کا اطلاق کرنا مباح ہے اور یہ اسی دلیل سے مباح ہے جس سے ایسے صدق کا مباح ہونا ثابت کیا گیا ہے جو حرمت کے عوارض سے پاک ہو اس لیئے بعض الفاظ کا اطلاق ممنوع ہے، مگر جب ان کے ساتھ کوئی قرینہ شامل ہو جاتا ہے تو جائز ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ کے حق میں یہ کہنا جائز نہیں کہ یازارع (اے زراعت کرنے والے) یا حارث (اے عورت کے شکم میں بیج بونے والے) ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ عورت سے صحبت کرنے والا حارث نہیں حقیقی حارث خدا ہے تخم ریزی کرنے والا زارع نہیں حقیقی خدا زارع ہے۔

تیرانداز تیر نہیں مارتا بلکہ خدا مارتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں بھی یہ نازل ہوا ہے؟ ﴿وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى﴾ یعنی جب تم نے کنکریوں کی مٹھی پھینکی تو خود تم نے نہیں پھینکی بلکہ خدا نے پھینکی تھی۔

اور ہم اللہ کے حق میں صرف یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ یامذلّ ہاں یوں کہینگے کہ یامعز یامذل کیونکہ جب یہ دونوں اسم جمع کیے جائیں گے تو وصف مدح بن جائینگے اس لئے کہ وہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تمام امور کی دونوں طرفیں اس کے قبضہ میں ہیں۔

اس طرح دعا میں اللہ کو اس کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ پکار سکتے ہیں جیسے اس نے حکم دیا ہے اور جب اسماء سے آگے بڑھیں تو صرف جلال و مدح کی صفات سے اس کو پکاریں گے پس یوں نہیں کہہ سکتے کہ یا موجود یا محرک، یا مسکن، یا یوں کہیں گے کہ یا مقیل العثرات، یا منزل

Marfat.com

البرکات، یا میسر کل عسیر جیسے ہم کسی انسان کو بلانا چاہیں تو یا تو اس کو اس کے نام سے پکاریں گے یا اس کی صفات مدح سے پکاریں گے مثلاً یا شریف یا فقیہ یوں نہ کہیں گے کہ ''ارے او لمبے'' ارے او سفید رنگ والے'' ہاں جب اس کی تحقیر منظور ہو تو ایسا کہہ سکتے ہیں اور جب ہم اس کی صفات کا ذکر کرنا چاہیں تو یوں کریں گے کہ وہ سفید رنگ والا اور سیاہ بالوں والا ہے'' اور اس کی ایسی صفت کا ذکر نہ کریں گے جس کو سنکر وہ ناپسند کرے اور وہ کسی ایسی ہی صفت کو ناپسند کرے گا جس میں نقص کے معنی پائے جائیں اور جب ہم سے پوچھا جائے کہ اشیاء کو حرکت دینے اور ساکن کرنے والا سیاہ وسفید بنانے والا کون ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی طرف افعال واوصاف کو منسوب کرنے کے لئے ہم کسی شرعی اذن کے منتظر نہ ہونگے بلکہ ہر صادق آجانے والی صفت کے متعلق اذن وارد ہو چکا ہے سوائے ان اوصاف کے جو کسی خاص وجہ سے مستثنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ موجود ہے موجد ہے مظہر ہے مخفی ہے مسعد ہے مشقی ہے مبقی ہے مغنی ہے اور ان سب کا اطلاق جائز ہے گو ان کے متعلق توقیف وارد نہیں ہوئی۔

سوال: تو پھر ہم خدا کو عارف، عاقل، فطن، (دانا) ذکی وغیرہ کیوں نہیں کہہ سکتے؟

جواب: ان اسماء اور جیسے دیگر اسماء کے اطلاق میں مانع صرف یہ ہے کہ ایہام پایا جاتا ہے اور جن اسماء میں ایہام پایا جاتا ہو ان کا اطلاق شرعی اذن کے بغیر جائز نہیں جیسے۔ الصبور الرحیم الحلیم، وغیرہ میں موجود ہے مگر ان کے متعلق اذان وارد ہو چکا ہے مگر مذکورہ اسماء کے متعلق اذن وارد نہیں ہوا یہاں ایہام یہ ہے کہ مثلاً عاقل سے مراد وہ شخص ہے جس کی سمجھ اس کو غلطی سے باز رکھتی ہو کیونکہ عقل کے معنی ہیں باز رکھنا چنانچہ کہا جاتا ہے عقلہ عقلہ یعنی اس کی عقل نے اس کو باز رکھا اور فطنت وذکاء سے مراد سرعت ادراک ہے جبکہ مدرک غائب ہو علی ہذا القیاس باقی اسماء پس اس قسم کے اسماء کے اطلاق کا مانع صرف وہی ہے جو ہو چکا اگر کوئی لفظ تحقیق کو پہنچ جائے تو پھر دونوں مفہوموں میں کوئی ایہام واقع نہیں ہوتا اور نہ شرع اس کی مانع ہے اور ہم بھی اس کا اطلاق قطعاً جائز سمجھتے ہیں۔

واللّٰہ اعلمُ بالصواب۔ والیہ المرجع المآب

الحمدللہ والمنۃ کہ دریں ایام فرخندہ فرجام کتاب مستطاب ہادئے شیخ وشاب

ازتصنیف زبدۃ العارفین پیشوائے سالکین حجۃ الاسلام امام عالی مقام

ابو حامد امام محمد الغزالی علیہ الرحمۃ

بوقت سعید باختتام رسید۔

Marfat.com

مشکوٰۃ الانوار

امام غزالیؒ

مترجمہ

(حافظ) حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

(فارغ درس نظامی، مولوی فاضل، منشی فاضل)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو انوار برسانے والا، نگاہیں کشادہ کرنے والا، اسرار ظاہر کرنے والا اور ہر حجابات دور کرنے والا ہے اور ان محمد رسول اللہ ﷺ جو کہ سراپا نور الانوار صفات حسنیٰ کے مالک زبردست اور غالب خدا کے پیارے اس خدا کی جانب سے خوشخبری سنانے والے جو سب سے زیادہ مغفرت کرنے والا اور اس ذات سے ڈرانے والے جو سب سے بڑا قہار ہے پر درود نازل ہو جو کفار کو تہ و بالا اور فساق فجار کو ذلیل و خوار کرنے والے ہیں اور ان کی پسندیدہ آل واصحاب پر بھی درود نازل ہو۔

اما بعد: اے مکرم بھائی خدا تعالیٰ تجھے طلب سعادت کی توفیق عطا فرمائے اور سعادت و نیک بختی کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے تیری رفتار تیز فرمائے تیری بینائی کو حقیقی نور سے سرنگین کرے اور تیرے دل کو ماسوا اللہ سے پاک کرے۔

تم نے مجھ سے جو سوال کیا ہے کہ میں تمہیں انوار ربانی کے وہ راز بتا دوں کہ جن کی صرف ظاہر آیات قرآنیہ اور احادیث مرد یہ اشارہ کرتی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض" یعنی (اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے) آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ نور خداوند کو شیشہ و چراغ اور زیتون کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا کے نور و ظلمت کے ستر پردے ہیں اگر وہ انھیں کھول دے تو اس کے چہرے کے انوار ہر اس شخص کو جلا دیں جو ان انوار کو آنکھوں سے دیکھے۔

تم نے مجھے اپنے سوال سے اتنی سخت اور دشوار گذار گھائی پر چڑھا دیا ہے کہ جس کی بلندی کی جانب دیکھنے والوں کی نگاہیں بھی جھک جاتی ہیں تم نے اپنے سوال سے اس در کو کھولنے کی کوشش کی ہے کہ جسے فاضل علماء اور راسخین فی العلم کے علاوہ کوئی کھول نہیں سکتا نیز یہ بھی ایک مسلمہ امر ہے کہ ہر راز کھولنے اور بیان کرنے کے قابل نہیں ہوتا اور ہر حقیقت نہ لوگوں

Marfat.com

کے سامنے کھولی جاسکتی ہے اور نہ بیان کی جاسکتی ہے صرف شرفاء کے قلوب ایسے ہیں جو رازوں کو مخفی رکھ سکتے ہیں۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ ربوبیت کے اسرار ظاہر کرنا کفر ہے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بعض اہل علم ایسے ہوتے ہیں جیسے مخفی خزانہ نہیں علمائے ربانی ہی جانتے ہیں ان کی بات کا وہی شخص انکار کرسکتا ہے جو معرفت خداوندی سے بے بہرہ ہو اور جب ایسے ناواقفوں کی کثرت ہوجائے تو اس وقت ایسے شریروں سے اسرار کو مخفی رکھنا ضروری ہے لیکن۔

میرا خیال یہ ہے کہ تیرا سینہ نور سے معمور اور تیرا دل غرور اور ظلمات سے پاک ہے اس لئے میں صرف انوار کے پرتو کی جانب اشارہ کرکے سمجھاؤں گا، اور تمام قسم کے حقائق ودقائق رمز وکنایہ ہی میں ظاہر کروں گا کیونکہ اہل علم سے علم کو روکنا اتنا ہی بڑا ظلم ہے جتنا کہ نا اہل کے سامنے علم کے اسرار ظاہر کرنا۔ شاعر کا قول ہے۔

فمن منح الجهال علماً اضاعه
ومن منع المستوجبين فقد ظلم
جس نے جہلاء کے سامنے علم ظاہر کیا
اور جس نے مستحقین سے علم روکا اس نے ظلم کیا

اب تم مختصر کنایات واشایات ہی پر اکتفا کرو کیونکہ اس کی تحقیق ایک اصول کی تمہید اور بہت سی فصول کی شرح کی متقاضی ہے جس کے لئے یہ وقت قطعاً نا کافی ہوگا اور نہ اس وقت اس جانب میرا ذہن متوجہ ہے کیونکہ دلوں کی چابیاں تو خدا کے ہاتھ میں ہے جب وہ چاہتا ہے اور جس کے ذریعہ چاہتا ہے انھیں کھول دیتا ہے۔ اس وقت میں صرف تین ابواب پر اکتفا کروں گا۔

باب اول

اقسام انوار

فی الواقع تو اصل نور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور دوسروں کی جانب جو اس کی نسبت کی جاتی ہے وہ محض مجازہ ہے ورنہ فی الواقع اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

اول تم اس نور کے معنی سمجھو جو عوام کے نزدیک ہیں دوسرے معنی وہ ہیں جو خواص کے

Marfat.com

نزدیک ہیں اور تیسرے معنی وہ ہے جس کے اخص الخواص قائل ہیں اس کے بعد خواص جس نور کے قائل ہیں اس کے درجات وحقائق بھی ذہن نشین کرلو تاکہ درجات کے اظہار کے وقت ہم یہ وضاحت کرسکیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی نور اعلیٰ ہے اور اظہار حقائق کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیں کہ وہی سچا اور حقیقی نور ہے جس میں یکتا ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

نور عامی

عوام کے نزدیک نور کی حقیقت یہ ہے کہ نور ظہور کا اشارہ ہے اور ظہور بھی ایک نسبتی امر ہے کیونکہ ہر شئے اپنے غیر کے لئے ظاہر بھی ہوتی اور اس سے چھپتی بھی ہے اس لحاظ سے وہ نسبتاً ظاہر ہوتی اور نسبتاً باطن، اس کے ظہور کو ادراکات سے منسوب کرنا ضروری ہے اور عوام کے نزدیک تمام ادراکات میں سب سے زیادہ قوی حواس خمسہ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ قوی حاسہ بصر ہے۔

بلحاظ حسن اشیاء

بلحاظ حسن اشیاء کی تین قسمیں ہیں اول وہ اشیاء جو بالذات دیکھی نہ جاسکتی ہوں جیسے سیاہ جسم، ثانیاً وہ اشیاء جو بالذات تو دیکھی جاسکتی ہیں لیکن ان کے ذریعہ اور کوئی شے نہیں دیکھی جاسکتی مثلاً روشن جسم، تارے، غیر روشن شدہ آگ، اور تیسری قسم کی وہ اشیاء ہیں جو خود بالذات دیکھی جاسکتی ہیں اور ان کے ذریعہ دیگر اشیاء کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً چاند، سورج، شعلہ زن آگ، اور چراغ وغیرہ نور اسی تیسری قسم کا نام ہے۔

کبھی نور کا اطلاق ان شعاعوں پر بھی ہوتا ہے جو روشن اجسام پر گزرتی ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زمین روشن ہوگئی یا جیسا کہ آفتاب کا نور زمین کو روشن کرتا یا چراغ کا نور در و دیوار کو روشن کرتا ہے ان سب کو نور کہا جاتا ہے۔

کبھی نور کا اطلاق ان اشیاء پر بھی ہوتا ہے جو فی نفسہ روشن ہیں خلاصہ یہ کہ نور سے مراد وہ شے ہے جو خود بھی دیکھی جاسکے اور اس کے ذریعہ دوسری چیز کو بھی دیکھ سکیں جیسا کہ آفتاب نور کی یہ تعریف وضع اول کے لحاظ سے ہے۔

نکتہ نور کی اصل ظہور و ادراک ہے اور وجود نور کا ادراک دیکھنے والی آنکھ پر موقوف ہے۔ کیونکہ نور کا فعل ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا ہے۔ لیکن نابینا کے حق میں نہ کوئی نور ظاہر

Marfat.com

ہے اور نہ کسی شے کو ظاہر کرنے والا جس سے ثابت ہوا کہ دیکھنے والی روح روح ظاہری کے مساوی ہے۔ جو کہ نور کو معلوم کرنے کے لئے ایک لازمی رکن ہے۔ پھر روح باصرہ یعنی قوت اور حاسہ بصر کو اس طرح فوقیت حاصل ہے کہ اسی قوت کے ذریعہ نور کا ادراک کیا جاتا ہے اور یہی نور کو محسوس کرتی ہے ورنہ بالذات نہ تو نور دریافت کرنے والا ہے اور نہ اس کے باعث کسی شئے کا ادراک ہوتا ہے بلکہ وہ ادراکات کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ اور نور کا نام نور رکھنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس نور کے دیکھنے والے کو نور کہا جائے اسی لئے محققین نے دیکھنے والی آنکھ کے نور پر نور کا نام نور رکھ دیا ہے۔

چمگادڑ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی آنکھ کا نور ضعیف ہے۔ چوندے کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی بینائی کا نور ضعیف ہے اندھے کے بارے میں بولا جاتا ہے کہ اس کا نور مفقود ہے سیاہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نور بصر کو جمع اور قوی کرتی ہے حکمت خداوندی نے اس لئے خاص طور پر پلکوں کو سیاہ بنایا اور اس سے نگاہ کو اسی لئے ڈھانپا تاکہ آنکھوں کی روشنی جمع رہے۔

سپیدی آنکھ کے نور کو پھاڑ دیتی ہے اور اس سے آنکھ کا نور ضعیف ہو جاتا ہے حتیٰ کہ تیز سپیدی اور آفتاب کے نور کی جانب دیکھنے سے آنکھ کا نور جاتا رہتا ہے (خواہ وہ عارضی طور پر ہو) کیونکہ قوی کے سامنے ضعیف ناپید ہو جاتا ہے۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ روح باصرہ کو نور کہا جاتا ہے اس کا نام نور کیوں رکھا گیا اور اس نام کی وہ زیادہ مستحق کیوں ہے یہ دوسری وضع ہے جو خواص کی وضع ہے۔

حقیقت

یہ بھی جان لو کہ آنکھ کا نور کئی قسم کے نقصانات سے متصف ہے مثلاً وہ غیر کو دیکھتا ہے لیکن خود کو دیکھنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح وہ نہ اس شے کو دیکھ سکتا ہے جو اس سے زیادہ دور ہو اور نہ اس شے کو جو اس سے زیادہ قریب ہو۔ اور نہ اس شے کو جو پس پردہ ہو یعنی یہ نور صرف ظاہری اشیاء کے حصہ کو دیکھتا ہے۔ لیکن باطن کو دیکھنے میں یہ قادر نہیں موجودہ حالت میں سے بعض کو دیکھتا ہے اور بعض کو نہیں دیکھتا اشیاء متناہیہ کو دیکھتا ہے لیکن غیر متناہی اشیاء کو نہیں دیکھ سکتا پھر دیکھنے میں اکثر غلطی بھی کھاتا ہے بڑی کی چھوٹی، بعید کو قریب، ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن دیکھتا ہے۔ یہ سات نقائص ہیں۔ جو نگاہ سے جدا نہیں کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی ان

Marfat.com

اور بھی ایسے اسماء ہیں جو احادیث کی تلاش سے مل سکتے ہیں۔

اگر افعال سے اسماء کا اشتقاق جائز قرار دیا جائے تو ایسے افعال بہت سے ہیں جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سے منسوب ہیں جیسے یکشف السّوء وہ مصیبت دور کرتا ہے ویقذف بالحق، اور وہ حق کو ظاہر کرتا ہے، ویفصل بینھم، اور ان کے مابین فیصلہ کرتا ہے وقضینا الیٰ بنی اسرائیل "اور ہم نے بنی اسرائیل کے بارہ میں فیصلہ کر دیا۔

پس ان افعال سے جو اسماء مشتق ہو سکتے ہیں وہ الکاشف اور القاذف بالحق اور الفاصل اور القاضی ہیں ایسے اسماء کا حصر و شمار نہیں یہاں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان آئے گا۔

الغرض یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اسمائے باری تعالیٰ صرف یہی ننانوے نہیں ہیں جن کی ہم نے شرح لکھی ہے بلکہ ہم نے شرح اسمائے باری تعالیٰ کے متعلق عام عادت کو ملحوظ رکھ کر ان پر اقتصار کیا ہے کیونکہ ایک مشہور روایت میں اسی قدر تعداد مروی ہے یہ شمار شدہ اسماء اور تفصیلات جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں صحیحین[1] میں نہیں ہے۔

صحیح حدیثوں میں آنحضرت ﷺ کا صرف یہ قول آیا ہے کہ "اللہ کے ننانوے نام ہیں" جو شخص ان سب کو پڑھے وہ جنت میں جائیگا رہا ان اسماء کا بیان اور تفصیل سو ان، میں مذکور نہیں۔

فقہاء اور علماء کا جن اسماء پر اتفاق ہوا ہے ان میں المرید اور المتکلم اور الموجود اور الشیء اور الذات، اور الازلی اور الابدی بھی شامل ہیں ان پر خدا کا اطلاق کرنا جائز ہے۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ یوں نہ کہو کہ رمضان آیا کیونکہ رمضان اللہ کے اسما میں سے ایک اسم ہے ہاں یوں کہو کہ ماہ رمضان آیا"۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ فرمایا آپ نے جو شخص کسی رنج یا غم میں مبتلا ہو اور پڑھے:۔

الھم انی عبدک وابن عبدک
وابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی
حکمک عدل فی قضاؤک اسئلک
بکل اسم سمیت به نفسک او انزلته

[1] صحیحین سے مراد حدیث کی وہ سب سے زیادہ معتبر اور صحیح کتابیں ہیں جن کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کہتے ہیں مترجم

Marfat.com

فی کتابک او علمته احداً من خلقک
او استأثرت به فی علم الغیب عندک
ان تجعل القرأن ربیع قلبی ونور
صدری وجلاء حزنی وذهاب همی

یعنی الٰہی میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں میری پریشانی تیرے ہاتھ میں ہے تیرا حکم مجھ پر جاری ہے تیری قضا مجھ پر عادلانہ ہے میں تجھ سے اس ہر اسم کے ساتھ جس کو تو نے اپنا نام مقرر کیا ہے یا تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اپنی کسی مخلوق کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب میں جو تیرے نزدیک ہے اس کو پسند کیا ہے یہ سوال کرتا ہوں کہ قرآن کو میرے دل کی بہار میرے سینہ کا نور میرے غم کی جلا میری فکر کا دور کرنے والا کر دے۔

تو اللہ اس کا غم و رنج دور کر دیگا اور بجائے ان کے خوشی اور فراغ بالی عطا کریگا۔

''استأثرت به فی علم الغیب عندک'' کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اسمائے باری صرف وہی نہیں جو مشہور روایت میں آئے ہیں۔

اب تمہارے دل میں سوال پیدا ہوگا کہ پھر ننانویں کی تعداد میں اسمائے باری تعالیٰ کو محصور کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اور اس نکتہ کا بیان کرنا بھی ضروری ہے چنانچہ آیندہ فصل میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسری فصل

اسمائے باری تعالیٰ میں سے ننانویں کی تخصیص کا فائدہ

اس فصل میں چند غور فکر کی باتیں درج ہیں، جن کو ہم سوال و جواب کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

سوال: کیا اسمائے باری تعالیٰ ننانوے سے زائد ہیں یا نہیں؟ اگر زائد ہیں تو ننانویں

Marfat.com

کی تخصیص کا کیا مطلب ہے مثلاً جو شخص ایک ہزار درہم کا مالک ہے تو اس کے حق میں یہ کہنا کب جائز ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس صرف ننانوے درہم ہیں گو ہزار میں ننانویں بھی آ جاتے ہیں لیکن ایک خاص تعداد کے ذکر سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے ماسوا کی نفی کی گئی ہے اگر اسماء ننانوے سے زائد نہیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ اسئلک بکل اسم سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او ستأثرت بہ فی علم الغیب عندک۔

اس سے تو صریحاً یہ پایا جاتا ہے کہ بعض اسماء خاص اسی کے علم میں ہیں اور اسی طرح بزرگان سلف کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص کو اسم اعظم معلوم ہے اور یہ امر انبیاء اور اولیاء کی طرف منسوب کیا جاتا تھا جس سے پایا جاتا ہے کہ یہ اسم ننانویں اسماء سے خارج ہے؟

جواب: قرین قیاس تو یہ بات ہے کہ مذکورہ احادیث و اخبار کی رو سے اسمائے باری ننانوے سے زائد ہیں، اور جس حدیث میں ان اسماء کا حصر مذکور ہے وہ ایک قضیہ پر نہیں بلکہ دو قضیوں پر شامل ہے اس کی مثال یہ کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک ہزار نوکر ہیں اب کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور اعلیٰ کے ننانویں نوکر ہیں جو شخص ان سے مدد حاصل کرلے دشمن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہاں یہ تخصیص ان نوکروں کی مدد حاصل کرنے کے لحاظ سے ہے یا تو اس وجہ سے کہ وہ ننادیں نوکر زیادہ طاقت ور ہیں اور یا اس لئے کہ ننانویں کی تعداد دفع اعدا کے لئے کافی ہے جس میں کسی مزید اضافہ کی ضرورت نہیں یہ تخصیص اس لحاظ سے نہیں کہ صرف وہی نوکر موجود ہیں۔

یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اسماء اس تعداد سے زائد ہوں اور حدیث کے الفاظ دو قضیوں پر مشتمل ہوں۔

ایک قضیہ یہ کہ "اللہ کے ننانویں نام ہیں"

دوسرا قضیہ یہ کہ "جو کوئی ان سب کو یاد کریگا وہ جنت میں جائے گا" حتی کہ اگر صرف ایک پہلے قضیہ پر بس کریں تو وہ مکمل کلام ہوگا بخلاف اس کے پہلی صورت میں صرف ایک پہلے قضیہ پر بس نہیں ہوسکتی تھی۔

یہ دوسرا احتمال اس حصر کے ظاہری مفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے جلد سمجھ میں آ جانے والا ہے لیکن دو وجہ سے بعید از قیاس ہے۔

ایک تو یہ کہ اس سے اس امر کی نفی ہوتی ہے کہ بعض اسماء ایسے بھی ہوسکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب میں اپنے لئے اختیار کیا ہے حالانکہ حدیث میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

Marfat.com

وہ یہ کہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سب کے سب اسماء کو یاد کرنے کی فضیلت صرف نبی یا کسی ولی کو حاصل ہوتی ہے جس کو اسم اعظم آتا ہوتا کہ اسماء کی تعداد پوری ہو سکے ورنہ اس کے بغیر تعداد ناقص رہے گی اور وصول جنت کے لئے سب کے سب اسماء یعنی ان کی مکمل تعداد شرط ہے پس حصر باطل ہے ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عام لوگوں کو سارے اسماء کے پڑھنے کی ترغیب دینے کے لئے یہ حصر بیان کیا ہے اور اسم اعظم کو عام لوگ نہیں جانتے۔

سوال : جب زیادہ قرین قیاس یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ننانویں سے زائد ہیں تو اگر ہم فرض کر لیں کہ یہ اسماء مثلاً ہزار ہونگے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہے کہ ان میں سے ننانویں اسماء کے یاد کرنے سے آدمی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے تو یہ ننانوے خاص خاص اسماء ہیں یا جونسے ننانویں اسماء گن لیں وہی کافی ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ ان کو پڑھنے والا بھی بہشت میں داخل ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور حتیٰ کہ اگر کوئی شخص **ابو ہریرہؓ** کی ایک روایت والے تمام اسماء کو پڑھے جو دوسری روایت میں آئے ہیں تو بھی بہشت کا مستحق ہو جاتا ہے جب کہ ہم دونوں روایتوں کے اسماء کو اسمائے باری تعالیٰ سمجھیں۔

جواب: بظاہر تو بات درست ہے کہ اس سے مراد ۹۹ معین اسماء ہیں۔ کیونکہ جب وہ متعین نہ ہونگے تو حصر و تخصیص کا فائدہ ظاہر ہوگا چنانچہ اگر کوئی کہے کہ بادشاہ کے ایک سو نوکر ایسے ہیں جو شخص ان کی مدد حاصل کرتا ہے دشمن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہ کہنا بھی درست ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کے بہت سے نوکر ہیں اور ان میں سے خاص نوکر ہوں، اور ان میں سے خاص نوکر جن کی تعداد ایک سو ہو قوت و شوکت میں ممتاز ہوں اور اگر تمام شاہی نوکروں میں سے خواہ کوئی نوکر ایک سو لے لیں اور ان سے یہ بات حاصل ہو سکتی تو کہنے والے کا مذکورہ قول اپنے طریق ادا کے لحاظ سے پورا نہیں اتریگا۔

سوال :صرف ۱۹۹ اسماء کی اس قضیہ سے کیا خصوصیت ہے باقی اسماء بھی تو خدا ہی کے ہیں؟

جواب: چونکہ اسماء معنوی جلالت کے لحاظ سے باہم متفاوت ہیں اس لئے ممکن ہے کہ فضیلت میں بھی ایک دوسرے سے متفاوت ہوں اور ہو سکتا ہے کہ ۱۹۹ اس قسم کے جلالی معنوں پر مشتمل ہوں جن پر دوسرے اسماء نہ ہوں اس لئے وہ سب سے برتر ہوں۔

سوال : کیا اسم اعظم میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل نہیں تو پھر اسم کیونکر اسم اعظم کہلا سکتا ہے جو ان اسمائے عظمیٰ سے خارج ہے اور اگر داخل ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ اسم

Marfat.com

اعظم صرف نبیوں اور ولیوں کو معلوم ہوتا ہے اور ۹۹ عام مشہور ہیں سنتے ہیں کہ آصف بن برخیاء بلقیس کے تخت کو لمحہ بھر میں لائے تھے تو وہ اسم اعظم جانتے تھے اور جو شخص اس کو جانتا ہے وہ بڑی بڑی کرامات رکھتا ہے۔

جواب: یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ اسم اعظم اُس تعداد سے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے خارج ہو، اور ان اسماء کی عظمت تمام مشہور و معروف اسماء کے مقابلہ میں ہو نہ کہ اسما کے مقابلہ میں جو انبیاء اولیاء کو معلوم ہیں اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اسم اعظم انہیں اسماء میں شامل ہو لیکن عام لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کونسا اسم ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے فرمایا نبی ﷺ نے کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔

وَالٰهکم اله وَّاحد لَآ اِلٰهَ الا هو الرحمنُ الرحيم (پ۲، ع۳)

اور لوگو تمہارا معبود تو وہی خدائے واحد ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے۔

دوسری آیت یہ سورہ آل عمران کی شروع کی آیت ہے:۔

الٓمّٓ اللّٰهُ لا الٰه الا هو الحی القیومُ۔ الم اللہ وہ ذات پاک ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا* پ۳

اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو یوں دعا مانگتے سنا:۔

الهم انی اسئلک بانی اشهد ان لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد"

خداوند میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس طرح کہ میں بالضرور اس امر کی گواہی دیتا ہوں تو اکیلا بے پرواہ ہے۔ جو نہ جنتا ہے۔ نہ جنا گیا ہے۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

تو فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس شخص نے خدا سے اس کے اسم اعظم کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے یہ وہ اسم ہے جس کے واسطہ سے سوال کیا جائے تو وہ پورا کر دیتا ہے اور دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

سوال: تمام اعداد میں سے صرف ۹۹ کی تخصیص کیوں ہے اور پھر اس کو بھی پورا کیوں نہ کر دیا گیا جس میں صرف ایک کی کسر ہے؟

جواب: اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ معانی شریفہ اس حد تک پہنچ گئے نہ اس لئے کہ ان کی تعداد بس ہوگئی بلکہ وہ اس عدد کے موافق آپڑے جیسے کہ صفات باری

Marfat.com

تعالیٰ اہل سنت کے نزدیک سات ہیں یعنی حیات علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام، نہ اس لئے کہ وہ سات ہیں بلکہ ربوبیت ان کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔

دوسرا احتمال جو ذرا زیادہ واضح ہے یہ ہے کہ اس کا سبب یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "مائة الا واحدو الله وتر یحب الوتر" یعنی ایک کم سو اور اللہ طاق ہے طاق ہی کو دوست رکھتا ہے۔

مگر اس احتمال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسماً ارادہ اور اختیار سے رکھے گئے ہیں نہ اس حیثیت سے کہ صفات شرف صرف انہیں میں منحصر ہیں ہوگا نہ کہ بالارادہ اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کی صفات اس لئے سات ہیں کہ وہ طاق ہے اور طاق ہی کو دوست رکھتا ہے بلکہ یہ اس کی ذات والہیت کے تقاضے سے ہے۔ نہ کے طاق ہونے کی وجہ سے اور اس میں عدد غیر متصور ہے بلکہ وہ کسی قصد کرنے والے کے قصد پر موقوف نہیں جو جفت کو چھوڑ کر طاق کا قصد کرے یہ بات اس احتمال کی تائید کر سکتی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے وہ صرف ۹۹ ہیں زیادہ نہیں اور اس نے ان کو سو اس لئے نہیں بنایا کہ وہ طاق عدد کو پسند کرتا ہے آئندہ ہم اس احتمال کی تائید کرنے والے امر کی طرف اشارہ کرینگے۔

سوال: یہ ۹۹ اسماء سب کے سب رسول اللہ ﷺ نے جمع کرانے کی غرض سے بیان کر دیے ہیں یا یہ کام اس شخص کے لئے چھوڑ دیا ہے جو قرآن و حدیث اور آثار سے ان کو جمع کر سکتا ہو؟

جواب: ظاہر بات جو مشہور تر بھی ہے یہ ہے کہ ان تمام اسماء کو رسول اللہ ﷺ نے جمع کرنے کی غرض سے بیان کر دیا ہے چنانچہ ان کو حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا ہے کیونکہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے ان تمام کو پڑھنے کی ترغیب ثابت ہوتی ہے اور اگر ان تمام کو رسول اللہ ﷺ بطور جمع بیان نہ کر دیتے تو لوگوں کو ان کا معلوم کرنا مشکل تھا۔

مذکورہ دلیل سے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے اور جمہور نے ان کی اس مشہور روایت کو تسلیم کیا ہے جس کے مطابق ہم نے اسماء کی یہ شرح لکھی ہے۔

امام احمد اور بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کے متعلق خوب بحث کی ہے اور کہا ہے کہ اس روایت میں ضعف ہے۔

اور ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں اس کے متعلق ایسی روایت ظاہر کی

Marfat.com

ہے جس سے اس روایت کے ضعف کا اشارہ پایا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں، محدثین نے اس کے متعلق تین خاص امور کا ذکر کیا ہے۔

(۱) اول تو یہ کہ ابو ہریرہؓ سے یہ روایت مضطرب ہے کیونکہ ان سے دو روایتیں مروی ہیں اور دونوں کے مابین ابدال و تعبیر میں بڑا فرق ہے۔

(۲) دوم اس روایت میں حنان اور منان اور رمضان وغیرہ ان اسماء الٰہیہ کا ذکر نہیں جو احادیث سے ثابت ہیں۔

(۳) سوم صحیح حدیث میں صرف تعداد کا ذکر ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا قول صرف اتنا ہے کہ اللہ کے ننانویں نام ہیں جو شخص ان سب کو یاد کرتا ہے وہ جنت میں جائیگا۔

وہاں اسماء کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کا ذکر ایک دوسری غریب روایت میں ہے جس کے اسناد میں ضعف ہے اور اس عدد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ اسماء نہیں ہیں مگر ہم یہ احتمال دکھا چکے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روائیت میں بعض اسماء چھوٹ گئے ہیں۔

جس روایت میں اسماء کا شمار درج ہے اگر ہم اس کا ضعیف قرار دیں تو تمام اعتراضات رفع ہو سکتے ہیں چنانچہ ہم کہیں گے کہ اسمائے باری تعالیٰ صرف ننادیں ہیں۔ جن کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مقرر فرمایا ہے ان کو پورے ۱۰۰ اس لیے نہیں بنایا کہ وہ طاق ہیں اور طاق ہی کو پسند کرتا ہے۔

ان اسماء میں حنان اور منان وغیرہ بھی داخل ہیں یہ تمام اسماء قرآن و حدیث میں غور و خوض کیے بدوں معلوم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں سے کچھ اسماء تو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور کچھ حدیث میں۔

میں نے بلاد مغرب کے ایک حافظ کے سوا اور کوئی عالم نہیں دیکھا جس نے ان اسماء کو جمع کرنے کی کوشش کی ہو اس شخص کا نام ابن حزم ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے اسی ۱۸۰ اسماء باری تعالیٰ معلوم ہوئے ہیں جو قرآن حدیث اور صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں باقی اسماء بھی حدیثوں میں اجتہادی غور و فکر کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں میرے خیال میں ان کو وہ حدیث نہیں پہنچی جس میں اسمائے باری تعالیٰ کا شمار درج ہے اور اگر پہنچی ہے تو اس کی اسناد کو ضعیف سمجھا ہو گا یا ان کو چھوڑ کر ان روایات کی طرف رجوع کیا ہو گا جو صحیح احادیث میں آئے ہیں پس جو شخص اس طریق سے ان اسماء کو جمع کر کے یاد کرے اس کو اس اجتہاد میں سخت تکلیف اٹھانی پڑے گی ایسا شخص فی الواقع جنت میں جانے کے لائق ہے بخلاف ان کے ان اسماء کو یکبارگی زبانی یاد کر لینا سہل ہے

Marfat.com

جو مشہور روایت میں آئے ہیں ہاں صحیح احادیث کے بعض الفاظ میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ من حفظها دخل الجنة ”جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں جائیگا، اور حفظ کے لئے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں پڑتی۔

یہ وہ احتمالات ہیں جو اس حدیث کے متعلق سوجھے ہیں جن میں سے بعض باتیں ایسی ہیں جو پہلے کسی کو نہیں سوجھیں۔ اور وہ اجتہادی امور ہیں۔ جو ذوق سلیم کے ذریعہ معلوم کیے جاتے ہیں کیونکہ درجہ عقل سے بالاتر ہیں۔ واللہ اعلم

تیسری فصل

اس امر کا بیان کہ اسمائے باری تعالیٰ توقیف پر موقوف ہیں یا بطریق عقل جائز ہیں

قاضی ابو بکرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بطریق عقل جائز ہے مگر ایسا نام جائز نہیں جس سے شرع نے منع کیا ہو یا اس کے معنی خدا کی نسبت محال ہوں اور جس نام میں کوئی مانع نہیں وہ جائز ہے۔

شیخ ابوالحسن اشعریؒ کا یہ مذہب ہے یہ توقیف پر موقوف ہے پس خدا کے حق میں ایسے ہر اسم کا اطلاق جائز نہیں ہو سکتا جس کے معنی سے وہ موصوف ہے مگر جب کہ اس کی اجازت آئی ہو۔

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ جو لفظ اسم بن سکتا ہے وہ اذان شرع پر موقوف ہے اور جو وصف بن سکتا ہے وہ اذن پر موقوف نہیں بلکہ اگر صادق آتا ہے تو مباح ہے اگر کاذب (غیر صادق) ہے تو نہیں اس نکتہ کے سمجھنے کے لئے اسم اور وصف کا فرق معلوم کرنا ضروری ہے۔

واضح ہو کہ اسم وہ لفظ ہے جو مسمی کی دلالت کے لئے موضوع ہو چنانچہ زید کا اسم

Marfat.com

زید ہے اور وہ شخص فی نفسہ سفید اور لمبا بھی ہے اور کوئی شخص اس کو یوں پکارے کہ "ارے او سفید" "ارے او لمبے" تو گویا اس نے اس کو وصف کے ساتھ پکارا اور اس کو پکارنا درست تھا لیکن اس نے اسم کے ساتھ پکارنے سے پہلوتہی کی کیونکہ اس کا اسم زید تھا سفید اور لمبا نہیں تھا اور اس کا فی نفسہ سفید اور لمبا ہونا اس امر پر دال نہیں ہے کہ یہ اس کے اسم ہیں بلکہ ہم اپنے بیٹے کا نام جو قاسم اور جامع رکھ دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان اسماء کے معنوں سے موصوف ہے بلکہ ان اسماء کی دلالت گو معنوی ہی ہے ایسی ہے جیسے زید اور عیسیٰ کی دلالت ہے بلکہ جب ہم کسی کا نام عبدالملک رکھتے ہیں تو اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ بادشاہ کا غلام ہے اور اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ عبدالملک عیسیٰ اور زید کی طرح ایک مفرد اسم ہے اور جب اس کو وصف کے ذیل میں ذکر کریں تو وہ مرکب کہلائیگا یہی حال عبداللہ کے اسم کا ہے اس لئے اسم عبداللہ کی جمع عبادلہ آتی ہے نہ کہ عباداللہ۔

جب اسم کے معنی تم سمجھ چکے تو اب واضح ہو کہ ہر شے کا اسم وہ ہے جس کے ساتھ وہ خود اپنے آپ کو موسوم کرے یا اسے "ولی" یا "والدین" "مالک" موسوم کرے اور تسمیہ یعنی اسم مقرر کرنا مسمی کے حق میں تصرف ہے اور یہ تصرف ولایت کا مستدعی ہے اور انسان کی ولایت یا تو اپنے آپ پر ہوتی ہے یا اپنے غلام پر، یا اپنے بیٹے پر اس لئے انہیں کا نام رکھنے کا حق ہوسکتا ہے اور اسی لئے اگر ان کے سوا کسی اور شخص کا نام رکھ دیا جائے تو وہ اسے ناپسند کرتا ہے اور خفا ہوتا ہے جب ہم انسانوں کے نام رکھنے کا حق نہیں رکھتے تو اللہ کا نام رکھنے کا ہمیں کیا حق حاصل ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک شمار میں آئے ہوئے ہیں جن کو خود آنحضرت ﷺ نے شمار کیا ہے اور فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں، احمد، اور محمد، اور المقفی، اور الماحی، اور العاقب، اور نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ اور نبی الملحمہ ہمیں اختیار نہیں ہے کہ تسمیہ کے طور پر ان ناموں میں کوئی اضافہ کریں ہاں آپ کے وصف کا ذکر کرنے کے طور پر کوئی اسم بول سکتے ہیں پس یہ کہنا جائز ہے کہ آنحضرت ﷺ عالم ہیں مرشد ہیں رشید ہیں ھدی ہیں وغیرہ جیسے کہ ہم زید کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ سفید ہے لمبا ہے اور یہ بطور تسمیہ نہیں کہتے بلکہ اس کے اوصاف کی اطلاع دینے کی غرض سے کہتے ہیں۔

بالجملہ یہ ایک فقہ کا مسئلہ ہے کیونکہ وہ ایک لفظ کی اباحت یا حرمت کا سوال ہے ہم کہتے ہیں کہ خدا کا نام رکھنے کی ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کا نام رکھنا جائز ہے

Marfat.com

اور رسول بلکہ عام اشخاص کا نام رکھنا جائز ہوا تو خدا کا نام رکھنا بطریق اولیٰ ناجائز ہونا چاہیے یہ ایک فقہی قیاس ہے اور اس قسم کے قیاس پر بہت سے شرعی احکام مبنی ہیں۔

وصف کے مباح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک امر کی خبر ہے اور خبر صدق و کذب پر منقسم ہوتی ہے شرع نے اصولاً کذب کی حرمت کا حکم دیا ہے اور وہ باستثنائے خاص صورتوں کے خلال ہے اور جس طرح زید کے حق میں یہ کہنا جائز ہے کہ وہ موجود ہے اس لئے کہ وہ فی الواقع موجود ہے۔

اسی طرح ہم اللہ کے حق میں بھی کہہ سکتے ہیں خواہ اس کے متعلق شرع کا حکم آیا ہو یا نہ آیا ہو اور ہم کہتے ہیں کہ وہ قدیم ہے گو ہم جانتے ہیں کہ شرع میں یہ نہیں آیا اور جس طرح ہم زید کے حق میں یہ نہیں کہتے کہ وہ لمبا اور سفید ہے تاکہ مبادا زید سن لے اور اس کو اظہار عجیب سمجھ کر رنجیدہ ہو جائے اس طرح اللہ تعالیٰ کے حق میں ہم ایسا لفظ ہرگز نہیں بول سکتے جس میں کچھ شائبہ نقص کا پایا جاتا ہو ہاں جن لفظوں میں نقص کا شائبہ نہ ہو یا وہ مدح پر دال ہوں ان کا اطلاق کرنا مباح ہے اور یہ اسی دلیل سے مباح ہے جس سے ایسے صدق کا مباح ہونا ثابت کیا گیا ہے جو حرمت کے عوارض سے پاک ہو اس لیئے بعض الفاظ کا اطلاق ممنوع ہے، مگر جب ان کے ساتھ کوئی قرینہ شامل ہو جاتا ہے تو جائز ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ کے حق میں یہ کہنا جائز نہیں کہ یازارع (اے زراعت کرنے والے) یا حارث (اے عورت کے شکم میں بیج بونے والے) ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ عورت سے صحبت کرنے والا حارث نہیں حقیقی حارث خدا ہے تخم ریزی کرنے والا زارع نہیں حقیقی خدا زارع ہے۔

تیرانداز تیر نہیں مارتا بلکہ خدا مارتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں بھی یہ نازل ہوا ہے؟ ﴿وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ﴾ یعنی جب تم نے کنکریوں کی مٹھی پھینکی تو خود تم نے نہیں پھینکی بلکہ خدا نے پھینکی تھی۔

اور ہم اللہ کے حق میں صرف یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ یامذلّ ہاں یوں کہینگے کہ یامعز یامذل کیونکہ جب یہ دونوں اسم جمع کیے جائیں گے تو وصف مدح بن جائینگے اس لئے کہ وہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تمام امور کی دونوں طرفیں اس کے قبضہ میں ہیں۔

اس طرح دعا میں اللہ کو اس کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ پکار سکتے ہیں جیسے اس نے حکم دیا ہے اور جب اسماء سے آگے بڑھیں تو صرف جلال و مدح کی صفات سے اس کو پکاریں گے پس یوں نہیں کہہ سکتے کہ یا موجود یا محرک، یاساکن، یا یوں کہیں گے کہ، یا مقیل العثرات، یا منزل

Marfat.com

البرکات، یا میسر کل عسیر جیسے ہم کسی انسان کو بلانا چاہیں تو یا تو اس کو اس کے نام سے پکاریں گے یا اس کی صفات مدح سے پکاریں گے مثلاً یا شریف یا فقیہ یوں نہ کہیں گے کہ ''ارے او لمبے'' ارے او سفید رنگ والے'' ہاں جب اس کی تحقیر منظور ہو تو ایسا کہہ سکتے ہیں اور جب ہم اس کی صفات کا ذکر کرنا چاہیں تو یوں کریں گے کہ وہ سفید رنگ والا اور سیاہ بالوں والا ہے'' اور اس کی ایسی صفت کا ذکر نہ کریں گے جس کو سنکر وہ ناپسند کرے اور وہ کسی ایسی ہی صفت کو ناپسند کرے گا جس میں نقص کے معنی پائے جائیں اور جب ہم سے پوچھا جائے کہ اشیاء کو حرکت دینے اور ساکن کرنے والا سیاہ وسفید بنانے والا کون ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی طرف افعال واوصاف کو منسوب کرنے کے لئے ہم کسی شرعی اذن کے منتظر نہ ہونگے بلکہ ہر صادق آجانے والی صفت کے متعلق اذاوار ہو چکا ہے سوائے ان اوصاف کے جو کسی خاص وجہ سے مستثنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ موجود ہے موجد ہے مظہر ہے مخفی ہے مسعد ہے مشقی ہے منقی ہے مغنی ہے اور ان سب کا اطلاق جائز ہے گو ان کے متعلق توقیف وارد نہیں ہوئی۔

سوال: تو پھر ہم خدا کو عارف، عاقل، فطن، (داتا) ذکی وغیرہ کیوں نہیں کہہ سکتے؟

جواب: ان اسماء اور جیسے دیگر اسماء کے اطلاق میں مانع صرف یہ ہے کہ ایہام پایا جاتا ہے اور جن اسماء میں ایہام پایا جاتا ہو ان کا اطلاق شرعی اذن کے بغیر جائز نہیں جیسے۔ الصبور الرحیم الحلیم ،وغیرہ میں موجود ہے مگر ان کے متعلق اذان وارد ہو چکا ہے مگر مذکورہ اسماء کے متعلق اذن وارد نہیں ہوا یہاں ایہام یہ ہے کہ مثلاً عاقل سے مراد وہ شخص ہے جس کی سمجھ اس کو غلطی سے باز رکھتی ہو کیونکہ عقل کے معنی ہیں باز رکھنا چنانچہ کہا جاتا ہے عقلہ عقلہ یعنی اس کی عقل نے اس کو باز رکھا اور فطنت وذکاء سے مراد سرعت ادراک ہے جبکہ مدرک غائب ہو علیٰ ہذا القیاس باقی اسماء پس اس قسم کے اسماء کے اطلاق کا مانع صرف وہی ہے ہو چکا اگر کوئی لفظ تحقیق کو پہنچ جائے تو پھر دونوں مفہوموں میں کوئی ایہام واقع نہیں ہوتا اور نہ شرع اس کی مانع ہے اور ہم بھی اس کا اطلاق قطعاً جائز سمجھتے ہیں۔

واللہ اعلمُ بالصواب والیہ المرجع المآب

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام فرخندہ فرجام کتاب مستطاب ہادیٔ شیخ وشباب

از تصنیف زبدۃ العارفین پیشوائے سالکین حجۃ الاسلام امام عالی مقام

ابو حامد امام محمد الغزالی علیہ الرحمۃ

بوقت سعید باختتام رسید

Marfat.com

مشکوٰۃ الانوار

امام غزالیؒ

مترجمہ

(حافظ) حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

(فارغ درس نظامی، مولوی فاضل، منشی فاضل)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو انوار برسانے والا، نگاہیں کشادہ کرنے والا، اسرار ظاہر کرنے والا اور ہر حجابات دور کرنے والا ہے اور ان محمد رسول اللہ ﷺ جو کہ سراپا نور الانوار صفات حسنیٰ کے مالک زبردست اور غالب خدا کے پیارے اس خدا کی جانب سے خوشخبری سنانے والے جو سب سے زیادہ مغفرت کرنے والا اور اس ذات سے ڈرانے والے جو سب سے بڑا قہار ہے پر درود نازل ہو جو کفار کو تہ و بالا اور فساق فجار کو ذلیل و خوار کرنے والے ہیں اور ان کی پسندیدہ آل واصحاب پر بھی درود نازل ہو۔

اما بعد:۔ اے مکرم بھائی خدا تعالیٰ تجھے طلب سعادت کی توفیق عطا فرمائے اور سعادت و نیک بختی کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے تیری رفتار تیز فرمائے تیری بینائی کو حقیقی نور سے سرگین کرے اور تیرے دل کو ماسوا اللہ سے پاک کرے۔

تم نے مجھ سے جو سوال کیا ہے کہ میں تمہیں انوار ربانی کے وہ راز بتادوں کہ جن کی صرف ظاہر آیات قرآنیہ اور احادیث مرویہ اشارہ کرتی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض" یعنی (اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا نور ہے) آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ نور خداوند کو شیشہ و چراغ اور زیتون کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا کے نور وظلمت کے ستر پردے ہیں اگر وہ انھیں کھول دے تو اس کے چہرے کے انوار ہر اس شخص کو جلادیں جو ان انوار کو آنکھوں سے دیکھے۔

تم نے مجھے اپنے سوال سے اتنی سخت اور دشوار گذار گھاٹی پر چڑھایا ہے کہ جس کی بلندی کی جانب دیکھنے والوں کی نگاہیں بھی جھک جاتی ہیں تم نے اپنے سوال سے اس در کو کھولنے کی کوشش کی ہے کہ جسے فاضل علماء اور راسخین فی العلم کے علاوہ کوئی کھول نہیں سکتا نیز یہ بھی ایک مسلمہ امر ہے کہ ہر راز کھولنے اور بیان کرنے کے قابل نہیں ہوتا اور ہر حقیقت نہ لوگوں

Marfat.com

کے سامنے کھولی جاسکتی ہے اور نہ بیان کی جاسکتی ہے صرف شرفاء کے قلوب ایسے ہیں جو رازوں کو مخفی رکھ سکتے ہیں۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ ربوبیت کے اسرار ظاہر کرنا کفر ہے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بعض اہل علم ایسے ہوتے ہیں جیسے مخفی خزانہ نہیں علمائے ربانی ہی جانتے ہیں ان کی بات کا وہی شخص انکار کرسکتا ہے جو معرفت خداوندی سے بے بہرہ ہو اور جب ایسے ناواقفوں کی کثرت ہو جائے تو اس وقت ایسے شریروں سے اسرار کو مخفی رکھنا ضروری ہے لیکن۔

میرا خیال یہ ہے کہ تیرا سینہ نور سے معمور اور تیرا دل غرور اور ظلمات سے پاک ہے اس لئے میں صرف انوار کے پرتو کی جانب اشارہ کر کے سمجھاؤں گا، اور تمام قسم کے حقائق ودقائق رمز و کنایہ ہی میں ظاہر کروں گا کیونکہ اہل علم سے علم کو روکنا اتنا ہی بڑا ظلم ہے جتنا کہ نا اہل کے سامنے علم کے اسرار ظاہر کرنا۔ شاعر کا قول ہے

فمن منح الجهال علماً اضاعه
ومن منع المستوجبين فقدظلم

جس نے جہلاء کے سامنے علم ظاہر کیا
اور جس نے مستحقین سے علم روکا اس نے ظلم کیا

اب تم مختصر کنایات واشایات ہی پر اکتفا کرو کیونکہ اس کی تحقیق ایک اصول کی تمہید اور بہت سی فصول کی شرح کی متقاضی ہے جس کے لئے یہ وقت قطعاً ناکافی ہوگا اور نہ اس وقت اس جانب میرا ذہن متوجہ ہے کیونکہ دلوں کی چابیاں تو خدا کے ہاتھ میں ہے جب وہ چاہتا ہے اور جس کے ذریعہ چاہتا ہے انھیں کھول دیتا ہے۔ اس وقت میں صرف تین ابواب پر اکتفا کروں گا۔

باب اول

اقسام انوار

فی الواقع تو اصل نور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور دوسروں کی جانب جو اس کی نسبت کی جاتی ہے وہ محض مجازہ ہے ورنہ فی الواقع اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

اول تم اس نور کے معنی سمجھو جو عوام کے نزدیک ہیں دوسرے معنی وہ ہیں جو خواص کے

Marfat.com

نزدیک ہیں اور تیسرے معنی وہ ہے جس کے اخص الخواص قائل ہیں اس کے بعد خواص جس نور کے قائل ہیں اس کے درجات وحقائق بھی ذہن نشین کرلو تاکہ درجات کے اظہار کے وقت ہم یہ وضاحت کرسکیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی نور اعلیٰ ہے اور اظہار حقائق کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیں کہ وہی سچا اور حقیقی نور ہے جس میں یکتا ہے اور اس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

نور عامی

عوام کے نزدیک نور کی حقیقت یہ ہے کہ نور ظہور کا اشارہ ہے اور ظہور بھی ایک نسبتی امر ہے کیونکہ ہر شئے اپنے غیر کے لئے ظاہر بھی ہوتی اور اس سے چھپتی بھی ہے اس لحاظ سے وہ نسبتاً ظاہر ہوتی اور نسبتاً باطن، اس کے ظہور کو ادراکات سے منسوب کرنا ضروری ہے اور عوام کے نزدیک تمام ادراکات میں سب سے زیادہ قوی حواس خمسہ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ قوی حاسہ بصر ہے۔

بلحاظ حسن اشیاء

بلحاظ حسن اشیاء کی تین قسمیں ہیں اول وہ اشیاء جو بالذات دیکھی نہ جاسکتی ہوں جیسے سیاہ جسم، ثانیاً وہ اشیاء جو بالذات تو دیکھی جاسکتی ہیں لیکن ان کے ذریعہ اور کوئی شے نہیں دیکھی جاسکتی مثلاً روشن جسم، تارے، غیر روشن شدہ آگ، اور تیسری قسم کی وہ اشیاء ہیں جو خود بالذات دیکھی جاسکتی ہیں اور ان کے ذریعہ دیگر اشیاء کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً چاند، سورج، شعلہ زن آگ، اور چراغ وغیرہ نور اسی تیسری قسم کا نام ہے۔

کبھی نور کا اطلاق ان شعاعوں پر بھی ہوتا ہے جو روشن اجسام پر گزرتی ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زمین روشن ہوگئی یا جیسا کہ آفتاب کا نور زمین کو روشن کرتا یا چراغ کا نور در و دیوار کو روشن کرتا ہے ان سب کو نور کہا جاتا ہے۔

کبھی نور کا اطلاق ان اشیاء پر بھی ہوتا ہے جو فی نفسہ روشن ہیں خلاصہ یہ کہ نور سے مراد وہ شئے ہے جو خود بھی دیکھی جاسکے اور اس کے ذریعہ دوسری چیز کو بھی دیکھ سکیں جیسا کہ آفتاب نور کی یہ تعریف وضع اول کے لحاظ سے ہے۔

نکتہ نور کی اصل ظہور و ادراک ہے اور وجود نور کا ادراک دیکھنے والی آنکھ پر موقوف ہے۔ کیونکہ نور کا فعل ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا ہے۔ لیکن نابینا کے حق میں نہ کوئی نور ظاہر

Marfat.com

ہے اور نہ کسی شے کو ظاہر کرنے والا جس سے ثابت ہوا کہ دیکھنے والی روح روح ظاہری کے مساوی ہے۔ جو کہ نور کو معلوم کرنے کے لئے ایک لازمی رکن ہے۔ پھر روح باصرہ یعنی قوت اور حاسہ بصر کو اس طرح فوقیت حاصل ہے کہ اسی قوت کے ذریعہ نور کا ادراک کیا جاتا ہے اور یہی نور کو محسوس کرتی ہے ورنہ بالذات نہ تو نور دریافت کرنے والا ہے اور نہ اس کے باعث کسی شئے کا ادراک ہوتا ہے بلکہ وہ ادراکات کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ اور نور کا نام نور رکھنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس نور کے دیکھنے والے کو نور کہا جائے اسی لئے محققین نے دیکھنے والی آنکھ کے نور پر نور کا نام نور رکھ دیا ہے۔

چمگادڑ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی آنکھ کا نور ضعیف ہے۔ چوندے کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی بینائی کا نور ضعیف ہے اندھے کے بارے میں بولا جاتا ہے کہ اس کا نور مفقود ہے سیاہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نور بصر کو جمع اور قوی کرتی ہے حکمت خداوندی نے اس لئے خاص طور پر پلکوں کو سیاہ بنایا اور اس سے نگاہ کو اسی لئے ڈھانپا تا کہ آنکھوں کی روشنی جمع رہے۔

سپیدی آنکھ کے نور کو پھاڑ دیتی ہے اور اس سے آنکھ کا نور ضعیف ہو جاتا ہے حتیٰ کہ تیز سپیدی اور آفتاب کے نور کی جانب دیکھنے سے آنکھ کا نور جاتا رہتا ہے (خواہ وہ عارضی طور پر ہو) کیونکہ قوی کے سامنے ضعیف ناپید ہو جاتا ہے۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ روح باصرہ کو نور کہا جاتا ہے اس کا نام نور کیوں رکھا گیا اور اس نام کی وہ زیادہ مستحق کیوں ہے یہ دوسری وضع ہے جو خواص کی وضع ہے۔

حقیقت

یہ بھی جان لو کہ آنکھ کا نور کئی قسم کے نقصانات سے متصف ہے مثلاً وہ غیر کو دیکھتا ہے لیکن خود کو دیکھنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح وہ نہ اس شے کو دیکھ سکتا ہے جو اس سے زیادہ دور ہو اور نہ اس شے کو جو اس سے زیادہ قریب ہو۔ اور نہ اس شے کو جو پس پردہ ہو یعنی یہ نور صرف ظاہری اشیاء کے حصہ کو دیکھتا ہے۔ لیکن باطن کو دیکھنے میں یہ قادر نہیں موجودہ حالت میں سے بعض کو دیکھتا ہے اور بعض کو نہیں دیکھتا اشیاء متناہیہ کو دیکھتا ہے لیکن غیر متناہی اشیاء کو نہیں دیکھ سکتا پھر دیکھنے میں اکثر غلطی بھی کھاتا ہے بڑی کی چھوٹی، بعید کو قریب، ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن دیکھتا ہے۔ یہ سات نقائص ہیں۔ جو نگاہ سے جدا نہیں کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی ان

Marfat.com

تمام عیوب سے پاک ہے تو وہی اسم نور کے زیادہ لائق ہے۔

اب معلوم ہوا کہ انسان کے دل میں ایک آنکھ ہے جس میں ایک کمال صفت ہے اور وہی آنکھ ہے جسے عقل و روح اور نفس سے تعبیر کرتے ہیں لیکن تمام تاویلات کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ جب تاویلات بڑھ جاتی ہیں تو ضعیف العقل اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ان کے معنی بہت ہیں۔

اس لئے ہم وہی معنی مراد لیتے ہیں جس سے عاقل مرد، شیر خوار بچے، دیوانہ اور چوپائے سے ممتاز ہو جائے۔ اور جسے جمہوری اصطلاح میں عقل کہا جاتا ہے اور اسی لئے ہم اس بات کے قائل ہیں کہ عقل کا نام نور رکھنا ظاہری آنکھ کی بہ نسبت زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ ساتوں نقائص سے پاک ہے۔

فرق مراتب

آنکھ خود کو نہیں دیکھ سکتی لیکن عقل جیسے دوسروں کو دیکھتی ہے خود کو بھی دیکھ سکتی ہے اپنی صفات بھی معلوم کر لیتی ہے کیونکہ خود کو عالم و قادر سمجھتی ہے اپنے نفس کے علم کو بھی جانتی ہے اور علم کے علم کو بھی جانتی ہے الیٰ غیر النہایہ۔ اور یہ خاصیت ان میں موجود نہیں جن کا ادراک حواس سے ہوتا ہے اسکے سوا اور بھی اسرار ہیں جن کی شرح طویل ہے۔ ۲ جو حد سے زیادہ قریب ہو یا حد سے زیادہ بعید نگاہ اسے معلوم کرنے سے قاصر ہے لیکن عقل کے نزدیک قریب و بعید یکساں ہیں اور ایک ہی لحہ مین تمام آسمانون کی سیر کرتی اور ایک دم میں زمین کی تہ تک پہنچ جاتی ہے بلکہ فی الواقع اجسام میں جو قرب و بعد ہے وہ اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ کیونکہ وہ خدا کے سمندرون کا ایک نشان اور نمونہ ہے اور نمونہ اپنے اصل کے مشابہ ہوتا ہے اگر اس کے مساوی نہ ہو اس حدیث کا راز عیاں ہوتا ہے۔ "ان اللہ خلق ادم علی صورتہ" (اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) ہماری اس تقریر پر مزید غور و فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔

نوٹ: حدیث مذکور میں علماء نے صورت سے صفات مراد لی ہیں ورنہ اللہ تعالی صورت سے منزہ ہے نیز یہ بھی غور طلب ہے کہ صورتہ کی ضمیر کس جانب راجع ہے اللہ کی جانب یا آدم کی جانب اور یہ قاعدہ کہ اسم ضمیر قریب کے جانب راجع ہوتا ہے اور قریب آدم واقع ہے نہ کہ اللہ تو اس صورت مین حدیث مذکور کے معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالی نے آدم کو انھیں کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ یعنی وہ اپنی صورت میں یکتا ہے اور کوئی دوسری مخلوق بلحاظ صورت انسان کے

Marfat.com

مشابہ نہیں۔ ح، ر، ۳۔ آنکھ پس پردہ چیز کو نہیں دیکھ سکتی اور عقل آسمان کے پردوں کرسی ملاء اعلیٰ اور ملکوت میں اس طرح تصرف کرتی ہے جیسے وہ اپنے خاص اور اپنے قریب میں یعنی جو اس کے ساتھ مخصوص ہیں بلکہ کوئی حقیقت بھی عقل سے پردہ میں نہیں رہتی۔ ہاں عقل کا حجاب اس وقت ہوتا ہے جب وہ کسی صفت مقارنہ کے باعث خود سے پردہ میں ہو جائے۔ اور اس صفت مقارنہ سے عقل کا حجاب اس قسم کا ہوتا ہے جیسا کہ پلکوں کو بند کر دیا جائے۔ اس کی تفصیل ہم انشاء اللہ تیسرے باب میں بیان کریں گے۔ ۴۔ آنکھ اشیاء کے ظاہری اور بالائی حصہ کو معلوم کر سکتی ہے لیکن اندرونی حصہ کو معلوم نہیں کر سکتی۔ جسم کا قالب اور صورت تو معلوم کرتی ہے لیکن اس کے حقائق معلوم کرنے سے قاصر ہے عقل اشیاء کا اندرونی حصہ اور اس کے حقائق و کیفیات معلوم کرتی ہے اس کے اسباب و علل معلوم کرتی اور اس پر حکم لگاتی ہے اور یہ معلوم کرتی ہے کہ یہ شئے کس چیز سے پیدا ہوئی اور کیونکر پیدا ہوئی کتنی اشیاء سے مرکب ہے اس کا وجود میں کیا مرتبہ ہے اور دیگر مخلوقات کی جانب اس کی کیا نسبت ہے اسی طرح لاتعداد مباحث کو جانتی ہے جن کی شرح طویل ہے۔ ان کا اختصار ہی بہتر ہے۔ ۵۔ آنکھ بعض موجودات کو دیکھتی ہے لیکن تمام معقولات و محسوسات کی دریافت سے قاصر ہے۔ وہ آواز، خوشبو، ذائقہ، حرارت و برودت اور قوائے مدرکہ یعنی سونگھنے چکھنے اور سننے کی قوتوں کو نہیں جانتی بلکہ صفات باطنہ جیسے فرح و سرور رنج و غم، درد و لذت عشق و شہوت، قدرت و ارادہ اور علم و جہل وغیرہ بے شمار موجودات ان کے احاطہ علم سے باہر ہیں آنکھوں کی معلومات کا بیان نہایت محدود ہے اس میں رنگوں اور شکلوں کے جہاں کا گزر نہیں ہو سکتا اور یہ دونوں عالم موجودات میں از حد خسیس ہیں۔ اور اغراض اقسام میں سب سے زیادہ خسیس رنگ و شکل ہے لیکن یہ تمام موجودات عقل کی جولان گاہ ہیں کیونکہ وہ ان موجودات کو بھی معلوم کر لیتی ہے جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا اگرچہ وہ تعداد میں مذکورہ موجودات سے بہت زیادہ ہیں وہ ان تمام موجودات میں تصرف کرتی ہیں اور ان سب پر یقین اور سچا حکم لگاتی ہے اسرار باطنہ اور مخفی معنی ان کے نزدیک ظاہر ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آنکھ عقل کے مساوی نہیں ہو سکتی جو اس پر نور کا اطلاق کیا جا سکے وہ غیر کی نسبت سے نور ہے لیکن عقل کی نسبت سے ظلمات ہے بلکہ آنکھ عقل کے مخبروں میں سے ایک مخبر ہے اور یہ سب ان کے خزانوں میں سے ایک معمولی سا خزانہ ہے اور رنگ و صورت کا خزانہ ہے تاکہ عقل کے حضور میں ان کی خبریں پہنچائے اور پھر عقل ان میں جو چاہے حکم لگائے اس کے سوا اور بھی حواس عقل کے مخبر ہیں یعنی خیال، وہم، فکر، ذکر اور حفظ، اور

Marfat.com

ان کے علاوہ جتنے مدرکات ہیں وہ عقل کے خادم ہیں اور اس عالم موجودہ میں اس کے مقید ہیں وہ انھیں اس طرح اپنے قابو میں رکھتی ہے جیسے بادشاہ اپنے غلاموں کو مقید کرتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس کی شرح بھی طویل ہے ہم نے اس کی تفصیل احیاء العلوم کی کتاب عجائب القلب میں کی ہے۔

۶۔ آنکھ غیر متناہی شے کو نہیں دیکھ سکتی کیونکہ وہ معلومہ اجسام کی صفات دیکھتی ہے اور اجسام متناہیہ ہی متصور ہو سکتے ہیں لیکن عقل معقولات کو معلوم کرتی ہے اور معقولات لامتناہی ہیں لیکن جب وہ علوم متحصلہ کا لحاظ کرتی ہے تو اس سے جو علم حاضر حاصل ہوتا ہے وہ متناہی ہوتا ہے لیکن اس کی قوت میں غیر متناہی کا ادراک موجود ہے غیر متناہی سے مراد وہ شئے ہے جسے عقل انسانی غیر متناہی تصور کرے ورنہ شرعاً خدا کے علاوہ کوئی شئے غیر متناہی نہیں یہ دوسری بات ہے کہ عقل اس کے انتہاء کو معلوم نہ کر سکے اور یہ خود عقل کے نقصان کو دلیل ہے مثلاً علم حساب کو دیکھو کہ وہ اعداد معلوم کرتا ہے لیکن ان کی کوئی انتہاء نہیں (نہایت نہ ہونا اور شئے ہے اور اس کا علم نہ ہونا اور شئے ہے اگر انتہاء نہ ہو تو تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل محال ہے بلکہ دو تین اور باقی اعداد کے المضاعف کو معلوم کر لیتی ہے جن کی نہایت متصور نہیں اعداد انسان کے وضع کردہ ہیں اور جب وہ خود لامتناہی نہیں تو اس کی وضع کردہ شئے کیسے لامتناہی ہو سکتی ہے عقل اپنی کس شئے کے علم کو بھی معلوم کرتی ہے اور اس امر کو بھی کہ اس کا علم کسی شے کا علم رکھتا ہے علی ھذا اس کے علم کے علم کو بھی جانتی ہے اور اس منزل پر پہنچ کر اس کی قوت کسی انتہاء پر نہیں ٹھہرتی (فلاسفر اس کے قائل ہیں کہ ہر شے کی ایک نہ ایک انتہاء ہے اور اگر اس کی انتہاء نہ ہو تو عقلی انتہاء ضرور ہے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ ایک مسلمہ ہے کہ ہر شے کی انتہا ہے۔

(۷) آنکھ بڑی چیز کو چھوٹا محسوس کرتی ہے جیسا کہ آفتاب کو ڈھال کے برابر اور فرش نیلگوں پر بکھرے ستاروں کو دینار کے برابر لیکن عقل جانتی ہے کہ ستارے اور آفتاب زمین سے کئی حصے بڑے ہیں آنکھ تاروں کو بلکہ اپنے سامنے سایہ کو بھی ساکن دیکھتی ہے کیونکہ اپنی مقدار میں ساکن دیکھتی ہے لیکن عقل جانتی ہے کہ بچہ بڑھنے میں حرکت کرتا اور بڑھتا رہتا ہے سایہ حرکت کرتا ہے تارے ایک لحظ میں بہت سے میل طے کر جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سورج ڈھل گیا ہے انھوں نے کہا نہیں اور ہاں آپ نے فرمایا کہ اس جواب کا کیا مقصد ہے جبرئیل نے کہا کہ میرے ہاں اور نہیں کہنے تک سورج پانچ سو سال کا راستہ طے کر گیا آنکھ کی غلطیوں کی بہت

Marfat.com

سی قسمیں ہیں اور عقل اس سے پاک ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ ہم بہت سے عقلاء کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی رائے میں غلطی کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ ان کے خیالات وہم بھی اعتقادات کا حکم لگاتے ہیں اور وہ گمان کر لیتے ہیں کہ ان کے یہ احکام عقل کے احکام ہیں حالانکہ دراصل یہ ان کے خیالات کی غلطی ہے ہم نے اس کی شرح معیار العلم اور محک النظر میں کی ہے اور عقل جبکہ وہم وخیال سے مجرد ہو تو اس میں غلطی متصور نہیں ہو سکتی بلکہ وہ تمام اشیاء کو اصلی حالت پر دیکھتی ہے لیکن ان کا تنہا ہونا دشوار ہے ہاں موت کے بعد ان جھگڑوں سے پاک ہوگی اس وقت پردہ کھل جائے گا اور تمام اسرار ظاہر ہو جائیں گے (گویا جب تک عقل مجرد وجود میں نہ آئے اس وقت تک کسی پر اسرار کا ظہور بھی نہیں آ سکتا) اور ہر شخص اپنی اچھائی اور برائی کو جسے وہ آگے پہنچا چکا ہوگا موجود دیکھے گا اپنا اعمال نامہ بھی دیکھے گا "لایغادر صغیرۃً ولا کبیرۃً الا احصھا (نہیں چھوٹی اس سے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو اس میں نہیں آ گئی اس حال میں اس سے کہا جائے گا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید. ہ (آج ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اٹھا لیا ہے آج تیری آنکھ تیز ہے) اور وہ خیالات وتوہمات ہی کے پردے ہیں اس وقت جو اپنے توہمات فاسد اعتقادات اور باطل تخیلات میں مغرور رہ چکا ہوگا کہے گا اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہمیں پھر دنیا میں لوٹا دیجیے کہ اچھے عمل کریں اب ہمیں یقین آ گیا ہے۔

عقل کی روایت یکساں نہیں

یہ بھی ذہن نشیں کر لو کہ اگرچہ عقل دیکھنے والی ہے لیکن وہ تمام اشیاء جنہیں وہ دیکھتی ہے یکساں نہیں بلکہ بعض تو اس کے نزدیک گویا حاضر ہیں جیسے علوم ضروریہ مثلاً اس کا یہ علم ایک شئے قدیم اور حادث نہیں ہو سکتی کوئی شئے معدوم موجود نہیں ہو سکتی اور ایک بات سچی اور جھوٹی نہیں ہو سکتی اور جب بھی کسی شئے کے لئے حکم ثابت ہوگا تو اس کے لیے بھی لازماً ثابت ہوگا اور جہاں خاص پایا جائیگا وہاں عام ضرور پایا جائے گا جب بھی سیاہی پائی جائے گی تو رنگ ضرور پایا جائے گا جب بھی انسان کا وجود ہوگا تو حیوان کا وجود ضرور ہوگا لیکن اس کا عکس ضروری نہیں اس لئے ضروری نہیں کہ جب بھی رنگ کا وجود ہو تو سیاہی بھی پائی جائے جیسا کہ یہ ضروری نہیں کہ جب بھی حیوان پایا جائے تو انسان بھی موجود ہو۔

بعض وہ امور ہیں جو ہر وقت عقل کے پیش نظر نہیں رہتے بلکہ وہ اس بات کی محتاج ہوتی ہے کہ

Marfat.com

اسے بیدار کیا جائے اور اسے روشن دکھائی دے جیسے امور نظریہ اس کی جانب عقل کو حکماء کا کلام متوجہ کرتا ہے پس نور حکمت کی روشنی کے وقت انسان بالفعل بینا ہوتا ہے اور اس سے قبل اس کی بینائی بالقوہ تھی۔

سب سے بڑی حکمت اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے اور اس کے قرآن میں علی بالخصوص قرآن مجید عقل کی آنکھ کے نزدیک آیات قرآنیہ کا وہی رتبہ ہے جیسا کہ نور آفتاب کا ظاہری آنکھ کے نور کے بالمقابل کیونکہ آنکھیں صحیح کام اسی کے ساتھ کرتی ہیں اسی لحاظ سے یہ زیادہ مناسب ہے کہ قرآن مجید کو نور کہا جائے جس طرح آفتاب کے نور کو کہا جاتا ہے۔

قرآن آفتاب کے نور کے مثل ہے اور عقل آنکھ کے نور کی طرح ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا مفہوم سمجھ میں آ جاتا ہے "فامنو باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا" (اللہ اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے) اور خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی بھی ظاہر ہو جاتے ہیں "قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نور امبینا" (تمہارے پاس تمہارے پروردگار کے پاس سے دلیل آ چکی اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر نور نازل کیا)۔

نتیجہ

اس تقریر سے جب یہ امر ظاہر ہو گیا کہ آنکھیں دو ہیں ظاہری اور باطنی نگاہ ظاہر کا تعلق عالم محسوسات و مشاہدہ سے ہے اور نگاہ باطنی کا تعلق عالم آخر سے اور عالم آخر عالم ملکوت ہے اور دونوں آنکھوں میں سے ہر ایک کے لئے آفتاب اور نور ہے جس کے باعث آنکھ کی بینائی کامل ہو جاتی ہے آفتاب بھی دو ہیں ایک ظاہر اور ایک باطن ظاہری آفتاب تو وہ ہے جو نظر آتا ہے اور باطنی آفتاب قرآن اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں ہیں۔

جب یہ بات تمہارے ذہن نشیں ہو گئی تو تم پر گویا عالم ملکوت کا ایک در کھل گیا اور عالم میں داخل ہے اس کے ساتھ اس کا ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ سایہ کا وجود انسانی سے پھل کا پھل دار درخت سے اور مسبب کا سبب سے تعلق ہوتا ہے اور مسببات کی معرفت اسباب پر موقوف ہے اس لئے عالم شہادت عالم ملکوت کی ایک تمثیل ہے جیسا کہ مشکوٰۃ و مصباح اور شجرہ کے بیان میں آئے گا کیونکہ مشبہ مشبہ کی مشابہت سے خالی نہیں ہوتا ان کی حکایت ایک قسم کی حکایت ہے قریب ہو یا بعید یہ وہ غور فکر کا وقت ہے جو شخص اس حقیقت سے واقف ہو گا اس پر قرآن کی

Marfat.com

تشبیہات آسانی سے ظاہر ہو جائیں گی۔

نکتہ

ہم کہتے ہیں کہ جو شے خود کو اور غیر کو دیکھ سکتی ہے اس چیز کی بہ نسبت جو غیر میں اثر نہ کرے اس کا نام نور رکھنا زیادہ مناسب ہے بلکہ اگر اسے روشن چراغ کہا جائے تو بہتر ہے کیونکہ اس کے انوار غیر پر پڑتے ہیں اور یہ خاصہ نبی کریم ﷺ میں پایا جاتا ہے اور تمام انبیا بھی چراغ ہیں اور علماء بھی لیکن ان میں اور ان میں بڑا فرق ہے۔

نکتہ

جب ایسی شے کا نام روشن چراغ رکھ سکتے ہیں جس سے نگاہوں کا نور فائدہ حاصل کرتا ہو تو جس سے چراغ خود نور حاصل کرتا ہے اس کی جانب آگ نے اشارہ کرنا زیادہ لائق ہے یہ زمینی چراغ دراصل انوار علیا سے نور حاصل کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کی روح فوراً روشن ہو جاتی ہے اگر چہ اسے آگ نہ چھوئے لیکن اگر اسے آگ چھوئے تو پھر وہ نور علی نور ہے تو اس صورت میں یہ زیادہ مناسب ہے کہ زمینی ارواح علوی ارواح سے نور حاصل کریں جن کی تعریف حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے کی ہے انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار چہرے میں ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں وہ ان تمام زبانوں سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور وہ اکیلا تمام ملائکہ کے مقابل ہے پھر کہا گیا کہ جس دن روح اور ملائکہ صف باندھ کر کھڑے ہونگے اور اگر ان کا اس طرح لحاظ کیا جائے کہ زمینی چراغ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں تو ان کی مثال بجز آگ کے اور کچھ نہ ہوگی اور یہ سوائے کوہ طور کے ظاہر نہ ہوگی۔

وہ آسمانی انوار جن سے زمینی چراغ روشنی حاصل کرتے ہیں تو اگر ان کی ترتیب اس طرح ہے کہ بعض بعض سے انوار حاصل کرتے ہیں تو منبع اول کے جو زیادہ قریب ہوگا وہی نور کے نام کا زیادہ مستحق ہوگا کیونکہ اس کا اعلیٰ مرتبہ ہے ملکوت میں ایسے عجائبات ہیں کہ عالم ظاہری ان کے سامنے ایک حقیر سے شے ہے اور جس شخص نے اس جہان کا سفر نہ کیا ہو اور ہنوز وہ اسی جہان کی پستی، میں مبتلا ہو تو وہ ایک چارپایہ ہے جو انسانی خاصیت سے محروم ہے بلکہ حیوانات سے بھی بدتر اس لئے کہ حیوانات کو تو اس جہان کی طرف اڑنے کی قدرت ہی نہیں دی گئی

Marfat.com

بخلاف انسان کے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اولئک کالانعام بل ھم اضل

یہ چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں

یہ بات بھی ذہن نشین کرلو کہ ظاہر عالم عالم ملکوت کے مقابلے میں ایسا ہی ہے جیسا کہ مغز کے مقابلے میں چھلکا یا روح کے مقابلہ میں صورت وشکل نور کے مقابلہ میں ظلمت اور بلندی کے مقابلہ میں پستی اسلئے عالم ملکوت عالم روحانی عالم نورانی اور عالم علوی بھی کہتے ہیں اس کے بالمقابل عالم سفلی کو عالم جسمانی اور عالم ظلمانی کہا جاتا ہے یہ تصور نہ کرنا کہ عالم علوی سے ہماری مراد آسمان ہیں کیونکہ وہ تو عالم شہادت وحس کے مقابلہ میں بلند ہیں ان کے دریافت کرنے میں تو حیوانات بھی شریک ہیں لیکن خدا کے بندہ کا یہ حال ہے کہ اس کے لئے ملکوت کے دروازے اسی وقت کھولے جاتے ہیں اور وہ اسی وقت ملکوتی بنتا ہے جب کہ اس کے حق میں اس زمین کے بدلے اور زمین اور آسمان کے بدلے اور آسمان ہوتا ہے یہ نہیں کہ جو شے اس کے حس وخیال کے نیچے ہے وہ زمین ہے اور جو اس سے بلند ہے وہ آسمان ہے بلکہ جو شئے حس سے بالاتر ہو وہ اس کا آسمان ہے اور جو شخص قرب خداوندی کی تلاش میں اس راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس کی یہ پہلی معراج ہے انسان اسفل السافلین میں گرا ہوا ہے اور اس سے عالم اعلیٰ کی جانب ترقی کرتا ہے لیکن فرشتے عالم ملکوت میں داخل ہیں کیونکہ ان کا تعلق درگاہ خداوندی سے ہے ان میں سے بعض عالم اسفل کی جانب بھی جھانکتے ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو ظلمت میں پیدا کیا پھر اس پر اپنا نور ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو لوگوں کے اعمال سے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ واقف ہیں انبیاء کرام علیہم السلام کی عالم ملکوت تک معراج ہوتی ہے تو وہ اعلیٰ درجہ پر فیضیاب ہوجاتے ہیں اور عالم غیب پر مطلع ہوجاتے ہیں کیونکہ جو بھی عالم ملکوت میں ہوگا اسے قرب خداوندی حاصل ہوگا اور خدا کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں یعنی اس کے پاس سے عالم شہادت میں موجودات کے اسباب نازل ہوتے ہیں کیونکہ عالم شہادت اس عالم کے آثار۔

دنیا میں اس ترتیب کی مثال کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ چاند کی روشنی کو کسی گھر کے سوراخ میں سے ایسے آئینہ پر گرتے ہوئے دیکھے جو دیوار پر رکھا ہوا ہے اور جس کی روشنی دوسری دیوار پر پڑتی ہے جو اس آئینہ کے مدمقابل ہو پھر وہ روشنی اس سے زمین پر پڑے جس سے زمین روشن ہوجائے تو زمین پر جو نور ہے وہ زمین کے نور کے تابع ہے اور دیوار کا نور آئینہ

Marfat.com

کے نور کے تابع اور آئینہ کا نور چاند کے نور کے اور چاند کا نور آفتاب کے نور کے کیونکہ چاند آفتاب سے نور حاصل کرتا ہے اور یہ چاروں نور ترتیب وار ہیں بعض بعض سے اعلیٰ و اکمل ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک مقام درجہ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتا۔

یہ بھی جان لو کہ دل کی آنکھ والوں پر یہ امر ظاہر ہوا ہے کہ انوار ملکوتیہ اسی ترتیب پر پائے جاتے ہیں اور مقرب ہی نور اعلیٰ کے زیادہ قریب ہے تو کچھ بعید نہیں کہ اسرافیل علیہ السلام کا رتبہ جبریل علیہ السلام سے بڑھ کر ہو اور ان فرشتوں میں کوئی اتنا قریب ہو جس کا رتبہ حضرت ربوبیت سے جو منبع الانوار ہے قریب ہو ان فرشتوں میں ادنیٰ درجے کے بھی ہیں ان میں بہت سے درجات ہیں جو مشکل سے شمار میں آ سکتے ہیں ان کا صرف اتنا حال معلوم ہے کہ وہ کثیر التعداد ہیں اور ان کی ترتیب ان کی صفوف میں ہے جیسا کہ خود انھوں نے اپنی زبان سے بیان کیا ہے۔

”وما منا الا له مقام معلوم وانا لنحن
الصافون وان لنحن المسبحون“
ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا متعین مقام
نہ ہو اور ہمیں صفیں باندھے ہوئے ہیں اور ہم
تسبیح کرنے والے ہیں۔

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ انوار کے لئے ترتیب ہے تو یہ بھی سمجھ لو کہ یہ سلسلہ غیر متناہی نہیں بلکہ وہ پہلے منبع تک ہے جو اپنی ذات کے لئے ہے اور اپنی ذات سے قائم ہے اس کا نور غیر کی جانب سے نہیں آتا اسی سے تمام انوار اپنی ترتیب پر روشن ہوتے ہیں اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس شے کو نور کہنا جس نے اپنا نور غیر سے مانگا ہو زیادہ مناسب ہے یا اس ذات کو نور کہنا زیادہ مناسب ہے جو اپنی ذات میں روشن ہے اور اپنے علاوہ سب کو روشن کرنے والا ہے اب بھی اگر تجھ پر حق مخفی رہے تو میرے کوئی حجت نہیں اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ نور کا اسم ایسے نور پر بولنا زیادہ مناسب ہے جو نور آلہ ہے اور اس کے اوپر کوئی نور نہیں بلکہ اس کی جانب سے اوروں پر نور گرتا ہے۔

حقیقت

بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں اور کسی کی پرواہ بھی نہیں کرتا کہ نور کا لفظ نور عدل کے علاوہ

Marfat.com

اوروں پر بولنا مجازی ہے کیونکہ جب اس کے ماسوا کی ذات کا لحاظ کیا جائے گا تو اپنی ذات کے لحاظ سے بے نور ہوگا بلکہ اس کا نور غیر مانگا ہوا ہوگا اور اس کی نورانیت مستعارہ کا بالذات کوئی وجود نہ ہوگا بلکہ وہ اپنے نور میں غیر کا محتاج ہوگا اور مستعیر کی مستعار منہ سے نسبت مجازی ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کپڑے گھوڑا اور زین وغیرہ عاریتاً لے لے اور اسی وقت سوار ہو جس وقت کہ عاریت دینے والا سوار ہوتا تھا اور اسی طریقہ سے جو اس کی عادت تھی تو کیا وہ فی الواقع یا مجازی طور پر غنی ہو جائے گا ہرگز نہیں بلکہ عاریت دینے والا غنی ہوگا اور یہ اب بھی اسی طرح فقیر ہوگا جیسا کہ پہلے تھا غنی تو صرف وہ عاریت دینے والا ہوگا جس سے وہ شئے عاریتاً لی گئی ہے اور اس کی جانب رجوع اور اسی سے ابتداء ہے۔

اس تقریر کے بعد یہ سمجھو کہ فی الحقیقت نور تو اللہ ہے جس کے ہاتھ میں پیدائش اور امر ہے اور اسی سے نور اول ہے اور اس اسم کی حقیقت اور اس کے استحقاق میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں یہ صرف شرکت لفظی ہے اور یہ نام رکھنے میں اس کو اس پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے مالک کو اپنے غلام پر ہوتی ہے۔ جس وقت کہ مالک غلام کو مال دے کر اس کا نام مالک رکھ دے لیکن جب غلام کو اصل حقیقت معلوم ہو جائے تو وہ یقیناً سمجھ لے گا کہ اس کا یہ مال صرف مالک کے ملک میں اور اس کا اس میں کوئی قطعی شریک نہیں۔

جب تم نے یہ بات پہچان لی کہ نور ظہور و اظہار کے مراتب کی جانب راجع ہوتا ہے تو یہ بھی سمجھ لو کہ عدم کی ظلمت سے بڑھ کر کوئی ظلمت نہیں کیونکہ اندھیرا کرنے والے کو اسی باعث مظلم کہا جاتا ہے کہ دو آنکھوں کے لئے ظاہر نہیں ہوتا اور نہ آنکھ کے لئے موجود ہوتا ہے۔

حالانکہ وہ بالذات موجود ہے اب جو شئے نہ اپنے لئے موجود ہو اور نہ غیر کے لئے تو وہ اس امر کی کیسے مستحق نہ ہوگی کہ وہ انتہائے ظلمت ہے اور اس کے بالمقابل موجود ہے اور وہی نور ہے کیونکہ جو شئے اپنی ذات میں ظاہر نہ ہوگی وہ غیر کے لیے بھی ظاہر نہ ہوگی وجود بذاتہ بھی دو قسم کا ہے اول یہ کہ اس کا وجود ذاتی ہو۔ ثانیاً اس کا وجود غیر سے آیا ہو۔

جس کا وجود غیر سے آیا ہے وہ مانگا ہوا وجود ہے اور اسے اپنی ذات میں کوئی قیام حاصل نہیں بلکہ جب اس کی ذات پر من حیث الذات غور کیا جائے گا تو وہ محض عدم ہوگا کیونکہ اس کا وجود غیر کی نسبت سے ہے اور یہ حقیقی وجود نہیں جیسا کہ کپڑے اور غنی کی مثال سے تم نے سمجھ لیا ہے معلوم ہوا کہ حقیقتاً موجود صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حقیقی نور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

حقیقت حقائق

اس حقیقت سے عارفین مجاز کی پستی سے حقیقت کی بلندی تک پہنچ گئے اور انھوں نے نگاہوں سے مشاہدہ کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی موجود نہیں اور یہ کہ اللہ کے علاوہ ہر شے فنا ہونے والی ہے اور صرف یہی نہیں کہ وہ کسی وقت فنا ہونے والی ہو بلکہ وہ ازلاً اور ابداً ہلاک ہونے والی ہے کیونکہ اس کا تصور اسی طرح ممکن ہے اس لئے کہ جو شے اللہ کے علاوہ ہے جب اس کی ذات کا من حیثیت الذات لحاظ کیا جائے گا تو عدم محض ہوگی۔ اور جب اس کا اس لحاظ سے اعتبار کیا جائے گا کہ اس کی طرف پہلے وجود سے وجود سرایت کرتا ہے تو وہ موجود نظر آئے گا لیکن بالذات نہیں بلکہ وہ اپنے موجود کرنے والے سے ملا ہوا ہے اس لحاظ سے موجود صرف ذات خداوندی ہوگی۔

ہر شے میں دو قسم کی نسبتیں ہوتی ہیں ایک نسبت اس کی ذات کی جانب ہوتی ہے اور دوسری اس کے پروردگار کی جانب تو وہ اپنی ذات کے لحاظ سے معدوم ہے اور اللہ کی نسبت سے موجود ہے اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں اللہ کے علاوہ ہر شے ازلاً وابداً میں ہلاک ہونے والی ہے۔

عارفین قیامت کے محتاج نہیں کہ خداوند تعالیٰ کی یہ آوازیں سنے کہ آج ملک کس کا ہے اللہ کے لئے قہار کا بلکہ یہ ندا ان کانوں سے کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتی انھوں نے لفظ اللہ اکبر سے یہ تصور نہیں کیا کہ وہ اپنے غیر سے بڑا ہے چنانچہ پناہ بخدا وجود میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں جس سے وہ بڑا ہو بلکہ غیر کے لئے اس کے ساتھ ہونے کا کوئی رتبہ نہیں غیر کو تو اس کے تابع رہنے کا رتبہ حاصل ہے۔ بلکہ غیر کو وجود بھی اس باعث حاصل ہے کہ وہ اس سے متصل ہے اور فقط اس کی ذات موجود ہے اور یہ محال ہے کہ وہ اس وجہ سے بڑا ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بھی بڑا ہے کہ اسے نسبتاً اور قیاساً بھی بڑا کہا جائے اور اس سے بھی بڑا ہے کہ اس کا غیر اس کی کبریائی کی ماہیت کر سکے خواہ وہ نبی ہو یا فرشتہ بلکہ خدا کی ماہیت کو اس کے علاوہ کوئی پہچانتا ہی نہیں کیونکہ ہر پہچانی ہوئی شے عارف کے سلطان و غلبہ میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ بات اس کے جلال و کبریا کے منافی ہے ہم نے اس کی تحقیق کتاب المقصد الاسنیٰ فی اسماء الحسنیٰ میں کی ہے۔

عارفان خدا حقیقت پر پہنچنے کے بعد اس پر متفق ہیں کہ انھوں نے وجود میں سوائے

Marfat.com

ایک ذات کے کوئی نہیں دیکھا ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کی یہ حالت عرفانی اور علمی ہوتی ہے اور بعض کی یہ حالت ذاتی وحالی ہوتی ہے ان سے کثرت بالکل جاتی رہتی ہے وہ محض فردانیت میں غرق ہوتے ہیں ان کی عقلیں جاتی رہتی ہیں اور مبہوت ہو جاتے ہیں ان میں غیر اللہ کے ذکر کی گنجائش نہیں رہتی حتیٰ کہ اپنے ذکر کی بھی ان کے نزدیک اللہ کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہتا ان پر اتنا نشہ چھا جاتا ہے کہ ان کی عقلیں جواب دے جاتی ہیں حتیٰ کہ بعض نے، انا الحق (میں خدا ہوں) بھی کہہ دیا اور ایک نے کہا "سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں میری کیا ہی شان ہے) ایک نے کہا ما فی الجبة الا اللّٰه" (میرے جبہ میں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں) عشاق جب سکر کی حالت میں کلام کرتے ہیں تو اس پر سکوت اختیار کیا جاتا ہے اسے نقل نہیں کیا جاتا اور جب عقل پر قابو پاتے ہیں جو زمین میں خدا کی ترازو ہے تو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ حقیقت اتحاد نہ تھی بلکہ اتحاد کے مشابہ تھی جیسا کہ ایک عاشق نے غلبہ عشق میں کہا ہے "انا من اھوی ومن اھوی انا" (یعنی میں وہ ہوں جسے چاہتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں میں وہ ہوں) 'نحن روحان حللنا بدنا' (ہم دو روح میں ہیں جو کہ بدن میں داخل ہیں) یہ کچھ بعید نہیں کہ انسان اچانک آئینہ کی جانب دیکھے تو اپنی صورت نظر آئے اور اس نے آئینہ کبھی نہ دیکھا ہو اور وہ یہ تصور کرے کہ جو شکل اس نے آئینہ میں دیکھی ہے وہ آئینہ ہی کی شکل ہے جو اس سے ملحق ہے اسی طرح شراب کو کانچ کے گلاس میں دیکھ کر خیال کرے کہ شراب کا رنگ اس کا رنگ ہے اور اس کی یہ عادت بن جاتی ہے اور یہ خیال پختہ ہو جاتا ہے تو وہ اس میں غرق ہو جاتا ہے اور کہتا ہے:

رق الزجاج ورقت الخمر
وتشابها فتشاکل الامر
فکانما خمر ولا قدح
وکانما قدح ولا خمر

گلاس رقیق ہے اور شراب بھی رقیق ہے وہ اس کے مشابہ ہے گویا کہ اس امر کہنے میں مشتبہ ہو گیا کہ شراب ہے اور پیالہ نہیں اور پیالہ ہے شراب نہیں۔ جب یہ حالت غالب ہو جاتی ہے تو یہ اصل حال کی بہ نسبت فنا کہلاتی ہے بلکہ فناءُ الفنا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس سے بھی اور اس کے فنا ہونے سے بھی فنا ہو چکا ہے وہ اس حالت میں خود سے بھی واقف نہیں اور نہ اسے یہ علم ہے کہ میں خود سے واقف نہیں اگر اسے اپنے نفس کے عدم شعور کا شعور ہوتا وہ خود کو پہچانتا

Marfat.com

اور اس حالت کو جس میں وہ غرق ہو چکا ہے زبان مجاز میں اتحاد کہتے ہیں اور حقیقت کی زبان میں توحید ان حقائق کے سوا بھی ایسے اسرار ہیں جن میں غور و فکر جائز نہیں۔

خاتمہ

تم شاید یہ بھی چاہتے ہو گے کہ خدا کے نور کی آسمان اور زمین کی طرف نسبت کی وجہ بھی تمہیں معلوم ہو جائے بلکہ اس کی وجہ بھی کہ وہ بذاتہٖ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تم پر یہ بات مخفی رہنا بھی مناسب نہیں کیونکہ جب تم نے یہ پہچان لیا کہ وہ نور ہے اور اس کے سوا اور کوئی نور نہیں وہی مجموعہ انوار ہے اور وہی نور کلی ہے کیونکہ نور اسے کہا جاتا ہے جس سے چیزیں ظاہر ہوں اور اعلیٰ درجہ کا نور وہ ہے جس کے سبب سے اور جس کے لئے اور جس سے ظہور ہو اور حقیقی نور وہ ہے کہ اس کے سبب اور اس کے لئے ہو اور اسی سے انکشاف ہو اس سے بڑھ کر کوئی نور نہیں جس سے نور کا اقتباس ہو بلکہ یہ نور اس کے لئے اپنی ذات سے فی ذاتہٖ ہے اور اپنی ذات کے لئے ہے نہ کہ غیر سے۔

جب تمہیں یہ معلوم ہو چکا کہ نور اول کے علاوہ یہ امر کسی کے لئے متصور نہیں ہے اور نہ کوئی اس سے متصف ہو سکتا ہے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ آسمان اور زمین دونوں قسم کے نور سے بھرے ہوئے ہیں وہ دونوں نور جو بصارت اور بصیرت کی جانب منسوب ہیں یعنی حس اور عقل کی طرف بصری نور وہ ہے جس کا ہم آسمانوں پر مشاہدہ کرتے ہیں یعنی سورج چاند ستارے اور جسے ہم زمین میں دیکھتے ہیں یعنی شعائیں جو روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہیں حتیٰ کہ اس کے باعث مختلف رنگ ظاہر ہوتے ہیں علی الخصوص موسم ربیع میں نیز وہ شعاعیں حیوانات نباتات معادن اور موجودات کے تمام اقسام پر پھیلی ہوئی ہیں اگر وہ نہ ہوتیں تو رنگوں کا ظہور بلکہ وجود بھی نہ ہوتا پھر جس کے لئے جو مقداریں اور شکلیں ظاہر ہوتی ہیں تو ان سے تبعاً رنگت بھی معلوم ہو جاتی ہے اس کے ادراک کا تصور انہی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

رہے انوار عقلیہ اور معنویہ تو ان سے تمام عالم المعمور ہے اور وہ جواہر ملائکہ ہیں اور عالم اسفل بھی اس سے بھرا ہوا ہے اس کے بعد حیات حیوانیہ اور انسانیہ ہے انسانی سفلی کے نور سے عالم سفلی کا نظام ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ نور ملکی سے عالم اعلیٰ کا نظام ظہور پزیر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم یہی ہے۔ "وھو الذی انشا کم من الارض واستعمر کم

Marfat.com

فیھا'' (اور وہ ذات ہے جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور تمہیں زمین میں آباد کیا) اور فرمایا ''لیستخلفنھم فی الارض'' (وہ انہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا) ایک مقام پر ارشاد ہے ''ویجعلکم خلفاء الارض'' (اور وہ تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے) ایک اور مقام پر ارشاد ہے ''انی جاعل فی الارض خلیفۃ'' (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) جب تمہیں یہ بات معلوم ہوگئی تو یہ امر بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ تمام عالم انوار ظاہرہ اور بصریہ اور باطنہ عقلیہ سے معمور ہے اور یہ بھی ہو گیا ہوگا کہ سفلیہ ایک دوسرے سے فیضان حاصل کرتے ہیں اور وہ انہیں کے اجزاء ہیں جس طرح کے چراغ سے نور کا فیضان ہوتا ہے اور چراغ دراصل نور نبوی اور ارواح نبویہ قدسیہ ارواح علویہ سے اس طرح نور حاصل کرتی ہے جس طرح کے چراغ تیل سے نور حاصل کرتی ہے پھر علویات بھی ایک دوسرے سے نور حاصل کرتے اور ان کی ترتیب مقامات کی ترتیب سے واقع ہے اور پھر یہ سب نور الانوار اور اصل معدن منبع سے نور حاصل کرتے ہیں اور یہی وحدہ لاشریک ہے صرف اسی کا نور حقیقی ہے بقیہ تمام انوار اس سے مانگے ہوئے ہیں اور اس کے نور سے ماخوذ ہیں اس لئے وہی کل ہے وہی وہی ہے اور غیر کے لئے مجاز کے علاوہ کچھ نہیں صرف اس کا نور ہے اور انوار اسی باعث انوار ہیں کہ وہ اس سے متصل ہیں اپنی ذات سے وہ قطعاً موجود نہیں اب ہر شخص کے متوجہ ہونے کے لئے اس کی ذات کافی ہو اور جدھر بھی منہ کرو اللہ ہی کی ذات ہے ''فاینما تولو فثم وجہ اللہ''۔

اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کیونکہ معبود اسی کو کہا جاتا ہے جس کی جانب عبادت کے لئے تمام چہرے پھرتے ہوں اور اسی کے تابع ہوں چہروں سے مراد دلوں کے چہرے ہیں کیونکہ وہ انوار ارواح ہیں بلکہ جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اسی طرح اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کیونکہ ''وہ'' اسے کہتے ہیں، جس کی جانب اشارہ کیا جائے وہ جیسا بھی ہو اور اس کے علاوہ کسی کی جانب اشارہ نہیں بلکہ جب بھی تو اشارہ کرے گا تو فی الواقع اسی کی جانب اشارہ ہوگا اگرچہ تو اسے ان اشیاء، مذکورہ کے حقائق کے حقیقت سے غفلت کے باعث نہیں پہچانتا جیسے نور آفتاب کی طرف لا الا اللہ کی توحید ہے اور لا ھو الا ھو (نہیں مگر وہی) خواص کی توحید ہے کیونکہ وہ عام ہے اور یہ خاص اور یہ زیادہ شامل، زیادہ لائق، زیادہ رقیق ہے اور اس کے ماننے والے کو فردانیت میں زیادہ داخل کرنے والا ہے۔

مخلوقات کے معراج کی انتہا فردانیت ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی سیڑھی نہیں کیونکہ کثرت کے بغیر چڑھنا بھی ممکن نہیں اس لئے کہ وہ ایک قسم کی نسبت ہے جو اس بات کو چاہتی

Marfat.com

ہے کہ اس سے چڑھاؤ ہو اور جب کثرت اٹھ جاتی ہے تو وحدت ثابت ہو جاتی ہے اور اضافت ختم ہو جاتی ہے اور اشارہ بھی ختم ہو جاتا ہے پھر نہ بلندی ہے نہ پستی نہ اترنے والا اور نہ چڑھنے والا ترقی محال ہو جاتی ہے اور چڑھنا دشوار اعلیٰ سے اوپر کوئی بلندی نہیں وحدت کے ساتھ کثرت نہیں اور کثرت ختم ہو جانے کے بعد سیڑی کا وجود بھی باقی نہیں رہتا پھر اگر وہاں کسی حالت کا تغیر ہے تو دنیاوی آسمان کی جانب اترنے کے باعث ہے یعنی بلندی سے پستی کی طرف جھکنے کی وجہ سے کیونکہ اعلیٰ کے لئے اگر چہ کوئی اوز اعلیٰ نہیں لیکن اسفل ضرور ہے سو یہ تمام غایات اور مطلوبات کی انتہا ہے جو اسے جانتا ہے سو وہ جانتا ہے اور جو جاہل ہے وہ انکار کرتا ہے یہ وہ علم ہے جسے علمائے ربانیین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور جب وہ اسے بیان کرتے ہیں تو ان لوگوں کے علاوہ جو خدا کی جانب سے دھوکہ میں مبتلا ہیں کوئی انکار نہیں کرتا اور یہ بعید از عقل نہیں کہ علماء یہ کہیں کہ آسمان دنیا کی طرف فرشتہ کا نزول ہوتا ہے اس لئے کہ بعض عارفین نے اس سے زیادہ کا وہم کیا ہے اس لئے اس فردانیت کے غریق نے تو یہ کہا ہے کہ اسکے لئے دنیاوی آسمان کی طرف نزول ہے اور اس کا یہ نزول استعمال حواس یا تحریک اعضاء کی جانب ہے اور اس کی جانب حدیث قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ گفتگو کرتا ہے اور جبکہ خدا اس کے کان اور آنکھ بن جاتا ہے تو اور کوئی نہیں ہوتا اور اسی کی طرف اشارہ اس حدیث قدسی میں ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔

الحدیث:۔

پس اس موحد کی آسمان دنیا سے حرکات ہیں اور اس کے محسوسات وہ آسمان ہیں جو اس کے اوپر ہیں اور اس کی عقل اس سے بھی بالا ہے وہ آسمان عقل سے مخلوق کی معراج کی انتہا تک ترقی کرتی ہے۔

فردانیت کی مملکت کے سات طبقے ہیں اس کے بعد عقل عرش وحدانیت پر مستوی ہوتی ہے اور وہاں سے حکم کی تدبیر آسمانوں کے تمام طبقات تک کرتی ہے اور اکثر دیکھنے والا یہ کہہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے حتیٰ کہ اس پر گہری نگاہ ڈالنے کے بعد محسوس کرتا ہے کہ اس کی تاویل ہے جیسا کہ عارف کا یہ قول کہ میں خدا ہوں اور پاک ہوں اور جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی اور میں اس کے کان آنکھ اور زبان بن جاتا ہوں مناسب یہ ہے کہ اب کلام کو زیادہ طول نہ دیا جائے اس لئے اس سے

Marfat.com

زیادہ تم سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتے ممکن ہے کہ تم اس کلام کے مفہوم کو نہ سمجھ سکو بلکہ اس مفہوم کا حاصل کرنے سے قبل ہی تمہاری ہمت جواب دے جائے اس لئے اب تم ایسا کلام سنو جو تمہاری سمجھ کے زیادہ قریب ہو۔

مثلاً خدا کے آسمانوں اور زمین کے نور ہونے کے معنی ظاہری نور لیتے ہو یعنی آنکھوں والا نور مثلاً جب فصل ربیع کی سبزی اور رنگوں کو دن میں دیکھتے ہو تو بسا اوقات تجھے یہ وہم ہوتا ہے کہ تم رنگوں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتا۔

گویا تو یہ بات کہتا ہے کہ میں سبزی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتا ایک قوم نے اسی پر اصرار کیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ نور کے کوئی معنی نہیں اور یہ رنگوں کے ساتھ رنگوں کے علاوہ اور کچھ نہیں اس طرح انھوں نے نور کے وجود کا انکار کیا حالانکہ وہ تمام اشیاء میں سب سے زیادہ عیاں ہے اور کیوں نہ عیاں ہو اس کے باعث اشیاء کا ظہور ہے وہ اپنی ذات کو بھی دیکھتا ہے اور اپنے ساتھ غیر کو بھی دکھتا ہے جیسا کہ اس کی تشریح پہلے کی جاچکی ہے لیکن غروب آفتاب کے وقت چراغ گل ہونے کے وقت اور سایہ ڈھیل جانے کے وقت وہ محل سایہ اور روشنی کے درمیان ضرور فرق محسوس کرتے ہیں مجبوراً اقرار کرتے ہیں کہ نور ایک ایسی شے ہے کہ جو رنگوں کے علاوہ ہے اور رنگوں کے ذریعہ اس کا ادراک ہوتا ہے حتیٰ کہ ان سے زیادتی اتحاد کے باعث محسوس نہیں ہوتا اور زیادتی ظہور کے سبب مخفی ہوتا ہے کیونکہ کبھی نور کی شدت خفا کا سبب ہوتی ہے اور جب کوئی شے حد سے بڑھ جاتی ہے تو اپنی ضد پر لوٹ آتی ہے۔

جب یہ امر ذہن نشین ہوگیا تو یہ بھی جان لو کہ عاقلوں نے جس شے کو دیکھا ہے تو اس کے ساتھ خدا کو دیکھا ہے اور بعض ان سے بھی ایک قدم آگے بڑھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کسی شے کو نہیں دیکھا مگر اس سے قبل اللہ کو دیکھا ہے کیونکہ بعض عارفین خدا کے ساتھ اشیاء کو دیکھتے ہیں اور بعض اولاً اشیاء کو دیکھتے ہیں اور پھر ان کے ساتھ خدا کو دیکھتے ہیں تخیل اول کی جانب اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے "اولم یکف بربک انہ علی کل شیء شہید" کیا تیرا رب ہر شے پر گواہی کے لئے کافی نہیں) اور دوسرے تخیل کی جانب اس آیت میں اشارہ ہے۔

"سنریھم ایتنا فی الافاق وفی انفسھم" عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں آفاق اور ان کی جانوں میں دکھادیں گے) پہلا شخص صاحب مشاہدہ اور دوسرا کی اس کی آیات کے ساتھ صاحب استدلال ہے اول درجہ صدیقین کا ہے دوسرا علمائے راسخین کا اور

Marfat.com

ان دونوں کے بعد غافلین کے علاوہ کوئی اور نہیں۔

جب تم نے یہ چیز سمجھ لی تو یہ بھی جان لو کہ جس طرح ہر شے آنکھ کے لئے نور ظاہری سے ظاہر ہوتی ہے اسی طرح عقل باطنی کے لئے ہر شے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظاہر ہوتی ہے پس وہ ہر شے کے ساتھ ہے اس سے جدا نہیں۔ اور اسی سے ہر شے ظاہر ہوتی ہے لیکن ایک فرق ہے وہ یہ کہ نور ظاہر کا غروب آفتاب سے غائب ہونا ممکن ہے کیونکہ وہ پردہ میں ہو جاتا ہے حتیٰ کہ سایہ ظاہر ہو جاتا ہے لیکن خود اس کا غائب ہونا متصور نہیں بلکہ اس کا غروب محال ہے وہ تمام اشیاء کے ساتھ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

گویا طریقۂ استدلال تفرقہ پر منقطع ہوا اور اگر اس کا غائب ہونا ممکن ہو تو زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جائیں ہاں اس کے سبب ایسی تفریق معلوم ہو جاتی ہے جس کے ساتھ اس چیز کی معرفت کی جانب مجبور ہونا پڑتا ہے کہ اس کے ساتھ اشیاء کا ظہور ہوا ہے۔

لیکن تمام اشیاء ایک ہی طریقہ پر ظاہر ہیں کیونکہ ان کا خالق ایک ہے اور ہر شے اس کی حمد و تسبیح کرتی ہے نہ کہ بعض اشیاء اور تمام اوقات میں کرتی ہے نہ کہ بعض اوقات میں تو تفریق ختم ہو جاتی ہے اور طریق مخفی ہو جاتا ہے کیونکہ ظاہری قاعدہ تو یہ ہے کہ ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے کیونکہ جس شے کی ضد اور نقیض نہ ہو تو ظاہر میں ان کا حال یکساں ہوگا تو کچھ بعید نہیں کہ وہ مخفی ہو اور اس کا یہ خفا زیادتی ظہور کے سبب ہو اور روشن کی چمک کے باعث انسان اس سے غافل ہو جاتا ہے پس وہ پاک ہے جو کہ اپنی مخلوق سے اپنے ظہور کے باعث مخفی ہے اور اپنے نور کے سبب مخلوق سے پردے میں ہے بعض اوقات کوتاہ فہم اس کلام کو نہیں سمجھتے۔

ہماری اس تقریر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کے ساتھ ہے جیسا کہ اشیاء کے ساتھ نور ہے بلاشبہ وہ ہر جگہ موجود ہے لیکن وہ اس سے بلند و پاک ہے کہ کسی مکان کی اس کی طرف نسبت کی جائے بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ بعید ہے کہ یہ خیال پیدا ہو کہ وہ ہر شے سے قبل ہے اور یہ وہ ہر شے کے ادھر ہے اور یہ خیال کہ وہ ہر شے کو ظاہر کرنے والا ہے اور صاحب عقل کے نزدیک ظاہر کرنے والا ظاہر شے سے جدا نہیں ہوتا۔

ہم جو یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر شے کے ساتھ ہے اس کا مقصود یہی ہے اور یہ بھی تم پر مخفی نہیں کہ ظاہر کرنے والا ظاہر شدہ سے قبل ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر ہوتا ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہوتا ہے گویا کہ ایک حیثیت سے وہ اس کے ساتھ ہے اور ایک لحاظ سے اس سے قبل تو کسی کو یہ وہم نہ کرنا چاہیے کہ یہ باہم نقیض ہیں تو انہیں محسوسات کو پیش نظر رکھ کر کہ جن کی معرفت

Marfat.com

میں تیرا حصہ ہے اور خیال کر کہ ہاتھ کی حرکت ہاتھ کے سایہ کے ساتھ کیسے ہوتی ہے اور اس سے قبل کیونکر اور جس شخص کا سینہ اس معرفت کے لئے کشادہ نہ ہوا اسے اس عالم کی راہ ترک کر دینی چاہیے کیونکہ ہر علم کے لیے خاص افراد ہوتے ہیں اور جس فن کے لئے وہ پیدا ہوا ہے اس کے لئے وہی سہل ہوتا ہے۔

باب دوئم

مشکوٰۃ و مصباح اور زجاجہ وغیرہ کی تشریح

اس کا بیان اس کا طالب ہے کہ اس سے قبل دو قطب ہو جن میں غیر محدود وسعت پائی جاتی ہو لیکن میں ان جانب رمز و کنایہ پر اشارہ کرنے پر اکتفا کروں گا۔

قطب اوّل

اس بیان میں ہے کہ اس مثال میں کیا سر ہے اور معانی کو تمثیلات کے طور پر بیان کرنے کی وجہ کیا ہے اور عالم شہادت کہ جس سے مثالیں پیش کی جاتی ہیں اور عالم ملکوت میں کہ جس سے معانی کا نزول ہوتا ہے ان کی باہم مناسبت کیا ہے اور اس موازنہ کی کیا حقیقت ہے۔

قطب دوئم

اس میں ارواح بشریہ اور اس کے انوار کے طبقات کا بیان ہے کیونکہ یہ تمثیل اس کے بیان کرنے کے لیے دلائی گئی ہے اور ابن مسعود کی قرأت یہ ہے مثل نورہ فی قلب المومن کمشکوۃ فیھا مومن "مومن کے دل میں اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اس کے دل میں چراغ ہو ابن ابی کعب نے اسے اس طرح تلاوت کیا ہے "مثل نور قلب من امن کمشکوۃ فیھا" مومن کے دل کے نور کی مثال چراغ کی طرح ہے۔

Marfat.com

قطب اول

تمثیل اور طرز تمثیل کا راز

عالم کی دو قسمیں ہیں روحانی اور جسمانی یا اسے حسی اور عقلی سے تعبیر کرلو اور خواہ اسے علوی اور سفلی کہو یہ تمام الفاظ قریب المعنی ہیں صرف عبارات مختلف ہیں اگر ان کا اپنی ذات کے لحاظ سے اعتبار کیا جائے تو یہ جسمانی و روحانی ہیں اور اگر آنکھ کے اعتبار سے ان کا لحاظ کیا جائے کیونکہ وہ انھیں دیکھتی ہے تو یہ عقلی و حسی ہیں اور اگر ان کا ایک دوسرے کے اعتبار سے لحاظ کیا جائے گا تو یہ علوی و سفلی ہیں بعض اوقات ایک کو عالم الملک والشہادہ اور دوسرے کو عالم الغیب والملکوت بھی کہتے ہیں جو شخص حقیقت الفاظ پر نظر ڈالتا ہے وہ ان کی کثرت سے حیران ہوتا ہے اور جس شخص پر حقائق عیاں ہو جاتے ہیں وہ معانی کو اصل اور الفاظ کو ان کے تابع سمجھتا ہے لیکن کمزور شخص کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے وہ حقائق کو الفاظ سے تلاش کرتا ہے ان ہر دو فریق کی جانب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ کیا گیا ہے 'افمن یمشی مکباً علیٰ وجهه اهدیٰ امن یمشی سویاً علیٰ صراط مستقیم' کیا وہ شخص جو اندھے منہ گرا ہوا ہو وہ زیادہ ہدایت پر ہوسکتا ہے یا وہ شخص جو سیدھی راہ پر چل رہا ہو۔

جب ہر دو جہاں کے معنی ظاہر ہو گئے تو یہ بھی جان لو کہ عالم ملکوتی و علوی کو عالم غیب کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ اکثر لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہے اور عالم حسی کو عالم شہادت و ظہور کہتے ہیں کیونکہ اسے تمام لوگ دیکھتے ہیں۔

عالم حسی عالم عقلی کی سیڑھی ہے اور اگر ان میں باہم مناسبت اور اتصال نہ ہوتا تو اس کی طرف ترقی کی راہ مسدود ہو جاتی اور اگر یہ دشوار ہوتا تو خدا کا قرب دشوار ہوتا بلکہ اس سے کسی کو بھی ہرگز قرب حاصل نہ ہوتا تاوقتیکہ وہ عالم قدس کے بڑے بڑے میدان طے نہ کرلے جو عالم ادراک اور حس و خیال سے بلند ہے ہم اسے عالم قدس کہتے ہیں اور جب اس کے مجموعے کا لحاظ کیا جاتا ہے یعنی وہ عالم جس سے کوئی شے باہر نہ نکلے اور نہ اس میں کوئی ایسی شے داخل ہو جو اس سے اجنبی ہو تو اسے خطیر القدس یعنی بہشت کہا جاتا ہے اور بسا اوقات ہم اس روح بشری کو جو قدس کی روشنیوں کی گزرگاہ ہو ہم اسے وادی مقدس سے تعبیر کرتے ہیں پھر ان میں بہت سے بہشت ہیں کہ ان میں بعض معانی قدس میں زیادہ دخیل ہیں لیکن خطیرہ کا لفظ تمام

Marfat.com

طبقات کو شامل ہے۔

یہ وہم نہ کرو کہ یہ تمام الفاظ عقلاء کے نزدیک بے فائدہ اور غیر معقول ہیں اس وقت ان الفاظ کی شرح کرنے سے مقصد دور ہو جاتا ہے اس لئے تم الفاظ کے سمجھنے سے اعراض کرو اور اصل غرض کی جانب رجوع کرو۔

جب عالم شہادت عالم ملکوت کی سیڑھی ہے تو اس ترقی سے مقصود صراط مستقیم پر چلنا ہے اس کو دین اور منازل ہدایت کہا جاتا ہے اگر ان دونوں میں کوئی مناسبت نہ ہوتی تو ایک سے دوسرے کی جانب ترقی کرنا متصور بھی نہ ہوتا پھر رحمت خداوندی نے عالم شہادت کو عالم ملکوت کے بالمقابل بنایا ہے اس لحاظ سے اس جہاں میں کوئی شے ایسی نہیں جو اس عالم کی کسی شے کی مثال نہ ہو اور بعض اوقات ایک ہی شے عالم ملکوت کی چند اشیاء کی مثال ہوتی ہے اور بعض اوقات عالم ملکوت کی ایک شے کے لئے عالم شہادت میں بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں اور مثال اسی وقت ہوتی ہے جب کہ دونوں میں باہم کسی قسم کی مشابہت اور مطابقت ہو ان مثالوں کا شمار ایسا ہی دشوار ہے جیسا کہ تمام موجودات کو شمار کرنا اور یہ قدرت انسانیہ سے باہر ہے اور قوت بشریہ اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور تھوڑی عمریں اس کے لیے کافی نہیں میرا منشاء یہ ہے کہ تمہیں یہ بات مختصر طور پر سمجھا دوں تاکہ یہ مختصر امور بقیہ امور کے لئے دلیل بن سکیں اور اس طرح تم پر اسرار کے سمجھنے کا دروازہ کھل جائے۔

اگر عالم ملکوت جو جواہر نورانیہ ہیں انہیں ملائکہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور انہیں سے ارواح بشر پر انوار گرتے ہیں اسی باعث انھیں رب کہتے ہیں اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ رب الارباب ہوا نورانیت میں ان کے مراتب مختلف ہیں اور علم شہادت میں ان کی مثال چاند سورج اور ستارے ہیں اس راہ کا چلنے والا اول ستاروں کے درجہ تک ترقی کرتا ہے تو اس پر نور کی چمک ظاہر ہوتی ہے اور اس پر اس کا ایسا جمال اور بلند درجہ کھلتا ہے کہ وہ پکار اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا رب ہے۔

پھر جب اسے آگے بڑھ کر چاند کا رتبہ معلوم ہوتا ہے تو پہلے ستارے کے غروب کو ایک وہم خیال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں غروب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا اسی طرح ترقی کرتا جاتا ہے حتیٰ کہ آفتاب کی مثال تک پہنچ جاتا ہے پھر اسے دیکھتا ہے کہ وہ بہت بڑا اور بلند ہے اس کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت کے مثال کے قابل ہے اور نقصان دار کے ساتھ نقص اور غروب کی مناسبت بھی ہے پس اسی باعث گویا ہوتا ہے۔

Marfat.com

"انی وجھت وجھی للذی
فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من
المشرکین"

میں نے اپنا چہرہ خالص طور پر اس ذات کے سامنے کرلیا ہے
جسے آسمان وزمین پیدا فرمائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں
ہوں۔

الذی ایک مبہم اشارہ ہے اس سے کوئی مناسبت نہیں اس لئے اگر کوئی یہ کہے کہ الذی کی مفہوم کی کیا مثال ہے تو اس کا جواب تصور میں بھی نہ آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ ہر مناسبت سے پاک ہے اور اسی لئے جب بعض بدویوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کی کیا مناسبت ہے تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی "قل ھو اللہ احد، اللہ الصمد، لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفواً احد" آپ فرمادیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے بے نیاز ہے نہ جنتا ہے، اور نہ جنا گیا ہے۔ اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اس کا مقصود یہ ہے کہ وہ ہر نسبت سے پاک ہے۔ اسی لئے جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تھا مارب العالمین۔

جیسے کوئی ماہیت کا طالب سوال کرتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے افعال ہی سے جواب دیا تھا کیونکہ سائل کے نزدیک اس کے افعال ہی زیادہ ظاہر تھے اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے فرعون نے اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا کیا تم سنتے نہیں گویا وہ ان پر معترض تھا موسیٰ حقیقت کے جواب سے کیوں عدول کر گئے جس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا بھی رب ہے اس پر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جنون کی جانب منسوب کیا اس لیے کہ فرعون کا مطلب حقیقت و تمثیل سے آگاہی تھی۔ اور آپ افعال کے ساتھ جواب دے رہے تھے اسی باعث فرعون نے کہا تھا کہ تمہاری جانب جو رسول بھیجا گیا ہے وہ دیوانہ ہے۔

آمدم برسر مطلب: علم تعبیر سے تمہیں تمثیل کی کیفیت معلوم ہو جائیگی اس لیے خواب نبوت کا ایک جزو ہے۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خواب میں آفتاب دیکھنے کی تعبیر بادشاہ کو دیکھنا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے روحانی معنی میں شرکت و مشابہت ہے وہ سب پر بلند ہے اور اس کا انوار آثار کا

Marfat.com

سب پر فیضان ہوتا ہے۔ اور چاند دیکھنے کی تعبیر وزیر ہوتا ہے کیونکہ غروب آفتاب کے بعد آفتاب کا نور چاند ہی کے ذریعہ زمین پر گرتا ہے کہ بادشاہ اپنے آثار کے فیض اس شخص پر جو بادشاہ سے غائب ہوتا ہے وزیر ہی کے ذریعہ پہنچاتا ہے یا مثل خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے پاس مہر ہے اور وہ اسے لوگوں کے چہروں اور عورتوں کی پیشاب گاہوں پر لگا رہا ہے تو اس کی تعبیر رمضان میں صبح صادق سے قبل سے اذان دیتا ہے اور جو شخص یہ دیکھے کہ وہ روغن زیتون کو زیتون میں ڈال رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے نیچے ایسی لونڈی ہے جو اس کی ماں ہے اور جس کے ماں ہونے سے یہ واقف نہیں۔

تعبیر کی تمام اقسام کی اس قسم کی تمثیلات میں شمار کرنا ناممکن ہے کم از کم یہ میرے احاطہ قدرت سے باہر ہے بلکہ میں تو اس کا قائل ہوں کہ جیسے موجودات عالیہ روحانیہ میں وہ اشیاء پائی جاتی ہیں جن کی مثال آفتاب۔ چاند اور تارے ہیں اسی طرح ان میں سے بعض وہ ہیں جن کی مثالیں اور ہیں اور علی الخصوص جبکہ ان اشیاء کے ساتھ دیگر اوصاف کے علاوہ نورانیت کا لحاظ کیا جائے۔

پس اگر ان موجودات میں کوئی ایسی شے موجود ہے جو کہ ثابت ہے اور متغیر نہیں۔ بڑی ہے چھوٹی نہیں اور اس سے معارف و مکاشفات کے چشمے پھوٹ کر دلوں کی جانب جا رہے ہوں تو اس کی مثال طور ہو سکتی ہے اور اگر ایسے موجودات ہیں جن کا ان نفائس سے تعلق ہے اور ان میں سے بعض بعض سے بہتر ہیں تو ان کی مثال وادی ہے اور اگر یہ نفائس انسانی قلوب کے باہم ملنے کے بعد ایک دل سے دوسرے دل کی جانب جاری ہوتے ہوں تو یہ دل بھی جنگل کی طرح ہیں جو کہ پہلے دلوں کے علاوہ ہیں اور بعض ان میں سے غوطہ زن ہیں۔

مناسب یہ ہے کہ اول وادی ایمن ہو کیونکہ وہ بابرکت ہے اور اس کا درجہ بہت بلند ہے اور اگر وادی کم درجہ کی جو وادی ایمن کے واحد درجات سے ملحق ہے تو وہ شخص وادی ایمن کے کنارے پر غوطہ زن ہے ایسا شخص وادی کے درمیان اور بھنور میں غوطہ زن نہیں۔ اگر نبی کی روح روشن چراغ ہے اور یہ روح وحی سے فیض حاصل کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اوحینآ الیک روحا من امرنا" (ہم نے روح کو اپنا حکم دے کر آپ کے پاس بھیجا)

پس جن سے اقتباس کیا جاتا ہے اس کی مثال آگ کی مانند ہے اور اگر اخذ کرنے والے انبیاء علیہ السلام ہیں تو ان میں سے بعض تقلید پر ہیں کہ وہ اس وحی کو سن لیتے ہیں اور بصیرت یافتہ ہیں اس مقلد کی مثال جو بصیرت نہیں رکھتا انگار اور چنگاری کی ہے اور صاحب

Marfat.com

ذوق بات احوال میں نبی کا شریک ہوتا ہے اس مشارکت کا مقصود سینکنا ہے اور آگ وہی سینکتا ہے جس کے پاس آگ ہوتی ہے ورنہ وہ اس کی خبر نہ سنتا اگر انبیاء کی پہلی جماعت کدورت حس وخیال سے عالم مقدس کی جانب ترقی کرتی ہے تو اس کی مثال منزل وادی مقدس اور اس کی وادی مقدس کا طے کرنا دونوں جہان کو ترک کئے بغیر اور ایک خدا کی جانب متوجہ ہوئے بغیر طے کرنا ممکن نہیں اور دنیا وآخرت دونوں بالمقابل ہیں وہ دونوں دنیا وآخرت کے عوارض ہیں ان دونوں کا کبھی تو چھوڑنا ممکن ہے اور کبھی ان سے ملنا ان کے چھوڑنے کی مثال احرام باندھنے اور کعبہ قدس کی جانب توجہ کے وقت جوتے اتارنے کی ہے بلکہ ہم حضرت خداوندی کی جانب ترقی کر کے کہتے ہیں کہ اگر اس درگاہ میں کوئی ایسے شے ہے کہ جس کے ذریعہ علوم منفصلہ جواہر قابلہ میں نقش ہوتے ہوں تو اس کی مثال قلم ہے اور اگر ان میں ایسے جواہر ہیں جن میں یہ قابلیت پائی جاتی ہے کہ وہ نقوش علم سے متصل ہو سکیں تو ان کی مثال لوح کتاب اور رق منشور یعنی صحیفہ روشن ہے اور اگر علوم کے نقوش سے بڑھ کر کوئی اور شے ہے تو وہ اس کے ساتھ مقید ہے تو اس کی مثال ہاتھ ہے اور اگر اس درگاہ کی جو کہ ہاتھ، لوح وقلم اور کتاب پر مشتمل ہے کوئی با قاعدہ ترتیب ہے تو اس کی مثال صورت ہے اور اگر اس مشابہت پر صورت انسانی کی کوئی با قاعدہ ترتیب ہے تو وہ صورت رحمٰن ہے اور اس بات میں کہ وہ اللہ کی صورت پر ہے بین فرق ہے کیونکہ وہ رحمت الٰہی جو صورت الٰہی پر ہے وہ اسی صورت کے ساتھ متصف ہے

خدا تعالیٰ نے آدمؑ پر مہربانی فرمائی اور انھیں وہ مختصر سی جامع صورت دی جو عالم کی تمام اقسام کو شامل ہے گویا وہ تمام جہان کا مجموعہ ہے یا ایک مختصر جہان کا نسخہ ہے اور آدم کی صورت صورت اللہ کے خط سے لکھی ہوئی ہے اور وہ ایسا خط الٰہی ہے جس کو حروف سے نہیں لکھا جاتا کیونکہ اس کا خط تحریر وحروف سے پاک ہے جیسا کہ اس کا کلام آواز وحروف سے پاک ہے اور اس کا قلم اس سے پاک ہے کہ وہ سرکنڈہ یا لوہے سے بنا ہے۔ اور اس کا ہاتھ اس سے پاک ہے کہ وہ گوشت اور ہڈی ہو اور اگر یہ رحمت الٰہی نہ ہوتی تو انسان معرفت خداوندی سے عاجز ہو جاتا اس لئے کہ اپنے رب کو وہی شخص پہچان سکتا ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا ہو اور جب رحمت کے یہ آثار ہیں تو وہ صورت رحمٰن پر ہوا نہ کہ اللہ کی صورت پر؟

پس حضرت الٰہی حضرت رحمٰن کے مغیر ہے اور بادشاہت وربوبیت کے بھی غیر ہے اس لئے کہ اس نے حکم دیا ہے کہ ان تمام حضرات سے پناہ مانگو۔ ارشاد ہے "قل اعوذ برب الناس ملک الناس" (آپ فرماتیے کہ میں لوگوں کے پروردگار، لوگوں کے بادشاہ سے

Marfat.com

پناہ مانگتا ہوں) اور اگر یہ معنی نہ ہوتے تو اس کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو رحمن کی صورت پر پیدا کیا لفظاً درست نہ ہوتا بلکہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور جو لفظ صحیح حدیث میں ہے وہ علیٰ صورت الرحمن میں ہے۔ (حدیث صحیح تو کجا حدیث ضعیف میں بھی یہ لفظ نہیں بلکہ یہ صرف مصنف کی اختراع ہے)۔

حضرت پادشاہ کو حضرت ربوبیت سے ممیز کرنے کے لیے طویل شرح کی ضرورت ہے لہٰذا ہم اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں بطور اختصار تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کی کوئی تھا نہیں اگر تمہارے دل میں ان مثالوں سے کوئی شبہ پیدا ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کرو انزل من السماء ماء فسالت او دیة نقدرها اس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر مقدار کے مطابق اس سے نالے بہائے۔

کیونکہ تفسیر میں آیا ہے کہ پانی معرفت ہے اور جنگل دل ہے

خاتمہ و معذرت

اس مختصر اور ضرب الشال سے یہ گمان نہ کرنا کہ میری جانب سے گویا یہ رخصت ہے کہ آیت کے ظاہری معنی کو ترک کر دیا جائے اور ان کے بتلانے کا عقیدہ قائم کیا جائے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جوتے نہ تھے اور انھوں نے خدا کے اس حکم کو کہ اپنے جوتے اتار دو نہیں سنا تھا خدا کی پناہ میں یہ کیسا کہہ سکتا ہوں کیونکہ ظواہر کو باطل کرنا ان باطنوں کی رائے ہے جنھوں نے اپنے بھینگے پن کی وجہ سے دونوں جہان میں سے صرف ایک جہان کو دیکھا اور دونوں کے تقابل میں جہالت سے کام لیا اور وجہ بھی نہ سمجھے جیسے صاحب اسرار کا کلیتہ باطل کرنا حشویہ کا مسلک ہے پس جو شخص مجروح ظاہر پر ہے وہ حشوی ہے۔ اور جس کا تعلق صرف باطن سے ہے وہ باطن ہے اور جو دونوں کو جمع کرتا ہے وہ کامل ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کا ظاہر اور باطن اور حد اور مطلع ہے یعنی جائے طلوع ہے۔ اور یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے موقوفاً نقل کیا گیا ہے بلکہ میں تو اس کا قائل ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس حکم سے کہ اپنے دونوں جوتے اتار دو یہ سمجھا کہ دونوں جہان چھوڑ دو پھر ظاہری حکم کی تعمیل کے لئے جوتے اتار دیے اور باطن میں تمام جہان کو چھوڑ دیا (یہ صرف تاویل برائے تاویل ہے جس کا قرآن و شریعت سے دور کا بھی تعلق نہیں) اسی کو

Marfat.com

اعتبار کہتے ہیں کہ ایک شے سے دوسری شے تک عبور کرنا اور ظاہر سے باطن کی طرف جانا ہے وہ شخص جو نبی کریم ﷺ کے اس قول کو سنتا ہے جو آپ نے فرمایا ہے کہ فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہو۔ اور پھر وہ شخص کتے کو اپنے گلو میں رکھے اور کہے کہ اس حدیث کے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ دل کے گھر کو غضب کے کتے سے پاک کیا جائے کیونکہ وہ ملائکہ کے انوار کی معرفت سے روکتا ہے اس لئے کہ غصہ عقل کا غول ہے اور اس شخص کے درمیان فرق ہے جو کہ اس حدیث ظاہری حکم کی تعمیل بھی کرتا ہو اور پھر یہ کہتا ہو کہ کتا اپنی ظاہری صورت پر مراد نہیں بلکہ معنوی لحاظ سے درندگی اور شکار کے پیچھے دوڑتا ہے اور جب اس گھر کی حفاظت واجب ہے جو کہ وجود اور بدن کا مقام ہے تو اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کتے کے خصائل سے بھی اپنی حفاظت کرے تو اس پر دل کے گھر کی جو کہ جوہر حقیقی کی قرار گاہ ہے حفاظت کرنا ضروری ہوا کیونکہ جو شخص ظاہر و باطن ہر دو کو جمع کرتا ہے وہی کامل ہے اور کاملین کے اس قول کا مقصود یہی ہے کہ کامل وہ شخص ہے جس کی معرفت کا نور اس کے تقویٰ کے نور کو نہیں بجھاتا اور اسی باعث تو کامل کو دیکھے گا کہ وہ کمال بصیرت و عقل کے باوجود کسی حکم کو ترک کرنے کی ہمت نہیں کرتا۔

بعض سالکین طریقت کا احکام ظاہری بساط کو لپیٹ دینا ان کا مغالطہ ہے حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے نماز ترک کر دی اور بولے کہ ہم ہمیشہ باطنی نماز میں رہتے ہیں اور یہ اباحت والے احمقوں کے علاوہ اور مغالطہ ہے کہ جنہیں بیہودہ باتوں نے پکڑ رکھا ہے جیسا کہ ان میں سے بعض اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے اعمال کی پرواہ نہیں بعض اس کے قائل ہیں کہ باطن خباثتوں سے بھرا ہوا ہے اور ان سے اس کی پاکیزگی ممکن نہیں اور غضب و شہوت کو جڑ سے اکھاڑنے کی ضرورت نہیں اس کا یہ گمان ہے کہ وہ ان دونوں کو اکھاڑنے پر مامور ہے پس یہ حماقتیں ہیں اور سالک کی لغزش ہے جسے شیطان نے روک لیا ہے اور اسے غرور کے رسوں میں لٹکا دیا ہے۔

اب میں نعلین کی تفسیر کی جانب متوجہ ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ظاہراً جوتوں کا اتارنا دونوں جہاں کے ترک کی طرف اشارہ ہے پس ظاہر میں مثال حق ہے اور اس کا باطن کی طرف لے جانا حقیقت ہے۔

ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور اس رتبہ کے لوگوں ہی زجاجہ (شیشہ) کے مقام تک پہنچ گئے ہیں جیسا کہ زجاجہ کے معنی میں عنقریب آئے گا کیونکہ وہ خیال جس کی مثال اخذ

Marfat.com

سے کی جائے سخت کثیف ہے جو اسرار کو چھپاتا ہے اور تم میں اور انوار میں حائل ہو جاتا ہے لیکن جب صاف ہو جاتا ہے تو شیشہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے اور انوار میں حائل نہیں رہتا اور انوار تک پہنچا دیتا ہے بلکہ وہ اس کے لئے انوار کا محافظ بن جاتا ہے تاکہ وہ آندھیوں سے بجھ نہ جائے اب زجاجہ کی حقیقت سمجھو۔

جان لو کہ عالم کثیر خیالی سفلی انبیائے کرام کے حق میں شیشہ انوار کے لئے طاقچہ اسرار کے لیے آئینہ اور عالم اعلیٰ کی سیڑھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مثال ظاہری حق ہے لیکن ظاہر کے علاوہ ایک باطن بھی ہے اس پر طور اور آگ کو قیاس کر لو۔

نکتہ:

جب نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو گھٹنوں کے بل جنت میں داخل دیکھا تو تم یہ خیال نہ کرو کہ آپ نے انھیں آنکھ سے نہیں دیکھا ہے بلکہ انھیں اسی طرح بیداری میں دیکھا جس طرح سونے والا خواب میں دیکھتا ہے اگرچہ عبدالرحمٰن بن عوف اپنے گھر میں اپنے وجود سے سوتے تھے کیونکہ نیند سلطان حواس کو نور باطن الٰہی پر غالب کر دینے کے باعث مشاہدات ہی پر اثر کرتی ہے کیونکہ حواس عالم اس کو اپنی جانب متوجہ کرتے اور اسے مشغول کرتے ہیں۔ اور اس کی ذات کو عالم غیب و ملکوت سے پھیرنے والے ہیں لیکن بعض انوار نبویہ اتنے شفاف اور غالب ہوتے ہیں کہ انھیں حواس اپنے عالم کی جانب مشغول نہیں کرتے اسی باعث وہ بیداری میں وہ باتیں دیکھ لیتے ہیں جو اور لوگ نیند میں دیکھتے ہیں اور جب وہ انتہائے کمال پر ہوتے ہیں تو اس کا ادراک مخفی صورت دیکھنے والی آنکھ تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس سے موجودہ زندگی کی طرف جو کہ عالم اسفل سے کھینچتی ہے پس جبکہ اشکال دینویہ کی جانب کھینچنے والا دوسرے جاذب ایمان زیادہ قوی ہے تو یہ تنگی رزق پیدا کرے گا یا اس کی سیر میں چلے گا عالم شہادت میں اس کی مثال ابر ہے۔ علیٰ ہذا اسرار آئینہائے خیال سے قبل ہی ظاہر ہو جائیں گے اور آپ کا یہ حکم عبدالرحمٰن ہی تک محدود نہ رہے گا گو کہ آپ کا دیکھنا انھیں تک محدود تھا بلکہ اس کے ذریعہ ہر ایسے شخص پر حکم لگا دیا جائے گا جس کی بصیرت قوی اور ایمان محکم ہو لیکن ساتھ میں مال کی کثرت ہو کیونکہ کثرت مال ایمان کی مزاحم ہوتی ہے اگرچہ اس کا مقابلہ نہیں کرتی کیونکہ ایمان کی قوت غالب ہے اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ انبیاء کرام صورتوں کو کیسے دیکھتے ہیں اور صورتوں کے علاوہ وہ معانی کو کیسے مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ اغلب یہ ہے کہ معنی

Marfat.com

مشاہدہ باطن سے قبل ہوتے ہیں پھر اس سے روح خیال کو دیکھتے ہیں اور ایسی صورت جو کہ معانی کے متشابہ اور مساوی ہے وہ منطبع ہو جاتی ہے اور بیداری میں وحی کی یہ صورت تاویل کی محتاج ہوتی ہے جیسا کہ نیند تعبیر کی محتاج ہے اور اگر خواب میں ایسا واقع ہو تو خواص نبویہ کے ساتھ اس کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ ایک کو چھیالیس کے ساتھ۔ اور اگر بیداری میں ایسا ہو تو اس کی نسبت اس سے بڑی ہے میرا گمان ہے کہ اس وقت اس کی نسبت ایک کی تین سے ہوگی۔ کیونکہ ہم پر جو کچھ عیاں ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواص نبویہ تین قسم کے شعبوں میں منحصر ہیں اور یہ تینوں میں سے ایک ہے۔

قطب دوئم

مراطب ارواح بشریہ نورانیہ

اول روح حساس ہے اور وہ روح وہ ہے کہ حواس جو کچھ اس پر پیش کرتے ہیں وہ ان سے ملتی ہے یہی روح حیوانی کی اصل ہے اور اسی کے باعث حیوان کو حیوان کہتے ہیں یہ دودھ پینے والے بچے میں موجود ہوتی ہے۔

دوئم روح خیالی۔ حواسات جو کچھ اس روح کو دیتے ہیں وہ اسے لکھتی اور اپنے پاس خزانے میں محفوظ رکھتی ہے تاکہ یہ اسے ضرورت کے وقت روح عقل کے سامنے جو اس سے بلند ہے پیش کرے یہ دودھ پیتے بچے کو شروع نشوونما میں نہیں پائی جاتی اسی لئے وہ کسی شے کی حرص کرتا ہے تاکہ اسے لے لے اور جب وہ شے اس سے غائب ہو جاتی ہے تو اسے بھول جاتا ہے اس کا نفس اس پر جھگڑتا نہیں۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ وہ اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ جب کوئی شے اس سے غائب ہوتی ہے تو وہ رونے لگتا ہے اور اسے مانگتا ہے کیونکہ اس کی صورت اس کے خیال میں محفوظ ہوتی ہے اور یہ بات بعض حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے اور بعض میں نہیں وہ پروانے جو آگ پر گرتے ہیں ان میں یہ قوت نہیں پائی جاتی کیونکہ وہ آگ کی جانب اس لئے لپکتے ہیں کہ انہیں دن کی روشنی سے کمال محبت ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ چراغ ایک کشادہ سوراخ ہے جو روشنی کے مقام پر جاتا ہے یہ خیال کر کے وہ خود کو اس پر گراتا ہے اور تکلیف پاتا ہے لیکن جب وہ اس پر گزر جاتا ہے اور اندھیرے میں پہنچ جاتا ہے تو دوبارہ اور سہ بارہ اس کی جانب لپکتا ہے اگر اس کی روح حافظ ہوتی تو اسے اس کی جب کہ اس نے درد دیکھ لیا تھا تو ایک دفع

Marfat.com

کے ضرر کے بعد اسے دوبارہ ادھر نہ آنے دیتی لیکن کتے کو جب ایک بار لکڑی سے مارا جائے تو اس کے بعد جب بھی وہ لکڑی دیکھتا ہے تو بھاگتا ہے۔

سوئم۔ روح عقلی۔ یہ ان معانی کو معلوم کرتی ہے جو حس وخیال سے ماورہ ہیں یہ جوہر انسان کے لیے خاص ہے اور چوپایوں اور بچوں میں نہیں پایا جاتا اس کے معلومات معارف ضروریہ کلیہ ہیں جیسا کہ ہم یہ امر اس جگہ بیان کر چکے ہیں جہاں ہم نے نور عقل کو نور بصر پر فضیلت دی ہے۔

چہارم۔ روح فکری ہے۔ یہ انبیائے کرام اور بعض اولیاء کے ساتھ خاص ہے اس میں غیب کے علوم احکام آخرت اور زمین وآسمان کی حکومت کے تمام معارف ظاہر ہوتے ہیں بعض معارف ربانیہ وہ ہیں جنھیں سمجھنے سے روح عقلی وفکری بھی قاصر ہے اسی جانب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا
ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان
ولکن جعلنہ نوراً نھدی بہ من نشاء من
عبادنا وانک لتھدی الی صراط
مستقیم

ہم نے آپ کے پاس روح کو اپنا حکم دے کر بھیجا ورنہ آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب وایمان کیا شے ہے لیکن ہم نے آپ کو نور بنایا ہے کہ ہم آپ کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ہدایت کرتے ہیں اور آپ یقیناً سیدھی راہ کی ہدایت کرتے ہیں۔

یہ بات بعید نہیں کہ عقل کے علاوہ بھی کوئی اور طور ہو جس میں وہ باتیں ظاہر ہوں جو عقل میں ظاہر نہیں ہوتیں جیسا کہ عقل تمیز واحساس کے علاوہ اور کوئی ایسا طور ہونا بعید نہیں جس میں عجائب وغرائب ظاہر ہوں اور ان سے احساس وتمیز قصور وار ہوں پس انتہائے کمال کو اپنے نفس پر موقوف خیال نہ کرو اور اگر تم ایسی مثال کے خواہاں ہو جس سے بعض انسان کے خواص کا مشاہدہ کر لو تو ذوق شعر کو دیکھو کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ مخصوص ہے اور بعض لوگ اس سے محروم ہیں حتیٰ کہ انھیں الحان موزونہ اور زحاف کی بھی تمیز نہیں اور بعض میں قوت ذوق اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ ان میں سے بعض نے موسیقی راگنیاں اور مختلف قسم کی لے ایجاد کی ہیں جن میں

Marfat.com

بعض غم پیدا کرنے والی، بعض خوشی پیدا کرنے والی، بعض سلانے والی، بعض رلانے والی، بعض جنون آفرین اور بعض غشی کی موجب ہیں اسی میں یہ آثار قوی ہوتے ہیں جن میں اصل ذوق ہوتا ہے لیکن جو شخص اس ذوق کی خاصیت سے لگاؤ نہیں رکھتا وہ آواز سننے میں تو ضرور شریک ہے لیکن اس میں یہ آثار نہیں پائے جاتے وہ صاحب وجد و غشی مجھ سے تعجب کرتا ہے اگر تمام ذوق والے عقلاء ذوق کا مفہوم سمجھانے پر متفق ہو جائیں تو وہ اس کے سمجھانے پر قادر نہیں ،اور یہ معمولی سی مثال ہے جو تمہاری سمجھ میں آ سکتی ہے اس پر ذوق نبوی کو قیاس کر لیا جائے اور اس کی کوشش کرنے کے اس روح کے اہل ذوق میں تو بھی داخل ہو جائے کیونکہ اولیاء اللہ کو اس کا بڑا حصہ عطا ہوا ہے اور اگر تو اس پر قادر نہ ہو تو اس میں مذکورہ قیاسات وتشبیہات کے ذریعہ کوشش کرتا کہ تو بھی اہل علم میں داخل ہو جائے اگر تو اس پر قادر نہ ہو تو کم از کم اس پر ایمان لانا چاہیے (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا ہے درجات بڑھائے گا)

علم ایمان سے بڑھ کر ہے اور ذوق علم سے بڑھ کر ذوق وجدان ہے علم صرف قیاس ہے اور ایمان صرف تقلید سے قبول کرنا اور اہل وجدان وعرفان سے حسن ظن رکھنا ہے۔

جب تم نے ان پانچوں روحوں کو جان لیا تو یہ بھی جان لو کہ یہ بھی سب انوار ہیں اس لئے ان کے سبب موجودات کے اقسام ظاہر ہوتے ہیں حسی وخیالی موجودات اگرچہ چوپایہ میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے جو حصہ انسان کے لئے مخصوص ہے جو اشرف واعلیٰ ہے اور انسان میں یہ دونوں حس کسی اور غرض کے لئے پیدا کی گئی ہیں تاکہ وہ طلب غذا میں ان کا آلہ رکاب ہے اور وہ انسانوں کے مسخر ہو جائیں اور آدمی میں اس لئے پیدا کی گئی ہیں تاکہ یہ دونوں اس کا جال بن سکیں اور ان دونوں کے ذریعہ وہ عالم اسفل میں معارف دینیہ کا شکار کر سکے کیونکہ انسان جب ایک شخص معین کو معلوم کر لیتا ہے تو اپنی عقل سے ایک عام اور مطلق معنی بھی نکال لیتا ہے جیسا کہ ہم نے عبدالرحمٰن بن عوف کی مثال میں ذکر کیا ہے جب یہ پانچوں ارواح معلوم ہو گئیں تو اب ہم مثال کی اصل غرض کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

آیت کی مثالوں کا بیان

ممکن ہے کہ پانچوں ارواح کا مشکوٰۃ، زجاجہ، مصباح، شجرہ اور زیت سے تقابل میں کلام طویل ہو جائے لیکن میں انکا طریق معلوم کرنے میں اختصار ہی سے کام لوں گا۔ اگر تم

Marfat.com

دیکھنے والی روح کی خاصیت کی جانب دیکھو تو اس کے انوار کو چند سوراخوں سے خارج پاؤ گے جیسے دو آنکھیں دو کان دو نتھنے وغیرہ اور عالم مثال میں اس کی زیادہ مناسب مثال مشکوٰۃ ہے روح خیالی کے تین خواص ہیں۔

(۱) یہ کہ وہ عالم کثیف سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ خیالی شے کے لئے مقدار صورت اور مخصوص جہات ہوتی ہے اور خیال کرنے والے کی نسبت سے قریب یا بعید ہوتی ہیں اور کثیف جو کہ اجسام کے اوصاف میں سے ہے اس کی شان یہ ہے کہ وہ ان انوار عقلیہ محضہ جو کہ جہات ومقادیر اور قرب وبعد کے وصف سے منزہ ہیں پردے میں ہے۔

(۲) یہ خیالی کثیف جب شفاف ورقیق اور مہذب ومضبوط ہو تو وہ ایسے معانی عقلیہ کے مناسب ہوتا ہے جو ان کے بالمقابل ہے اور اس کے نور کے چمکنے کو حائل نہیں۔

(۳) خیال ابتدائے امر میں اس کا انتہائی محتاج ہوتا ہے تاکہ اس کے لئے معارف عقلیہ کو محفوظ رکھ سکے پس تو مضطرب وپریشان نہ ہو کہیں وہ حافظہ سے نہ نکل جائے۔ اس لئے کہ تم خیال مثالوں کو معارف عقلیہ کے لئے جمع کرو گے۔

عالم شہادت میں تم یہ تینوں خواص انوار دیکھنے والوں کی جانب منسوب کرتے ہو اور وہ زجاجہ (شیشہ) کے علاوہ کہیں نہ پاؤ گے اس لئے کہ اگرچہ زجاجہ جوہر کثیف ہے لیکن شفاف ورقیق ہے حتی کہ چراغ کے نور کو بھی نہیں چھپاتا بلکہ اسے علی حالہ باہر پہنچاتا اور اسے تیز ہواؤں اور سخت حرکتوں کے بجھانے سے محفوظ رکھتا ہے پس وہ اس کی بہترین مثال ہے۔

تیسری وہ روح عقلیہ ہے جس میں معانی شریفہ کا ادراک ہوتا ہے اور تجھ پر وجہ تمثیل پوشیدہ نہیں اسے تم نے پہلے بیان میں جس میں کہ انبیاء کا چراغ روشن ہونا مذکور ہے پہچان لیا ہے۔

چوتھی روح روح فکری ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک جز سے شروع ہو کر دو شاخوں میں بٹ جاتی ہے۔ پھر ہر شاخ سے دو شاخیں نکلتی ہیں اور بہت سے شعبے تقسیمات عقلی سے بن جاتے ہیں حتی کہ آخر میں ظاہر نتائج تک پہنچ جاتے ہیں پھر وہ اپنے ہم جنسوں کے لئے بیج کا کام دیتے ہیں کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایک دوسرے سے اثر پذیر ہوں اس جہاں میں اس کی مثال شجرہ ہے۔ جب اس کے معارف کے ثمرات دوچند اور ثبات وبقا کے لئے مادہ ہیں تو مناسب یہ ہے کہ زیتون کے علاوہ اس کی مثال ناشپاتی، سیب، انار اور دیگر درختوں سے نہ دی جائے کیونکہ اسکے پھل کا مغز وہ زیت ہے جو کہ چراغ کا مادہ ہے اور تمام تیلوں میں چمک

Marfat.com

کے لحاظ سے خاص خصوصیت رکھتا ہے اور چونکہ اس درخت پر کثرت سے پھل آتا ہے اس لئے اس کو مبارک درخت کہتے ہیں تو وہ درخت کے پھل کی کوئی حد و انتہاء نہ ہوا اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اسے مبارک درخت کہا جائے اور چونکہ افکار عقلیہ محضہ کے شعبے جہات اور قرب و بعد سے منزہ ہیں تو وہ اس امر کے زیادہ لائق ہیں کہ نہ وہ شرقی ہو نہ غربی۔

پانچویں روح، روح قدسی نبوی ہے جو کہ اولیاء اللہ کی جانب منسوب ہے بشرطیکہ وہ نہایت چمک دار اور صاف ہو اور روح مفکرہ اس امر کی جانب منقسم ہے جو کہ تعلیم اور تنبیہات خارجہ کی جانب منسوب ہیں جب تک وہ اقسام معارف میں رہیں ان میں سے بعض تو بہت شفاف ہیں گویا وہ کسی خارجی امداد کے بغیر خود بخود روشن ہیں تو اس صورت میں مناسب ہے کہ صاف سے قریب الاستعداد مراد لیا جائے بایں طور کے قریب ہے کہ اس کا زیتون روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ قطعاً نہ چھوئے کیونکہ بعض حضرات اولیاء ایسے بھی ہیں کہ قریب ہے ان کا نور چمک اٹھے اور وہ انبیاء کرام علیہ السلام کی مدد سے مستغنی ہو جائیں اسی طرح بعض حضرات انبیاء وہ ہیں جو کہ ملائکہ کی درد سے مستغنی ہیں۔

یہ مثال اس تقسیم کے مطابق ہے اور جب یہ انوار ایک دوسرے پر مرتب ہیں تو اس سے یہ خود ثابت ہو گیا کہ پہلی قسم حسی ہے اور وہ روح خیال کے لئے تمہید کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ حسی کے بغیر خیالی کا تصور ممکن نہیں اور فکر و عقل کا مقام ان دونوں کے بعد ہے اس لئے مناسب ہے کہ شیشہ چراغ کے محل کی مانند ہو اور طاقچہ شیشہ کے محل کی طرح اور جب یہ انوار ایک دوسرے پر فائق ہیں تو انھیں نور علیٰ نور بھی کہا جا سکتا ہے اس بات کو خوب ذہن نشین کر لو خدا تعالیٰ توفیق بخشنے والا ہے۔

خاتمہ

یہ مثال مومنین انبیاء کرام اور اولیاء کے دلوں کے لائق ہے نہ کہ کفار کے کیونکہ نور کا ارادہ ہدایت کے لئے ہوتا ہے۔

جو شے طریق ہدایت سے پھیرنے والی ہو وہ امر باطل اور ظلمت ہے بلکہ ظلمت سے بھی بڑھ کر اس لیے کہ ظلمت جیسے حق کی جانب نہیں لے جاتی وہ ہدایت کی طرف بھی نہیں لے جاتی کفار کی عقلیں اندھی ہیں ان کے تمام ادراکات ان کی گمراہی پر مدد و معاون ہیں۔

ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو سمندر کے بھنور میں پھنس گیا ہو اور جسے ایسی

Marfat.com

موج نے ڈھانپ لیا ہو کہ اس موج کے ساتھ پے در پے موجیں ہوں اس کے اوپر بادل اور ظلمتیں یکے بعد دیگرے چھائی ہوں۔

بھنور والا سمندر دنیا ہے جس میں بہت سے خطرات و مہلکات، حوادث و مکدرات، موجود ہیں جو انسان کو اندھا کرنے والے ہیں پہلی موج تو شہوتوں کی موج ہے جو کہ صفات بہیمیہ کو ابھارتی ہے اور لذاتِ حسنہ اور حاجات دنیاویہ کو پورا کرنے میں منہمک رکھتی ہے یہ لوگ اس طرح کھاتے اور نفع حاصل کرتے ہیں جیسے چوپائے کھائے جاتے ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو لازماً یہ موج تاریک ہوگی کیونکہ کسی شے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

دوسری موج صفات درندگی کی موج ہے جو کہ غضب، عداوت، دشمنی، کینہ، حسد، بخیلی، فخر اور کثرت مال پر ابھارتی ہے لازماً وہ تاریک ہوگی کیونکہ غضب عقل کا بگولہ ہے اور لازماً یہ موج اعلیٰ درجہ کی ہوگی کیونکہ اکثر جب غضب موج مارتا ہے تو شہوات پر بھی غالب آ جاتا ہے اور انسان شہوات ولذات سے غافل ہو جاتا ہے کیونکہ شہوات اس موج انگیز غضب کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

رہے بادل تو وہ اعتقادات خبیثہ، خیالات فاسد اور جھوٹے گمانات ہیں جو کہ ایمان معرفت حق اور قرآن سے نور حاصل کرنے میں حجاب بنے ہوئے ہیں اس لئے کہ بادل کی خاصیت یہ ہے کہ وہ نور آفتاب کی چمک کو چھپا لیتا ہے تو جب ان تمام اقسام کی تاریکیاں ہو تو انہیں ایسی ظلمتوں سے تعبیر کرنا مناسب ہے جو ایک دوسرے پر چھائی ہوں اور جب ان ظلمتوں کی موجودگی میں اشیائے قریبہ کی معرفت ممکن نہیں تو اشیائے بعیدہ کی معرفت کیونکر ممکن ہوگی اسی لئے کفار نبی کریم ﷺ کے عجائبات اور معجزات کو سمجھنے سے قاصر ہیں حالانکہ وہ ادنیٰ تامل سے ظاہر ہو جاتے ہیں اس لئے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ جب وہ اپنے ہاتھ کو نکالتا ہے تو اسے بھی نہیں دیکھ سکتا اور جب کہ تمام انوار کا منبع اول اللہ تعالیٰ ہے تو ہر موحد کو یہ اعتقاد کرنا چاہیے کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نور پیدا نہ فرمائے اس لئے کوئی نور نہیں اس آیت کے اسرار میں سے اتنا ہی کافی ہے پس اسی پر قناعت کرو۔

باب سوئم

نبی کریم ﷺ کے اس قول کے معنی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نور وظلمت کے ستر پردے ہیں اگر انہیں کھول دے تو اس کی ذات کی تیزیاں ہر اس چیز کو جسے اس کی آنکھیں پالیں ہلاک

Marfat.com

کر دیں اور بعض روایات میں سات سو اور بعض میں ستر ہزار پردے بھی آئے ہیں۔

اب میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لئے بالذات روشن ہے اور حجاب ہمیشہ محجوب کی بنسبت ہوتا ہے اور محجوب تین قسم کے لوگ ہیں۔

اول جو صرف ظلمت کے پردے میں ہوں۔ ثانیاً جو محض نور سے پردے میں ہوں۔ ثالثاً وہ لوگ جو اس نور سے پردے میں ہوں جو ظلمت کے ساتھ ملحوظ ہے۔ ان اقسام کی بھی بہت سی قسمیں ہیں ممکن ہے کہ میں انہیں شمار کرنے کی سعی کروں لیکن مجھے اس بات پر یقین نہیں کہ یہی تعداد مراد ہے اور اس تعداد سے حصر مقصود ہے معلوم نہیں کہ حدیث میں حصر مراد ہے یا کوئی اور شے، لیکن سات سو یا ستر ہزار پر حصر کرنا سو اس کا قوت نبویہ ہی ادراک کر سکتی ہے لیکن اس کے باوجود میرا یہ گمان ہے کہ یہاں مذکورہ عدد سے شمار مقصود نہیں۔ بلکہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ عدد کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے وہ خاص عدد مراد نہیں ہوتا بلکہ کثرت مراد ہوتی ہے اس حقیقت سے خدا تعالیٰ زیادہ واقف ہے کیونکہ وہ ہماری وسعت علمی سے خارج ہے میری قدرت میں صرف اتنا ہے کہ میں تجھے حجابات کے اقسام اور اقسام الاقسام کی تفصیل بتا دوں جو حسب ذیل ہے۔

قسم اول

قسم اول میں وہ لوگ ہیں جو ظلمت میں محجوب ہیں اور یہ ملحد لوگ ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہی وہ لوگ ہیں جو دنیوی زندگی کو حیات اخرویہ پر ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ یہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی کئی قسمیں ہیں۔

ایک قسم تو وہ لوگ ہیں جو اس جہاں کے سبب کو تلاش کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کی طبیعت اسے محال تصور کرتی ہے کیونکہ طبیعت ایک ایسی صفت اور حالت ہے جو اجسام میں مرکوز ہے لیکن وہ خود تاریک ہے کیونکہ طبیعت میں نہ تو معرفت و ادراک پایا جاتا ہے نہ اسے اپنے نفس کی خبر ہے اور نہ اس کا تصور ہے اس کے لئے نور بھی نہیں جو ظاہری آنکھ سے دیکھ لے

۲۔ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس میں مشغول ہیں اور انہوں نے سبب کے تلاش کی سعی نہیں کی۔ ان لوگوں کی زندگی چوپایوں کی طرح ہے ان کے حجابات خود ان کا نفس اور ان کی شہوات ہیں اور ہوا و نفس سے بڑھ کر کوئی ظلمت نہیں اسی لئے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "افرأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ" اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جن معبودوں

Marfat.com

کی عبادت کی جاتی ہے ان میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض خواہش نفس ہے ان کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

ایک طبقہ کا تو گمان ہے کہ دنیا کا مقصود حاجت و شہوات کو پورا کرنا اور لذات حیوانیہ کو حاصل کرنا ہے یعنی نکاح کھانا پینا اور لباس یہ لوگ لذات کے بندے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں اسی کی طلب میں منہمک ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان امور کو حاصل کر لینا ہی اصل سعادت ہے انھوں نے اپنے لئے اسی کو پسند کیا ہے یہ لوگ چوپاؤں کے قائم مقام ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر۔ پس اس سے بڑھ کر کونسی ظلمت ہوگی یہ لوگ محض اندھیرے میں ہیں۔

''موجودہ دور میں اسی طبقہ کی اکثریت ہے''۔

ایک دوسرے فرقہ نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ غایت سعادت یہ ہے کہ غلبہ اور بڑائی حاصل ہو اسی باعث وہ قتل و غارت میں مشغول رہتا ہے۔ بدوی، جنگلی اور بعض کردوں اور اکثر بیوقوفوں کا یہی مذہب ہے۔ یہ لوگ صفات درندگی کی ظلمت میں محجوب ہیں کیونکہ درندگی ان پر غالب ہے اور ان کا مقصود بڑی بڑی لذات ہیں یہ لوگ اسی کو بہتر سمجھتے ہیں کہ درندگی کے مرتبہ پر قائم رہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ ذلیل مرتبہ پر۔

تیسرے فرقے کا تصور یہ ہے کہ انتہائے سعادت یہ ہے کہ بہت سا مال اور فراخی ہو اسی لئے کہ مال ہر قسم کی شہوت پورا کرنے کا آلہ ہے اور اسی سے انسان اپنی حاجت روائی کرتا ہے ان لوگوں کی ہمت صرف مال جمع کرنا اور اسے بڑھانا ہے۔ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ۔ عمدہ گھوڑے چوپائے کھیتی کی کثرت۔ یہی ان کی طلب ہے پھر یہ زمین کے نیچے اشرفیاں جمع کرتے ہیں تم انھیں دیکھو گے کہ وہ تمام عمر سعی کرتے خطرناک میدانوں کے طے کرتے سفر کی مشقتیں اٹھاتے سمندروں میں سفر کرتے، مالوں کو جمع کرتے اور اپنے نفس پر بخل سے کام لیتے ہیں یہی لوگ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کا مصداق ہیں ہلاک ہو جائے بندہ دینار اور ہلاک ہو جائے بندہ درہم۔

اس سے بڑھ کر کیا تاریکی ہوگی کہ انسان پر اتنی بات بھی مشتبہ ہے کہ سونا چاندی دونوں پتھر ہیں بالذات مقصود نہیں اور جب اس سے حاجات بھی پوری نہ کی جائیں اور ضروریات پر بھی انھیں خرچ نہ کیا جائے تو یہ کنکر کے برابر ہیں۔

ایک طبقہ ایسا ہے کہ ان کی جہالت اس سے بھی زیادہ ترقی یافتہ (بلکہ تعلیم یافتہ) ہے اس کا گمان یہ ہے کہ سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ خوب جاہ و جلال ہو، شہرت ہو اور گھر گھر

Marfat.com

چرچے ہوں بہت سے متبعین ہوں اور حکومت کی باگ ہاتھ میں ہو۔

تم ان لوگوں کو دیکھو گے کہ ہمہ وقت آئینہ کی جانب دیکھتے ہیں'' اور کنگھی چوٹی میں لگے رہتے'' ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ گھر میں کھانے تک میسر نہیں لیکن وہ اپنا مال نفیس نفیس ٹکڑوں پر صرف کرتے ہیں تاکہ دیکھنے والے انہیں حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اس قسم کے لوگ لاتعداد ہیں اور یہ سب کے سب خدا تعالیٰ کی جانب سے غافل اور ظلمت کے پردوں میں محجوب ہیں ان کے نفوس اندھے ہیں۔

ان تمام جماعتوں میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اپنی زبان سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور ایسا مسلمانوں کے خوف کے سبب سے کرتے ہیں یا ان سے مدد لینا یا ان کے مال کی طلب مقصود ہوتی ہے یہ لوگ اپنے باپ داد کے مذہب میں تعصب پیدا کرتے ہیں جب اس کلمہ سے یہ لوگ عمل صالح کے جانب متوجہ نہ ہوں تو یہ کلمہ ہرگز بھی انھیں ظلمات سے نہ نکالے گا ان کے دوست شیطان ہیں جو انھیں نور سے نکال کر ظلمت کی طرف لے جاتے ہیں لیکن جس شخص میں یہ کلمہ کم از کم اتنا اثر کر جائے کہ اسے برائی بری معلوم ہو اور نیکی اچھی معلوم ہو تو وہ خالص ظلمت میں نہیں اگر چہ گنہگار ہوں۔ یعنی اس میں ظلمت کے ساتھ نور بھی پایا جاتا ہے۔

دوسری قسم کے لوگ وہ جماعت ہیں جو ایسے نور سے محجوب ہے جو ظلمت سے ملا ہوا ہے یہ تین قسم کے لوگ ہیں۔

(۱) اول قسم وہ ہے جن کی ظلمت کا منشاء حس ہے

(۲) دوسری قسم کے لوگوں کی ظلمت کا منشاء خیال ہے۔

(۳) ایک قسم وہ ہے جن کی ظلمت کا مقصود قیاسات عقلیہ فاسدہ ہیں۔

پہلی قسم وہ ہے جو ظلمت حسیہ سے محجوب ہے یہ وہ گروہ ہے کہ ان میں ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنے نفس کی جانب متوجہ ہو اور حرص کرنے سے محترز نہ ہو اور اپنے رب کی معرفت کا شوق نہ رکھتا ہو ان میں سے اول درجہ پر بت پرست لوگ ہیں اور آخر درجہ میں ثنویہ ہیں ان دونوں کے بھی کئی درجات ہیں۔

اول گروہ بت پرستوں کا ہے وہ فی الجملہ یہ جانتے ہیں کہ ان کا ایک رب ہے جو خود کو ان کے اندھے نفوس پر ترجیح دینا لازمی بتاتا ہے ان کا یہ اعتقاد ہے کہ ان کا رب ہر شے سے زیادہ عزیز اور ہر نفیس شے سے بہتر ہے لیکن انھیں حس نے محجوب کر رکھا ہے کہ وہ عالم حس سے

Marfat.com

آگے نہیں بڑھتے انھوں نے عمدہ جواہرات سونا چاندی اور یاقوت سے عمدہ عمدہ مورتیں بنائی اور انھیں اپنا معبود یقین کر لیا۔ یہ لوگ صفات خداوندی اور اس کے جمال و عزت کے نور سے محجوب ہین۔ انھیں اس نور سے جس کی ظلمت نے روک رکھا ہے کیونکہ حس عالم روحانی کے مقابلے میں ظلمت ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

۲۔ دوسرا گروہ ایک خاص جماعت ہے جو ترکستان کے پرلی جانب واقع ہے ان کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ شریعت ان کا اعتقاد یہ ہے کہ ان کا ایک رب ہے جو سب سے زیادہ خوبصورت ہے اسی لئے جب وہ کسی خوبصورت انسان، گھوڑے، درخت وغیرہ کو دیکھتے ہیں تو اسے سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارا رب ہے یہ لوگ جمال کے نور سے ظلمت حس کے ساتھ محجوب ہین یہ بت پرستوں کی بنسبت نور کے ملاحظہ ہین زیادہ داخل ہیں کیونکہ وہ مطلق حسن کی عبادت کرتے ہین نہ کہ کسی ذات خاص کی اور اسے کسی خاص شخص کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھتے پھر وہ قدرت جمال کی عبادت کرتے ہیں نہ کہ مصنوعی کی جسے خود انھوں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہو۔

تیسرا گروہ اس کا قائل ہے کہ مناسب یہ ہے کہ ہمارا رب اپنی ذات میں نوارنی ہو بلحاظ صورت خوبصورت ہو اور اپنے نفس میں غائب ہو اپنے حضور میں باہیبت ہو کوئی اس کے قرب کی طاقت نہ رکھتا ہو اس لئے کہ ان کے نزدیک بھی غیر محسوس کا کوئی مقصد نہیں انھوں نے اس صفت پر آگ کو پایا اور اس کی عبادت کرنے لگے اور اسے اپنا رب بنالیا یہ لوگ سلطنت و رونق کے نور سے محجوب ہین اور یہ تمام امور خدا تعالیٰ کے انوار میں داخل ہیں۔

چوتھا گروہ کہتا ہے کہ ہم آگ پر غالب ہیں اسے جلاتے اور بجھاتے اور اس میں تصرف کرتے ہیں۔ اس لئے وہ خدا کے قائل نہیں بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جس شے میں سلطنت و رونق پائی جاتی ہے ہم میں اس کے تصرف میں داخل ہون اور وہ بلندی کے ساتھ بھی موصوف ہو وہ خدا ہے۔

ان لوگوں مین علم نجوم اور ستاروں کی طرف تاثیرات کا منسوب ہونا مشہور تھا اس لئے ان مین سے بعض نے تو شعری کی عبادت کی اور بعض نے مشتری وغیرہ ستاروں کی اپنے اپنے اعتقادات کے مطابق کہ کن مین تاثیر زیادہ ہے عبادت شروع کی یہ لوگ بلندی کے نور اور اس کے اشراق و غلبہ سے محجوب ہین اور یہ بھی خدا کے نور میں داخل ہے۔

چھٹا گروہ ان تمام لوگوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہے وہ کہتا ہے کہ نور آفتاب کے ساتھ

Marfat.com

مخصوص نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور چیزوں میں بھی انوار ہیں اور یہ مناسب نہیں کہ نورانیت میں کوئی شے رب کی شریک ہو انھوں نے مطلق نور کی جو تمام انوار کا جامع ہے عبادت شروع کی ان کا خیال ہے کہ وہ رب العلمین ہے اور تمام خوبیاں اس کی جانب منسوب ہیں لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ دنیا میں برائیاں بھی ہوتی ہیں انھوں نے اسے اچھا نہ سمجھا کہ وہ ان برائیوں کو اپنے رب کی جانب منسوب کریں کیونکہ ان کے نزدیک ان کا رب برائیوں سے پاک ہے اس لیئے انھوں نے ظلمت کا جھگڑا کھڑا کر کے جہاں کو نور و ظلمت کے حوالہ کر دیا اکثر نے ان کا نام یزدان واہرمن رکھا یہ لوگ ثنویہ ہیں اس گروہ کے بارے میں اتنی ہی معلومات کافی ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو ان بعض انوار سے محجوب ہے جو ظلمت خیال سے ملحق ہیں یہ لوگ حس سے تجاوز کر چکے ہیں اور محسوسات کے علاوہ بھی ایک امر ثابت کرتے ہیں لیکن وہ خیال کی حد سے متجاوز نہیں۔ انھوں نے ایسے موجود کی عبادت کی جو عرش پر بیٹھا ہوا ہے ان سے کم تر رتبہ والے مجسمہ ہیں پھر کرامیہ کے بھی مختلف اقسام ہیں ان کے مقالات و مذاہب کی شرح مجھ سے نہیں ہو سکتی پھر اس کے مزید بیان سے کوئی فائدہ بھی نہیں لیکن ان میں سے بلند مرتبہ لوگ وہ ہیں جو خدا تعالی سے جسمانیت اور دیگر عوارض کی نفی کرتے ہیں لیکن ان سے بلندی کی نفی نہیں کرتے اس لئے کہ ان کا خیال ہے کہ جو شے جہات کے ساتھ موصوف نہ ہو یعنی نہ جہاں میں داخل ہو اور نہ جہاں سے خارج وہ ان کے نزدیک موجود ہی نہیں ہوتی انھیں معلوم ہی نہیں کہ معقولات کا پہلا رتبہ یہ ہے کہ جہات و مکان کی نسبت سے تجاوز کیا جائے

تیسری قسم وہ لوگ ہیں جو کہ انوار الہیہ سے جو قیاسات عقلیہ فاسدہ کے قریب ہوں ملے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایسے معبود کی عبادت کی ہے جو سمیع و بصیر، عالم قادر، حی اور جہات سے منزہ ہے۔ لیکن انہوں نے اس کی صفات کو اپنی صفات کی طرح تصور کیا حتی کہ بسا اوقات بعض نے اس کی تصریح بھی کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا کلام ہمارے کلام کی طرح حروف و آواز ہے بعض لوگوں نے اس میں ترقی کی اور بولے کہ نہیں بلکہ اس کا کلام ہمارے دل کے کلام کی طرح کہ جس میں حروف و آواز نہیں علیٰ ہذا۔

جب ان سے سمع و بصر اور حیات کی حقیقت دریافت کی جاتی ہیں تو وہ معانی کے لحاظ سے تشبیہ کی جانب رجوع کرتے ہیں اگرچہ لفظاً اس کا انکار کرتے ہیں اس لئے انھوں نے خدا کے بارے میں ان الفاظات کے اطلاق کے معنیٰ نہیں سمجھے اسی لئے اس کے ارادے کے

Marfat.com

بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا ارادہ ہمارے ارادے کی طرح حادث ہے اور وہ ہماری طرح قصد وطلب کرتا ہے یہ مذاہب مشہور ہیں جن کی تفصیل کی حاجت نہیں یہ لوگ تمام انوار کے باوجود قیاسات عقلیہ فاسدہ کی ظلمت میں محجوب ہیں۔

چوتھی قسم وہ گروہ ہے جو محض انوار سے محجوب ہے ان کی بھی بہت سی قسمیں ہیں جن کا شمار دشوار ہے۔ میں ان میں سے تین قسموں کی طرف اشارہ کروں گا۔

اول قسم وہ ہے جنہوں نے صفات کے تحقیق معنی معلوم کر لیے ہیں اور یہ سمجھ لیا کہ کلام ارادہ ،قدرت اور علم وغیرہ اسماء کا خدا پر اس قسم کا اطلاق نہیں جیسا کہ انسان پر کرتے ہیں اور انھوں نے خدا کی ان صفات کرنے سے اعتراض کیا ہے اور انھوں نے اس کی تعریف مخلوقات کی جانب منسوب کر کے کی ہے۔

جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے اس قول کے جواب میں کہ رب العٰلمین کیا ہے تو جو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا تھا یہ لوگ ان صفات کے ساتھ اس کی تعریف کرتے اور کہتے ہیں رب جو ان صفات کے معنی سے پاک ہے وہ آسمانوں کا محرک اور مدبر ہے۔

دوسری قسم۔ اس گروہ نے اول سے زیادہ ترقی کی کیونکہ ان پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آسمان بہت سے ہیں اور ہر آسمان کا جداگانہ محرک موجود ہے جسے فرشتہ کہتے ہیں اور ان کی بھی کثرت ہے اور ان کی نور الٰہیہ کے ساتھ نسبت ایسی ہے جیسا کہ ستاروں کی انوار محسوسہ کے ساتھ نسبت۔ پھر ان پر بھی یہ ظاہر ہوا کہ یہ آسمان اور آسمان کے ضمن میں ہیں اور یہ تمام آسمان دن رات میں اسی آسمان کی حرکت سے حرکت کرتے ہیں پس اوپر کے رب جسم کا رب جو تمام آسمانوں حاوی ہے محرک ہے اس لئے کہ کثرت اس کی منافی ہے۔

تیسری قسم وہ گروہ ہے جو ان سے بھی ترقی کر گیا ہے اور کہتا ہے کہ اجسام کی تحریک ملاقات ومباشرت کے طور پر ہے مناسب ہے کہ رب العالمین کی خدمت وعبادت اس کے بندوں میں سے ایک بندے کی اطاعت کے لئے ہو جسے فرشتہ کہتے ہیں اس کی انوار الٰہیہ محضہ کی طرف نسبت ایسی ہے جیسے انوار محسوسہ کی طرف چاند کی طرف نسبت۔ اور ان کا گمان یہ ہے کہ رب ہی اس محرک کے لحاظ سے مطاع اور حکم ماننے کے لائق ہے اور پروردگار نے ہر ایک کے لئے محرک پیدا فرمایا ہے اور یہ محرک بطریق امر ہے نہ کہ بطریق مباشرت۔

اس امر کو سمجھانے اور ان کی ماہیت میں اشارات ہیں جنہیں اکثر لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں اور یہ کتاب ان کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

یہ تمام انوار محضہ کے ساتھ محجوب ہیں اور پہنچنے والے چوتھی قسم کے ہیں جن کے لئے یہ امر بھی روشن ہے کہ یہ مطاع ایسی صفت کے ساتھ موصوف ہے جو وحدانیت محضہ ہے اور اس مطاع کی وجود حق کی جانب ایسی ہی نسبت ہے جیسے آفتاب کی نور محض کی جانب نسبت یا انگارے کی خالص آگ کی جوہر کی طرف پھر انھوں نے اس سے اس محرک کی جانب جو آسمانوں کو حرکت دیتا اور اس کی جانب جو اس تحریک کا حکم دیتا ہے رجوع کیا۔ اس طرح وہ ایسے موجود تک پہنچے جو کہ ہر اس چیز سے پاکُ ہے جسے دیکھنے والوں کی آنکھیں اور انھیں عقلیں پاتی ہیں کیونکہ انھوں نے اس کو مذکورہ تمام امور سے پاک اور مقدس پایا ہے۔

پھر ان کی بھی کئی اقسام ہیں بعض تو وہ ہیں کہ جن سے وہ سب امور کہ جنھیں ان کی آنکھ دیکھتی ہے اس کے نزدیک جل اور پھٹ گئے لیکن وہ خود جمال اقدس کا ملاحظہ کرتے ہیں اور اپنی ذات کو اس جمال سے دیکھ رہے ہیں جس نے حضرت الٰہی سے ملنے کے سبب جمال پایا ہے پس ان میں جتنی چیزیں دیکھی جاتی ہیں مٹ گئی ہیں۔

ان سے آگے ایک اور گروہ ہے ان میں خواص الخواص ہے انھیں ان کی اعلیٰ ذات کی تیزیوں نے جلا دیا ہے اور سلطان جلال نے انھیں ڈھانپ لیا ہے وہ اپنی ذات میں مٹ کر لاشی ہو گئے ہیں انھیں خود کا بھی لحاظ نہ رہا کیونکہ یہ لوگ خود سے بے پرواہ ہو گئے ہیں اور ان کے دل میں حق تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب حاصل ہو گیا۔ ''کل شیء ھالک الا وجھه'' ان کا ایک ذوق وحال ہے جس کا ہم نے پہلے باب میں اشارہ کیا ہم نے یہ واضح کر دیا کہ انھوں نے اتحاد کا کیسے اطلاق کیا یہ واصلین کی نہایت ہے۔

بعض ان میں سے وہ ہیں جنھوں نے ترقی وعروج کے مدارج اس تفصیل سے طے نہیں کئے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ان پر علوج نے زیادتی نہیں کی وہ اول ہی وہلہ میں معرفت کی اس ہر شے سے کہ جس سے اسے پاک کرنا چاہیے پاکیزگی کی جانب سبقت کر گئے بس ان پر اول ہی وہ شے غالب آ گئی جو اوروں پر آخر میں جا کر غالب آتی ان پر دفعتاً تجلیات کا ہجوم ہو گیا اور اس کی ذات کی تیزیوں نے ان تمام چیزوں کو جلا دیا جنھیں بصر حسی یا بصیرت عقلی معلوم کرتی ہے اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلا طریقہ کار ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا اور دوسرا طریقہ کار نبی کریم ﷺ کا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے مقامات کے انوار اور ان کے اسرار کو خوب جانتا ہے یہ محجوبین کہ اقسام کی جانب اشارہ ہے اور کچھ بعید نہیں کہ اگر مقامات کی تفصیل کی جائے اور سالکین کے اجابات کو تلاش کیا جائے تو ان کا عدد وشمار ستر ہزار تک پہنچ جائے لیکن جب تم تفتیش

Marfat.com

کرو گے تو ان میں سے کسی کو بھی ان اقسام سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے خارج نہ پاؤ گے کیونکہ وہ یا تو اپنی صفات بشریہ یا حسن خیال یا قیاسات عقل یا نور محض سے محجوب ہیں جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

یہ وہ بیان ہے جو مجھے ان سوالاتؓ کے جوابات میں اسی وقت معلوم ہوا ہے باوجودیکہ مجھے سوال ایسے وقت ملا جب کہ طبیعت پریشان تھی اور اس فن کے علاوہ طبیعت بھی دوسری جانب مائل تھی میں سائل سے التماس کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے اس زیادتی سے جو میرے قلم نے کی ہے خدا سے معافی مانگے کیونکہ اسرار الہیہ کے بھنور میں غوطہ لگانا بڑا خطرناک امر ہے اور انوار علویہ کا پردوں کے اوپر سے کھولنا نہایت دشوار کام ہے۔ کوئی سہل نہیں۔

والحمدللہ رب العٰلمین وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد والہ الطیبین الطاھرین

تمت

Marfat.com

حامدا ومصليا

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ رسالہ موسوم بہ

حَقِيقَةُ السَّمَاعْ

بوارق الالماع

مصنفہ شیخ طریقت وحقیقت ابو الفتوح شہاب الدین
احمد بن محمد غزالی رحمة اللہ تعالیٰ برادرم امام ہمام
حجة الاسلام ابو حامد غزالی رحمة اللہ تعالیٰ

Marfat.com

التماس

واضح ہو کہ مصنف کامل نے اس رسالہ کو بطور مناظرہ لکھا ہے اور منکران سماع کا اول اعتراض لکھ کر جواب دیا ہے اس واسطے اس ترجمہ میں کوشش اس امر کی ہوئی کہ کوئی فروگذاشت نہ ہو لہٰذا کوئی تصرف مترجم نے اپنی طرف سے نہیں کیا اور لغت کے مطابق ترجمہ کیا اور بعض الفاظ جو صوفیہ کرامؒ کے استعمال میں خاص طور ہیں ان کو اسی طرح لکھدیا ہے کیونکہ ترجمہ سے وہ بعید از فہم ہو جاتے ہیں۔

سب حمد کی لائق وہ ذات پاک اللہ تعالیٰ کی ہے کہ جس نے اپنے بندوں کو میثاق اول میں خطاب اَلَستُ بِرَبِّکُم درجہ معارف کے کامل کرنے کے واسطے سنایا اور طلاب کی عقول کو فوائد اعمال و لطائف کے ادراک کے واسطے کامل کر دیا اور ان کی ارواح کے پردوں کو جو جناب حدیت میں ترقی کے مانع تھی مصارف اور گردشوں کے دفع کے واسطے ہٹا دیا اور ان کے دلوں کو نور یقین سے نرم کر دیا اور ان کے نفوس کے آئینہ کو قوائے تمکین سے جلا دیدی یہاں تک کہ انھوں نے تجلیات کے آثار کو پالیا اور شہوتوں کی غلامی سے نجات پائی اور ان کی اجسادنی سماع میں جولاں کیا اس خواہش پر کہ روح کو چھٹکارا ہوا اور اس حرص پر کہ بڑے بڑے فتوح حاصل کریں کیونکہ ڈرنے والے آدمی کی صفات میں سے یہی صفت کامل تر ہے اور درود بھیجتا ہوں جناب نبی ﷺ پر جو کہ خاتم رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ایسا درود جو کہ اس کے قائل کو برکات و شرائف کی شاخوں تک پہنچا دے کہتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا فقیر اور اللہ تعالیٰ کا محتاج واسطے حاصل کرنے فیض فضل باری تعالیٰ کے ملتجی اللہ تعالیٰ کی جناب میں احمد بیٹا محمد بیٹا محمد کا ساکن طوس جس کو اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملحق فرمائے کہ مجھ سے بعض سلحانی کے جو اللہ کی طرف آرام و تکلیف میں متوجہ ہیں خواہش کی کہ میں ایک رسالہ سماع اور اس کے فوائد

Marfat.com

میں لکھوں اور اس کے کرنے میں جو شروط ہیں وہ لکھوں تا کہ اسکے فوائد ظاہر ہوں اور قرآن مجید اور حدیث شریف اور افعال صحابہ کو اس پر گواہ لاؤں اور سماع کے منکروں کا رد کروں اور اس انکار سے جو الزام ان پر قرآن وحدیث وافعال صحابہ سے آتا ہے اس کو بیان کروں اور اس شخص کی نسبت جو اس کو حرام کہتا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف اور معقول ومنقول سے یہ دلیل لاؤں کہ وہ بالا جماع کافر ہے اور اس پر طریقے روشنیوں اور انعامون کے مسدود ہیں جبکہ میں نے سائل کی صدق رغبت کو دیکھا تو اس کے سوال کی اجابت کی اور اس کتاب کو اللہ تعالیٰ سے استخارہ کے بعد لکھنے سے اس کے واسطے نوال حاصل کیا اور اس کا نام بوارق الالماع فی تکفیر من یحرم السماع رکھا۔ اور اس کی بزرگی بالا جماع متعین ہوئی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ اس کتاب سے نفع پہنچائے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ قریب اور مجیب ہے۔ جان تو اللہ تعالیٰ تیرے دل کو نور اطاعت سے آراستہ فرمائے اور حقیقت شفاعت وشہادت میں تجھ کو درج فرمائے۔ کہ اس گروہ کا سماع ملاحظہ اسرار غریبہ کا ایسے اشعار سے ہے جو رقیق ہیں اور قوال ان کو اسرار اور باریکیوں کی آگاہی کے لئے اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ گاتا ہے۔ اور انھوں نے افعال میں سے اس کو بوجہ مرفوع ہونے حجتوں سماع کی بہ نسبت اور دوسروں کی دو باتوں سے پسند کیا ہے ایک یہ کہ سماع مقابلہ میں رتبہ نماز کی ہے پس نماز بغیر سماع صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ اگر مصلی نماز کے ارکان اور سنن اور شروط کو بطور تعلیم نہ سنے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی نیز نماز میں اگر چہ بظاہر جمیعت ہے مگر یہ باطن اس میں یا تفرقہ معنویہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور کا منافی ہے یا تفرقہ ظاہری ہے جو کہ معیوب ہے جیسے کہ خیالات فاسدہ کا نماز کی حالت میں قلب میں واقع ہونا اور سماع میں اگر چہ ظاہر میں تفرقہ ہے مگر اس کے باطن میں جمیعت ہے اس واسطے کے بوجہ استیلاء حکم سماع کے مستمع کے انکار سے عوارض فاسدہ جاتی رہتی ہیں یہاں تک کہ بسا اوقات مستمع کا نفس اس کے قلب میں خطور نہیں کرنا دوسرے یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے موجودات کو پیدا کیا تو اس کے دو درجہ بنائے ایک وہ جس کا نام عالم غیب اور عالم ملکوت ہے اور یہ عالم سارے عالموں میں زیادہ وسیع اور زیادہ کامل ہے اور روح اور سر سے اس عالم میں تصرف ہوتا ہے اور اس عالم اور اس کے تجلیات کے وجدان کا اور اس کے نورانی معانی سمجھنے کا آلہ جس کے ذریعہ سے یہ کام ہو سکے ذوق اور صفائی دل اور بصیرت ہے اور اس عالم کے رہنے والے ملائکہ علیہ السلام اور ارواح ہیں اور یہ وہ درجہ ہے جس پر عقل اور حس حاوی نہیں ہو سکتی نہ تقلید اور نقل اس کا ادراک کر سکتی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت

Marfat.com

والارض ''یعنی اسی طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت دکھانے لگے اور فرمایا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبردار ہو جاؤ کہ نشانی عقلمندی کی یہ ہے کہ اس دھوکے گھر دنیا سے آدمی دور رہے اور ہمیشہ رہنے کے گھر (آخرت) کی طرف رجوع کرے اور دوسرا وہ ہے جس کا نام عالم شہادت اور عالم ظاہر ہے اور یہ عالم غیب سے تنگ تر اور زیادہ قریب ہے اور اس عالم میں جو عجائب اور حکمتیں ہیں ان کے سمجھنے کا آلہ عقل اور حواس ہیں جو کہ بعض وقت شک میں پڑ جاتی ہیں اور ان پر امر ملتبس ہو جاتا ہے اور اس عالم کے رہنے والے اعیان ظلمانیہ حیوانیہ ہیں پس اللہ تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ ایسا مظہر پیدا کرے جو کہ انوار وظلمات کا مجموعہ ہو تا کہ تنزلات اور تجلیات کے معنی کا فہم اور قدرت کی نشانیوں کی حقیقت ظاہر ہو جائے پس وہ مظہر حقیقت نوع انسان ہے جو کہ سر یقین اور نور ایمان کا قبول کرنے والا ہے چونکہ عالم غیب زیادہ وسیع وکامل تھا اور عطا روح اور عقل اور کشف اس عالم سے متعلق تھی تو روح اور سر سے تصرف اس عالم میں ہوا اور چونکہ عالم شہادت بہ نسبت عالم غیب کے تنگ تر تھا اور اس کو مختلف قسم کی چیزوں کے جن کی صورتیں اور طبعیتیں مختلف ہوں اپنی صورت کے درست کرنے کے واسطے ضرورت تھی تو اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت ازلی سے حواس اور نفس اور تمیز عطا فرمایا تا کہ اس کے واسطے سے وہ کمال معرفت اور فہم حاصل کرے اور جو سعادت اس کے حصہ میں لکھی گئی ہے اس کو پورے طور پر کمالی اور چونکہ انسان کا وجود محدود اور محصور تھا تو اس کے واسطے یہ امر ناممکن تھا کہ سب حاضر اور موجود اشیاء کو ایک ہی دفعہ سمجھ سکے اور مظاہر تجلیات حق پر ایک ہی بار حاوی ہو جاوے لہذا اللہ تعالیٰ کے اپنا کمال رتبہ ایسے گروہ کو تفویض فرمایا جن کو اس درجہ میں بہ نسبت اس درجہ کے کمال اور قوت اور دوسرے میں نفوذ کا معدہ دیا تھا نیز چونکہ انسان جزئی بظاہر ضعیف الاستعداد تھا۔ تو اس کو اپنے مصالح کی درستی عالم ظاہر وباطن میں ناممکن ہوئی کیونکہ جزدرجات کلیہ کی احاطہ نہیں کر سکتا پس اللہ تعالیٰ نے بعض انسان کو بعض کے حوالہ کر دیا اور ایک کو دوسرے کا مددگار بنا دیا اس طرح ہر ایک انمیں سے جلب منفعت اور دفع مضرت میں اپنے نفس سے دوسرے کا محتاج ایک واسطہ تک ہے پس اگر یہ واسطہ یا ذریعہ کوئی کنایہ یا اشارہ ہوتا تو یہ کمال مقصود کو پورا نہ کر سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے کلام کو جس میں آواز ہو واسطہ اپنی مہربانی سے بنا دیا تا کہ جلدی سے اترنے والا اور جلدی سے مٹانے والا اور ہر ایک کا طلب منفعت میں دوسرے سے مددگار ہو پس انسانی طبیعت نے آواز سے محبت کی کیونکہ انسانی طبیعت اس آواز کے صوری اور معنوی کمالات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسی کو دوسروں میں سے

Marfat.com

منتخب کیا جیسے کہ جسدی طبیعت اپنی بقا کے واسطے غذا کی اس حیثیت سے کہ وہ غذا ہی محتاج ہے یہاں تک کہ حاجت کہ وقت تمام محبوب چیزوں پر از روئے جاہ و مال کے اختیار کرتے ہی پس جبکہ آواز میں زیادتیاں ترتیبوں کی اور ذوقی روحی ابھار اور پیدائشیں حاصل ہوئیں اور اسی کا نام علوم موسیقی ہے تو طبیعت زیادہ تر بہ نسبت اور لذتوں کے اس کی طرف مائل ہوگئی اور تحقیق اللہ تعالی نے جناب داؤد علیہ السلام کو صورت حسن (عمدہ آواز) عطا فرمائی تھی کہ جب وہ زبور شریف پڑھتے تھے تو ان کی مجلس میں بعض سننے والے مر جاتے تھے اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالی نے فرمایا ہے "یزید فی الخلق مایشاء" کہ بڑھاتا ہے خلقت میں جو چاہتا ہے یعنی جو جسمی ترکیب ہے اس میں زیادہ فرما دیتا ہے مفسروں نے اس کی تفسیر اچھی آواز کی ہے یعنی خوش آواز ہی عطا فرماتا ہے اور فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے "من لم یتغن بالقرآن فلیس منا" جو کوئی قرآن مجید میں تغنی نہ کرے وہ ہماری جماعت میں سے نہیں اور فرمایا کہ اپنی آوازوں سے قرآن مجید کی زینت کر دار اور جو کچھ کہ ہم نے ذکر کیا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ موسیقی نغمات کے ساتھ آواز کا بلند کرنا مطلقاً مطلوب انسان ہے لیکن یہ گانا سننا جو فقرا اور اصحاب احوال میں رقت باطن اور صفائی قلب کے واسطے مروج ہے تو اسکی بنا تین یعنی چیز زمانہ اور مکان اور اخوان (ہم صحبت لوگ) کی درستگی اور عمدگی پر ہے پس وہ زمانہ جس میں گانا سننا درست ہے وہ ہے جبکہ دلوں میں صفائی ہو اور لوگ اس وقت محبوب (اللہ تعالی) کی رضا کی طلب کے واسطے جمع ہوں اور ان کا ظاہر نفسانی خطوظ سے مجرد اور ان کا باطن شہوانی عادتوں کے تعلق سے بالکل جدا ہو اور اپنے کو فارغ کریں واسطے حضور قلب کے اللہ تعالی کے ساتھ قیام کرنے کے لئے نہ مراتب انسانی کے حاصل کرنے کے واسطے اس لئے کہ عبادت اور توجہ الی اللہ تعالی ضرور ہے کہ اللہ تعالی کے واسطے ہو نہ کسی اور علت کے واسطے پس جبکہ ایسے وقت لوگ جمع ہونگے تو بعض اور وضوح کی زیادتی ہوگی اور یہ اہل جنت کا وصف ہے فرمایا اللہ تعالی نے ونزعنا مافی صدرہم من غل الآیۃ 'اور نکال دیا ہم نے ان کے سینوں میں سے جو کینہ اور کھوٹ تھا اس آیت سے مراد اہل معرفت ہیں اور نزعنا کے معنی مٹا دیا ہے اور فی صدور سے مراد اہل معرفت اور شہود اور صاحبان اذواق رقیقہ کے سینے ہیں اور من غل سے مراد دنیا کے خلوط کا طلب کرنا اور انسانی شہوتوں کا پورا کرنا ہے اور خوانا جو اس آیت میں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ انوار اور طاعتوں اور معارف کے حاصل کرنے میں باہم شریک ہیں اس لئے کہ بھائیوں کی پیدائش ایک ہی جگہ سے ہوتی ہے علی سرر جو اس آیت میں ہے اس سے مراد احوال

Marfat.com

اور مقامات اسمائیہ ہیں اور متقابلین سے یہ مراد ہے کہ جنکی روح کا حکم ان پر غالب ہے ان کے مقابلہ میں ہیں جن پر کہ ان کے سر کا حکم غالب ہے "لا یمسہم فیھا نصب" سے مراد یہ ہے کہ ان کو علم باللہ اور علم بتدبیر اللہ میں کوئی حجاب اور رجوع نفس کی طرف لاحق نہیں ہوتا اور ماہم منہا بمخرجین سے یہ مراد ہے کہ وہ ایسے باغ سے جو کشف اور طاعات اور معارف کا ہے نہ نکلیں گے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رتبہ کمال اور مراتب وجود کے علم کا عطا فرمایا تو ان سے اس کو بالکل نہیں چھینے گا کیونکہ وہ سخی اور کریم ہے جب دیتا ہے تو بڑھاتا ہے اور واپس نہیں لیتا لیکن مکان جو گانا سننے کے واسطے سزاوار ہیں وہ زاویہ اور خانقاہیں اور مسجدیں ہیں اور مساجد بہتر ہیں کیونکہ مسجد بدنی عبادت کے واسطے بنائی گئی ہے اور دل وہ جگہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور ظہور کے واسطے بنایا گیا ہے اور وہ دل اللہ کے تعالیٰ کے انوار کے نزول کی جگہ ہے پس جبکہ صاحب قلب مسجد میں نور قلب کی بڑھائی اور نفس کے صاف کرنے کے واسطے حرکت کرے تو وہ بہتر ہے اس شخص کے جسد کی حرکت سے جو بھی حضور کی نماز میں کرتا ہے اور اس میں خلاف نہیں کہ جو کوئی مسجد میں داخل ہو کر نماز ظاہری میں مشغول ہو حالانکہ دل اس کا وساوس اور خیالات اور ایسے امور سے بھرا ہوا ہے جن کو کہ شارع علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور وہ کوشش کرتا ہے کہ موانع کو بھی زائل کرے اس کو دخول مسجد سے نہ روکا جائے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ظالم فاجر حرام خوار کا مساجد میں داخل ہونا متحقق ہے جن کی بابت قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشغول اس فکر میں ہوتے ہیں کہ لوگوں پر ظلم کریں اور انکا مال چھین لیں مگر بظاہر نماز میں مشغول ہیں تو ایسے لوگ مسجد میں جانے سے نہیں روکے جاتے پھر کیونکہ وہ شخص مسجد میں جانے سے روکا جائے جو کہ صفائی دل اور جلا نفس کا خواہش مند ہے اس کا روکنا تو بالکل جائز نہیں کیونکہ وہ غرائب کلام کے سننے اور لطائف اشعار کے سمجھنے سے جو کہ ملکہ علیہ السلام کے ساتھ اس کے ثبوت نسبت کی واجب کرنے والی اور ابلیس و شیاطین سے اس کی نسبت کہ قطع کرنے والے ہیں اپنے نفس کو نرم اور اپنی روح کو صاف کرنے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا جبکہ اہل صفا عبادت کی جگہ جمع ہوں اور بعض کے دلوں سے بعض کے دلوں کے صفا اور انوار اسرار کی زیادتی اور اس مکان کے نور سے نفوس اور ابدان کے صفا کی کثرت بھی چاہتے ہوں تو ان کے احوال میں زیادتی ہوگی اور ان کی ذاتیں کامل ہونگی کیونکہ جو مکان عبادت کے واسطے بنائے گئے ہیں ان کے ساتھ عالم غیب سے نور اور روح متعلق ہو جاتی ہیں تو اس کی حرمت اور بزرگی بڑھ جاتی ہے جیسے کہ اصطبل کہ اس کو جب مسجد بنایا جاوے تو تعظیم اور بزرگی اس سے متعلق ہو جاتی ہے

Marfat.com

حالانکہ وہ نجاست اور شیاصر (آہو برہ) کی جگہ تھی پس اس میں مہینہ جبکہ وہ مسجد ہے باطن کی نورانیت کو پیدا کرے گا جیسے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے المسجد بیت کل تقی' یعنی مسجد ہر پرہیزگار کا گھر ہے اور اخوان (ہم صحبت) تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ اخوان مطلقاً جو اس ایمان میں شریک ہیں جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''انما المؤمنون اخوۃ'' یعنی سوائے اس کے نہیں کہ مومن بھائی ہیں پس ایسی بھائیوں کی صحبت ہمیشہ کے واسطے جائز نہیں بلکہ تھوڑی دیر کے واسطے ان کی صحبت رکھی جائے تا کہ ان کو اس چیز سے جس سے وہ نفع حاصل کریں فائدہ پہنچایا جائے اور دوسرے اقوام ارادت اور محبت میں جیسے کہ وہ عام لوگ جو فقراء سے محبت رکھتے ہیں اور صفا کے طریقوں کے حاصل کرنے کے واسطے اپنی جان و مال سے ان کی مدد کرتے ہیں اگرچہ یہ لوگ ایسے اوصاف سے متصف نہیں جو کہ فقراء میں پائے جاتے ہیں تاہم ان کی مصاحبت بوجہ ان کی قوت محبت کے اہل ذوق و کمال کے ساتھ جائز ہے کیونکہ وہ بوجہ صدق اور قوت ارادت کے اہل صفا کہ قلوب سے انوار کو حاصل کرتے ہیں جیسے کہ شمع لیں آفتاب کی حرارت کا کسب کرتی ہے اور جب وہ عوام کی طرف جاتے ہیں تو اور لوگ ان سے نفع حاصل کرتے ہیں اور تیسری قسم کے اقوام صفا وہ لوگ ہیں جن میں کہ وہ اور تفرید اور ذوق اور شوق اور کمال اور صفات اور وصال کی صفات میں ایسے حضرات کی مصاحبت اس طرح واجب ہے جیسے کہ سپاہی کو لڑائی کے وقت اسلحہ کا رکھنا لازم ہوتا ہے اور مریدوں کے واسطے ان کی مصاحبت مستحب اور محبوں کے واسطے مندوب ہے تا کہ اہل کلام کی حرکات و سکنات کے ساتھ تشبہ ہو فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ نے ''من تشبلہ بقوم فھی منھم ومن احب قوماً حشر معھم'' یعنی جس نے قوم کی سی صورت بنائی تو وہ ان میں ہی سے ہوگا اور جس نے کسی قوم کے ساتھ محبت رکھی تو اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اور فرمایا جناب باری تعالیٰ نے ''یا ایھا الذین آمنو اتقو اللہ و کو نو امع الصادقین'' یعنی اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو یعنی اگر خود سچوں میں سے نہیں ہو تو ان کے ساتھ ہی بن جاؤ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''ولو علم اللہ فیھم خیراً لاسمعھم'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان میں بھلائی جانتا البتہ سناتا یعنی حق اور حکمت اور موعظت اور نواحی (روکنے والی باتیں) ان کو سناتا اور یہ قول سنانے کا عام ہے خواہ قرآن مجید ہو یا حدیث شریف یا اشعار وغیرہ ہوں جو کہ سنائے جائے اور جناب نبی علیہ السلام نے فرمایا ''ان من الشعر لحکمۃ'' تحقیق بعض اشعار میں حکمت ہے پس جس کے حق میں اللہ تعالیٰ خیر نہیں جانتا تو اس کو بالکل حکمت اور

Marfat.com

معرفت اور مواعظ اور نواہی نہیں سنا تا تو اس حال میں جو خیر اور حق کے اشعار میں ہوتے ہیں وہ بھی نہیں سنا تا پھر جو کوئی کچھ بھی حق اور حکمت اور فائدہ سے حصہ نہیں پا تا وہ اس کا انکار کر دیتا ہے لہذا اس وقت یہ انکار اس کا خود اپنے نفس پر ہو گا اور اس کا انکار گانے اور دف اور اچھی آوازوں کے سننے سے مخالفت سنت کی ہے اور سنت کی مخالفت اعتقاداً یا تحریماً کفر ہے اور سنت سے منہ پھیرنا اور رک جانا فسق ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ ربیع بنت معوذ بن عفرا کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے فرش پر بیٹھے اور میرے پاس دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور بدر کی لڑائی میں جوان کے بزرگ شہید ہوئے تھے ان کی تعریفیں گا رہی تھی تو ایک ان میں سے گانے لگی "وفینا نبی یعلم مافی غد" یعنی ہم میں ایسے نبی علیہ السلام ہیں جن کو کہ کل کی بات کا علم ہے اس پر حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ اور وہی گا جو پہلے گا رہی تھی اور شعر یہ تھا " تحارب اقوام ببرقة تهندنه یضرب وطعن والیوف المهندلة" تو اس میں ایک لڑکی گاتی وہ مصرعہ بنا کر گانے لگی کہ ہم میں ایسے نبی ﷺ ہیں کہ جن کو کل کی بات کی خبر ہے بس یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دف کی آواز اور گانے اور شعر کو ایسی حالت میں سنا کہ ان لڑکیوں کی آوازوں کا سننا بغیر حاجت کے درست نہ تھا اور وہاں خود حضرت ﷺ موجود تھے اور توجہ سے کام لگا کر سنتے تھے پس جب ایسی لڑکیوں کا درست ہوا تو مردوں کا بطریق اولیٰ درست ہے اور کیونکر حالانکہ حضرت ﷺ نے دونوں لڑکیوں کو دف بجانے اور گانے کا اس قول سے حکم دیا کہ گا جو تو گا رہی تھی اور امر جبکہ قرائن سے مجرد ہوتا ہے تو وجوب کے واسطے ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم واقیم الصلوٰة۔ یعنی نماز پڑھو یا ندب کے واسطے قرینہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ قول اللہ تعالیٰ کا فکاتبوهم ان علمتم فیهم خیراً" یعنی مکاتب بناؤ ان کو اگر ان میں بھلائی جانتے ہو نیز اباحت کے واسطے ہوتا ہے جبکہ قرینہ ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول "واذا حللتم فاصطادوا" اور جبکہ احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کرو اور یہاں امر وجوب کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے روبرو ان کو حکم دیا لہذا مخالفت آپ کی جائز نہیں اس لئے کہ جو وہ گا رہی تھیں اس کے اعادہ کا حکم فرمایا اور خود اسکے معانی کو کان لگا کر سن رہے تھے اور جبکہ رسول اللہ ﷺ دوسرے سے کچھ چاہیں اس حال میں کہ اس طرف متوجہ ہوں تو اس پر اس کا ذکر واجب ہے بوجہ اس حکم باری تعالیٰ کے کہ فرمایا "ایها الذین امنو استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم" یعنی اے ایمان والو حکم

Marfat.com

مانو اللہ تعالیٰ کا اور رسول علیہ السلام کا جبکہ وہ تم کو بلائیں ایک کام پر جس میں تمہاری زندگی ہے اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکرؓ ان کے پاس آئے اس وقت کہ دولڑکیاں دف بجا رہی تھیں اس گفت وشنید کے ساتھ جو انصار کے بعاث کی لڑائی میں ہوئی تھی اور جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کپڑا اوڑھے ہوئے تھے تو ابو بکرؓ نے ان کو جھڑکا اس پر حضرت ﷺ چہرہ مبارک کھولا اور فرمایا کہ اے ابو بکرؓ ان کو چھوڑ دے تحقیق یہ عید کے دن میں یہ حدیث صراحۃً گانا اور دف سننے پر اور ایسی جگہ حاضر ہونے پر جواز کو ثابت اور منکروں کا ذکر کر رہے ہیں اور اس پر بھی دلیل ہے کہ جو انکار کرے اس کو روکنا اور انکار سے ہٹانا جائز ہے کیونکہ حضرت ﷺ نے منکر کو روکا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لقد کان لکم رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ'' یعنی تم کو اچھی تھی رسول کی چال سیکھنی پس جس نے گانا سننے اور دف بجانے اور ایسے موقع پر شریک ہونے کو حرام کہا گویا اس نے یوں کہا کہ نبی ﷺ نے حرام فعل کو سنا اور حرام فعل کے نہی کو روکا اور جس نے ایسا اعتقاد کیا وہ بالاتفاق کافر ہوا اگر کہا جائے کہ یہ گانا صرف عید کے دن جائز ہے کیونکہ عید کے دن کی قید اس کے جواز میں پائی جاتی ہے ہم جواب دیں گے کہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ سبب کا خاص ہونا حکم کے عام ہونے کا مانع نہیں ہوتا اور اکثر قرآن مجید میں اسی طرح وارد ہوا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ان الذین کفروا سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون'' جو منکر ہوئے برابر ہے ان کو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانیں گے یہ آیت ابو جہل اور ابولہب اور عتبہ اور شیبہ اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے حق میں نازل ہوئی مگر حکم کفار کے بارہ میں عام ہے اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا ''اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلٰھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ'' یعنی کبھی پہنچ جاوے تیرے سامنے بڑھاپے کو وہ ایک یا دونوں تو نہ کہہ انکو ہوں نہ جھڑک اور کہہ ان کو بات ادب کی اور جھکا ان کے سامنے کندھے عاجزی کر کے نیاز سے اگر چہ اس آیت میں خطاب جناب نبی ﷺ کی طرف ہے مگر حکم عام سب کے واسطے ہے کہ والدین کے تعظیم کریں اور اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر حال میں جبکہ قلب وخاطر میں فرحت پائی جائے خواہ عید کے دن ہوں یا نہ ہوں تو اس میں گانا اور دف اور اشعار سننا جائز ہے اور مسند امام احمدؒ میں روایت ہے کہ حبشی حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے دف بجا رہے تھے اور ناچ رہے تھے اور کہہ رہے تھے محمد ﷺ نیک بندہ ہیں حضرت ﷺ نے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہیں

Marfat.com

عرض کیا گیا کہہ رہے ہیں کہ محمد ﷺ نیک بندہ ہیں یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ ناچ دیکھنا اور دف اور گانا سننا جائز ہے اس پر بھی اگر کوئی کہے کہ ناچ دیکھنا اور گانا اور دف کی آواز سننا حرام ہے تو یہ اس کا افترا ہوگا کہ نبی علیہ السلام حرام کام میں حاضر ہوئے اور دوسرے کو حرام کا کرنے دیا پس جس کے دل میں یہ بات آئے گی وہ بالاتفاق کافر ہو گیا اور اگر منکر کہے کہ یہ جناب رسول علیہ السلام کے حق میں جائز تھا مگر ہمارے واسطے کیونکر جائز بتاتے ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور شارع تھے اور شارع علیہ السلام کے واسطے جائز نہیں کہ ایسے امر کو جس میں شرعی حکم پایا جائے چھپائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون'' یعنی وہ لوگ جو چھپا دیں ان بینات اور ہدایت کو جو ہم نے اتاری ہیں بعد اس کے کہ ہم نے لوگوں کے واسطے کتاب میں اس کو کھول دیا ہے تو وہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں اور فرماتا ہے ''واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتو الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ'' یعنی اور جب اللہ تعالیٰ نے میثاق ان سے لیا جن کو کتاب دی گئی تھی کہ لازم تم پر ہے کہ لوگوں پر اس کا اظہار کرو اور اس کا نہ چھپاؤ پس اگر ناچ اور حضور سماع اور غنا اور دف بجانا حرام ہوتا تو آیت کے مطابق حضرت ﷺ پر اس کا اظہار واجب تھا اور اگر محض حضرت کے واسطے جائز ہوتا تو اس کا اظہار بھی ضروری تھا جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو وصال (بغیر افطار دوسرا روزہ رکھنا) سے منع فرمایا اور خود ایسے روزے رکھے اور جب صحابہؓ نے پوچھا تو فرمایا کہ میں تم جیسا نہیں ہوں میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے پاس رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے پس جبکہ حضرت نے ناچ دیکھا اور گانا اور دف سنا اور کسی کو اس سے منع نہ فرمایا تو یہ مطلقاً اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے اگر منکر کہے کہ ناچ کھیل ہے اور کھیل حرام ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ کھیل مجھ سے نہیں نہ میں کھیل سے ہوں یعنی میری عادت اور سیرت کھیل کو نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس کھیل سے مراد حرام کھیل ہے جیسے کہ نرد اور جوا وغیرہ اس واسطے کہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی علیہ السلام میرے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حبشی لوگ مسجد میں اپنی لکڑیوں سے کھیل رہے تھے اور میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی پس جبکہ شارعؑ کے سامنے مسجد میں کھیل جائز ہوا تو دوسرے محل میں بطریق اولیٰ جائز ہوا لہذا جو شخص کہے کہ کھیل مطلقاً حرام ہے تو وہ اس امر کا

Marfat.com

اعتراف کرتا ہے کہ جناب نبیؐ نے حرام کام کو دیکھا اور حرام کو اس کے حال پر رہنے دیا حالانکہ جس کے دل میں یہ بات آئی وہ بالا تفاق کافر ہوا اور اگر منکر کہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے "لالعب الا فی ثلث الرمی والفرس وملاعبۃ الرجل مع اھلہ" یعنی سوائے تین محل کے اور جگہ کھیل جائز نہیں ایک تیر اندازی میں دوسرے گھوڑے کے ساتھ تیسرے شوہر کی ملاعبت بیوی کے ساتھ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حصر حاصر اہتمام کے واسطے ہے اور یہ تحریم ماسوا پر دلالت نہیں کرتا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انسما انت" (ڈرانے میں) حصر کیا اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ڈرانا مخصوص فقد ان کے ساتھ ہے کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں مگر اس نے حصر کا فائدہ نہ دیا کیونکہ ان کے سوا حضرت ﷺ بشر اور مبلغ وغیرہ بھی تھے اسی طرح یہاں بھی یہی ہے پس ان تین کا حصر کے ساتھ ذکر حیثیت کمال دین سے ہے تیر اندازی اور نوادو اور تحابب میں اپنی اہل سے میاں بیوی میں ثبوت موت کے لئے اور اولاد جو اور نہ اس کو عقل اور جو شخص ہدایت سے عاری اور خالی ہے وہ گمراہ ہے اور گمراہ دوزخی اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے گمراہی کو نصاریٰ کی صفت قرار دیا ہے کہ فرمایا ضلوا من قبل واضلوا اکثیرا یعنی پہلے سے خود گمراہ ہوئے پھر بہت لوگوں کو گمراہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو کفر کے ساتھ موصوف فرمایا جیسے کہ فرمایا لقد کفر الذین قالوان اللہ ثالث ثلثہ یعنی تحقیق کفر کیا انھوں نے جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک سے تین میں سے ہے پس اس سے لازم آیا کہ جیسے گانیوالے کا گانا نہ سنا جو کہ مطلق قول باری تعالیٰ یستمعون لقول سمجھا جاتا ہے اور جو کہ اپنے عموم پر باقی ہے اور کوئی مخصوص جس سے کہ اچھی آواز کا یا گانے کا یا دف کا سننا ممنوع ہے ہو نہیں پایا جاتا بوجہ اس کے کہ ہم روایات بخاری اور مسلم اور احمد سے دف اور گانا حبشیوں کا اور ان کا ناچ دیکھنا اور لڑکیوں کا گانا سننا بتایا گیا ہے تو وہ گمراہ کافر ہوگا کیونکہ حالانکہ تینوں کام حضرت ﷺ کے روبرو ہوئے جیسے کہ ایک انصاریہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے نذر مانی ہے اس امر کی کہ آپ کے سامنے دف بجاؤں تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں بجا اگر تیری نذر مانی ہوئی ہے اس نے بجایا اور یہ شعر گائے طلع البدر علینا من ثنیت الوداع وجب الشکر علینا ما دعی اللہ داع پس نبی ﷺ نے عورت کا گانا دف کے ساتھ سنا اس پر اگر کوئی کہے کہ گانا اور دف سننا اور ناچ دیکھنا حرام ہے تو اس نے یہ کہا کہ نبی ﷺ نے حرام کیا اور حرام کا حکم دیا تو جس کے دل میں یہ بات آئی وہ بالا تفاق کافر ہوا اور اس میں خلاف نہیں کہ نظر حرام کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی لہٰذا اولا مذکورہ آیات اور احادیث سے ثابت ہو

Marfat.com

گیا کہ گانا سننا اور دف بجانا اور ناچنا مباح ہے اور جواز رقص میں اس سے ہی تائید ہوتی ہے جو کہ مسند امام احمدؒ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور جعفرؓ اور زیدؓ حضرت رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے زید سے فرمایا کہ تو میرا مولا ہے اس پر انھوں نے حجل کیا اور جعفرؓ سے فرمایا کہ تو میرے خلق اور غلق سے مشابہ ہے اس پر انھوں نے بھی حجل کیا پھر مجھ سے فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اس پر میں نے حجل کیا اور حجل ایک خاص ناچ ہے اور عام مرد خاص ہے پس جبکہ ایک نوع رقص کی جائز ہوئی تو مطلق رقص بھی جائز ہوا اگر منکر کہے کہ جواز حجل ہم تسلیم کرتے ہیں مگر اس کی کثرت تم کہاں سے نکالتے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مطلق چیز میں سے جب بعض جائز ہوئے اور باقی کے واسطے کوئی ممانعت نہیں ہوئی تو وہ سب جائز رہی اس لئے کہ باقی حرام ہوتی تو جناب رسول علیہ السلام پر اس کا اظہار واجب تھا بوجہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ''وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ''یعنی اے رسول ہم نے ذکر کو تیری طرف اتارا ہے تاکہ لوگوں سے بیان کردے پس اگر کثرت ارتکاب حجل کی حرام ہوتی تو حضرت ﷺ پر اس کا بیان واجب تھا۔ اور جبکہ حضرت نے تعرض نہ فرمایا تو اس کے مباح ہونے کی دلیل ہے پس یہ امور جو ہم نے ذکر کیے قرآن مجید اور حدیث شریف سے متعلق ہیں لیکن جو کہ متعلق منقول سے ہیں وہ یہ ہیں کہ ابوطالب مکی نے جو کہ اہل اسلام کے نزدیک معتبر شخص ہیں روایت کیا ہے کہ بعض صحابہ نے مثل امیر معاویہ وغیرہ کے اشارہ کیا ہے خلوت کے وقت کے اپنا نفس اس وقت خوش ہوا اور ہمیشہ سے علماء نے اہل ملت سماع کے لئے ہمارے زمانہ تک مواظبت کی ہے جیسے کہ عبداللہ بن جعفرؓ اور ماوردی نے حاوی کبیر میں ایک بات لکھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کو خبر ہوئی کہ عبداللہ بن جعفرؓ اپنا بہت وقت گانا سننے میں صرف کرتے ہیں تو انھوں نے عمرو بن عاص سے کہا کہ اٹھو ان کے پاس چلو اس لئے کہ ان کی بزرگی پر انکی ہوائے غسانی غالب ہوگئی ہے اور دونوں رات کو ان کے پاس آئے عبداللہ نے گانے والیوں کو سکوت کا حکم دیا اور ان کو بلالیا جبکہ امیر معاویہ بیٹھے تو کہا کہ اے عبداللہ ان کو گانے کا حکم دو وہ گانے لگیں اور معاویہ تخت پر بیٹھے ہوئے سر اور پاؤں ہلانے لگے اس پر عمرو بن عاص بولے کہ تم انکو روکنے آئے تھے اب وہ تم سے بہتر حالت میں ہیں وہ بولے کے چپ ہو جاؤ اے عمرو کریم آدمی طرب کرنے والا ہوتا ہے حالانکہ امیر معاویہ بڑے صحابیوں میں سے تھے اور کاتب وحی رسول ﷺ اور ان کی زوجہ مطہرہ ام

لا اس کو کہتے ہیں کہ پاؤں کو اٹھا کر دوسرے سے خوشی میں کودے۔

Marfat.com

حبیبہؓ کے بھائی تھے اور صحابہؓ کی پیروی حصول ہدایت کا سبب ہے جیسے کہ حضرت ﷺ نے
فرمایا ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت حاصل کرلو گے
لہذا جو کوئی ان کی پیروی سے رک گیا تو اس نے ہدایت حاصل نہ کی اگر منکر کہے کہ اوپر تقدیر
صحت اس قول کی مراد یہ ہے کہ سوا سماع کے اور سب صورتوں میں ان کی پیروی کرنی چاہیے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نفع نہ دے گی اس واسطے کہ اس صورت میں ہم اس کی حالت
صحابہؓ کے ساتھ ایسی ہو گی جیسے کہ ابولہب کی جناب رسولؐ کے ساتھ تھی کہ اس نے حضرت ﷺ
سے کہا کہ اے محمدؐ تم کہتے ہو کہ تمہارے اقوال پر ایمان لائیں اور منجملہ تمہارے قوال کے یہ قول
ہے کہ میں ایمان نہیں لاتا پس میں تمہارے اس قول کی تصدیق کرتا ہوں اس پر حضرت ﷺ نے
فرمایا کہ یہ تجھ کو نفع نہ دے گا اس واسطے کہ ایمان معتبر وہی ہے جبکہ سب باتوں پر جو رسولؐ لائے
ہیں ایمان لائے اور ان سے بغض نہ رکھے پس یہی حال یہاں ہے کہ صحابہ کے سماع کے مسئلہ
میں پیروی نہ کرنی اور باقی امور میں پیروی کرنی نفع نہ دے گی اور نہ ہدایت حاصل ہو گی اگر منکر
کہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور شیخ ابوالبیانؒ نے سمع کو حرام کہا ہے اور میں اس میں ان کی پیروی کرتا
ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ اول لازم ہے اس کو ماننا اس بات کا کہ امام ابو حنیفہ کی مراد وہ گانا
ہے جو کہ حرام ہے اور گمراہی اور لہو میں ڈالنے والا ہے نہ کہ مطلق غنا مراد ہے ورنہ اس کے لئے
مقدورات یعنی وہ باتیں جن سے خوف کیا جاتا ہے لازم ہو جائیں گے ایک ان میں سے کفر یا
فسق قطعی ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ ہم کو تین قسم کی احادیث پہنچی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے اول
وہ جن کی اصل اور فرع متواتر ہے جیسے کہ حدیث نماز اور زکوۃ کی کہ ان کا کافر منکر ہے دوسرے
وہ جو کہ احاد الاصل اور مشہور الفرع ہیں جیسے کہ احادیث مسلم کی کہ ان کا منکر فاسق ہے تیسرے
وہ کہ احاد الاصل ہو جیسے کہ احاد الفرع ہے مثل اس حدیث کے کہ میں اللہ سے ہوں اور مومن
مجھ سے ہیں کہ اس کے منکر پر کچھ گناہ نہیں اور جو احادیث کہ گانے اور اشعار اور دف کے سننے
کے جواز پر ہم نے بیان کی ہیں وہ احاد الاصل مشہور الفرع ہیں پس اگر ان احادیث سے انکار کرے
گا تو فاسق ہو گا۔ اور اگر امام ابو حنیفہؒ کے قول کو پیغمبر خدا ﷺ کے قول پر ترجیح دے گا تو
بالاتفاق کافر ہو گا دوسرا محذور اس کے واسطے یہ ہو گا کہ اس نے ترک کیا ایسے قول کو جس کی صحت
میں عدالت کی شرط ہے بمقابلہ ایسے قول کے کہ جس کی صحت میں عدالت کی شرط نہیں اور یہ اس
طرح ہے کہ کتب فقہ میں جن سے اخذ فقہ ہوتا ہے عدالت کاتب اور عدالت راوی کی شرط نہیں
ہے۔ پس جائز ہے کہ کاتب پہلے یا دوسرے نسخہ میں کمی یا بیشی کر دے تو ایسے کتب پر یقینا اعتماد

Marfat.com

نہیں بخلاف احادیث رسول اللہ ﷺ کے کہ وہاں صحت روایت میں عدالت کی شرط ہے اور جو کوئی ایسی بات کو اختیار کرے جس کی صحت میں عدالت کی شرط نہ ہو وہ سفیہ ہے کیونکہ سفیہ (بیوقوف) وہی ہے جو اپنے دین اور دنیا کے واسطے جو امر کے بہتر ہو اختیار نہ کرے اور یہ سفاہت وصف منافقوں کا ہے جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ان کے حق میں "الا انہم ہم السفہاء" خبر دار ہو کہ وہ منافق ہے سفیہ ہیں اور منافق دوزخ کے نیچے کے درجہ میں ہونگے لہذا لازم آیا کہ جو کوئی ایسے قول کو جو سوائے نبیؐ کے کسی دوسرے سے منقول ہے اور اس کی نقل میں عدالت کی بھی شرط نہیں اختیار کرے اور اس کا عقیدہ کہے اور ایسے قول کو ترک کرے جو کہ حضرت نبیؐ سے منقول ہے اور اس سے منہ پھیرے تو اس کا ٹھکانا دوزخ کا نیچا درجہ ہے پس نتیجہ یہ نکلا کہ جو کوئی گانے کو حرام بتائے نبی ﷺ کے قول کے سوا دوسرے کے قول سے اور قول اور فعل نبی ﷺ کا ترک کر دے تو اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا اور منکران سماع اس آیت سے استدلال کرتے ہیں "وما کان صلوتہم عند البیت الا مکاء و تصدیۃ" یعنی نہیں تھی نماز ان کے نزدیک کعبہ شریف کے مگر سیٹی اور تالی بجانی پس مکاء سیٹی ہے اور تصدیہ ہتھیلی کا دوسری پر مارنا ہے جس سے وہ آواز نکلے ہم کہتے ہیں کہ یہ استدلال فاسد ہے اس واسطے کے اللہ تعالی نے ان کو کعبہ شریف کے پاس ایسے افعال سے روکا اور کسی بات کو ایک حالت محرمہ میں روکنے سے اس کی ممانعت اور مقاموں میں جو کہ اس محل سے جدا ہیں لازم نہیں آتی اور اسی واسطے عورت کا پشت دست پر ہتھیلی کا مارنا نماز میں جبکہ کوئی حادثہ ہو تو جائز ہے اور دوسری جگہ جائز نہیں کیونکہ کعبہ شریف معظم اور اس کے گرد طواف محل نماز تھا تو وہاں ایسے فعل سے روکا نیز یہ فرمایا کہ نہیں تھی نماز انکے کعبہ شریف کے پاس اور یہ نہیں فرمایا کہ ان کا سماع نہیں تھا کعبہ کے پاس لہذا منع تصدیہ سے کعبہ شریف کے پاس اس کی ممانعت اور جگہ لازم نہیں آتی اور مانعان سماع اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث" یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو کہ کھیل کی بات کی خریدار ہیں اور کھیل کی بات یہی گانا ہے جس کا ہم جواب دیتے ہیں کہ لہو الحدیث سے کھیل ہی مفہوم ہے اور حق الحدیث کا سننا جائز ہے برابر ہے کہ وہ حق الحدیث قرآن مجید ہو یا شعر وغیرہ ہوں اور ہم نے صحیح حدیثیں جو کہ جواز اسماع دف اور غنا پر دلالت کرتے ہیں بیان کر دیں اور یہ بھی حدیث ہے کہ بعض شعر سے حکمت ہے پس اس آیت سے یہ امر ثابت ہوا کہ لہو الحدیث سے مراد وہی سماع ہے جو کہ گمراہ کرنے والا اور حق اور عبادت سے مشغول کرنے والا اور بندہ کو حق سے دور کرنے والا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ اپنی

Marfat.com

اباحت پر باقی ہے اور یہ بات بھی ہے کہ جب کوئی ایسی فصل وارد ہو جو کہ عموم کو قبول کرتی ہے تو واجب ہے اول اس کا مخصص ڈھونڈا جائے اگر مخصص ملجائے تو تخصیص ہوگی ورنہ عموم پر حمل کیا جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "احثوا فی وجوہ المداحین التراب" یعنی مدح کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالو پھر یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ﷺ کی مدح کی گئی تو آپ نے اس کے عوض میں انعام دیا اور تعریف فرمائی ابن زہیر یہ قصیدہ پڑھا "بانت سعاد و قلبی الیوم مبتول" یعنی اس پر نبی ﷺ نے اپنی چادر مبارک ان کو عطا فرمائی پس واجب ہوا کہ حمل کیا جائے حضرت کے مٹی ڈالنے کے حکم کو ایسے مدح کرنے والوں کی نسبت جو کہ جھوٹ اور فسق کے فساق کے واسطے مدح کرتے ہیں لہٰذا واجب ہے کہ لہوالحدیث بھی جھوٹ اور بیہودہ شعر اور گانا مراد لیا جائے اور جو ایسا نہ ہو تو وہ قطعاً جائز ہے اگر منکر کہے کہ سماع فقرا مباح ہے ہم کہیں گے کہ کسی کے واسطے یہ حلال نہیں کہ شرع میں کسی چیز کو حلال یا حرام کرے جس کی بابت کہ شارعؑ نے کوئی حکم نہ دیا ہو اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور اس کے بیچ میں مشتبہ امور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب" اور نہ کہو اپنی زبانوں کی جھوٹ بنانے سے کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو پس جو یہ کہے کہ گانا سننا حرام ہے تو اس نے فی الحقیقت اس امر کو شرع میں حرام کیا جس کی بابت کوئی حکم نہیں کیونکہ کتاب اللہ تعالیٰ اور سنت رسول ﷺ میں کوئی نص تحریم سماع ورقص پر نہیں اور جو کوئی شرع میں اس چیز کو حرام کرے جو کہ حرام نہیں ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور جس نے اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی جھوٹ باندھا تو وہ بالا جماع کافر ہوا نیز عوام کا سماع اور رقص مشابہ اس سماع ورقص کے ہے جو حبشیوں کا رسول اللہ ﷺ کے حضور میں ہوا اور اس کے مباح ہونے میں عوام کے واسطے خلاف نہیں نیز ان کی حرکتیں سماع میں مشابہ ان کی خوشیوں کے باغوں میں ہیں اور اس کے مباح ہونے میں کوئی خلاف نہیں اسی طرح ان کی حرکات سماع میں بھی مباح ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ "من تشبہ بقوم فھو منھم" یعنی جس نے کسی قوم جیسی اپنی صورت بنائی تو وہ ان میں سے ہے اور خالص اصحاب حق مثل بعض صحابہؓ اور اولیاء اللہ تعالیٰ مثل جنیدؒ وغیرہ کی سماع میں ملتی تھی جیسا کہ کتب رقائق میں ان سے منقول ہے پس اگر ایک عامی بھی ان کی سی صورت بنانے کے لئے حرکت کرے اس حال میں کہ ان کی برکات کا طالب

Marfat.com

ہے تو وہ بھی ان میں سے ہوگا اور حدیث میں ہے کہ وہ ایسی قوم ہے کہ بہ سبب ان کے ان کا ہم نشین شقی نہ ہوگا اگر منکر کہے کہ کوئی شخص انسان کی محبت یا انسان کی صورت پر وجد کرے گا تو حرام ہوگا ہم کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ گے اور ہرگز ایمان نہ لاؤ گے جب تک کہ باہم محبت نہ کرو گے کیا میں تم کو نہ بتاؤں وہ بات کہ جب اس کا عمل کرو گے تو باہم محبت ہو جائیگی وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کرو اور ایک روایت میں ہے کہ آپس میں ہدیہ دو نیز حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کہاں ہیں باہم محبت کرنے والے میرے جلال کے واسطے پھر ان کے واسطے نور ممبر لگائے جائیں گے جس پر کہ انبیاء اور شہداء علیہ السلام رشک کریں گے پس اگر دو شخص آپس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کریں اور ایک ان میں سے دوسرے کی محبت پر اللہ تعالیٰ کے واسطے حرکت کرے تو یہ مباح ہوگا جبکہ باطل کے ساتھ نہ جانا گیا ہو اگر منکر کہے کہ عامی حرکت نہیں کرتا مگر باطل طور پر یہ کھیل ہے اور یہ حرام ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے جب تیرے بھائی سے کوئی بات ظاہر ہو اور اس کا حمل اچھے معنی پر ہو سکتا ہو تو اس کا حمل برے معنی پر نہ کر بس جبکہ ہم مومن موحد کو خواہ عامی ہو یا غیر عامی سماع میں حرکت کرتے ہوئے دیکھیں اور وہ باطل کے ساتھ نہ جانا گیا ہو واجب ہے کہ اس کے فعل کو حق پر حمل کریں پس اگر اس کے ساتھ وہی
گمان کیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے کہا تو وہی ہے ورنہ اس کے اعتقاد کا کام تو اللہ تعالیٰ کی سپرد ہے نہ اس کی طرف دیکھنے والے کے اگر معترض کہے کہ بغیر جھانج کے دف کا بجانا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جائز ہے کیونکہ عرب کا دف ایسا ہی تھا مگر جھانج کے ساتھ دف بجانا ہم تسلیم نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی بابت کوئی حکم حرمت یا کراہت کا نہیں آیا ہے۔ اس واسطے مباح ہے پس اگر ملا دیا جائے کلام استماع جو سنا جائے ایک مباح کے ساتھ جو سنا گیا ہے تو سب مباح ہو جائے گا مگر اس وقت نہ ہوگا جبکہ کوئی قرینہ ان کی جماع کی منع پر ساتھ تحریم کے دلالت کرے جیسے کہ دو بہنوں کے ساتھ نکاح کے ہر ایک سے جدا جدا جائز ہے اور دونوں میں جمع کرنا حرام ہے لیکن قصب فارسی اس کے بارہ میں کوئی حکم نہیں اس لئے وہ اپنی اباحت پر باقی ہے مگر مزمار (بانسری) حرام ہے اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اس کی آواز کو حضرت ﷺ نے سنا اور کانوں کو بند کر لیا نیز جو شخص کہ گانا اور رقص اور دف بجانے کا منکر ہے اس کو اللہ تعالیٰ سے لڑائی کرنی پڑے گی اور اللہ تعالیٰ سے لڑائی بالاتفاق کفر ہے اور یہ اس طرح ہے کہ صحیح حدیث میں آیا

Marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی تو وہ میری لڑائی کے واسطے میدان میں نکلا اور امت محمدیہ ﷺ نے اس امر پر اتفاق ہے کہ اس امت میں اولیاء ہیں اور سب کے طرف مسلمانوں نے صحت ولایت حضرات جنیدؒ اور شبلیؒ اور معروف کرخیؒ اور عبداللہؒ بن حفیف وغیرہ نے ہم پر اتفاق کیا ہے ان اولیاء وغیرہ ہم میں سے جن کا رسالہ القشیری میں ذکر کیا گیا ہے اور یہ بھی ان کے نزدیک ان صاحبوں کے اعداد و حالات میں ثابت ہوا ہے کہ وہ گانے میں وجد کرتے تھے اور رقص کرتے تھے واسطے ترک ماسوی اللہ کے اپنے قلوب سے پس جو کوئی سماع کو مطلقاً حرام کہتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہ حضرات حرام کے مرتکب ہوئے اور جس نے ان کو حرام اور مباشرت فعل حرام سے منسوب کیا تو اس نے از روئے قول و اعتقاد کہ ان سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دشمنی کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی لڑائی کے واسطے میدان میں آیا اور جو اللہ تعالیٰ کی لڑائی کے واسطے نکلا وہ بالاتفاق کافر ہوا پس تحقیق اللہ تعالیٰ کے غضب کو کمالایا اور ٹھکانا اس کا دوزخ ہوا اور وہ بری بازگشت ہے پس جبکہ ان تقریرات اور دلائل اور احادیث سے جن کو ہم نے بیان کیا ثابت ہو گیا کہ سماع مطلقاً مباح ہے اور اس کا منکر یہ کافر یا فاسق ہے اور وہ مریدوں کے واسطے مستحب اور اولیائے خدائے تعالیٰ کے لئے بہ نسبت ان کے مقامات کے واجب ہے کیونکہ وہ حضرات مجرد ہیں اس چیز سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے طرف اللہ تعالیٰ کی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ چاہتے ہیں اس کی وجہ کو اور جبکہ وہ کوئی بات ظاہری صورتوں میں سے پاتے ہیں تو اس کو معانی غیبیہ پر حمل کرتے ہیں جیسے کہ جناب رسول ﷺ نے اسید بن حضیر کے بارہ میں فرمایا انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں شب گذشتہ کو سورہ بقرہ پڑھ رہا تھا کہ ناگہاں میرے سر پر ایسا بادل چھایا جس میں چراغ تھے حضرت نے فرمایا کہ وہ سکینہ تھی تو اسی طرح اولیاء اللہ تعالیٰ صورتوں کو معانی پر حمل کرتے ہیں بوجہ ان کے مراتب صور کی ترتیب کے اور مراتب معانی میں ان کے سیر کے پس دف ان کے نزدیک اشارہ ہے طرف دائرہ اکوان کی اور جو جھلی اس پر چڑھی ہوئی ہے وہ اشارہ ہے طرف وجود مطلق کی اور ضرب جو دف پر پڑتی ہے اس میں اشارہ ہے طرف ورود واردات الہیہ کے باطن بطون سے ترف وجود مطلق کی واسطے تحویل اشیاء کے باطن سے ظاہر کی طرف اور پانچ جلاجل سے اشارہ ہے طرف مراتب نبوت اور مراتب ولایت اور مراتب رسالت اور مراتب خلافت اور مراتب امامت کی اور اس کی آواز سے اشارہ ہے طرف تجلیات الٰہیہ اور علم الٰہی کے ان مراتب کے واسطہ سے اولیاء اور اہل کمال کے قلوب میں اور نفس مغنی سے اشارہ ہے طرف عطیات حق تعالیٰ کی جیسا کہ وہ

Marfat.com

اشیاء کا محرک اور موجد اور مغنی ہے اور آواز مغنی سے اشارہ ہے طرف حق وارد کی اس کی طرف سے باطن بطون میں اور اشارہ ہے طرف مراتب ارواح اور قلوب کہ اسرار ہیں اور قصب سے اشارہ ہے ظرف ذات انسانیہ کی اور نو سوراخوں سے اشارہ ہے طرف منافذ ظاہری انسان کی اور وہ نو جو ہیں دو آنکھیں اور دو کان اور دو سوراخ ناک کے اور منہ اور دبر اور نو سوراخ مقلوب قلب اور عقل اور روح اور نفس اور سر اور جوہر انسانی اور لطیفہ ذاکیہ اور فواد اور شغاف ہیں اور جو پھونک کے کتب میں جاتی ہے اس میں اشارہ ہے طرف نفاذ نور اللہ تعالیٰ کے قصب ذات انسان میں ان کا ہلنا گانے میں اشارہ ہے طرف یاد کرنے طیر حقیقت انسانیہ کی مقام خطاب ازلی میں اس وقت جبکہ الست بربکم فرمایا تھا اور وہ مضطر ہوئے سر کو قصص جسم کے کھینچنے اور اس کے وطن حقیقی کی طرف پھیرنے کے لئے اس حیثیت سے کہ فرمایا وطن کی محبت ایمان ہے یعنی وطن ارواح کی جہان ہے کہ روح کو ایجاد کیا گیا جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ونفخت فيه من روحي یعنی پھونک دی اس میں میں نے اپنی روح سے اور رقص اشارہ ہے طرف جولان روح کی گرد دائرہ موجودات کے واسطے قبول کرنے تجلیات اور تنزیلات کے اور یہ عارف کا حال ہے اور فعل اشارہ ہے طرف وقوف روح کی اور اس کے سر اور اس کے وجود کی اور اس کی جولان نظر اور فکر کی اور اس کے نفوس کے مراتب موجودات میں اور یہ محقق کا حال ہے پس اس کو اوپر کی طرف اشارہ ہے اس کے کھینچنے کا انسانی سے طرف مقام احدی کے اور کائنات کے واسطہ سے آثار روحانیہ کے حاصل کے اور اللہ تعالیٰ کے نور کی امداد کے پس جبکہ اس کی روح حجاب سے نکل جاتی ہے مراتب صواب تک پہنچ جاتی ہے تو وہ اپنا سر کھول دیتا ہے پھر جبکہ ہر چیز سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے مجروح ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متصل ہو جاتا ہے تو اپنے کپڑے اتار دیتا ہے پھر اگر گانے والا بھی صاحب حال ہے اور مقام ہے تو وہ اپنے کپڑے اس پر پھینک دیتا ہے اور اگر اس درجہ کا نہیں ہے تو اس کی طرف پھینکنا ظلم ہے اس لئے کہ صاحب حال کے کپڑے اس کے حال کی صورت ہیں اور اس کے حال کے قبول کا وہی مستحق ہے جو کہ اس کے رتبہ کا ہو پھر اگر محقق مقام علوی پر چڑھ گیا اور گانے والا مقام سفلی میں گا رہا ہے تو وہ ایک شعر مناسب اپنے حال کے اس کو القا کرتا ہے پھر اگر اس پے شکل ہو جائے اس کو پیچھے چھوڑتا ہے اور اس کا حال اس پر پھیر جاتا ہے تو دوسرا لیتا ہے اور اس کے ساتھ حال کرتا ہے تاکہ اس کا حال اس کے حال کے ساتھ جمع ہو جائے اور اس کا عاقدہ حل ہو جائے پھر اگر وہ پیاسہ ہو جائے اور پانی پینا چاہے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ مغلوب ہو گیا اس لئے کہ مقام روح اور مقام صفا ہے اور

Marfat.com

اس کی غذا انوار سے ہوتی ہے پس جب پیاسہ ہوگا تو دلیل اس کی ہوگی کہ وہ مقام جسد کی طرف واپس آیا اور مقام روح کا اور حال روح کا غیب کے ساتھ غذا حاصل کرنی ہے اور اس کو ظاہر کی احتیاج نہیں اور مقام جسد صورت کے ساتھ غذا حاصل کرتا ہے تو جب غیب سے شہادت کی طرف رجوع کریگا پانی مانگے گا اور یہ اس کے نقصان کی دلیل ہے اور لیکن معنی معقول شرف سماع پر دلالت کرنے والا پس وجود اس کا دلالت کرلیتا ہے اس امر پر کہ احوال لاحق دو قسم کے ہیں حرکت اور سکون پس حرکت صفت ارواح اور اسرار کی ہے اور سکون صفت اجساد اور کثیف صورتوں کی اور حرارت اور کثیف صورتوں کی اور حرارت اور لطیف ہونا حرکت کے لوازم میں سے ہے اور بستگی (جماؤ) اور بدلنا سکون کے لوازم میں سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ پانی حوض میں ٹھہرا رہتا ہے اگرچہ کثرت سے ہو بعد گزرے زمانے کے اس کی حالت پلٹ جاتی ہے اور اگر تھوڑا سا بھی جاری ہو تو نہیں بدلتی پر اس طرح جبکہ آواز موجود باطن میں اثر کرتی ہے تو روح کو بلندی پر چڑھنے کی خواہش کے لئے حرکت دیتی ہے پس یہ بھی روح کی حرکت کے ساتھ حرکت کرتا ہے تب اس کے وجود میں حرارت پیدا ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے فضلہ گھلاتے ہیں اور اس کے قلب میں آثار مشہودہ ظاہر ہو جاتے ہیں دوم یہ کہ وہ غذا جو محسوس ہوتی ہے بدن کو قوی کرتی ہے اور اس کا حصول غذا کے استعمال سے ہے اور غذا روح کے قلب اور شہر کو قوی کرتی ہے اور یہ استعمال سے ایسے آلات کے ہوتا ہے جو کہ نور اور حیات کے عالم غیب سے اتارنے کے ہیں اور وہ وہی تحریک روح کی اور اشعار رقیقہ سے معانی غریبہ کا بستا تعلقات کونیہ کا ترک کرنا اور روحانی منزلوں کی طرف کھچنا ہے اور ان امور کے حاضر ہونے کا آلہ اجتماع اخوان اور طلب مدد اللہ الرحمٰن سے ہے سوم یہ کہ سماع آدمی کو امور ظاہرہ سے مجرد کرتا ہے اور انوار اور اسرار باطنہ کے قبول کے واسطے آمادہ کرتا ہے پھر جتنا کہ اس کا وجد سماع میں زیادہ ہوتا ہے اسی قدر اس کے سیر اور طیر عالم ارواح میں زیادہ ہوتی ہے اور جب کثرت سے اس کی زیادتی ہو جاتی ہے تو اس کا قلب رقیق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے آثار فیض اور تجلیات میں سے پہنچ جاتے ہیں تو اس کو مقام وصول بغیر ریاضت اور جذبہ کے حاصل ہو جاتا ہے چہارم یہ کہ آواز ظاہر سے باطن میں نفوذ کرنے والی ہے اور قلب سے متصل ہو جاتی ہے پھر قلب اور روح بواسطہ اختلاف نغموں کے اور متعدد ہونے ان معانی کے جو روح پر وارد ہوتے ہیں مرات وجود سے منتقل ہو جاتے ہیں اور قلب جسد کو روح کے پیچھے لگا دیتا ہے حرکت میں پھر وہ توہمات سے مجرد ہو جاتا ہے پھر قوائے جسدیہ میں وہ معانی منفصلہ جو کہ روح میں ہیں نفوذ کرتے ہیں پھر جسد مقام روح

Marfat.com

تک کھینچتا ہے اور پردہ اٹھ جاتا ہے پھر ان معانی اور حقائق کو ایک ہی دفعہ مشاہدہ کر لیتا ہے اور یہ مقام کمالِ عیانی ہے جو کہ بہت قسم کی ریاضتوں سے حاصل نہیں ہو سکتا پنجم یہ کہ سماع باطن میں سکون اور ظاہر میں حرکت ہے اور اس کے سوا سب عبادات سوائے روزہ کے ظاہر میں حرکت ہیں اور حرکت ظاہرہ کثرت سے متناسب ہوتی ہے پس جس قدر حرکت سماع میں زیادہ ہو گی اسی قدر سکون قلب میں زیادہ ہوگا پھر وہ قلب اس چیز سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے مجرد ہوگا اور اس میں وجد پیدا ہوگا اور مقام احدی کی طرف کھینچے گا تو وہ نظر شوق سے اللہ تعالیٰ کے ایسے عالموں کو دیکھے گا جن کا عقلیں اور سمجھیں احاطہ نہیں کر سکتیں اور لیکن یہ تین ارکان نماز اور حج اور شہادت (کلمہ طیبہ اگرچہ ظاہر میں حرکت ہیں لیکن دو حرکتوں میں کبھی ایک سکون روحی وجہی ظاہر ہوتا ہے جو کہ اسکے صاحب کو فنا اور بقا کی طرف قوت اور مدد دیتا ہے اور لیکن روزہ ظاہر اور باطن سکون ہے اور دو سکونوں میں سے ایک حرکت اللہ سے اور ساتھ اللہ کے اور واسطے اللہ کے یہ پیدا ہوتی ہے اور یہی اطلاق تام اور حکم عام ہے پھر جبکہ یہ سماع منتشر ہوا اور اس کے مراتب مشتمل حقائق ارکان پر ہیں مثل نماز اور حج کے اور دونوں شہادتیں اس کے مراتب ظاہر میں سے ہیں اور روزہ اور زکوٰۃ اور اس کے باطن کی طرف سے ہیں تو انسان کو سماع میں وہ کمالات حاصل ہوتے ہیں جو کہ اور عبادات کے مواظبت سے حاصل نہیں ہو سکتے ششم یہ کہ سماع مشتمل احوال کمالیہ پر ہے جو کہ اس میں نہایات مقامات ہیں اور سین سماع اشارہ کرتا ہے طرف سم کی یعنی بھید سماع کا مثل زہر کے ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی تعلقات غریبہ سے مر جاتا ہے اور وہ اس کو مقامات غیبیہ تک پہنچا دیتا ہے اور اس کا سیم اور عین اشارہ کرتا ہے معیت ذاتیہ آلہیہ کی طرف جیسے کہ فرمایا حضرت علیہ السلام نے کہ میرے واسطے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہے اور اس کے سین اور میم اور الف مشعر ہیں اس امر کے صاحب سماع علوی ہو جاتا ہے اور مراتب سفلیہ سے نکل جاتا ہے اور اس کے الف اور میم اشارہ کرتے ہیں طرف ام کی تا کہ جانا جائے کہ صاحب سماع اصل ہر چیز کی ہے پس وہ غیب سے بسبب اپنی روحانیت کے مدد لیتا ہے اور دوسروں کو مراتب موجودات میں سے اس سے فیض پہنچتا ہے اور علم جو اس کی طرف اشارہ کرنے والا ہے کما ھو کماہی اور عین اور میم اس کی اشارہ کرتی ہیں طرف (ع م) کی یعنی صاحب سماع بسبب اپنی روحانیت کے علویات اور بسبب حیات قلب کے سفلیات اور اس کے سوا اور مراتب غیبیہ پر مشتمل ہے پس تحقیق کہ صاحب سماع ان مقامات آلہیہ تک پہنچتا ہے جہاں تک کہ ہزاروں اجتہاد اور کامل تر ریاضتوں سے نہ پہنچتا اور اسی طرح سماع کے فوائد انتہائے

Marfat.com

فائدہ تک پہنچتے ہیں جن کو کہ صاحب ذوق اور شہود پاتا ہے اور ہم اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کی حمد پر ختم کرتے ہیں اور ہم کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ فرمایا جب میں کسی امر کا تم کو حکم دوں تو اس کو جہاں تک ہو سکے بجالاؤ۔

وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و الہ وصحبہ وسلم تسلیما

والحمد للہ رب العالمین یا اللہ یا رحمن یا حی یا قیوم

الحمد للہ تعالیٰ کہ ترجمہ لوارق السماع مصنفہ شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ تمام ہوا۔

فقط

Marfat.com

آداب الاخلاق

یعنی

اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنفہ

جناب امام ہمام حجۃ الاسلام امام محمد الغزالیؒ

Marfat.com

اردو ترجمہ کتاب

آداب واخلاق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضرت ﷺ کے اخلاق و معجزات

جاننا چاہیے کہ ظاہری آداب باطنی آداب کے عنوان ہوتے ہیں اور اعضاء ظاہری کی حرکتیں دلی خیالات کا ثمرا ہوا کرتی ہیں اور ظاہر اعمال باطنی اخلاق کے نتائج ہوتے ہیں اور اخلاق وآداب انجام معرفت ہیں اور اسرار باطنی اعمال وافعال کے منبع ہیں باطنی نور سے ہی دراصل ظاہری زینت وزیبائش حاصل ہوتی ہے اور اسی کی برکت سے ظاہری برائیاں خوبیوں سے بدل جاتی ہیں جس شخص کے دل میں خوف خدا نہیں ہوتا اس کے ظاہری اعضاء سے بھی خوف خدا معلوم نہیں ہوتا جس کا سینہ انوار الٰہی سے منور نہیں ہوتا اس کے ظاہری اعضاء پر بھی اخلاق وآداب نبوی کی چمک نظر نہیں آتی۔

میرا ارادہ تو یہ تھا کہ معاملات کے اختتام پر ایک باب تمام آداب زندگی کے بیان میں لکھدوں لیکن جب میں نے سوچا کہ جلد اول ودوئم کے ہر باب میں تھوڑے تھوڑے باب مذکور ہیں سو اگر ان کو دوبارہ لکھا جاوے تو مضمون مقرر ہونے کے باعث ناظرین کی طبائع پر گراں معلوم ہوگا اس لئے تمام آداب زندگی ذکر نہیں کیے گئے بلکہ صرف حضور ﷺ کے وہ اخلاق کریمہ ذکر کیے گئے ہیں جو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیے گئے ہیں لیکن اسناد کو بوجہ طوالت ترک کر دیا گیا ہے اخلاق نبوی ﷺ کو یکجا جمع کر لے سے میرا مقصد یہ ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ کے اخلاق حمیدہ معلوم کر کے انسان کا ایمان تازہ اور مضبوط ہو جاوے کیونکہ حضور کی ایک عادت شریف ایسی ہے کہ جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ تمام مخلوقات سے برگزیدہ انسان ہیں جب ایک عادت شریف کا یہ حال ہے تو جس صورت میں تمام اخلاق

Marfat.com

حسنی حضور کی ذات اقدس میں جمع ہوں اس صورت میں کیونکر آپ بہترین خلائق نہ ہونگے۔

اخلاق کے بعد آپ کے وہ معجزات ذکر کروں گا جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں تاکہ اخلاق حسنی کا بیان مکمل ہو جاوے اور منکروں کا پردہ غفلت دور ہو جاوے خدائے تعالیٰ سے التجا کہ وہ ہمیں تمام اخلاق وآداب اور تمام امور دینی میں حضور سراپہ نور کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے وہی متحیروں کا رہنما اور بیقرار سائلوں کی دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

گو اخلاق نبوی کا ایک دریائے ناپیدا کنار ہے۔ لیکن تاہم ہم اس کو تیرہ بیانوں میں تحریر کریں گے۔

پہلا بیان

اس امر میں کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آداب قرآنی سے مؤدب فرمایا

جناب رسالتمآب ﷺ بارگاہ الٰہی میں بے حد گریہ وزاری فرما کر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ "اللھم احسن خلقی وخلقی" یعنی خدایا میرا ظاہر وباطن اچھا کردے نیز یہ دعا بھی کیا کرتے "اللھم اجنبی منکرات الاخلاق" یعنی اے اللہ مجھے بری عادتوں سے بچالے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی یہ دعائیں قبول فرمائیں اور اپنے اس وعدہ کو پورا کیا "ادعونی استجب لکم" یعنی لوگو تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا چنانچہ آپ پر قرآن مجید نازل فرما کر اس کے ذریعہ آپ کو اخلاق وآداب کی تعلیم دی اسی لئے حضور پرنور ﷺ کی عادت ثانیہ تمام قرآن مجید ہو گیا تھا چنانچہ حضرت سعدؓ بن ہشام سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے حضور انور ﷺ کے اخلاق وعادات کا حال دریافت کیا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تو قرآن مجید پڑھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ بس آنحضرت ﷺ کا خلق بعینہ قرآن مجید تھا۔

---

۱ روایت کیا اس حدیث کو حضرت امام احمدؒ بن حنبل نے حضرت ابن مسعودؓ اور عائشہ صدیقہؓ سے لیکن ان کے الفاظ یوں ہیں اللھم احسنت خلقی فاحسن خلقی الٰہی تو نے مجھے خوبصورت بنایا ہے خوبصورت سیرت بھی بنا۔

Marfat.com

حسب ذیل آیات قرآنی میں حضور پرنور ﷺ کو اخلاق وآداب کی تعلیم دی گئی ہے۔

''خذالعفو''

(۱) خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین۔ یعنی اے پیغمبر ﷺ لوگوں کے تصور معاف کردیا کروان کو نیکی کی ہدایت کیا کرو، اور جاہلوں سے کنارہ کش رہو۔

(۲) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ یعنی اللہ تعالی انصاف احسان اور رشتہ داروں کو کچھ مال دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے۔

(۳) اصبر علی ما اصابک ان ذالک من عزم الامور۔ یعنی اے پیارے حبیب جو تکالیف ومصائب آپ کو پہنچے آپ ان کو صبر واستقلال سے برداشت فرمایئے کیونکہ ہمت کا کام یہی ہے۔

(۴) ''لمن صبر وغفر ان ذالک لمن عزم الامور ''یعنی جو شخص سب صبر ومعافی اختیار کرے وہ بہترین انسان ہے کیونکہ صبر ومعافی واقعی بڑی ہمت کا کام ہے۔

(۵) ''فاعف عنھم واصفح ان اللہ یحب المحسنین '' یعنی اے پیغمبر آپ ان لوگوں کا قصور معاف فرما دیجیے اور ان سے درگزر کیجیے بیشک خدا تعالی نیکو کاروں سے محبت رکھتا ہے۔

(۶) ''والیعفوا والیصفحو الا تحبون ان یغفر اللہ لکم'' ان لوگوں کو چاہیے کہ وہ معاف اور درگزر کردیا کریں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ خدا تعالی تمہارے گناہ معاف کردے۔

(۷) ''ادفع بالتی احسن فاذ الذین بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم'' یعنی اے پیغمبر آپ لوگوں کو اچھا جواب دیا کریں اس سے آپ کے دشمن ایسے بن جاویں گے جیسے کوئی پکا دوست ہوتا ہے۔

(۸) ''الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ واللہ یحب المحسنین'' یعنی اللہ کے بندے غصہ کو ضبط کر جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالی نیکو کاروں کو پسند کرتے ہیں۔

Marfat.com

(۹)"اجتنبوا كثيراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا" یعنی زیادہ بدگمانی مت کیا کرو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے اور کسی کی عیب جوئی بھی مت کیا کرو اور نا ہی ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو۔

جنگ احد میں جب حضور انور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر سخت چوٹ آئی تو حضور کے چہرہ انور پر خون بہتا جاتا اور آپ خون کو پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ ان لوگوں کا کیونکر بھلا ہوگا جنھوں نے اپنے نبی ﷺ کے چہرہ کو خون آلودہ کیا حالانکہ وہ نبی ان کو سیدھی راہ بتلاتا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

(۱۰) ليس لك من الامر شيء او يتوب عليهم او يعذبهم فانهم ظالمون ۔ اے پیغمبر آپ کو کچھ اختیار نہیں اللہ تعالیٰ خواہ ان کو توبہ کی توفیق عطا کردے خواہ انھیں عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید کا مقصد اولین میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو آداب اخلاق حسنی کی تعلیم دے کر تمام مخلوقات کو آپ کے ذریعے ادب اور تہذیب سکھائی جاوے اسی لئے حضور نے فرمایا ہے کہ میں اخلاق حسنی کی تکمیل کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں پھر حضور اکرم ﷺ نے مخلوقات کو اخلاق حسنہ میں سے ان امور کی ترغیب دی جن کا ذکر ہم نے باب ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق جلد ثالث میں کریں گے اس لئے ان امور کو یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاق حسنی میں کامل و مکمل فرمایا تو تعریف و توصیف کے طور پر فرمایا ﴿وانك لعلى خلق عظيم﴾ یعنی اے ہمارے حبیب آپ اعلیٰ درجہ کے خوش اخلاق ہیں سبحان اللہ خدائے تعالیٰ کا کس قدر کرم و فضل ہے کہ خود ہی اپنے پیارے حبیب کی تعریف فرماتا ہے کہ اے پیغمبر آپ کے اخلاق نہایت اعلیٰ ہیں حضورؐ نے تمام دنیا کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اچھے اخلاق پسند ہیں اور برے اخلاق ناپسند حضرت علی کرمؓ فرماتے ہیں کہ افسوس ہے اس مسلمان پر جس کے پاس کوئی دوسرا مسلمان کسی حاجت کے

[۱] روایت کیا اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور حاکم اور بیہقیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے۔

[۲] روایت کیا اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے حضرت سہل بن سعدؓ سے۔

Marfat.com

لئے آوے اور وہ اس کی کچھ بھلائی بھی نہ کر سکے اگر اس کو ثواب کی امید وار عذاب کا ڈر نہ بھی ہو تو بھی اس کو یہ تو لازم ہے کہ اخلاق حسنہ سے پیش آوے کیونکہ اخلاق حسنہ ہی سے نجات حاصل ہوتی ہے کسی شخص نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ یہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے کیا یہ آپ نے حضور ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے حضورؐ سے علاوہ اس کے ایک اور بات بھی سنی ہے جو اس سے بھی بہتر ہے وہ یہ کہ جب حضور ﷺ[1] کی خدمت اقدس میں قبیلہ بنی طے کے قیدی گرفتار ہو کر آئے تو ان میں ایک لڑکی بھی تھی اس نے حضور سے عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو مجھے معاف فرمادیں تا کہ قبائل عرب کو مجھ پر ہنسی کا موقع نہ مل سکے کیونکہ میں اپنی قوم کے سردار کی لڑکی ہوں میرے والد ماجد کا یہ شیوا تھا کہ وہ اپنی قوم کی حمایت کیا کرتا تھا قیدیوں کو رہا کر دیا کرتا تھا بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا اور لوگوں سے بکثرت سلام کیا کرتا تھا انھوں نے کبھی کسی حاجت مند کو مایوس نہیں پھیرا یعنی میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹی یہ تو عادتیں ایمان داروں کی ہیں اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا تو ان عادات کی بنا پر ہم اس پر درود وسلام بھیجتے یہ فرما کر حکم دیا کہ اس لڑکی کو رہا کر دو کیونکہ اس کا باپ اخلاق حسنی سے موصوف تھا اور اللہ تعالیٰ خوش اخلاق لوگوں کو پسند فرماتا ہے حضور نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جنت میں خوش اخلاق ہی داخل ہونگے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ[2] سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دو چیزوں میں منحصر کر دیا ہے ایک اخلاق حسنی دوسرے نیک اعمال ہیں جملہ اخلاق حسنی واعمال صالح کے حسب ذیل امور ہیں۔

(۱) آپس میں محبت سے رہنا۔ (۲) اچھے کام کرنا (۳) لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا (۴) خیرات کرنا (۵) کھانا کھلانا (۶) سلام کثرت سے کرنا (۷) مسلمانوں کی بیمار پرسی کرنا (۸) مسلمان خواہ نیک ہو یا بد اس کے جنازہ کے ساتھ جانا (۹) ہمسایہ خواہ کافر ہو یا مسلمان اس کے ساتھ محبت سے رہنا (۱۰) بوڑھے مسلمانوں کی تعظیم کرنا (۱۱) اگر کوئی دعوت کرے تو اسے قبول کرنا (۱۲) دوسروں کی دعوت کرنا (۱۳) لوگوں کے قصور معاف کرنا (۱۴) لوگوں میں صلح وامن قائم رکھنا (۱۵) سخاوت کرنا (۱۶) دوسرے کو پہلے سلام کرنا (۱۷)

۱؎ کیا اس حدیث کو حکیم ترمذیؒ نے اپنی کتاب نوادر میں تھوڑی سے ضعیف سند سے۔

۲؎ اس حدیث کا حوالہ مجھے معلوم نہیں ہوا اور دوسری روایت جو حضرت جنبلؓ بن جبل سے آگے آتی ہے اس کے سامنے اس کی ضرورت بھی نہیں

Marfat.com

غصہ کو پی جانا (۱۸) لوگوں سے درگزر کرنا (۱۹) جو چیزیں اسلام میں حرام ہیں ان سے بچنا مثلاً کھیل، تماشہ راگ، باجہ، سارنگی، وغیرہ آلات لہو لعب بغض و کینہ عیب کی ہر ایک بات، غیبت، جھوٹ، بخل، کنجوسی، دغا، فریب، بدتہذیبی، چغلی، باہم جنگ وجدال رکھنا رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا، بدمزاجی تکبر وغرور گالی گلوچ وفحش باتیں کرنا اور سننا، بدفالی، شگون بدلینا، سرکشی، حد سے گزرنا ظلم وستم کرنا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسی کوئی عمدہ نصیحت نہیں چھوڑی جو ہمیں نہ بتلائی ہو اور نہ کوئی ایسا عیب چھوڑا جسے ہمیں ڈرایا یا منع کیا ہو اجمالی طور پر یہ سب باتیں (جو اوپر مذکور ہوئیں اس آیت میں آجاتی ہیں)

﴿ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذالقربیٰ وینھیٰ عن الفحشاءِ والمنکر والبغی﴾ یعنی اللہ تعالیٰ انصاف احسان اور رشتہ داروں کو کچھ مال دینے کا حکم کرتا ہے اور بےحیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے۔

حضرت معاذؓ بن جبل فرماتے ہیں کہ جناب سرور عالم ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ اے معاذؓ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا سچ بولا کر۔ وعدہ کو پورا کیا کر۔ امانت کو ادا کیا کر۔ امانت میں خیانت نہ کیا کر ہمسایہ کا لحاظ رکھا کر۔ یتیموں پر رحم کیا کر۔ لوگوں کے ساتھ نرمی سے گفتگو کیا کر۔ اور لوگوں کو سلام بہت کیا کر۔ نیک عمل کیا کر۔ لمبی امید دل میں نہ ٹھانا کر ایمان پر ثابت قدم رہ۔ قرآن مجید کی سمجھ پیدا کر۔ آخرت کی محبت رکھ۔ حساب قیامت سے ڈرتا رہ۔ تواضع اختیار کر۔ نیز میں تجھے منع کرتا ہوں کہ کسی دانا اور عقلمند شخص کو گالی مت دینا اور سچے کو جھوٹا مت کہنا کسی گنہگار کی اطاعت مت کرنا۔ اور بادشاہ عادل کی نافرمانی مت کرنا۔ فتنہ وفساد نہ کرنا۔ نیز میں تجھے نصیحت کرتا ہوں۔ کہ خدا سے ڈرتا رہو۔ خواہ (تو اتنا مفلس ہو کہ) تیرے پاس بجز پتھر ڈھیلے اور درخت کے اور کوئی چیز نہ ہو ہر گناہ پر تازہ اور نئی توبہ کرنا پوشیدہ گناہوں کی پوشیدہ اور ظاہر گناہوں کی ظاہر توبہ کرنا الغرض سرکار دو عالم ﷺ نے مکمل طور پر دنیا کو اخلاق وآداب اور اعمال صالحہ کی دعوت وتبلیغ کی اور ان کو باادب بنانے کی سعی بلیغ کی۔

۱۔ اس حدیث کی سند مجھے دستیاب نہیں ہوئی لیکن مضمون حدیث بالکل صحیح ہے۔

۲۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابونعیمؒ نے کتاب الحلیہ میں اور امام بیہقیؒ نے کتاب الزہد میں۔

Marfat.com

دوسرا بیان

حضور انور ﷺ کے ان اخلاق حمیدہ کے ذکر میں جو بعض علماء نے احادیث سے منتخب کیئے ہیں

حضور علیہ الصلوۃ والسلام ۱لوگوں سے زیادہ نرم مزاج، سب ۲ سے زیادہ بہادر ۳ ۴اور سب سے زیادہ پارسا تھے کسی غیر عورت کو آپ کا دست مبارک کبھی میں لگا آپ ۵ سب سے زیادہ سخی تھے یہاں ۶ تک کہ رات کو آپ کے پاس ایک دھیلا بھی باقی نہیں رہتا تھا اگر اتفاقاً کچھ بچ بھی جاتا اور رات تک کوئی محتاج نہ آتا تو اس وقت تک آپ اپنے دولت خانہ میں تشریف نہیں لاتے تھے جب تک کہ کسی حاجتمند کو وہ بچا ہوا مال دے نہ چکتے۔ خدا تعالیٰ ۷ نے آپ کو جو کچھ مال دے رکھا تھا آپ اس میں سے سوائے اپنی غذا یا دیگر اشد ضروری اخراجات کے اور کچھ نہیں لیتے تھے غذا بھی نہایت ارزاں کھجوروں اور جو کی ہوتی تھی۔ باقی مال راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے۔

حضور ﷺ ۸ سے جو کوئی چیز مانگتا آپ اسے عطا فرما دیتے پھر آپ ۹ اپنے سال بھر

---

۱ اس حدیث کو روایت کیا امام ابو الشیخ نے کتاب الاخلاق میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن آبزی سے مرسلاً اور امام ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن سلام سے ایک لمبی حدیث کے ضمن میں۔

۲ راوی حدیث بخاری و مسلم بروایت انسؓ۔

۳ راوی ترمذی بروایت علیؓ کتاب شمائل ترمذی۔

۴ بخاری و مسلم بروایت عائشہؓ۔

۵ بخاری و مسلم بروایت ابن عباسؓ

۶ ابوداؤد بروایت بلالؓ اور بخاری میں بروایت عتبہ بن الحارث اسی کا قریب ایک اور مضمون ہے۔

۷ بخاری مسلم بروایت عمر فاروقؓ

۸ روایت کیا اس حدیث کو طیالسیؒ و دارمیؒ نے سہلؓ بن سعد سے اور بخاری و مسلم نے بروایت انسؓ و جابرؓ اس مضمون کو مختلف الفاظ سے بیان کیا ہے۔

۹ یہ مضمون ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی کی ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے جو حضرت ابن بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

Marfat.com

کے خرچ میں سے بھی راہ خدا میں دیا کرتے اور سائلوں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے حتی کہ اگر آپ کے کوئی نیا خرچ نہ آتا تو وہ معینہ خرچ سال ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتا آپ[1] اپنا جوتا خود ہی گانٹھ لیا کرتے اور خود ہی اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیا کرتے اور اپنے گھر کا کام بھی خود ہی کر لیتے تھے چنانچہ[2] ازواج مطہرات (بیویوں) کے ساتھ گوشت کاٹتے حضور[3] سب سے زیادہ حیادار تھے کسی کے چہرہ پر آپ کی نظر نہیں جمتی تھی آزاد[4] وغلام ہر (ہر چھوٹے بڑے) کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے[5] اور جو کوئی ہدیہ (تحفہ) حضور کی خدمت اقدس میں پیش کرتا اس کو بخوشی قبول فرمالیتے خواہ وہ ہدیہ دودھ کے ایک گھونٹ یا خرگوش کی ایک ران کے برابر ہی کیوں نہ ہو ہدیہ کا احسان ضرور اتار دیتے یعنی ہدیہ کے بدلے میں ہدیہ دیتے ہدیہ[6] کو تناول فرمالیتے لیکن صدقہ وخیرات کا مال نہیں کھاتے تھے لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے کچھ عار نہ کرتے ان کے ساتھ تشریف لے جاتے اللہ تعالیٰ کے خاطر لوگوں پر غصے ہوتے لیکن اپنے لئے ان پر غصہ نہیں فرماتے تھے حق کی اشاعت فرماتے تھے خواہ اشاعت حق میں آپ کا اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا نقصان ہی کیوں نہ ہو جاتا بعض مشرکوں نے حضور سے درخواست کی کہ کیا ہم آپ کے حامی ومددگار ہو کر آپ کے مخالف دشمنوں سے بدلہ لیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں مشرکوں سے مدد نہیں لیتا حالانکہ حضور کے پاس اس وقت آدمیوں کی اس

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ...... عباسؓ سے مروی ہیں یعنی جب آپ نے وصال فرمایا ہے اس وقت آپ کی زرہ مبارک بیس صاع جو کہ عوض گروی تھی یہ جو حضور نے اپنے گھر والوں کی خوراک کے لئے قرض لئے تھے یہی مضمون بخاری میں بروایت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔

[1] راوی احمد بن حنبل بروایت عائشہؓ

[2] احمد بن حنبل بروایت عائشہؓ اور بخاری ومسلم میں بروایت عبدالرحمن بن ابی بکر ایک حدیث کے ضمن میں مذکور ہے۔

[3] بخاری ومسلم بروایت ابوسعید خدریؓ بالفاظ دیگر

[4] ترمذی وابن ماجہ بروایت انسؓ

[5] ہدیہ اور اس کا بدلہ دینا بخاری میں بروایت عائشہؓ مذکور ہے اور دودھ کا ہدیہ منظور کرنا بخاری ومسلم میں بروایت ام افضل منقول ہے اور خرگوش کی ران کا ہدیہ قبول کرنا بخاری ومسلم میں بروایت انسؓ آیا ہے۔

[6] بخاری ومسلم میں بروایت ابی ہریرہؓ

Marfat.com

قدر قلت (کمی) تھی کہ اگر ایک ساتھی بھی حضور کے ساتھیوں میں شامل ہو جاتا تو وہ بھی غنیمت تھا۔

ایک نہایت ا جلیل القدر صحابیؓ کو یہودیوں نے قتل کر ڈالا لیکن حضور ﷺ نے ان پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں فرمائی بلکہ اس مقتول کی دیت (بدلہ) سو اونٹنیاں دیدیں حالانکہ اس وقت صحابہ کرامؓ کو اونٹنیوں کی اس قدر اشد ضرورت تھی کہ ایک اونٹ سے بھی ان کا بہت سا کام نکلتا تھا نیز ۲ حضور ﷺ بھوک کی تکلیف سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے جو مل ۳ جاتا وہی تناول فرمالیتے اور جو موجود ہوتا اس کو رد بھی نہیں کرتے تھے حلال اشیاء کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتے تھے اگر روٹی نہ ملتی تو صرف کھجوروں پر ہی اکتفا کر لیتے بھنا ہوا گوشت مل جاتا تو اس کو بھی کھالیتے اور اگر گیہوں یا جو کی روٹی مل جاتی تو اسے بھی نوش جان فرمالیتے اگر شہد یا کوئی اور میٹھی چیز مل جاتی تو اس کو بھی تناول فرمالیتے اگر روٹی نہ ہوتی اور صرف دودھ مل جاتا تو اس کو ہی پی کر گزارا کر لیتے خربوزہ ۴ یا کھجوریں مل جاتیں تو وہی کھالیتے تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ (میز وغیرہ) اونچی جگہ رکھ کر کھانا تناول فرماتے آپ ۵ اپنے پاؤں مبارک کے تلوؤں سے رومال کا کام لے لیتے (یعنی ان سے اپنے ہاتھ پونچھ لیتے) حضور ﷺ ۶ نے تمام عمر بھر متواتر تین دن تک پیٹ بھر کر گیہوں کی روٹی تناول نہیں فرمائی یہ سب تکلیفیں مفلسی اور ناداری کے باعث برداشت نہیں کرتے تھے (باوجود سب کچھ موجود ہونے کے) محض اپنے نفس کو مغلوب رکھنے کے لئے

---

۱ بخاری ومسلم بروایت سہل بن ابی خثیمہ ورافع بن خدیج اور جس صحابی کو یہودیوں نے قتل کر ڈالا تھا ان کا نام عبداللہ بن سہل انصاری تھا۔

۲ بخاری ومسلم جابرؓ۔

۳ آپ کے یہ سب اخلاق مشہور ومعروف ہیں چنانچہ ترمذی میں بروایت ام ہانی خشک روٹی کا کھانا اور بروایت ام سلمہؓ بھنے ہوئے گوشت کا کھانا اور بروایت ابن عباس جو کی روٹی کا کھانا اور بخاری ومسلم میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور کا حلوئی اور شہد کو پسند فرمانا اور متواتر تین دن تک گیہوں کی روٹی نہ کھانا منقول ہے اور نسائی میں بروایت عائشہ صدیقہ خربوزہ کا کھانا مروی ہے۔

۴ اس کی سند کھانا کھانے کے آداب کے پہلی فصل میں گزر چکی ہے۔

۵ یہ فعل حضور ﷺ کا مشہور نہیں ہے بلکہ ابن ماجہ نے بروایت جابرؓ ذکر کیا ہے کہ ہم آپ کے عہد مبارک میں یوں کیا کرتے تھے (حضور ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا)۔

۶ بخاری ومسلم بروایت عائشہ صدیقہؓ۔

Marfat.com

اختیاری طور پر تکلیفیں اٹھاتے تھے ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے تھے بیماروں ا کی بیمار پرسی فرماتے جنازہ کے ساتھ تشریف لے جاتے دشمنوں ۲ میں تنہا بغیر کسی پہرے کے پھرتے آپ ۳ سب سے بڑھ کر متواضع اور باوقار تھے آپ نہایت فصیح و بلیغ تھے کلام بھی مغرورانہ نہیں فرماتے تھے آپ ۴ خندہ پیشانی تھے کسی ۵ دنیاوی چیز سے آپ زیادہ خوش نہیں ہوتے تھے جو کچھ ۶ پہننے کو مل جاتا وہی پہن لیتے کبھی چھوٹا کمبل اور یمن کی قیمتی چادر اور کبھی حلال مال سے بنا ہوا صوف کا جبہ پہن لیا کرتے تھے حضور ۷ چاندی کی انگوٹھی داہنے یا بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنا کرتے آپ اپنے پیچھے ۸ اپنے غلام یا کسی دوسرے شخص کو سوار کر لیا کرتے جو سواری ۹ وقت پر مل جاتی اسی پر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر، کبھی اونٹ پر، کبھی سبز خچر پر، اور کبھی دراز گوش پر، کبھی پیادہ اور برہنہ پاء، چادر پگڑی اور ٹوپی کے بغیر ہی چل کر مدینہ منورہ کے پرلہ کنارہ پر بیماروں کی

۱ یہ فعل حضور ﷺ کا مشہور ہے اور ابھی گزر چکا ہے۔

۲ ترمذی اور حاکم نے بروایت عایشہ صدیقہ نقل کیا ہے کہ جب آیت ﴿واللہ یعصمک من الناس﴾ اتری تو آپ کسی کو اپنے پاس آنے سے منع نہیں فرماتے تھے۔

۳ ابوالحسن علی بن ضحاک نے ان الفاظ سے اپنی کتاب الشمائل میں نقل کیا ہے اور نسائی، ابن ماجہ، ابو داؤد میں آپ کی سیرت تواضع کے متعلق کئی احادیث آئی ہیں۔

۴ ترمذی بروایت علی مرتضیٰؓ و رشمائل خود۔

۵ احمد ﷺ بروایت عایشہ صدیقہؓ۔

۶ بخاری میں بروایت سہل بن سعد شملہ کا پہننا اور بخاری و مسلم میں بروایت انسؓ یعنی چادر کا پہننا اور اس کو پسند خاطر فرمانا اور بروایت مغیرہ بن خشیمہ جبہ صوف پہننا مذکور ہے۔

۷ بخاری و مسلم میں بروایت انسؓ چاندی کی انگوٹھی اور مسلم میں حضور ﷺ کا چاندی کی انگوٹھی کو اپنے داہنے یا بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہننا مذکور ہے۔

۸ بخاری و مسلم میں بروایت ابن عباسؓ اپنے آزاد کردہ غلام حضرت اسامہؓ اور فضلؓ بن عباس اور معاذ بن جبل کو اپنے پیچھے سوار کرنا ثابت ہے۔

۹ مسلم میں بروایت جابرؓ و سہلؓ بن سعد حضور کا گھوڑے پر سوار ہونا ثابت ہے اور بخاری و مسلم میں بروایت ابن عباسؓ وحجۃ الوداع میں آپ کا شتر پر سوار ہونا اور بروایت تبراءؓ خچر پر سوار ہونا اور بروایت اسامہؓ گدھے پر سوار ہونا اور بروایت ابن عمرؓ قبا میں پیادہ سوار تشریف لے جانا مذکور ہے اور مسلم میں بروایت ابن عمر حضرت سعد بن عبادہ کی بیمار پرسی کو بغیر سواری اور جوتی اور ٹوپی کے جانا منقول ہے۔

Marfat.com

بیمار پرسی کرنے جاتے آپ ا کو خوشبو پسند اور بد بو ناپسند تھی فقیروں ۲ اور غریبوں کے ساتھ آپ مجلس کرتے مسکینوں ۳ کو کھانا کھلاتے خوش اخلاق ۴ لوگوں کی تعظیم وتکریم فرماتے شرفاء کے ساتھ نیک سلوک کرکے انکا دل خوش کرتے رشتہ ۵ داروں سے بہت میل ملاپ رکھتے مگر یہ نہیں کہ ادنیٰ کو اعلیٰ پر ترجیح دیدیں بلکہ درجہ بدرجہ ہر ایک سے تعلقات کا سلسلہ جاری رکھتے کسی ۶ پر جور وجفانہ فرماتے عذر خواہ کا عذر قبول فرمالیتے حضور ۸ دل لگی اور مذاق کے طور پر بھی کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے آپ ۹ مسکراتے تھے قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے جائز ۱۰ کھیل کو خود بھی دیکھتے اور دوسروں کو بھی منع نہ فرماتے خوش طبعی ۱۱ اور کھیل کے طور پر اپنے حرم محترم حضرت عایشہ صدیقہؓ سے دوڑ لگاتے تا کہ یہ معلوم ہو کہ کون آگے نکل جاتا ہے آپ کے ۱۲ کے روبرو شور وغل

ا نسائی نے بروایت انسؓ اور ابو داؤد حاکم نے بروایت عایشہ صدیقہ حضور ﷺ کا خوشبو کو پسند فرمانا اور عدیؒ نے بروایت عایشہؓ آپ کا بد بو کو ناپسند کرنا ذکر کیا ہے

۲ ابوداؤد بروایت ابوسعیدؓ

۳ بخاری بروایت ابو ہریرہؓ

۴ ترمذی در شمائل خود بروایت علی مرتضیٰؓ

۵ حاکم نے بروایت ابن عباسؓ ذکر کیا ہے کہ آپ حضرت عباس کی تعظیم وتکریم ایسی کرتے جیسی اپنے باپ کی اور بروایت سعد بن ابی وقاص روایت کیا ہے کہ حضرت عباس وغیرہ کو سجدے سے نکال دیا تھا لیکن حضرت علی مرتضیٰ کو نہیں نکالا تھا کیونکہ وہ چھوٹوں میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے اور بخاری ومسلم میں بروایت ابوسعیدؓ سے منقول ہے کہ سوائے صدیق اکبرؓ کے خوخ کے اور کوئی خوخ مسجد میں نہ رہ پائے۔

۶ ابوداؤد اور ترمذی اور شمائل خود نسائی در یوم ولیلہ بروایت انسؓ

۷ بخاری ومسلم بروایت کعبؓ بن مالک

۸ احمد بن حنبل بروایت ابو ہریرہؓ

۹ بخاری ومسلم بروایت عایشہ صدیقہؓ اور ترمذی بروایت عبداللہ بن الحارث۔

۱۰ بخاری ومسلم بروایت عایشہ صدیقہؓ

۱۱ ابوداؤد وابن ماجہ ونسائی دکبری بروایت عایشہ صدیقہؓ۔

۱۲ بخاری بروایت عبداللہ بن زبیرؓ "یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم" کی شان نزول۔

Marfat.com

ہوتا تو بھی آپ صبر سے کام لیتے آپ[1] کے پاس ایک اونٹنی اور ایک بکری دودھ دیتی تھی جن کا آپ اور آپ کے اہل وعیال دودھ پیا کرتے تھے حضور[2] کی لونڈیاں اور غلام بھی تھے آپ ان کو وہی کھلاتے پہناتے جو خود اور آپ کے اہل وعیال کھاتے پہنتے تھے۔

حضور[3] پر ایسا کوئی وقت نہیں گزرتا تھا کہ جس میں آپ اللہ تعالیٰ کا کام کرتے ہوں یا اپنے نفس کے لئے کوئی ضروری امر نہ کرتے ہوں حضور[4] اپنے اصحاب کرامؓ کے باغات میں سیر کے لئے تشریف لے جاتے کسی غریب[5] اور محتاج کو اس کی غربت اور ناداری کے باعث حقیر نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہت کی وجہ سے مرعوب ہوتے تھے بلکہ امیروں اور غریبوں کو یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ میں اخلاق حسنہ اور سیاست تامہ کوٹ کوٹ کر بھر دیئے تھے آپ امی (بے پڑھے) تھے نہ کسی سے آپ نے کچھ پڑھا اور نہ لکھا جہالت کے ملک میں غربت اور یتیمی کی حالت میں پیدا

---

[1] محمد بن سعد طبقات بروایت ام سلمہ اور بخاری و مسلم نے حضور ﷺ کے پاس شیر دار اونٹنی کا ہونا بروایت سلمہ بن الاکواع ذکر کیا ہے اور ابوداؤد نے آپ کے پاس دودھیلی بکری کا ہونا بروایت لقیطؓ بن جبیرہ ذکر کیا ہے۔

[2] محمد بن سعد طبقات بروایت سلمٰی اور مسلم میں بروایت ابوالسیر اس طرح لکھا ہے "اطعموهم مما تأكلون والبسوهم مما تلبسون"

یعنی حضور نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ خود کھاؤ اور پہنو وہی اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو کھلاؤ اور پہناؤ

[3] روایت کیا اس مضمون کو ترمذی نے شمائل ترمذی میں حضرت علی مرتضیٰؓ سے اس ضمن میں کہ حضور ﷺ نے اپنے اوقات کے تین حصے کر رکھے تھے۔

[4] کھانا کھانے کے آداب کی تیسری فصل میں حضور کا ابی ہیثمؓ اور ابوایوبؓ انصاری کے باغ میں تشریف لے جانا مذکور ہوا۔

[5] بخاری میں سہل بن سعد سے یہ قصہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور کے سامنے سے ایک دولتمند آدمی گذرا آپ صحابہ کرامؓ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر یہ شخص نکاح کا پیغام قبول کرے تو اس کا نکاح کیا جاوے دوسرا شخص مفلس اور غریب گزرا اس کی بابت حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ دوسرا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہلے (امیر شخص سے بہتر ہے) اور مسلم میں بروایت انسؓ آپ کا دعوت وتبلیغ کا خط قیصر وکسریٰ اور نجاشی کی طرف ارسال فرمانا مذکور ہے

Marfat.com

ہوئے جنگلوں میں بکریاں چرایا کرتے تھے بچپن ہی میں حضورؐ کے سر سے والدین کا سایہ عاطفت اٹھ گیا تھا مگر با ایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے جناب سرور عالم ﷺ کو بہترین اخلاق حسنیٰ سے آراستہ کیا اگلے اور پچھلے لوگوں کے حالات بتلائے اور جن باتوں سے قیامت کے روز نجات حاصل ہوتی ہے اور دنیا میں لوگ ان پر رشک کرتے ہیں واجبات پر ثابت قدم رہنا فضول اور واہیات امور سے اجتناب کرنا ایسی ایسی دینی و دنیوی فلاح و بہبودی کی تمام باتیں حضور کو تعلیم فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ آپ کے احکام کی اطاعت کریں اور آپ کے اخلاق واعمال کی پیروی کریں۔ آمین ثم آمین۔

تیسرا بیان

سرور کائنات ﷺ کے ان اخلاق وآداب کے ذکر میں جو حضرت ابوالبختری نے روایت کیے ہیں

حضور علیہ السلام نے جس مؤمن کو شاذ ونادر طور پر بھی گالی دی۔ تو اس کے ساتھ ہی اس کے لئے دعا بھی کر دی تاکہ اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ اور باعث رحمت ہو آپ[۲] نے عورتوں نوکروں اور خادموں کو بھی کبھی لعنت نہیں کی حضور[۳] کی خدمت اقدس میں اثنائے جنگ میں عرض کیا گیا مناسب یہ ہے کہ آپ دشمنوں پر لعنت فرما دیں آپ نے جواب دیا کہ میں رحمت کے لئے بھیجا گیا ہوں نہ لعنت کے لئے[۴] جب کبھی آپ سے عرض کی جاتی کہ آپ کسی مسلمان یا کافر کے لئے بدعا کیجئے تو حضور بجائے بدعا کے دعاء خیر فرماتے آپ

[۱] بخاری ومسلم بروایت عایشہ صدیقہؓ

[۲] اور بخاری میں بروایت انسؓ مروی ہے کہ "لم یکن فحاشا ولا تعانا" یعنی نہ حضور بدکلام تھے اور نہ کسی پر لعنت کرتے تھے۔

[۳] مسلم بروایت ابوہریرہؓ

[۴] بخاری ومسلم میں بروایت ابوہریرہؓ یوں مذکور ہے کہ لوگوں نے حضور سے قوم دوس کے لئے بدعا کرنے کی درخواست کی تھی لیکن آپ نے بجائے بدعا کے ان کی ہدایت کی دعا مانگی۔

Marfat.com

اپنے سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے کبھی کسی پر وار نہیں کیا حضور ﷺ نے سوائے اس صورت کے دین الٰہی کی بےحرمتی ہو کبھی کسی سے برائی کا انتقام اور بدلہ نہیں لیا جب ۲ کبھی حضور انور ﷺ کو دو باتوں کا اختیار ملتا تو آپ امت کی آسانی کے لئے آسان بات کو پسند فرماتے بشرطیکہ اس آسان امر میں گناہ یا رشتہ داری سے قطع تعلق کا خطرہ نہ ہو کیونکہ ان دو باتوں سے حضور بہت زیادہ اجتناب فرمایا کرتے تھے جب ۳ آپ کی خدمت اقدس میں کوئی آزاد یا غلام لونڈی کسی حاجت کے لئے حاضر ہوتے تو آپ ان کی حاجت روائی کیلئے مستعد ہو جاتے حضرت ۴ انسؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آنحضرت ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ حضور کو جو بات میری طرف سے بری معلوم ہوتی آپ نے اس کی نسبت مجھے یوں کبھی نہ فرمایا کہ تو نے ایسی بات کیوں کی اور جب کبھی اپنے گھر والوں میں سے کسی نے مجھے کسی قصور پر ملامت کی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اسے کچھ مت کہو جو تقدیر میں ہونا تھا سو ہو گیا حضور ﷺ ۵ نے کبھی خواب گاہ پر عیب نہیں دھرا اگر بچھونا بچھا دیا تو اس پر لیٹ گئے ورنہ زمین پر ہی لیٹ جاتے اللہ تعالیٰ نے حضور کے اوصاف تورات میں اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ میرا برگزیدہ بندہ ہے نہ وہ بدمزاج ہے نہ سخت طبیعت نہ وہ بازاروں میں چلاتا ہے نہ برائی کے بدلہ برائی کرتا ہے بلکہ معاف اور درگزر کر دیتا ہے اس کی جائے پیدائش مکہ معظمہ اور مقام ہجرت مدینہ منورہ ہے اس کا ملک شام میں ہے وہ اور اس کے اصحاب

---

۱ بخاری ومسلم بروایت عائشہ صدیقہ تھوڑے سے اخلاق کے ساتھ یہ مضمون باب آداب کی فصل سوم میں بھی گزر چکا ہے

۲ بخاری ومسلم بروایت عائشہ صدیقہ ذرا سے اختلاف کے ساتھ۔

۳ یہ حدیث بخاری میں بروایت انسؓ معلق طور پر ثابت ہے اور ابن ماجہ میں بروایت انسؓ موصول طور پر مذکور ہے۔

۴ بخاری ومسلم نے بروایت انسؓ پہلا فقرا روایت کیا ہے۔ اور ابوالشیخ نے بروایت انسؓ ساری کی ساری حدیث ذکر کی ہے۔

۵ اس حدیث کی سند احیاء العلوم کے الفاظ میں نہیں ملی۔ مگر ترمذی نے شمائل میں بروایت علی مرتضےٰؓ ولا عیاب ذکر کیا ہے۔ اس کے عام معنوں میں اس حدیث کا مضمون بھی آگیا ہے اور چٹائی پر حضور کا لیٹنا بخاری ومسلم میں بروایت عمر فاروقؓ اور ترمذی میں بروایت ابن مسعود مذکور ہے۔

Marfat.com

"(ساتھی) تہبند باندھتے ہیں قرآن اور علم دینی کے حافظ ہیں اور وضو میں ہاتھوں اور پاؤں کو دھوتے ہیں۔ انجیل میں بھی اسی طرح کے اوصاف محمدی مذکور ہیں۔ آپ ۱کی عادت مبارک تھی کہ جب آپ کسی سے ملتے تو پہلے خود سلام کرتے۔ جو شخص ۲آپ کو کسی کام کیلئے ٹھہراتا تو جب تک وہ شخص خود نہیں چلا جاتا تھا جب تک آپ بدستور اس کے پاس کھڑے رہتے۔ جو کوئی آپ ۳کا دست مبارک پکڑ لیتا تو آپ اس سے اپنا ہاتھ نہیں چھوڑاتے تھے۔ جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔ جب آپ ۴اپنے کسی صحابی سے ملتے تو اول مصافحہ کرتے پھر اس کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالکر خوب مضبوطی سے بھینچتے۔ آپ ۵کھڑے بیٹھے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اگر حضور کے نماز پڑھتے ہوئے کوئی شخص آپ کے پاس آ بیٹھتا۔ تو آپ جلدی سے نماز ختم کر کے اس سے دریافت فرماتے کہ بھئی کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے؟ اگر کوئی کام ہوتا تو اس ۶کے کام سے فارغ ہو کر پھر نماز پڑھنے لگ جاتے۔ آپ ۷عموماً اس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ دونوں پنڈلیاں کھڑی کر کے ان کے گرد دونوں ہاتھ گوٹ مارنے کی طرح پکڑ لیتے۔ آپ ۸کے اصحابؓ بھی حضور کی طرح ہی بیٹھا کرتے تھے۔ آپ ۹کو بیٹھنے کے لئے جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے تھے کبھی کسی ۱۰کو یہ موقع دیکھنے میں نہیں آیا کہ حضور نے باوجود تنگی مکان کے مجلس اصحابؓ میں پاؤں پھیلائے ہوں۔ ہاں اگر جگہ وسیع و فراخ ہوتی اور کسی کو پاؤں پھیلانے میں تکلیف بھی نہ ہوتی تو آپ پاؤں پھیلانے میں کچھ مزائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ آپ اکثر قبلہ رُخ ہو کر بیٹھا

۱ ترمذی بروایت ابن ابی ہالہ۔

۲ ابو نعیم بروایت علی مرتضیٰؓ۔ اور دلائل النبوۃ۔

۳ ترمذی ابن ماجہ بروایت انسؓ۔

۴ ابوداؤد نے بروایت ابو مصافحہ اور حاکم نے بروایت ابو ہریرہؓ تشبیک (انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا) نقل کی ہے۔

۵ ترمذی اور شمائل بروایت علی مرتضیٰؓ۔

۶ اس کی اصل مجھ کو نہیں ملی۔

۷ ابوداؤد و ترمذی بروایت ابو سعید خدریؓ اس کی سند ضعیف ہے۔

۸ ابوداؤد و نسائی بروایت ابو ہریرہؓ

۹ ترمذی و شمائل بروایت علی مرتضےٰؓ

۱۰ دارقطنی بروایت انسؓ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ حدیث دراصل حدیث نہیں ہے۔

Marfat.com

کرتے تھے جو کوئی آپ کے پاس آتا آپ اس کی تعظیم وتکریم فرماتے۔ حتی کہ جن لوگوں سے آپ کی کوئی رشتہ داری اور دودھ پینے کا تعلق بھی نہ ہوتا ان کے لئے بھی آپ چادر بچھا دیتے۔ اور اس پر ان کو بٹھلاتے۔ آپ[۲] آنے والے مہمان کے لئے اپنا تکیہ مبارک نکال کر دیدیتے۔ اگر وہ لینے سے انکار کرتا تو آپ قسم دے کر اس شخص کو تکیہ ضرور ہی دیدیتے جس کسی سے آپ[۳] محبت سے پیش آتے وہ یہی سمجھتا تھا کہ آپ اس پر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ اپنے ہر ایک ملنے والے کی طرف توجہ فرماتے حتی کہ نشست و برخاست، گفتگو، خوش طبعی سب میں حصہ لیتے آپ کی مجلس نہایت باحیاء پر تواضع اور رازداری کی ہوا کرتی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ”فبما رحمة لنت لهم ولو كنت فظاً غليظ القلب لانفضوا من حولك“ یعنی اے پیغمبر یہ محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ لوگوں کے حق میں آپ نہایت نرم دل ہیں۔ اگر آپ سخت گو اور سخت دل ہوتے تو سب لوگ آپ کے پاس سے تتر بتر ہو جاتے۔ حضور[۴] انور ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کو ان کی دل جوئی کی خاطر نام لے کر نہیں پکارتے تھے بلکہ کنیت سے پکارا کرتے تھے۔ جس[۵] کی کوئی کنیت نہ ہوتی اس کی کنیت آپ خود مقرر فرما دیتے۔ اسی کنیت سے لوگوں میں وہ شخص پکارا جاتا تھا۔

---

[۱] حاکم بروایت انسؓ۔

[۲] اس کی سند باب آداب صحبت کی فصل سوئم میں گزر چکی ہے۔

[۳] ترمذی نے شمائل میں بروایت علی مرتضیٰؓ ایک لمبی حدیث کے ضمن میں مختلف الفاظ سے یہ مضمون نقل کیا ہے۔

[۴] بخاری مسلم میں قصۂ غار میں یہ مذکور ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی کنیت حضور نے ابوبکر مقرر فرمائی۔ اور حاکم میں بروایت ابن عباسؓ حضرت عمرؓ فاروق کی کنیت ابو حفص منقول ہے نیز صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کو آپ نے ابوتراب فرمایا۔ اور حاکم نے بروایت ابن مسعودؓ روایت کیا ہے کہ حضور نے ابن مسعودؓ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن مقرر فرمائی حالانکہ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔

[۵] ترمذی نے بروایت انسؓ بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ کی کنیت ابوحمزہ مقرر فرمائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت صہیبؓ سے پوچھا کہ تمہارے تو اولاد نہیں ہے کنیت کیسے ہوئی فرمایا کہ میری کنیت حضور نے ابویحییٰ مقرر فرمائی ہے۔

Marfat.com

اولاد والی عورتوں کی بھی کنیت مقرر فرمادیتے۔ اور بے اولاد عورتوں کی کنیت پیشتر ہی سے مقرر فرمادیتے لڑکوں۲ کی کنیت مقرر فرمادیتے تو ان کا دل نرم ہو جاتا۔ آپ کو سب۳ لوگوں سے دیر میں غصہ آتا اور سب سے جلدی آپ کا غصہ اتر جاتا۔ لوگوں پر نہایت مہربانی فرمادیتے اور ان کے حق میں فرماتے بیحد فائدہ رسانی فرماتے۔ حضور۴ کی مجلس میں شور وغل نہیں ہوتا تھا۔ جب آپ۵ مجلس مبارک سے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے ''سبحانک اللھم وبحمدك اشھد ان لا الہ الا انت استغفرك واتوب الیک ''یعنی الٰہی میں تیری پاکی کرتا ہوں اور تیری حمد وثناء کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہوں اور تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ فرماتے تھے کہ یہ دعا مجھے حضرت جبرائیلؑ نے سکھائی ہے۔

چوتھا بیان

حضور علیہ السلام کی گفتگو اور خندہ کے ذکر میں

آنحضرت ﷺ نہایت خوش کلام اور شیریں تھے۔ آپ۶ فرماتے کہ میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ ہوں۔ جنتی۷ لوگ جنت میں حضرت محمد ﷺ کی بولی (عربی) میں گفتگو کریں گے آپ۸ کم گو نرم گفتار تھے آپ کی کلام ایسی با ترتیب ہوتی جیسے موتیوں کی لڑی حضرت عائشہ

---

۱ حاکم نے بروایت ام ایمنؓ ذکر کیا ہے کہ آپ نے ہی ان کی کنیت ام ایمن فرمائی۔ اور ابوداود میں بروایت عائشہؓ مذکور ہے کہ حضور نے عائشہ صدیقہ کی کنیت ام عبداللہ مقرر فرمائی۔ اور بروایت ام خالد مذکور ہے۔ کہ ام خالد ان کی کنیت حضور نے ہی مقرر فرمائی تھی جبکہ وہ ابھی بچپن کی عمر میں تھیں۔

۲ بخاری ومسلم میں بروایت انسؓ ابوعمیر کا قصہ مذکور ہے۔

۳ ترمذی بروایت ابوسعید خدریؓ۔

۴ فوائد ابوالاحداح بروایت علی مرتضیٰؓ۔

۵ ترمذی اور شمائل بروایت علی مرتضیٰؓ۔

۶ نسائی در یوم ولیلہ وحاکم بروایت رافع بن خدیجؓ۔

۷ ابوالحسن بن ضحاک در شمائل بروایت بریدہؓ بسند ضعیف۔

۸ حاکم بروایت ابن عباسؓ۔

Marfat.com

صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام تمہاری طرح بہت باتیں نہیں کرتے تھے۲ آپ کا کلام سب سے زیادہ مختصر ہوتا تھا اور وہی مختصر کلام جبرائیل علیہ السلام باوجود اختصار کے آپ جو مضمون چاہتے انھیں مختصر الفاظ میں ادا کر دیتے تھے آپ۳ کی کلام نہایت مختصر اور جامع ہوا کرتی تھی نہ اس میں زیادہ کی گنجائش تھی نہ کمی کی۔ گویا موتیوں کے دانوں کی طرح پروئی ہوئی ہوا کرتی تھی آپ ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ تقریر فرمایا کرتے تاکہ سننے والے کو آپ کی تقریر یاد ہو جائے آپ۴ کی آواز بلند اور لہجہ نہایت اعلیٰ تھا۵ آپ خاموش زیادہ رہتے بلاضرورت کبھی لب کشائی نہ فرماتے۶ آپ بدکلامی بھی نہیں کرتے تھے اور غصہ وجوش دونوں حالتوں میں سچ ہی بولتے جو شخص کسی قسم کا برا لفظ استعمال کرتا حضور ﷺ اس سے منہ پھیر لیتے اگر کوئی سخت۸ لفظ مجبوراً آپ کو کہنا پڑتا تو اس کو بھی اشارۃً ارشاد فرماتے صریحاً ہرگز نہ فرماتے۔ جب۹ خاموش ہوتے تو آپ کے اہل مجلس گفتگو کرتے آپ کی مجلس میں کوئی کسی کی بات میں دخل نہیں دیتا تھا خیر خواہی۱۰ کے طور پر بغیر ہنسی کے لوگوں کو نصیحت فرماتے۔

آپ۱۱ فرمایا کرتے کہ قرآن مجید کی آیتیں ایک دوسری سے مت ٹکراؤ کیونکہ وہ

---

۱ طبرانی بروایت ام سعیدؓ۔

۲ پہلی حدیث بخاری ومسلم میں ہے۔ اور آخری دونوں جملوں کو غلبی نے نقل کیا ہے بسند منقطع۔

۳ عبد بن حمید بروایت عمر فاروقؓ بسند منقطع و دارقطنی بروایت ابن عباسؓ۔

۴ ترمذی اور شمائل بروایت ہند بن ابی ہالہ اور پہلا فقراء بخاری ومسلم میں بروایت ابی ہریرہؓ مذکور ہے اور باقی ترمذی میں بروایت عائشہؓ منقول ہے۔

۵ ترمذی ونسائی میں بروایت صفوان بن عسال ایک اعرابی کے قصہ میں حضور کا بلند آواز ہونا مذکور ہے اور بخاری ومسلم میں بروایت براء بن عازب آپ کا خوش آواز ہونا منقول ہے نیز ترمذی وشمائل ۶ بروایت ہند بن ابی ہالہ۔

۷ ابوداؤد بروایت عبداللہ بن عمرؓ فاروق ایک قصہ کے ضمن میں۔

۸ ترمذی وشمائل بروایت علی مرتضیٰؓ بالفاظ دیگر۔

۹ جیسا کہ بخاری میں بروایت عائشہؓ حدیث عسیلہ اور حدیث غسل حیض جس میں خذی قرصۃ منقول ہے۔

۱۰ ترمذی وشمائل بروایت علی مرتضیٰؓ۔

۱۱ طبرانی بروایت عبداللہ بن عمرؓ۔

Marfat.com

مختلف قرائتوں پر نازل ہوا ہے۔ اپنے[1] اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے بہت مسکرایا کرتے اور ان کی باتوں سے بیحد خوش ہوتے۔ اور ان سے میل جول بکثرت رکھتے تھے۔ بعض اوقات[2] اس قدر خندہ فرماتے کہ حضور پرنور کی کچلیاں ظاہر ہو جاتیں۔ آپ[3] کے اصحابؓ بھی حضور کی اتباع اور تعظیم کے باعث آپ کے سامنے صرف مسکرایا کرتے تھے قہقہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت حضور کچھ رنجیدہ خاطر تھے۔ صحابہ کرامؓ چہرہ انور پر رنج وغم کے آثار دیکھ کر سمجھ گئے کہ آج آپ کی طبیعت ملول ہے۔ وہ اعرابی حضور سے کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن صحابہؓ نے اس کو منع کیا کہ اس وقت حضور سے کچھ نہ پوچھو اس وقت آپ کی طبیعت رنجیدہ ہے۔ اعرابی نے کہا کہ تم مجھے مت روکو۔ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے حضور کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ میں آپ کو ہنسائے بغیر نہیں چھوڑوں گا غرضیکہ اس اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ سنا گیا ہے کہ دجال ثرید[4] (ایک قسم کا کھانا) لائے گا تو کیا آپ کی اجازت ہے؟ کہ میں بھوک کے مارے مر جاؤں لیکن اس کا ثرید ہرگز نہ لوں۔ یا یہ حکم ہے کہ میں اس کا ثرید کھلے دل سے خوب پیٹ بھر کر کھالوں۔ کھا کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤں اور اس کا منکر ہو جاؤں۔ یہ سن کر حضور اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیاں ننگی ہو گئیں پھر اس اعرابی نے جواب میں فرمایا کہ جس چیز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دوسرے مسلمانوں کو اس کافر سے بے پرواہ کردے گا اس چیز کے ذریعہ تجھے بھی اس ملعون سے لاپرواہ کر دے گا۔

آپ[5] ہر وقت خوش وخرم اور خنداں رہتے۔ مگر قرآن مجید اترنے کے وقت قیامت کے ذکر کے وقت خطبہ اور وعظ کے وقت آپ کے چہرہ پر بجائے تبسم (مسکرانا) کے خوف کے

[1] ترمذی اور جامع بروایت عبداللہ بن الحارث ودر شمائل بروایت علی مرتضیٰؓ اور مسلم بروایت جابر بن سمرہؓ۔

[2] بخاری ومسلم بروایت ابن مسعودؓ اس شخص کے قصہ میں جو کہ سب کے بعد دوزخ سے نکلے گا۔ نیز عالم یہود کے قصہ میں۔

[3] ترمذی اور شمائل بروایت ہند بن ابی اہالہ۔

[4] اس حدیث کا اصل وماخذ مجھے معلوم نہیں ہوا۔

[5] کثرت تبسم کے متعلق حضرت عبداللہ بن حارثؓ والی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ اور طبرانی واحمد بن حنبل اور حاکم نے بروایت جابر نقل کیا ہے کہ نزول وحی اور وعظ اور قیامت کے ذکر کے وقت حضور کا چہرہ انور متغیر ہو جاتا تھا۔

Marfat.com

آثار نظر آتے تھے۔ عین ارضا کے وقت حضور نہایت خوش وخرم رہتے آپ کا وعظ شریف واقعات پر مبنی ہوتا۔ ہنسی اور دل لگی سے بالکل خالی ہوتا تھا۔ آپ اگر غصہ ہوتے تو محض اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے خاطر ہوتے جب[۱] کوئی حادثہ پیش آتا تو اس کو اللہ کے حوالے کر دیتے اپنی طاقت وقوت سے بالکل کنارہ کش ہو جاتے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی درخواست کرتے ہوئے یوں فرماتے کہ اے خداوند ذوالجلال مجھے حق بات حق ہی کر کے دکھلا۔ تاکہ میں حق کی پیروی کروں اور بری بات بری کر کے دکھلا اور مجھے اس سے بچنے کی توفیق عنایت فرما نیز بری باتیں میرے لیئے واضح کر دے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں تیری ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے لگوں بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا نفس تیرا فرمانبردار ہو جاوے صحت اور تندرستی کے ساتھ میرے نفس سے اپنی رضامندی کے کام کروا اور حق بات میں اختلاف واقع ہونے کے وقت اپنے حکم کے ذریعے میری رہنمائی فرما جس کو تو چاہتا ہے سیدھی راہ عنایت فرماتا ہے۔

پانچواں بیان

سرورِ عالم ﷺ کے کھانا کھانے کے آدابؑ کے ذکر میں

حضور علیہ السلام[۲] جو کچھ موجود ہوتا تناول فرما لیتے حضور[۳] اس کھانے کو بہت پسند فرماتے جس میں بہت آدمی شامل ہوں۔ جب[۵] دستر خوان بچھ چکتا تو حضور یہ دعا پڑھتے بسم اللہ اللھم اجعلھا نعمۃ مشکورۃ نصل بھا نعمۃ الجنۃ یعنی اللہ

---

[۱] ابو الشیخ ابن حبان بروایت ابن عمرؓ بسند ضعیف۔

[۲] اس حدیث کے ابتدائی حصہ کی مجھے سند نہیں ملی اور دعا کو مستغفری نے دعوات میں بروایت ابو ہریرہؓ ذکر کیا ہے اور اس حدیث کا آخری جملہ مسلم نے بروایت عائشہؓ نماز تہجد کی دعا میں نقل کیا ہے

[۳] اس کی سند پہلے مذکور ہوئی۔

[۴] ابو یعلیٰ وطبرانی وابن عدی بروایت جابرؓ۔

[۵] بسم اللہ کہنا تو نسائی نے حضور علیہ السلام کے ایک خادم سے نقل کیا ہے۔ اور باقی الفاظ مجھے نہیں ملے۔

Marfat.com

تعالیٰ کے نام سے میں کھانا کھانا شروع کرتا ہوں خدایا تو اس کھانے کو نعمت بنا دے کہ اس کا میں شکر ادا کروں۔ اور اس کے ذریعہ ہم سب مسلمان بہشتوں کی نعمتوں میں پہنچ جائیں۔ آپ ۱ کا عموماً یہ معمول تھا کہ کھانا کھانے کے وقت آپ نمازی کی طرح دو زانوں اور دو قدم ملا لیتے۔ مگر زانو پر زانو اور قدم پر قدم نہیں رکھتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں بندہ ہوں۔ اور بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔

آپ ۲ گرم کھانا نہیں کھاتے تھے فرماتے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہم کو آگ نہیں کھلائی۔ لہذا کھانا ٹھنڈا کر کے کھایا کرو۔ آپ ۳ اپنے آگے سے کھانا کھاتے۔ اور تین ۴ انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے۔ بعض ۵ اوقات چوتھی انگلی بھی شامل کر لیا کرتے۔ دو انگلیوں سے کھانا نہیں کھاتے تھے فرماتے تھے کہ دو انگلیوں ۶ سے کھانا کھانا شیطان کا طریقہ ہے۔ ایک دفعہ ۷ حضرت عثمان غنیؓ حضور کی خدمت اقدس میں فالودہ لے کر آئے حضور فالودہ کھانے لگے اور پوچھنے لگے کہ اے ابو عبداللہ (عثمان) یہ کیا چیز ہے؟ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ حضور ہم شہد اور گھی دیگچی میں ڈال کر پکاتے ہیں۔ اور اس میں گیہوں کا میدہ ڈال کر چمچے سے ہلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ پک کر اس قسم کا فالودہ تیار ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور کے

---

۱ عبدالرزاق نے بروایت ایوبؓ آپ کا سمٹ کر بیٹھنا اور ابن ضحاک نے بائیں زانو پر بیٹھنا اور داہنے کو کھڑا کرنا۔ بروایت انسؓ ذکر کیا ہے۔ اور ابوالشیخ نے بروایت ابی ابن کعب دوزانو بیٹھنا نقل کیا ہے۔ اور بقیہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے۔

۲ طبرانی دراوسط بروایت ابی ذرؓ۔

۳ ابوالشیخ و ابن حبان بروایت عائشہؓ۔

۴ مسلم بروایت کعب بن مالکؓ

۵ اس کی روایت ہم کو غیلانیات میں بروایت عامرؓ بن ربیعہ پہنچی ہے۔ اور اس کی سند میں قاسم بن عبداللہ عمری کا نام نہیں۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ نے بروایت زہری مرسلاً نقل کیا ہے کہ حضور پانچ انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے۔

۶ دار قطنی درافراد بروایت ابن عباسؓ بسند ضعیف۔

۷ مشہور یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے خبیص (کھانے کی ایک قسم) بنایا تھا۔ نہ فالودہ۔ چنانچہ بیہقی نے شعب میں بروایت لیث بن ابی سلیم نقل کیا ہے اور طبرانی کی روایت سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

سامنے موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ بہت اچھی غذا ہے۔ حضور ایسے چھنے جو کے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ حضور۲ ککڑی کو کھجوروں اور نمک کے ساتھ تناول فرماتے۔

سبز میووں میں سے حضور کو خربوزہ اور انگور بہت پسند تھا۔ آپ۳ خربوزہ روٹی اور مصری کے ساتھ کھایا کرتے۔ اور کبھی۴ خربوز کھجوروں کے ساتھ کھایا کرتے۔ کھانا۵ کھاتے وقت دونوں ہاتھوں سے کام لیتے ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ حضور اپنے داہنے ہاتھ سے کھجوریں کھا رہے تھے۔ اور بائیں ہاتھ سے گٹھلیاں جمع کرتے جاتے۔ اتنے میں ایک بکری آئی آپ نے گٹھلیوں کی طرف اس کو اشارہ کیا۔ وہ آپ کے بائیں ہاتھ میں کھاتی رہی۔ اور آپ اپنے داہنے ہاتھ سے کھاتے رہے۔ حتیٰ کہ جب آپ کھا چکے تو بکری بھی چلی گئی۔ بعض اوقات ۶ حضور انگوروں کے گچھے کا گچھا ہی منہ مبارک میں ڈالتے۔ یہاں تک کہ انگوروں کے گچھے کا پانی بہہ کر موتیوں کی طرح آپ کی داڑھی مبارک پر اترتا ہوا معلوم ہوتا۔ حضور۷ کی غذا کھجوریں اور پانی ہوا کرتی۔ کبھی آپ دودھ کا ایک گھونٹ پی کر اوپر سے ایک دانہ کھجور کا تناول فرماتے ۔ اسی طرح سارا کھانا کھاتے۔ دودھ اور کھجوروں کو عمدہ غذا فرمایا کرتے۔ آپ۸ کو سب سے زیادہ پسندیدہ کھانا گوشت تھا اور فرماتے کہ گوشت سے قوت سامعہ (سننے کی طاقت) تیز ہو جاتی ہے اور گوشت دنیا و آخرت کے سب کھانوں کا سردار ہے اگر میں خدا تعالیٰ سے ہر روز گوشت مانگوں۔ تو وہ مجھے ضرور عطا فرما دے۔ آپ۹ گوشت اور کدو کے ساتھ ثرید کھایا کرتے

۱ بخاری بروایت سہل بن سعدؓ۔

۲ کھجوروں کے ساتھ کھانا بخاری و مسلم میں بروایت عبداللہ بن جعفر مذکور ہے۔ اور نمک کے ساتھ کھانا ابن حبان نے بروایت عائشہؓ نقل کیا ہے۔

۳ ابونعیم در طب نبوی بروایت امیہ بن زید عبسی۔

۴ خربوزہ کو روٹی کے ساتھ کھانا میری نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ انگوروں کا روٹی کے ساتھ کھانا ابن عدی نے بروایت عائشہؓ لکھا ہے۔ اور اسی طرح خربوزہ مصری کے ساتھ کھانا میں نے نہیں دیکھا۔

۵ ترمذی و نسائی بروایت عائشہ صدیقہؓ۔

۶ دونوں ہاتھوں سے کھانا کھاتے وقت مدد لینا امام احمد بن حنبل نے بروایت عبداللہ بن جعفر لکھا ہے اور حدیث ابن کے متعلق گزر چکی ہے۔ اور بکری کا قصہ فوائد ابی بکر شافعی میں بروایت انسؓ بسند ضعیف ہے۔

۷ ابن عدی اور کامل و عقیلی در ضعفا بروایت ابن عباسؓ بسند ضعیف۔

۸ بخاری بروایت عائشہ صدیقہؓ۔

۹ ابن حبان بروایت ابن سمعان و ابن ماجہ بروایت ابوداؤدؓ بسند ضعیف۔

Marfat.com

کدو کو آپ بہت پسند فرماتے اور فرماتے کہ یہ پیڑ (درخت) میرے بھائی یونسؑ کا ہے۔
حضرت ۲ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ارشاد نبوی ہے کہ ہنڈیا میں کدو بہت ڈالا کرو۔ کیونکہ کدو مفرح قلب ہے۔ پرندوں ۳ کا شکار بھی آپ کھالیا کرتے لیکن خود ۴ شکار نہیں کرتے تھے اگر کوئی شکاری شکار کر کے لا دیتا تو آپ اس کو برضا و رغبت تناول فرما لیتے۔ گوشت ۵ کھاتے وقت سر مبارک کو نہیں جھکاتے تھے۔ بلکہ گوشت کی بوٹی منہ کے پاس لا کر اسے دانتوں سے نوچ کر کھاتے تھے۔ آپ ۶ کبھی روٹی بھی کھا لیتے تھے۔ بکری ۷ کے گوشت میں سے آپ کو دست اور شانے کا گوشت زیادہ پسند تھا۔ ترکاریوں میں سے کدو روٹی لگا کر کھانے کی چیزوں میں سے سرکہ اور کھجوروں میں عجوہ (کھجوروں کی) ایک اعلیٰ قسم ہے آپ کو بہت پسند تھی عجوہ کھجور ۸ کے حق میں آپ نے برکت کی دعا فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ جنت کے میووں میں سے ہے نیز فرمایا کہ عجوہ کھجور زہر اور جادو کو شفا دینے والی ہے۔

ساگ آپ ۹ کو کاسنی ریحان (تلسی) اور خرفہ کا بہت مرغوب تھا چونکہ ۱۰ گردے پیشاب گاہ کے قریب ہوتے ہیں اس لئے ان کو مکروہ سمجھتے تھے بکری ۱۱ کی مندرجہ ذیل سات

---

۱ نسائی وابن ماجہ بروایت انسؓ۔
۲ فوائد ابی بکر شافعیؒ۔
۳ ترمذی بروایت انسؓ اور ابوداؤد بروایت سفینہ۔
۴ یہ آپ کے حالات سے ظاہر ہے کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ من تبع الصید غفل، یعنی جس نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا ابوداؤد ونسائی وترمذی بروایت ابن عباسؓ
۵ ابوداؤد بروایت صفوان بن امیہ اور دانتوں سے نوچ کر کھانا بخاری ومسلم میں بروایت ابن ہریرہؓ مذکور ہے
۶ بخاری ومسلم بروایت انسؓ۔
۷ دست کا گوشت پسند خاطر ہونا بخاری ومسلم میں بروایت ابی ہریرہؓ مذکور ہے اور شانہ کا گوشت مرغوب ہوا ابن حبان نے بروایت ابی ہریرہؓ نقل کیا ہے اور کدو کا محبوب ہونا بروایت انسؓ اور سرکہ اور عجوہ کھجور کا پسندیدہ ہونا بروایت ابن عباسؓ ذکر کیا ہے۔
۸ ترمذی ونسائی وابن ماجہ بروایت ابی ہریرہؓ اور بخاری ومسلم بروایت سعد بن ابی وقاص جملہ اخیری۔
۹ ابونعیم نے طب نبوی میں بروایت ابن عباس کاسنی کو افضل نقل کیا ہے ریحان کے متعلق مجھے حدیث نہیں ملی اور خرفہ کے متعلق ابونعیم نے حدیث مرسل اور ضعیف نقل کی ہے۔
۱۰ ابی بکر محمد بن عبداللہ بن الشخیر کی حدیث میں بروایت ابن عباسؓ بسند ضعیف مذکور ہے۔
۱۱ بیہقی بروایت ابن عباس بسند ضعیف مرفوعاً اور بروایت مجاہد مرسلاً

Marfat.com

چیزیں نہیں کھاتے تھے (۱) آلۂ تناسل (۲) مثانہ (پیشاب کی تھیلی) (۳) فوطے (۴) پتہ نہیں کھاتے تھے (۵) غدہ (۶) فرج (مادہ کی شرمگاہ) (۷) خون ان سات چیزوں کو آپ برا سمجھتے تھے کچا لہسن اور پیاز اور گندنا نہیں کھاتے تھے آپ۲ نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں دھرا بلکہ اگر طبیعت کو اچھا معلوم ہوا تو کھالیا۔ ورنہ چھوڑ دیا نیز اگر کوئی کھانا حضور کو اچھا نہیں لگتا تھا تو دوسروں کو اس سے متنفر بھی کرتے تھے اور گوہ۳ (جانور) اور تلی سے آپ کو نفرت تھی مگر ان کو حرام نہیں فرماتے تھے کھانے۴ کے برتن کو انگلیوں سے خوب صاف کرتے اور فرمایا کرتے کہ پچھلے کھانے میں برکت بہت ہوتی ہے کھانا۵ کھانے کے بعد اپنی انگلیاں اس قدر چاٹتے کہ سرخ پڑ جاتیں۶ جب تک ایک انگلی چاٹ کر صاف نہ کر لیتے تب تک اپنی انگلیاں رومال سے نہیں پونچھتے تھے فرماتے معلوم نہیں کہ کس کھانے میں برکت ہو۔

جب آپ کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ فرماتے "الحمدالله ، اللهم لک الحمد اطعمت فاشبعت وسقيت فارويت لک الحمد غير مكفور ولا مودع ولا مستغنى " یعنی الہٰی تیرا شکر ہے خدایا سب تعریفیں تیرے ہی لائق ہیں تو نے مجھے کھانا کھلایا تو پیٹ بھر کر کھلایا اور پانی پلایا تو سیراب کر دیا تیرا ہزار ہزار شکر ہے ہم تیری ناشکری نہیں کرتے اور نہ ہی آئندہ تیری نعمتوں سے ناامید ہوتے ہیں اور نہ ہم تیری ذات پاک سے بے نیاز ہوتے ہیں جب آپ گوشت روٹی کھاتے تو ہاتھوں کو خوب دھو

---

۱ موطا امام مالک بروایت سلیمان بن یسار مرسلا۔

۲ پہلی حدیث میں پیشتر مذکور ہوا اور بخاری و مسلم میں گوہ کے قصہ میں مذکور ہے کہ اس کو کھاؤ کیونکہ وہ حرام نہیں ہے اور نہ اس میں کچھ مضائقہ ہے مگر بات صرف اتنی ہے کہ یہ میری قوم کی خوراک نہیں ہے (اس لئے مجھے طبعاً مکروہ معلوم ہوتی ہے)

۳ گوہ والی حدیث بخاری و مسلم میں بروایت ابن عباس آئی ہے اور تلی کی حدیث بیہقی نے بروایت زید بن ثابت موقوفاً نقل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں تلی کھاتا ہوں حالانکہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں تا کہ میرے گھر والوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۴ بیہقی اور شعب الایمان بروایت جابرؓ۔

۵ مسلم بروایت کعب بن مسلم مگر اس میں سرخ ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶ مسلم و بیہقی بروایت کعب بن مالک

Marfat.com

کر منہ مبارک پر پھیر لیتے آپ ۱ تین سانس میں پانی پیتے تھے ہر بار شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد اللہ فرماتے پانی ۲ بڑے بڑے گھونٹوں سے نہیں پیتے تھے بلکہ چوس چوس کر پیتے کبھی ۳ کبھی ایک سانس سے بھی پانی پی لیتے تھے پانی ۴ پیتے وقت برتن میں سانس نہیں لیتے تھے بلکہ اپنا منہ برتن سے علیحدہ کر کے سانس لیتے تھے حضور اکرم ﷺ اپنا پس ۵ خوردہ (جھوٹا) داہنی طرف والوں کو عنایت فرماتے تھے لیکن اگر بائیں طرف والا مرتبہ میں داہنی طرف والے سے بڑھ کر ہوتا تو داہنی طرف والے سے اجازت لیتے اور فرماتے بھئی سنت تو یہی ہے کہ پس خوردہ تم کو ملے لیکن ۶ اگر تم اجازت دو تو بائیں طرف والے کو دیدوں۔

ایک ۷ دفعہ آپ کی خدمت اقدس میں شہد اور دودھ پیش کیے گئے آپ نے ان کے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ایک برتن میں دو سالن اور ایک دفعہ میں دو پینے کی چیزیں مکروہ ہیں پھر فرمایا کہ میں ان کو حرام نہیں کہتا ہوں بلکہ فخر کی چیزوں کو اور دنیا کی غیر ضروری اشیاء کا قیامت میں حساب ہونے کو برا جانتا ہوں اور تواضع کو میں پسند کرتا ہوں کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عالی مرتبہ بنا دیتا ہے حضور ۸ انور ﷺ اپنے دولت خانہ میں کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار ہوتے تھے گھر والوں ۹ سے کھانا طلب نہیں کرتے تھے جب انھوں نے کھلا دیا تو کھالیا اور جو کچھ سامنے لا رکھا وہی قبول کر لیا اور جو پلا دیا وہی پی لیا۔

---

۱ طبرانی اوسط بروایت ابی ہریرہؓ
۲ ابن عدی و ابن مندہ بروایت ابی ہریرہؓ و طبرانی بروایت ام سلمہ بسند ضعیف۔
۳ ابن حبان بروایت زیدؓ بن ارقم بسند ضعیف۔
۴ حاکم بروایت ابی ہریرہؓ۔
۵ بخاری و مسلم بروایت انسؓ۔
۶ بخاری و مسلم بروایت سہلؓ بن سعد
۷ طبرانی بروایت عائشہ صدیقہؓ بسند ضعیف۔
۸ اس کی سند پہلے گزر چکی ہے۔
۹ کوئی معین کھانا طلب کرنا مقصود ہے ورنہ بلا یقین مطلق کھانا طلب کرنا صحاح میں مروی ہے چنانچہ مسلم میں بروایت عائشہؓ ہے لہم عندکم شیء
یعنی کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اور دوسرے فقروں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

Marfat.com

بعض اوقات اپنے کھانے اور پینے کی چیز خود کھڑے ہو کر لیتے تھے۔ ﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾

چھٹا بیان

سید الکونین ﷺ کے اخلاق و آداب

متعلقہ لباس کے ذکر میں

آنحضرت ﷺ کو جو کپڑا مل جاتا مثلاً تہبند چادر، کرتہ، جبہ، وغیرہ ہی پہن لیتے آپ کو سبز لباس پسند تھا آپ ﷺ کی پوشاک عموماً سفید رنگ کی ہوا کرتی تھی فرمایا کرتے تھے کہ سفید کپڑے زندوں کو پہناؤ اور مردوں کو بھی سفید کفن میں دفن کرو جنگ ۴ میں اکثر روئی دار اور کبھی بغیر روئی کے کوٹ پہنا کرتے تھے حضور ۵ انور ﷺ ایک سبز رنگ کی قبا (کوٹ) پہنا کرتے۔ تو آپ کے گورے بدن مبارک پر بہت ہی سجتی تھی آپ کے ۶ تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر رہتے بالخصوص آپ کا تہبند تو آدھی پنڈلی تک ہوتا تھا آپ ۷ کے قمیض کے بند بندھے ہوئے رہتے لیکن نماز وغیرہ میں کبھی ان بندوں کو کھول بھی دیا کرتے تھے حضور کے پاس ایک ۸ زعفرانی رنگ کی چادر مبارک تھی بعض اوقات اسی کو پہن کر نماز پڑھ لیا کرتے کبھی

---

۱ ابوداؤد میں بروایت بنت قیس مذکور ہے کہ آپ نے ان کے یہاں کی دوال لٹکی ہوئی میں سے خود تناول فرمایا اور ابن ماجہ نے بروایت کبشہ نقل کیا ہے کہ آپ نے لٹکی ہوئی مشک میں سے خود کھڑے ہو کر پانی پیا۔

۲ بخاری و مسلم میں بروایت عائشہ صدیقہ تہبند کا پہننا مذکور ہے اور چادر والی حدیث اوپر گزر چکی ہے اور نسائی میں کرتہ کا مرغوب ہونا بروایت ام سلمہؓ مذکور ہے اور جبہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔

۳ ابن ماجہ اور حاکم بروایت ابن عباسؓ۔

۴ اسکی سند عراقی کی کتاب میں کاتب کے قلم سے رہ گئی ہے۔

۵ بخاری تعلیقاً و مسلم بروایت جابر مگر اس میں رنگت کا ذکر نہیں ہے۔

۶ ابوالفضل محمد بن طاہر بروایت عبداللہ بن بسر بسند ضعیف۔

۷ ابوداؤد ابن ماجہ طبرانی بروایت ابن عباسؓ۔

۸ ابوداؤد بروایت قیس بن سعدؓ۔

Marfat.com

۱آپ صرف چادر ہی پہن لیتے اور کوئی کپڑا حضور کے بدن مبارک پر نہ ہوتا تھا۔ آپ کے پاس ایک ۲پیوند لگی ہوئی چادر تھی اس کو بھی پہنا کرتے۔ اور فرماتے کہ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح میں بھی لباس پہنتا ہوں جمعہ۳ کے دن کے لیئے آپ کا ایک خاص جوڑا تھا۔

کبھی ۴آپ کے جسم اطہر پر صرف ایک تہبند کی چادر ہوا کرتی۔ اس کو آپ اس طرح پہنتے کہ اس کے دونوں کناروں کو دونوں شانوں کے درمیان گراہ لگا دیتے۔ کبھی ۵جنازہ بھی اس چادر سے پڑھا دیتے کبھی ۶مکان کے اندر اسی چادر کو پہن کر نماز پڑھ لیتے۔ حالانکہ یہ وہی چادر ہوتی تھی۔ جس میں حضور رات کو (جماع) صحبت کیا کرتے تھے کبھی ۷تہبند کا ایک کنارہ خود لپیٹ کر اور دوسرا ازواج مطہرات (بیویوں) پر ڈال کر تہجد کی نماز ادا کرتے۔ حضور ﷺ ۸کی ایک چادر سیاہ رنگ کی تھی۔ آپ نے وہ کسی کو دیدی۔ کسی وقت آپ کو حرم متہرم حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا۔ کہ سیاہ چادر کہاں گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو دیدی۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ جیسی وہ سیاہ چادر حضور کو گورے بدن پر اچھی لگتی تھی ایسی کوئی چیز مجھے کبھی اچھی نظر نہیں آئی ۹حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو بعض اوقات ایک چھوٹی سی چادر پہن کر ظہر کی نماز پڑھاتے دیکھا ہے جس کے کناروں کو آپ گرہ لگایا کرتے تھے۔

۱۰حضور پر نور ﷺ انگوٹھی بھی پہنا کرتے تھے کبھی

۱ابن ماجہ وابن خزیمہ بروایت ثابت بن الصامت۔

۲بخاری ومسلم نے بروایت بردہ بلند چادر کا ذکر کیا ہے۔

۳طبرانی درصغیر واوسط بروایت عایشہؓ بسند ضعیف۔

۴بخاری بروایت محمد بن المنکدر۔

۵اس کی سند مجھے نہیں ملی۔ مطلق نماز پڑھنا پہلی روایت میں مذکور ہوا۔

۶ابویعلی بروایت معاویہؓ۔

۷ابوداؤد ومسلم بروایت عایشہ صدیقہؓ۔

۸ان کی روایت میں سلمہؓ سے اس طرح نظر نہیں آئی ہاں سیاہ چادر کا ہونا مسلم نے بروایت عایشہؓ اور ابوداؤد ونسائی نے بروایت عایشہؓ ذکر کیا ہے

۹ابن ماجہ بروایت عبادۃ بن الصامت۔

۱۰بخاری ومسلم بروایت ابن عمرؓ وانسؓ۔

Marfat.com

اآپ باہر تشریف لے جاتے تو کسی چیز کی یاداشت کے لئے اس انگوٹھی ۲ انگوٹھی میں دھاگا باندھ لیا کرتے انگوٹھی سے آپ خطوط پر مہر لگایا کرتے۔ اور فرماتے کہ خطوط پر مہر لگا دینی تہمت سے بہتر ہے آپ ۳ ٹوپی بھی پہنتے۔ کبھی عمامہ کے نیچے کبھی تنہا ٹوپی ہی پہن لیتے۔ کبھی ٹوپی مبارک سر سے اتا کر سامنے رکھ کر سترہ بنا لیتے۔ اور اس کی طرف نماز پڑھتے۔ اگر کبھی ۴ عمامہ نہ ہوتا تو سر اور پیشانی پر پٹی ہی باندھ لیتے۔ حضور ۵ کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا۔ وہ آپ نے حضرت علیؓ کو عطا فرمادیا تھا حضرت علیؓ وہ عمامہ پہن کر تشریف لاتے۔ تو آنحضرت ﷺ فرماتے کہ علیؓ تمہارے پاس سحاب پہن کر آئے ہیں کپڑے ۶ پہنتے وقت حضور ﷺ داہنی طرف سے شروع کرتے۔ اور یہ کلمات ۷ فرماتے۔

یعنی خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے لباس پہنایا۔ جس سے میں اپنی پردہ پوشی کرتا ہوں اور لوگوں میں زینت و زیبائش حاصل کرتا ہوں کپڑے ۸ اتارتے وقت بائیں طرف سے شروع کرتے جب ۹ نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کسی غریب کو عنایت فرمادیتے۔ اور یہ ارشاد فرماتے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر (کم از کم) اپنے پرانے کپڑے پہنائے تو جب تک وہ کپڑے اس کے بدن پر رہیں گے پہنانے والا موت اور زندگی سے خدا تعالیٰ کی پناہ میں رہے گا۔ حضور ﷺ کا ایک ۱۰ چمڑے کا گدہ تھا۔ جس میں کھجوروں کی

---

۱ ابوداؤد بروایت قیس بن سعیدؓ۔

۲ ابن ماجہ وابن خزیمہ بروایت ثابت بن الصامت۔

۳ بخاری و مسلم نے بروایت بردہ بلند چادر کا ذکر کیا ہے۔

۴ طبرانی در صغیر و اوسط بروایت عائشہؓ بسند ضعیف۔

۵ بخاری بروایت محمد بن المنکدر۔

۶ اس کی سند مجھے نہیں ملی۔ مطلق نماز پڑھنا پہلی روایت میں مذکور ہوا۔

۷ ابویعلی بروایت معاویہؓ۔

۸ ابوداؤد و مسلم بروایت عائشہ صدیقہؓ۔

۹ ان کی روایت میں سلمہؓ سے اس طرح نظر نہیں آئی ہاں سیاہ چادر کا ہونا مسلم نے بروایت عائشہؓ اور ابوداؤد و نسائی نے بروایت عائشہؓ ذکر کیا ہے

۱۰ بخاری و مسلم بروایت عائشہؓ بدون ذکر طول و عرض اور ابن حبان نے بروایت ام سلمہؓ نقل کیا ہے کہ آپ کا گدہ بمقدار قد انسان کے تھا اس حدیث میں ایک راوی مجہول ہے۔

Marfat.com

چھال بھری ہوئی تھی۔ وہ تقریباً دو گز لمبا اور ایک گز ایک بالشت چوڑا تھا۔

آپ [1] کا ایک کمبل تھا۔ جس کو صحابہ کرامؓ ہر جگہ اٹھا کر دو تہہ کر کے آپ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ حضور چٹائی پر [2] سویا کرتے تھے۔ یہی چٹائی آپ کا بستر تھا۔ آپ [3] کی عادت شریف تھی کہ اپنے جانوروں ہتھیاروں اور دیگر اشیاء کے نام رکھ لیا کرتے تھے چنانچہ آپ کے ایک نیزہ کا نام عقاب [4] اور ایک تلوار کا نام ذوالفقار [5] دوسری تلوار کا نام مخذم اور تیسری کا نام رسوب [6] اور چوتھی کا نام قضیب [7] تھا۔ آپ [8] کی تلوار کے قبضہ پر چاندی کا ملمع ہوا تھا۔ آپ [9] چمڑے کی ایک پیٹی بھی پہنا کرتے تھے جس میں چاندی کی تین کڑیاں تھیں آپ کی کمان مبارک [10] کا نام کتوم۔ ترکش کا نام فور اور اونٹنی [11] کا نام قصویٰ یا عضباء تھا آپ [12] کی خچر کا نام دلدل۔ دراز گوش کا نام یعفور [13] اور آپ کی بکری کا نام [14] اعنیہ تھا اس بکری کا آپ دودھ پیا

---

[1] ابن سعد در طبقات وابن حبان بروایت عائشہ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اور شمائل ترمذی میں بروایت حفصہ ٹاٹ کا فرش دو تہہ کا مذکور ہے۔ کہ آپ اس پر حضور سویا کرتے تھے۔

[2] بخاری و مسلم در قصہ اعتزال ازواج (بیویوں سے علیحدگی اختیار کرنا) بروایت عمر فاروقؓ۔

[3] طبرانی بروایت ابن عباسؓ آپ کی سب چیزوں کے نام لکھے ہیں مگر اس سند میں ایک راوی کو واضع (بناوٹی حدیثیں بنانے والا) کہا جاتا ہے۔

[4] ابن حبان بروایت حسنؓ مرسلاً۔

[5] ابن حبان بروایت علی مرتضیٰؓ۔

[6] ابن سعد در طبقات بروایت مروان بن ابی سعید مرسلاً۔

[7] ابن سعد بروایت سابق۔

[8] ابن خثیمہ در تاریخ۔

[9] ابوداؤد در ترمذی بروایت انسؓ۔

[10] اس کی اصل مجھے نہیں ملی۔ مگر ابن سعد ابن حبان نے بروایت جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ مرسلاً نقل کیا ہے۔ کہ آپ کی زرہ میں دو کڑیاں چاندی کی چھاتی کی جگہ پر اور دو پس پشت تھیں۔

[11] اس کا پتا مجھ کو نہیں ملا۔ مگر طبرانی نے بروایت ابن عباسؓ لکھا ہے۔ کہ آپ کی کمان کا نام سداد اور ترکش کا نام جمع تھا۔ اور ابن خثیمہ نے تاریخ میں آپ کی کمانوں کے تین نام اور لکھے ہیں۔

[12] مسلم بروایت جابرؓ اور بخاری بروایت انسؓ۔

[13] حاکم بروایت علی مرتضیٰؓ۔

[14] فوائد ابی الدحداج۔

Marfat.com

کرتے تھے۔ حضورؐ [1] کے پاس مٹی کا ایک لوٹا تھا۔ جس سے وضو بھی کرتے تھے۔ اور پانی بھی پیتے تھے۔ لوگ اپنے ہوشیار بچوں کو حضور کی خدمت اقدس میں بھیجتے۔ ان کو اگر حضور ﷺ کے لوٹے مبارک میں پانی مل جاتا تو اس کو پیتے بھی تھے۔ اور برکت کے لیے اپنے بدن مبارک پر بھی ملتے تھے۔

ساتواں بیان

اس ذکر میں کہ حضور اکرم ﷺ باوجود قدرت کے مجرموں کے قصور معاف فرمادیا کرتے تھے

رسول [2] مقبول ﷺ سب لوگوں سے نرم مزاج تھے۔ باوجودیکہ آپ کو مجرم سے انتقام (بدلہ) لینے یا اس کو سزا دینے کی پوری طاقت حاصل تھی لیکن مجرموں کے قصور معاف کرنے کا آپ کو بیحد شوق تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کی خدمت اقدس [3] میں سونے چاندی کے ہار آئے۔ آپ نے وہ ہار اپنے اصحاب کرامؓ میں تقسیم کردیے اسی اثناء میں ایک بدوی شخص اٹھا اور کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ خدا تعالیٰ نے آپ کو عدل وانصاف کا حکم دیا ہے۔ لیکن میں آپ کو عدل وانصاف کرتے ہوئے نہیں دیکھتا آپ نے فرمایا کہ او کم بخت! میرے سوا اور کون عدل وانصاف کرے گا جب وہ حضور کے پاس سے چلا گیا تو آپ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ اس کو نرمی کے ساتھ میرے پاس لے آؤ۔ حضرت جابرؓ [4] سے روایت ہے کہ جنگ حنین کے دن حضور انور ﷺ حضرت بلال کے کپڑے میں لوگوں کے واسطے چاندی جمع کرتے جاتے تھے ایک شخص بولا کہ یارسول اللہ ﷺ انصاف کیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ او کم بخت! اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا۔ اگر میں عدل وانصاف نہ کروں تو تو محروم رہ جائے گا اسی اثناء میں حضرت عمر فاروقؓ مارے غصے کے کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو

---

[1] ابن سعدؒ نے آپ کی بکریوں کے سات نام اور لکھے ہیں۔ اور فوائد ابی الدحداج میں بکری کا نام برکہ لکھا ہے۔

[2] اس کی سند پہلے گزر چکی ہے۔

[3] ابن حبان بروایت ابن عمرؓ۔

[4] مسلم۔

Marfat.com

تو اس بے ادب کی گردن اڑادوں۔ کیونکہ یہ شخص منافق ہے آپ نے فرمایا۔ کہ معاذ اللہ ایسا مت کرو ورنہ لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے ایک دفع حضور ﷺ ایک لڑائی میں تھے ایک ادفع حضور اکرم ﷺ لڑائی میں تھے کہ ایک کافر مسلمانوں کو غافل پا کر ننگی تلوار لے کر حضور پرنور ﷺ کے سر مبارک پر آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ راوی کہتا ہے کہ حضور کے ارشاد کے بعد اس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ حضور نے وہ تلوار پکڑ کر فرمایا کہ اب مجھ سے تجھے کون بچائے گا اس نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے گرفتار کرلیا ہے اور آپ واقعی سب سے بڑھ کر گرفتاری کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا۔ کہدے ﴿اشہد ان لا الہ الا اللہ﴾ اس نے کہا یہ تو نہیں کہوں گا۔ ہاں وعدہ کرتا ہوں آئندہ میں آپ سے جنگ نہیں کروں گا۔ نہ آپ کا ساتھ دوں گا نہ آپ کے دشمنوں کا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں میں آ کر کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس ایک بہترین شخص (محمد ﷺ) کے پاس سے آیا ہوں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ عورت زہر سے ملی بکری حضور کے کھلانے کے لئے لائی۔ اس کا یہ راز فاش ہو گیا۔ اور اس کو حضور کی خدمت اقدس میں بطور ملزم پیش کیا گیا آپ نے اس سے زہر کا سارا حال دریافت کیا وہ بولی کہ میں آپ کو مار ڈالنا چاہتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کو منظور نہیں ہے کہ تجھے اس امر کی طاقت دے۔ اتنے میں لوگوں نے عرض کیا۔ کہ اگر ارشاد ہو تو ابھی اس کو قتل کر دیا جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ ایک۳ یہودی نے حضور پر جادو کر دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو آگاہ کر دیا آپ نے جادو نکلوا کر اس کی گرہیں کھلوادیں۔ تو آپ کو جادو سے افاقہ ہو گیا۔ لیکن حضور نے اس یہودی سے کبھی اس بات کا ذکر تک نہیں کیا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھے زبیرؓ اور مقدادؓ کو حکم دیا کہ روضہ خاخ (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے) میں جاؤ وہاں ایک مسافر عورت ہے اس کے پاس (مسلمانوں کے خلاف) ایک خط ہے وہ خط اس سے لے آؤ ہم حسب الارشاد اس روزہ میں گئے اور اس عورت سے کہا کہ تیرے

۱ بخاری و مسلم بروایت جابرؓ باختلاف الفاظ۔

۲ مسلم بروایت انسؓ و بخاری بروایت ابی ہریرۃؓ۔

۳ نسائی بروایت زید بن ارقم، اور آپ پر جادو کیے جانے کا قصہ بخاری و مسلم میں بروایت عائشہؓ بالفاظ دیگر منقول ہے۔

Marfat.com

پاس جو خط ہے وہ ہمیں دیدے وہ بولی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا کہ یا تو تو خط نکال دیدے ورنہ اپنے کپڑے اتار ڈال۔ اس عورت نے (اپنی بے پردگی کے مارے) اپنی چوٹی میں سے خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم وہ خط حضور کی خدمت اقدس میں لے آئے۔ دیکھا تو وہ خط حاطب بن ابی بلتعہؓ (صحابی) کی طرف سے مشرکین مکہ کی طرف لکھا ہوا تھا۔ اس خط میں حضورؐ کے حالات درج تھے۔ کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ سے باہر ہو گئے ہیں خواہ تم پر چڑھائی کریں۔ یا کسی اور پر آپ نے حاطب بن ابی بلتعہؓ سے کہا کہ یہ تم نے کیا حرکت کی ہے اس نے عرض کیا آپ جلدی نہ فرمادیں اصل واقعہ یہ ہے کہ مہاجرین کے رشتہ دار تو مکہ معظمہ میں بہت سے ہیں۔ وہ رشتہ دار جنگ کے موقع پر مہاجرین کے گھر والوں کو بچالیں گے۔ لیکن مکہ معظمہ میں میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے لہذا میں اپنے گھر والوں کو بچانے کے لئے میں نے یہ تدبیر سوچی کہ میں قریش مکہ (مشرکین مکہ) کو حضور کے حملہ آور ہونے کی اطلاع دے کر ان کو اپنا ممنون احسان بنالوں تاکہ وہ بوقت جنگ اس احسان کے بدلے میرے گھر والوں کو بچالیں بس اسلئے میں نے یہ خط مشرکین مکہ کے نام روانہ کیا تھا۔ ورنہ میں نے معاذ اللہ کفر وارتداد کی بناء پر یہ خط نہیں لکھا۔ آنحضرت ﷺ نے حاطب کا یہ قول سن کر اس کی تصدیق فرمائی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا۔ کہ اگر اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دی جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ شخص جنگ بدر میں موجود تھا۔ اور بدر والوں کو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے گناہ بخشدیے ہیں۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے کچھ مال تقسیم کیا ایک انصاری بولا کہ حضور یہ تقسیم رضاء الٰہی کے خلاف ہے یہ بات حضور کو پہنچی تو آپ کا چہرہ انور غصے کے مارے سرخ ہو گیا اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ ان کو اس سے بھی زیادہ رنج وتکلیف پہنچائی گئی تھی۔ مگر انھوں نے صبر سے کام لیا حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ خبردار! کوئی شخص میرے اصحابؓ کی شکایت مجھ سے نہ کیا کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب تم سے ملو صاف دل ہو کر ملو۔

---

۱ بخاری ومسلم بروایت ابن مسعودؓ

Marfat.com

آٹھواں بیان

اس ذکر میں کہ سید المرسلین ﷺ بری باتوں کو دیکھ کر بھی چشم پوشی فرمایا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ [1] کی جلد پتلی اور ظاہر و باطن صاف تھا حضور کی رضا مندی اور ناراضگی چہرہ انور سے معلوم ہو جایا کرتی تھی سخت غصہ کے وقت آپ اپنی داڑھی مبارک کو بہت ہاتھ لگایا کرتے تھے۔ کسی [2] کے سامنے ایسی بات نہیں کرتے تھے جو اس کو بری لگے۔ ایک شخص [3] زرد خوشبو لگا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا گو آپ کو زرد خوشبو بری معلوم ہوئی لیکن آپ نے اس شخص سے کچھ نہیں فرمایا جب وہ شخص چلا گیا تو حاضرین مجلس سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کو کہدے کہ بھئی زرد خوشبو نہ لگایا کرو۔ ایک [4] اعرابی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کیا۔ صحابہ کرامؓ اس کو غصے ہونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ آپ اس کو پیشاب کر لینے دو۔ اس کا پیشاب مت روکو۔ پھر اس اعرابی (دیہاتی) کو سمجھایا۔ کہ بھئی! یہ مسجدیں کوڑے کرکٹ یا پیشاب پخانے کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس کو ڈراؤ نہیں بلکہ پاس بلا لو۔ ایک [5] روز ایک اعرابی نے حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کچھ سوال کیا آپ نے اس کو کچھ عطا فرما کر کہا کہ میں تجھ پر احسان کیا ہے اعرابی بولا کہ آپ نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اعرابی یہ گستاخانہ الفاظ سن کر مسلمان برافروختہ ہوئے اور اس کو مارنے کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن حضور نے ان کو روک دیا اور اپنے دولت خانے میں جا کر اس اعرابی کو بلوایا۔ اور کچھ دے کر پھر فرمایا کہ کیا میں نے تجھ پر احسان کیا ہے؟ اعرابی بولا۔ کہ ہاں حضور خدا تعالیٰ آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو جزائے خیر عطا

[1] ابن حبان بروایت ابن عمرؓ۔

[2] ابن حبان بروایت عائشہ صدیقہؓ۔

[3] ابوداؤد و ترمذی در شمائل بروایت انسؓ۔

[4] بخاری و مسلم بروایت انسؓ۔

[5] بزار و ابن حبان بروایت ابی ہریرہؓ بسند ضعیف۔

Marfat.com

فرماوے۔ آپ نے اعرابی سے فرمایا کہ تم پہلے مسلمانوں کے سامنے گستاخانہ الفاظ کہہ چکے ہو جس کی وجہ سے وہ تم سے بہت ناراض ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو شکریہ کے الفاظ تم نے میرے سامنے کہے ہیں یہی مسلمانوں کے روبرو بھی کہہ دیجو۔ اعرابی نے عرض کیا کہ بہت اچھا حضور۔ چنانچہ دوسرے روز وہ اعرابی آیا حضورؐ نے فرمایا کہ اس اعرابی نے تو ناشکری کے الفاظ کہے تھے لیکن ہم نے اسکو بہت زیادہ عطیہ دیدیا ہے۔ اعرابی بولا کہ بیشک حضور اب میں راضی ہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بدک جاوے (ڈر جائے) اور لوگ اس کے پیچھے دوڑیں تو وہ اور زیادہ بدک جاوے پھر اونٹنی کا مالک سب لوگوں کو دور ہٹا کر کہے کہ لوگو! تم الگ ہو جاؤ۔ میں جانوں اور میری اونٹنی۔ میں اپنی اونٹنی پر تم سے زیادہ مہربان ہوں اور مجھے اس کی حالت تم سے زیادہ معلوم ہے یہ کہہ کر وہ مالک کچھ چارہ لے کر اونٹنی کے سامنے سے آوے اور اس کو چارہ دکھلا کر آہستہ آہستہ اس کے قریب آتا جاوے اور اپنی اونٹنی کو پیار سے بلاتا جاوے۔ حتیٰ کہ اونٹنی اپنے مالک کے پاس آ کر کھڑی ہو جاوے۔ اور مالک اس کو بٹھلا کر اس پر کاٹھی ڈالکر سوار ہو جاوے۔ اسی طرح جب اس اعرابی نے گستاخانہ الفاظ کہے تھے اگر میں تم کو نہ روکتا تو تم اس کو مار ڈالتے۔ اور وہ بلا توبہ مرنے کے باعث دوزخی ہو جاتا۔

نواں بیان

سید العرب والعجم ﷺ کی

جود و سخاوت کے ذکر میں

حضور انور ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے۔[1] بالخصوص رمضان المبارک میں تو آپ آندھی کی طرح سخاوت کرتے تھے۔[2] اور کسی کو بغیر دیے جانے نہ دیتے تھے۔ حضرت

---

[1] بخاری و مسلم بروایت انسؓ۔

[2] بخاری و مسلم بروایت ابن عباسؓ اور اس میں اس طرح آیا ہے کہ جب حضور کی جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تو آندھی طرح (بیحد) سخاوت کرتے۔

Marfat.com

اعلیٰ جب آپ کے اوصاف بیان فرماتے تو یوں فرماتے کہ نبی ﷺ کا دست مبارک سب سے زیادہ سخی تھے اور سینا سب سے زیادہ فراخ تھا۔ اور گفتگو میں سب سے زیادہ سچے تھے وعدہ کو پورا کرنے میں سب سے بڑھ کر تھے آپ کی عادت نرم اور آپ کا خاندان نہایت اعلیٰ تھا۔ جو شخص آپ کو دیکھتا فوراً مرعوب ہو جاتا تھا۔ اور اگر محبت کے طور پر آپ سے میل جول رکھتا تو آپ کا والہ وشیدا ہو جاتا تھا۔ اور آپ کی تعریف میں یہ الفاظ کہتا کہ حضور جیسا نہ میں نے کبھی پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نظر آیا۔ نومسلم[۲] جو بھی سوال کرتا آپ اس کا سوال پورا کرتے ۔ چنانچہ ایک نومسلم نے آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے اس کو اس قدر بکریاں عطا فرمائیں کہ وہ بمشکل دو پہاڑوں میں سماتی تھیں ۔ وہ نومسلم جب اپنی قوم کے پاس گیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا کہ لوگو! مسلمان ہو جاؤ محمد ﷺ نومسلموں کو اس افراط سے عطا فرماتے ہیں۔ کہ ان کو محتاجی کا بھی ڈر نہیں ہوتا۔ ایسا[۳] کبھی نہیں ہوا کہ آپ سے کسی نے کچھ سوال کیا ہو۔ اور آپ نے اس کو کچھ عنایت نہ فرمایا ہو۔ حضور[۴] کی خدمت اقدس میں نوے (۹۰) ہزار درہم کہیں سے آئے۔ آپ نے وہیں کے وہیں چٹائی پر رکھوا کر سب کے سب حاجت مندوں اور مستحقوں کو بانٹ دیئے اور کسی سائل کو محروم نہیں پھیرا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس ان (نوے ہزار) میں سے ایک درہم بھی نہ بچا۔ ایک شخص[۵] نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ سوال کیا آپ نے فرمایا کہ بھئی! اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں ہے البتہ جتنے کی تجھ کو ضرورت ہے میرے نام پر کسی سے قرض لے لو جب ہمارے پاس کچھ آئے گا تو ہم اس کو ادا کر دیں گے حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس چیز کی آپ کو طاقت نہیں خدا تعالیٰ نے اس کی تکلیف آپ کو نہیں دی۔ حضور کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی سائل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ فی سبیل اللہ خرچ کرتے جایئے اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھ کر محتاجی سے مت ڈریئے حضور یہ بات سن کر مسکرائے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرہ انور پر نمایاں ہوئے۔ جب حضور

---

[۱] یہ روایت ترمذی کی ہے لیکن ساتھ ہی ترمذی میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ روایت متصل نہیں ہے منقطع ہے۔

[۲] مسلم بروایت انسؓ۔

[۳] بخاری و مسلم بروایت جابرؓ۔

[۴] ابو الحسن ابن الضحاک و رشائل بروایت حسنؓ مرسلاً اور بخاری میں بروایت انسؓ تعلیقاً بلا ذکر عدد مروی ہے

[۵] ترمذی و رشائل بروایت عمر فاروقؓ۔

Marfat.com

اِجنگ حنین سے واپس تشریف لائے۔ تو اعرابیوں نے آپ سے مانگنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سائلوں کی کثرت اور بھیڑ کے باعث آپ کو مجبوراً ببول (کیکر) کے درخت کی طرف جانا پڑا۔ اس درخت میں حضور کی چادر مبارک اٹک گئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میری چادر تو دیدو (واللہ) اگر میرے پاس ان درختوں کی تعداد میں بھی اونٹ ہوں۔ تو وہ بھی میں تم میں تقسیم کردوں۔ تم مجھے ہرگز بخیل، جھوٹا اور بزدل نہ پاؤ گے۔

دسواں بیان
سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شجاعت کے ذکر میں

جناب ۲؎ رسالت مآب ﷺ سب سے زیادہ طاقت ور اور بہادر آدمی تھے۔ حضرت ۳؎ علیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز حالانکہ حضور علیہ السلام ہماری نسبت دشمن سے زیادہ قریب تھے۔ لیکن تاہم ہم آپ کی پناہ پکڑتے تھے اس روز آپ نے کفار کے ساتھ سب سے زیادہ لڑائی کی۔ نیز ۴؎ حضرت علیؓ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی جنگ شروع ہوتی تو آپ ہم سب کی نسبت دشمن سے زیادہ قریب ہوتے باوجود اس کے ہم حضور کی پناہ میں ہوتے تھے۔ روایت ۵؎ ہے کہ حضور علیہ السلام بہت کم بولتے تھے جب آپ جنگ کا حکم صادر فرماتے تو بذات خود جنگ کے لیے تیار ہوتے اور سب سے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرتے زیادہ بہادر ۶؎ وہی سمجھا جاتا تھا جو جنگ میں حضور کے قریب ہوتا تھا کیونکہ آپ دشمن سے زیادہ قریب ہوا کرتے تھے عمران ۷؎ بن حصین فرماتے ہیں کہ دشمن کی جس جماعت سے بھی آپ کی جنگ ہوتی تو سب

۱؎ بخاری بروایت جبیر بن مطعم۔

۲؎ دارمی بروایت ابن عمرؓ اور بخاری و مسلم میں بروایت انسؓ مذکور ہے۔ کہ کان احسن الناس واشجع الناس یعنی حضور تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور بہادر تھے۔

۳؎ ابن حبان در اخلاق النبی ﷺ۔

۴؎ نسائی بروایت علی مرتضیٰ و مسلم بروایت براء ابن عازب۔

۵؎ ابن حبان نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

۶؎ طبرانی اوراوسط بروایت ابن عمرؓ بسند ضعیف۔

۷؎ بخاری و مسلم بروایت براء ابن عازب

Marfat.com

سے پہلے آپ ہی وار فرماتے۔ آپ بڑے جنگجو اور لڑاکے تھے۔ ایک دفعہ آپ کو مشرکوں نے گھیر لیا۔ آپ فوراً اپنی خچر سے اتر کر فرمانے لگے کہ ''انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب ''یعنی لوگو! میں یقیناً سچا نبی ہوں اور میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں اس دن حضور سے بڑھ کر کوئی بہادر اور قوی دل نظر نہیں آتا تھا۔

گیارہواں بیان

خاتم النبیین ﷺ کی تواضع کے ذکر میں

حضور۲ انور ﷺ باوجود تمام دنیا سے اعلیٰ مرتبہ ہونے کے سب سے زیادہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ ابن عامر۳ سے روایت ہے کہ میں نے حضور کو دیکھا کہ سرخ اونٹنی پر سوار ہو کر جمرہ کو کنکریاں مار رہے تھے لیکن کوئی کسی کو دھکے نہیں دیتا تھا اور نہ ہی ہٹو بچو کہتا تھا۔ جیسے دیگر امرا اور سلاطین کی آمد کے وقت ہوا کرتا ہے آپ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ اپنے دراز گوش پر بجائے زین کے چادر ڈال کر سوار ہو جاتے اور پھر کسی کو اپنے پیچھے بھی سوار کر لیتے تھے۔ آپ بیماروں کی بیمار پرسی فرماتے جنازہ کے ہمراہ تشریف لے جاتے غلام کی دعوت منظور فرما لیتے اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگا لیا کرتے اور گھر میں گھر والوں کے ساتھ مل کر کام بھی کرتے تھے۔ چونکہ۴ حضورِ انور کسی سے کام کروانے کو برا جانتے تھے اس لئے صحابہ کرام آپ کا کام نہیں کرتے تھے۔ آپ۵ لڑکوں کے پاس گزرتے وقت بھی ان کو سلام کرتے ایک۶ شخص حضور کی بارگاہ اقدس میں حاضر کیا گیا تو وہ مارے رعب کے کانپنے لگا آپ نے تسلی کے طور پر ارشاد فرمایا۔ ڈرومت میں بادشاہ نہیں ہوں بلکہ میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی

---

۱ ترمذی ونسائی وابن ماجہ بروایت قدامہ بن عبداللہ۔

۲ بخاری ومسلم بروایت اسامہ بن زید۔

۳ اس کی سند اسی باب کے شروع میں گزر چکی ہے۔

۴ ترمذی بروایت انسؓ۔

۵ بخاری ومسلم بروایت جریرؓ۔

۶ ابوداؤد ونسائی بروایت ابی ہریرہؓ۔

Marfat.com

تھی آپ اصحابہ کرامؓ میں ایسے مل جل کر بیٹھتے کہ کوئی اجنبی شخص آپ کو پوچھے بغیر پہچان نہیں سکتا تھا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ کسی ایسی جگہ بیٹھا کریں کہ ناواقف آدمی آپ کو پہچان لیا کرے چنانچہ اس غرض کے لیے صحابہؓ نے محض آپ کے بیٹھنے کے لیئے مٹی کا ایک چبوترا سا بنا دیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ[۲] فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری جان آپ پر قربان ہو جیو آپ تکیہ پر سہارا لگا کر تناول فرمایا کیجئے اس میں آپ کو آرام رہے گا لیکن حضور نے کھانا کھاتے وقت بجائے تکیہ لگانے کے اور جھک کر کھانا کھانے لگے۔ حتی کہ آپ کا سر مبارک زمین پر لگنے کو ہو گیا پھر ارشاد فرمایا کہ میں بندوں کی طرح کھاؤں گا اور بندوں کی طرح بیٹھوں گا آپ[۳] نے عمر بھر کشتی اور خوان میں کھانا تناول نہیں فرمایا۔ اگر آپ[۴] کو کوئی صحابیؓ یا کوئی اور شخص آواز دیتا تو جواب میں[۵] (لبیک) فرماتے میں حاضر ہوں جب حضور لوگوں کے ساتھ مجلس فرماتے تو جیسی گفتگو وہ کرتے ویسی ہی آپ بھی کرتے مثلاً اگر لوگوں نے دنیاوی گفتگو شروع کی ہے تو آپ بھی دنیاوی گفتگو فرماتے اور اگر دین یا آخرت کے بارے میں انھوں نے کوئی گفتگو شروع کی تو آپ بھی ویسی ہی گفتگو فرماتے غرض کہ مجلس میں بھی تواضع کی خاطر لوگوں کا لحاظ رکھتے۔ اگر کبھی[۶] صحابہ کرام حضور کے سامنے اشعار پڑھتے اور زمانہ جاہلیت (کفر) کا تذکرہ کر کے ہنستے تو آپ بھی ان کے ساتھ تبسم فرماتے اور سوائے حرام کے اور کسی چیز پر ان کو جھڑکتے نہیں تھے۔

بارھواں بیان

حضور پرنور ﷺ کے حلیہ مبارک کے ذکر میں

حضور[۷] اکرم ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے، نہ پست قد، اگر آپ تنہا چلتے تب تو حضور میانہ قد معلوم ہوتے تھے لیکن جب کسی کے ساتھ مل کر چلتے تو حضور کا قد مبارک لمبے قد والوں سے بھی اونچا ہو جاتا تھا جب کبھی حضور دو لمبے قد والوں کے درمیان چلتے تو آپ کا قد مبارک ان

۱ ابوداؤد ونسائی بروایت ابی ہریرہؓ۔۔۔۔۔ ۲ ابن جریر بروایت عبداللہ بن عبید بن عمیر عن عائشہؓ۔
۳ بخاری بروایت انسؓ۔۔۔۔۔ ۴ ابونعیم در دلائل النبوۃ بروایت عائشہؓ اور اس سند میں حسین بن علوان متہم بالکذب ہے۔۔۔۔۔ ۵ ترمذی اور شمائل بروایت زید بن ثابت۔۔۔۔۔ ۶ مسلم بروایت جابر بن عمرؓ۔
۷ ابونعیم در دلائل بروایت عائشہ صدیقہؓ۔

Marfat.com

سے لمبا معلوم ہوتا تھا لیکن جب وہی لمبے قد والے اکیلے چلتے تو وہ دراز قد معلوم ہوتے تھے اور حضور درمیانہ قد نظر آتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے بھلائی میانہ پن میں ہے حضور کا رنگ مبارک خالص گورا چٹا تھا لیکن نہ حد سے زیادہ سفید تھا اور نہ ہی گندم گوں تھا حضور ا کی تعریف میں آپ کے چچا ابو طالب نے اس مضمون کا شعر کہا ہے۔

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة الارامل

وہ نورانی بدن جس کے سبب بارش کا نزول ہو یتیموں اور بیواؤں کا وہ ملجا و ماویٰ ہے بعض نے آپ کا رنگ سرخی مائل بیان کیا ہے تو وہ دونوں روایتوں کے مطابقت اس طرح کی گئی ہے کہ جو اعضاء حضور کے کپڑوں میں چھپے رہتے تھے وہ تو خالص گورے چٹے تھے اور جو کپڑوں سے باہر رہتے جیسے چہرہ انوار اور گردن وغیرہ سرخی مائل تھے حضور کا پسینہ مبارک چہرہ انور پر موتیوں کی طرح کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار معلوم ہوتا تھا آپ کے بال مبارک نہایت عمدہ مڑے ہوئے تھے نہ تو زیادہ لٹکے ہوئے تھے اور نہ ہی بہت گھنگر والے تھے جب آپ اپنے بالوں میں کنگھی کرتے تو وہ اس طرح معلوم ہوتے جس طرح ہوا سے ریت میں لہریں پڑ جاتی ہیں روایت ہے کہ حضور ﷺ کے سر کے بال کندھوں سے لگتے تھے اور اکثر ۲ روایتوں میں یوں آیا ہے کہ کانوں کی لوتک ہوتے تھے کبھی آپ اپنے بالوں کے چار گچھے سے بنا لیتے ہر ایک کان حضور کا دو گچھوں کے درمیان سے نکلا ہوا معلوم ہوتا تھا کبھی آپ بالوں کو کانوں پر ڈال دیتے تو آپ کی گردہ کا کنارہ چمکتا ہوا معلوم ہوتا تھا آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں گنتی کے سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ سفید بال ابھی نہیں ہوئے تھے حضور ﷺ کا چہرۂ انور نہایت خوبصورت اور نورانی تھا جس نے بھی آپ کا حلیہ مبارک دیکھا اس نے حضور کے چہرۂ انور کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور ہی بیان کیا ہے حضور کی جلد مبارک بہت صاف تھی اس لئے خوشی اور ناراضگی کے آثار فوراً چہرۂ انور پر نمایاں ہو جاتے تھے لوگ کہا کرتے تھے کہ بیشک آپ ویسے ہی ہیں جیسے آپ کے یار غار حضرت صدیق اکبرؓ نے آپ کی تعریف میں شعر کہا ہے

ا بخاری تعلیقاً بروایت ابن عمرؓ و ابن ماجہ ابن اسحاق در سیرت۔

۲ بخاری و مسلم بروایت براء بن عازب۔

Marfat.com

امین مصطفی للخیر یدعو
کضوء البدر زایلة الظلام

حضور بڑے امانتدار، برگزیدہ خلائق، اور خلق خدا کو سیدھا راستہ بتلانے والے ہیں آپ کی تشریف آوری ایسی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند اندھیرے میں سے نکل آتا ہے اور سب جگہ اجالا ہی اجالا کر دیتا ہے حضور علیہ السلام کی پیشانی مبارک بہت فراخ تھی اور بھنویں باریک تھیں دونوں بھنوؤں کے درمیان خالص چاندی کی طرح نور چمکتا تھا آپ کی دونوں آنکھیں کشادہ اور نہایت خوشنما تھیں نیز آپ کی آنکھیں خوب سیاہ اور سرخی مائل تھیں آپ کی پلکیں بہت لمبی اور اس کثرت سے تھیں کہ ملنے کے قریب ہو گئی تھیں حضور کی ناک مبارک پتلی اور لمبی تھی اور آپ کے دانت کچھ تھے جب آپ ہنستے تو وہ دانت بجلی کی طرح چمکتے تھے حضور کے لب مبارک سب سے زیادہ خوبصورت اور لطیف تھے اور آپ کے رخسار مبارک ابھرے ہوئے نہیں تھے بلکہ سخت تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک نہ زیادہ لمبا تھا نہ زیادہ گول بلکہ لمبا کسی قدر گولائی لئے ہوئے آپ کی ڈاڑھی مبارک گھنی تھی اسے آپ بالکل نہیں کترواتے تھے بلکہ لمبی چھوڑی ہوئی تھی البتہ موچھیں ضرور کترواتے تھے حضور کی گردن مبارک سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھی نہ زیادہ لمبی نہ چھوٹی گردن کے جتنے حصے پر دھوپ اور ہوا لگتی تھی وہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کچھ سونا ملی ہوئی چاندی کی صراحی جس میں سے چاندی کی چمک اور سونے کی دمک نظر آتی تھی آپ کا سینہ مبارک چوڑا تھا اس میں کسی جگہ کا گوشت ابھرا ہوا نہیں تھا آئینہ کی طرح صاف وشفاف اور چاندی کی طرح سفید تھا سینہ کے سرے سے لیکر ناف تک دھار کی طرح بالوں کا ایک باریک خط تھا اس کے علاوہ سینہ اور پیٹ پر کہیں بال نہیں تھے حضور کے پیٹ پر تین شکن تھے ایک شکن تہبند کے نیچے آجاتا تھا اور دو شکن تہبند سے باہر رہتے تھے آپ کے کندھے مبارک بڑے بڑے تھے اور ان پر بال کثرت سے تھے آپ کے کندھوں کہنیوں اور کمر کے جوڑ گوشت سے بھرے ہوئے تھے اور حضور کی پشت مبارک فراخ تھی حضور پر نور ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان داہنے کندھے کے قریب مہر نبوت تھی جس میں سیاہ زردی مائل ایک داغ سا تھا اور اس کے اردگرد گھوڑے کی عیال کے بالوں کی طرح کچھ بال تھے آپ کے دونوں بازو اور ہاتھ بھی گوشت سے پر تھے آپ کے دونوں بند دست لمبے اور ہتھیلی مبارک چوڑی اور ہاتھ پاؤں کشادہ تھے آپ کی انگلیاں ایسی چمکدار تھیں جیسے چاندی کی سلاخیں حضور کی ہتھیلی مبارک ریشم سے بھی زیادہ نرم اور عطر سے زیادہ خوشبودار تھی جو شخص آپ سے مصافحہ کرتا دن بھر خوشبو

Marfat.com

سے معطر رہتا اگر شفقت اور پیار کے طور پر حضور پرنور کسی لڑکے کے سر پر ہاتھ مبارک پھیر دیتے تو خوشبو کے باعث وہ دوسرے لڑکوں سے ممتاز ہو جاتا تھا حضور کی رانیں اور پنڈلیاں مبارک گوشت سے پرتھیں آپ کا جسم اطہر معتدل درجہ کا تھا۔ مگر اخیر عمر میں حضور کسی قدر موٹے ہو گئے تھے باوجود مٹاپے کے آپ کا بدن مبارک نوعمروں کی طرح سڈول اور مضبوط تھا غرضکہ آپ کا بدن موٹا یا ضرر رساں نہیں تھا حضور کی چال ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا پاؤں مبارک جما کر اٹھاتے ہیں اور اوپر سے نیچے کو تشریف لاتے ہیں پاؤں پاس پاس رکھ کر چلتے اور چلتے وقت پاؤں مبارک آگے کو جھک کر رکھتے حضور انور ﷺ ارشاد فرمایا کرتے کہ میں اوروں کی نسبت آدم علیہ السلام سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں اور ابراہیم علیہ السلام صورت وسیرت میں میرے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور یہ فرماتے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک میرے دس نام ہیں، میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماحی (مٹانیوالا) ہوں اس لیے کہ میرے ذریعہ خدا تعالیٰ کفر کو مٹائیگا، عاقب (پیچھے آنے والا) ہوں کیونکہ میں سب پیغمبروں کے بعد ہوا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، حاشر (اکٹھا کرنیوالا) اس لئے کہ خدا تعالیٰ میرے اٹھنے کے بعد سب مخلوقات کو اٹھائیگا اور اس میں، رسول رحمت، رسول توبہ، رسول ملاحم اور مقفی (پیچھے آنے والا) ہوں کیونکہ میں تمام انبیاء علیہ السلام کے بعد پیدا ہوا ہوں اور میں قثم یعنی کامل اور جمیع اوصاف حسنہ کا جامع ہوں۔

تیرھواں بیان

حضور اکرم ﷺ کے معجزات کے ذکر میں جن سے حضور کی صداقت ثابت ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ اگر حضور پرنور ﷺ کے حالات کا مشاہدہ کیا جاوے اور آپ کے اخلاق اور عادات اور افعال واعمال اور انتظام وتدبیر خلائق صحیح صحیح خبریں گوش گزار ہوں نیز

۱؎ پہلے پانچ نام بخاری ومسلم میں بروایت جبیر بن مطعم منقول ہیں۔ اور مسلم نے مقفی اور نبی التوبہ اور نبی الرحمۃ بروایت ابی موسیٰؒ کیے ہیں اور احمد بن حنبل نے بروایت حزیفہ نبی الملاحم ذکر کیا ہے اور ابونعیم نے دلائل میں ابی الطفیل سے آٹھ نام منجملہ دس کے کچھ زیادہ کر کے لکھے ہیں اور ابن عدی نے بروایت علی مرتضیٰؓ وجابرؓ واسامہ بن زیدؓ وابن عباسؓ وعائشہؓ بسند ضعیف نقل کیے ہیں۔

Marfat.com

مشکل لاینحل سوالات کے جو جوابات حضور نے ارشاد فرمائے ہیں اور مخلوقات کی بہتری کی جو جو حیرت انگیز تدابیر آپ نے نکالیں ان کو دیکھا جاوے اور قوانین شریعت کی جو تفصیل حضور نے فرمائی ہے اور جس کے ادنیٰ ادنیٰ باریکیوں میں علماء محققین وفقہای مجتہدین عمر بھر حیران اور عاجز رہے ہیں ان سب امور میں اگر غور وفکر کیا جاوے تو عقل سلیم کو ذرہ بھر شک وشبہ باقی نہیں رہتا کہ ان تمام امور کی سرانجام وہی بلا تائید غیبی محض انسانی طاقت سے ناممکن ہے کوئی جھوٹا اور فریبی آدمی ان تمام امور دینی ودنیاوی ظاہری وباطنی، علمی وعملی، جسمانی وروحانی، کو ہر پہلو میں مکمل کر کے نہیں دکھا سکتا حضور کی ظاہری شکل وشباہت ہی آپ کی صداقت کا بین ثبوت تھی چنانچہ بعض خاندانی عرب آپ کو دیکھ کر ہی کہہ دیتے تھے کہ یہ جھوٹوں کی صورت نہیں ہے تو جن لوگوں نے آپ کے عادات واخلاق کا مشاہدہ کیا ہو اور تمام حالات نشست وبرخاست میں حضور کے ہمراہ عمر گزری ہو وہ کیونکر آپ کی صداقت کے قائل نہ ہوں ہم نے حضور کے اخلاق کریمہ اس لئے بیان کیے ہیں کہ لوگوں کو اخلاق حسنیٰ کا پتہ لگے اور ان کے دل میں حضور کی صداقت اور بارگاہ الٰہی میں ان کی عظمت ورفعت معلوم ہو جاوے نیز تا کہ منکرین پر اتمام حجت ہو کہ حضور محض امی (ان پڑھ) تھے نہ آپ نے کسی سے علم پڑھا نہ کتابوں کا مطالعہ کیا اور نہ طالب علمی کے لئے کہیں سفر کیے گئے ہمیشہ جاہل عربوں میں رہے یتیم اور بیکس تھے پس اس بے سروسامانی کی حالت میں دیگر علوم ومعارف الٰہی اور فرشتوں اور آسمانی کتاب کا علم تو در کنار اخلاق حسنہ کا علم بھی حاصل ہونا ناممکن تھا ان وجوہات کی بنا پر قطعی طور پر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ بجز وحی الٰہی کے یہ سب چیزیں ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتیں اور محض طاقت انسانی ان علوم کو معلوم کرنے سے عاجز وقاصر ہے یہ ظاہری امور ہی آپ کی صداقت کے لئے کافی ووافی تھے لیکن جس صورت میں کہ حضور میں علاوہ ان ظاہری صداقتوں کے باطنی نشانات صداقت یعنی معجزات بھی پائے جاتے تھے تو اس صورت میں تو آپ کی صداقت میں کسی عاقل کو شک وشبہ کی ذرہ بھر بھی گنجائش باقی نہیں رہتی ہم آپ کے صرف وہی معجزات ذکر کرتے ہیں جو صحیح احادیث میں آئے ہیں نیز ہم معجزات کو مختصر طور پر ذکر کریں گے۔ **مکمل** قصہ ذکر نہیں کریں گے۔

معجزہ نمبر (۱) کفار مکہ نے جب حضور سے شق القمر (چاند کے دو ٹکڑے ہونا) معجزہ کا مطالبہ کیا تو حضور نے چاند کی طرف ارشاد فرمایا چاند فوراً دو ٹکڑے ہو گیا۔[1]

[1] بخاری ومسلم بروایت ابن مسعود وابن عباسؓ

Marfat.com

معجزہ نمبر (۲) خندق کے روز حضرت جابرؓ[1] کے مکان میں صرف ایک سیر جو سے کثیر التعداد لوگوں کو کھانا کھلایا۔

معجزہ نمبر (۳) حضرت ابو طلحہؓ[2] کے مکان پر بھی آپ نے تھوڑی سی غذا سے بہت سے لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔

معجزہ نمبر (۴) ایک مرتبہ[3] حضور نے ایک صاع (دو سیر) جو اور بکری کے بچہ سے ۸۰ آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔

معجزہ نمبر (۵) ایک دفعہ[4] حضرت انسؓ کی چند روٹیاں اپنے ہاتھ میں لے گئے حضور نے ان روٹیوں سے ۸۰ سے زیادہ آدمیوں کا پیٹ بھر دیا۔

معجزہ نمبر (۶) ایک دفعہ[5] ابن بشر تھوڑی سی کھجوریں اپنے ہاتھوں میں لائے آپ نے ان کھجوروں سے سب لشکر والوں کا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی کچھ کھجوریں بچ گئیں۔

معجزہ نمبر (۷) ایک دفعہ[6] تمام لشکر محمدی پیاس سے بیتاب ہو گئے حضور نے ایک چھوٹے سے پیالے (جس میں آپ کا ہاتھ بھی اچھی طرح پھیل نہیں سکتا تھا) میں اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی انگلیوں میں سے پانی پھوٹ نکلا جس میں سے تمام لشکر نے پانی بھی پیا اور وضو بھی کیا۔

معجزہ نمبر (۸) تبوک کے چشمے[7] میں پانی سوکھ گیا تھا حضور ﷺ نے اپنے وضو کا پانی اس میں ڈال دیا تو اس چشمہ کا پانی اتنا چڑھ آیا کہ ہزارہا کی تعداد میں اہل لشکر نے خوب سیراب ہو کر پانی پیا۔

معجزہ نمبر (۹) حدیبیہ[8] کے کنویں میں پانی نہیں رہا تھا آپ نے اپنے وضو کا

---

۱ بخاری ومسلم بروایت جابرؓ

۲ بخاری ومسلم بروایت انسؓ

۳ بیہقی در دلائل النبوۃ بروایت جابرؓ بخاری میں بھی ایک اور روایت بلا ذکر تعداد کے مذکور ہے۔

۴ مسلم بروایت انسؓ۔

۵ بیہقی در دلائل بروایت بشر بن سعدؓ

۶ بخاری ومسلم بروایت انسؓ۔

۷ مسلم بروایت معاذؓ .... ۸ مسلم بروایت بن الاکوع اور بخاری میں بروایت براء بن عازبؓ منقول ہے۔

Marfat.com

بچا ہوا پانی اس میں ڈالا تو اس چشمہ کا پانی اسقدر جوش کر آیا کہ پندرہ سو آدمیوں نے اس میں سے پانی پیا۔

معجزہ نمبر (۱۰) ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے حضرت عمر فاروقؓ کو ارشاد فرمایا کہ تھوڑے خرمے (جو زیادہ سے زیادہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہوں گے) چار سو سواروں کو سفر خرچ کے طور پر دیدو حضرت فاروق اعظمؓ نے سب کو خرچ بھی دیدیا اور پھر بھی اتنے کے اتنے بچ گئے۔

معجزہ نمبر (۱۱) حضور ؐنے مٹی کی ایک مٹھی لشکر کفار کی طرف پھینکی جس سے سب کفار اندھے ہو گئے چنانچہ اس معجزہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے ارشاد باری ہے ﴿ ومارميت اذ رميت ولكن الله رمى ﴾ یعنی اے پیغمبر کفار پر مٹی کی مٹھی آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالی نے پھینکی تھی۔

معجزہ نمبر (۱۲) ۳ آپ کی دنیا میں تشریف آوری کی برکت سے کہانت (غیبی باتیں کہنا) بلکل نیست ونابود ہوگئی حالانکہ پہلے علانیہ طور پر تھی۔

معجزہ نمبر (۱۳) پہلے حضور ؐایک ستون سے سہارا لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے پھر آپ کے لئے ایک ممبر تیار کیا گیا چنانچہ اس ممبر پر چڑھکر آپ خطبہ پڑھنے لگے تو وہ ستون کے فراق میں رونے لگا جس طرح اونٹ بولتا ہے اس کے رونے کی آواز تمام صحابہؓ نے سنی آپ نے اس کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا تو وہ چپ ہوگیا۔

معجزہ نمبر (۱۴) ۵ آنحضرت ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی فرمادی کہ تم ہرگز موت کی تمنا نہیں کرسکو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نہ بول سکے اور نہ موت کی تمنا کرسکے یہ معجزہ سورۃ (جمعہ) میں مذکور ہے جو تمام روئے زمین کی جامع مسجدوں میں جمعہ کے روز محض اسی معجزہ والی آیت کی عظمت کے لئے پکار کر پڑھی جاتی ہے۔

---

۱ احمد بروایت نعمان بن مقرن
۲ مسلم بروایت سلمۃ بن الاکوع۔
۳ خرائطی بروایت مرداس بن قیس۔
۴ بخاری بروایت جابرؓ وسہل بن سعد۔
۵ بخاری بروایت ابن عباسؓ۔

Marfat.com

معجزہ نمبر (۱۵) حضور نے حضرت عثمان غنیؓ کے متعلق غیبی خبر دی کہ تم دشمنوں کے بلوے سے شہید ہو جاؤ گے اس شہادت کے بعد تمہارے لئے جنت ہے چنانچہ ہو بہو ایسا ہی ظہور پذیر ہوا۔

معجزہ نمبر (۱۶) حضرت عمارؓ کے متعلق بھی آپ نے پیشگوئی فرمائی کہ تم کو باغی شہید کر دیں گے چنانچہ حضرت عمارؓ باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

معجزہ نمبر (۱۷) حضرت امام حسنؓ کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح ہو جائیگی۔

معجزہ نمبر (۱۸) ایک شخص نے راہ خدا میں جہاد کیا حضور نے اس کے حق میں پیشگوئی فرمائی کہ یہ شخص دوزخی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس شخص نے خودکشی کر لی جس سے وہ جہنمی بن گیا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کا علم سوائے وحی الٰہی کے ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا نہ نجوم سے نہ رمل سے نہ فال سے نہ کہانت سے جب آپ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کر کے جا رہے تھے تو سراقہ بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا جس کی سزا اس کو یہ ملی کہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور ایک دھواں اس کے پیچھے لگ گیا سراقہؓ نے حضور ﷺ سے معافی مانگی آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی چنانچہ آپ کی دعا برکت سے اس کا گھوڑا زمین سے باہر نکل آیا۔

معجزہ نمبر (۱۹) حضور نے سراقہ بن جعشم کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ اے سراقہ تیرے ہاتھوں میں کسریٰ بادشاہ کے کنگن پہنائے جاوینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

معجزہ نمبر (۲۰) اسود عنسی نے صنعاء یمن نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہوا تھا حضور نے اس کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ یہ شخص فلاں شب کو فلاں شخص کے ہاتھ سے قتل کیا جائیگا

---

۱ بخاری و مسلم بروایت ابی موسیٰؓ۔

۲ مسلم بروایت ابی قتادہ وام سلمہ و بخاری بروایت ابن سعید۔

۳ بخاری بروایت ابی بکرؓ۔

۴ بخاری بروایت ابی ہریرہؓ

۵ بخاری و مسلم بروایت صدیق اکبرؓ۔

۶ یہ قصہ سیر میں مذکور ہے۔

Marfat.com

چنانچہ اسود عنسی بعینہٖ اسی شب کو قتل ہوا جو حضور کی پیشگوئی میں مذکور تھی

معجزہ نمبر (۲۱) قریش[1] کے سو آدمی حضور کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کو تائید غیبی سے معلوم ہوا تو آپ تشریف لے جا کر خاک کی مٹھی ان کے سر پر پھینک آئے لیکن حضور ان کو نظر نہ آئے۔

معجزہ نمبر (۲۲) صحابہ کرام[2] کے روبرو حضور کی خدمت میں ایک اونٹ نے اپنے مالک کی شکایت کی اور آپ کا فرمانبردار ہو گیا۔

معجزہ نمبر (۲۳) چند[3] صحابہ کرام حضور کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص دوزخی ہو جائیگا جس کی داڑھ کو احد جیسی ہو جائیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اور لوگ تو اسلام پر مرے اور ایک شخص مرتد ہو گیا اور ان بے دینی کی حالت میں مارا گیا۔

معجزہ نمبر (۲۴) ایک[4] دفعہ چند صحابہؓ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم میں سے جو سب کے بعد مرے گا وہ آگ میں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو سب سے اخیر میں مرا وہ آگ میں گر کر مر گیا۔

معجزہ نمبر (۲۵) ایک دفعہ[5] حضور علیہ السلام قضاء حاجت (پاخانہ) کو تشریف لے گئے اور پردہ کے لئے دو درختوں کو بلالیا چنانچہ وہ دونوں درخت حسب الارشاد آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر مل گئے اور آپ کو پردہ کیا جب حضور قضا حاجت سے فارغ ہوئے تو آپ نے حکم دیا کہ واپس چلے جاؤ چنانچہ وہ دونوں جدا ہو کر جہاں کے تھے وہیں جا کھڑے ہوئے۔

معجزہ نمبر (۲۶) حضور ﷺ[6] میانہ قد تھے لیکن لمبے قد والوں کے ساتھ چلتے تو ان سے بھی لمبے نظر آتے تھے۔

---

۱ ابن مردویہ بروایت ابن عباس بسند ضعیف۔

۲ ابوداؤد بروایت عبداللہ بن مسعودؓ۔

۳ دار قطنی بروایت ابی ہریرہؓ۔

۴ بیہقی در دلائل بروایت ابی محذورہ وابی ہریرہؓ۔

۵ احمد بروایت ابو لعلی۔

۶ ذیل کی سند اوپر گزر چکی ہے۔

Marfat.com

معجزہ نمبر (۲۷) حضور ﷺ نے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اور فرمایا کہ اگر مباہلہ کے لئے آؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے چنانچہ عیسائی مباہلہ کے واسطے نہ آئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور سچ فرماتے ہیں۔

معجزہ نمبر (۲۸) عامر بن طفیل اور ازبد بن قیس عرب کے مشہور شہسوار اور بہادر آدمی تھے یہ دونوں حضرت کے قتل کرنے کے لئے آئے مگر وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضور ﷺ نے ان کے حق میں بددعا فرمائی۔ چنانچہ بموجب آپ کی بددعا کے عامر طاعون سے ہلاک ہو گیا اور ازبد پر بجلی گری۔

معجزہ نمبر (۲۹) حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابی بن خلف کو میں قتل کروں گا۔ پس جنگ احد میں آپ کے ایک ہی وار سے اس کی موت ہوئی۔

معجزہ نمبر (۳۰) حضور کو کسی دشمن نے کھانے میں[۲] زہر ملا کر کھلا دیا جس شخص نے آپ کے ساتھ زہر والا کھانا کھایا تھا۔ وہ تو مر گیا اور آپ اس واقعہ کے چار سال بعد تک زندہ رہے اور بکری کے جس گوشت میں زہر ملا ہوا تھا اس گوشت نے حضور کو اطلاع دی کہ مجھ میں زہر ہے۔

معجزہ نمبر (۳۱) جنگ بدر[۳] کے روز حضور علیہ السلام نے کفار قریش کے سرداروں کے قتل ہونے کی قبل از وقت پیش گوئی فرمائی۔ اور ایک ایک کا نام لے کر فرمایا کہ فلاں کافر فلاں جگہ قتل ہو کر گریگا۔ اور فلاں کافر فلاں جگہ۔ چنانچہ جو جو جگہ جس جس کے لئے فرمائی تھی وہ وہیں گرا۔

معجزہ نمبر (۳۲) حضور نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

معجزہ نمبر (۳۳) آپ کی خاطر زمین سمیٹ کر مشرق سے لیکر مغرب تک دکھلائی گئی۔

---

[۱] بخاری بروایت ابن عباسؓ۔

[۲] ابوداؤد بروایت جابرؓ اور جو صحابی فوت ہو گئے تھے ان کا نام بشر بن براء تھا۔

[۳] مسلم بروایت عمر فاروقؓ۔

[۴] مسلم بروایت ثوبانؓ۔

Marfat.com

معجزہ نمبر (۴۴) آپ نے پیش گوئی فرمائی کہ میری امت کی سلطنت اتنی ہی وسیع ہو جائے گی جتنی کہ مجھے سمیٹ کر دکھلائی گئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کی سلطنت ابتدائے مشرق یعنی ملک ترکستان سے لیکر آخر مغرب یعنی بحر اندلس اور ملک بربر تک پھیل گئی اور دکن اور شمال میں نہ پھیلی جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

معجزہ نمبر (۴۵) حضور علیہ السلام[۲] نے اپنی لخت جگر حضرت بی بی فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی۔ (یعنی میری وفات کے بعد سب سے پہلے میرے کنبہ میں تمہاری وفات ہو گی)۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

معجزہ نمبر (۴۶) حضور[۳] نے اپنی ازواج مطہرات (بیویوں) سے ارشاد فرمایا کہ جونسی تم میں سے زیادہ خیرات کرے گی۔ وہ مجھے جلد تر ملے گی (یعنی اس کی وفات میری وفات کے بعد جلد تر واقع ہو گی) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت زینب بنت جحش دستکاری کر کے خیرات بہت زیادہ کرتی تھیں۔ اس لئے سب بیویوں سے پہلے وہی وفات ہوئیں۔

معجزہ نمبر (۴۷) جناب[۴] سرور کائنات ﷺ نے ایک دودھ دینے والی بکری کے تھن کو ہاتھ لگایا تو بکری بہ برکت آپ کے ہاتھ لگانے کے دودھ دینے لگ گئی چنانچہ یہی معجزہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مشرف باسلام ہونے کا باعث ہوا۔

معجزہ نمبر (۴۸) ایک[۵] دفعہ ام معبد خزاعیہ کے خیمہ میں بھی یہی بکری والا معجزہ ظہور پذیر ہوا۔

معجزہ نمبر (۴۹) ایک[۵] صحابیؓ کی آنکھ نکل کر گر پڑی آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ آنکھ اپنی جگہ پر رکھ دی تو وہ ایسی صحیح سلامت اور خوشنما بن گئی کہ ویسی دوسری آنکھ بھی نہ تھی۔

معجزہ نمبر (۵۰) خیبر[۶] میں حضرت علی مرتضیٰؓ کی آنکھیں دکھنی آ گئیں۔ آپ نے اپنا لب مبارک ان پر لگایا تو وہ اسی وقت صحیح سلامت ہو گئیں اور آپ نے حضرت علیؓ کو

---

[۱] بخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہؓ۔ ...... [۲] مسلم بروایت عائشہ صدیقہؓ۔

[۳] احمد بروایت ابن مسعودؓ۔

[۴] اس کی سند تخریجات عراقی میں نہیں ملی۔

[۵] ابو نعیم و بیہقی بروایت قتادۃ بن نعمانؓ۔

[۶] بخاری و مسلم بروایت علی مرتضیٰؓ۔

Marfat.com

جھنڈا دیکر روانہ کیا۔

معجزہ نمبر (۷۱) حضور علیہ السلام[1] کے عہد مبارک میں صحابہ کرامؓ کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔

معجزہ نمبر (۷۲) ایک[2] صحابیؓ کی ٹانگ مبارک پر سخت چوٹ لگ گئی تھی آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا تو وہ فوراً اچھی ہوگئی۔

معجزہ نمبر (۷۳) ایک دفعہ[3] لشکر رسول اللہ ﷺ میں زادراہ بہت ہی کم ہوگیا۔ آپ نے اس میں برکت کی دعا مانگی اور لشکر والوں کو کہا کہ سفر خرچ لے لو انھوں نے اتنا سفر خرچ لیا کہ لشکریوں کے سب برتن بھر گئے۔

(معجزہ نمبر (۷۴) حکم[4] بن العاص خبیث مسخری کے طور پر حضور کی چال کی نقل کیا کرتا تھا۔ آپ نے بددعا فرمائی کہ خدا کرے تو ایسا ہی رہے چنانچہ مرتے دم تک وہ اسی طرح لڑکھڑا کر چلتا رہا۔

(معجزہ نمبر (۷۵) ایک[5] عورت سے حضور نے پیام نکاح کیا اس کے باپ نے یہ بہانہ کر کے حضور کو ٹال دیا کہ اس عورت کو برص کی بیماری ہے۔ حالانکہ درحقیقت اس کو یہ بیماری نہیں تھی۔ حضور نے فرمایا کہ ایسی ہی ہو جائیگی چنانچہ اس عورت کو برص ہوگئی۔ وہ عورت شبیب بن برصا شاعر کی والدہ تھی۔

ہم نے تو آپ کے صرف مشہور معجزات ذکر کیے ہیں ورنہ حضور کے معجزات تو ان کے علاوہ اور بھی بیشمار ہیں حضور علیہ السلام کے معجزات میں کسی قسم کا شک وشبہ کرنا اور یہ کہنا کہ یہ معجزات بنقل متواتر ثابت نہیں ہیں۔ بعینہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص حضرت علی مرتضیٰؓ کی بہادری اور حاتم طائی کی سخاوت میں شک کرے یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ اور حاتم طائی کے حالات

[1] بخاری ورقصہ قتل ابی رافع۔

[2] بخاری ومسلم بروایت سلمہ بن الاکوع۔

[3] بیہقی دردلائل بروایت ہند بن خدیجہ۔

[4] بخاری ومسلم بروایت سلمہ بن الاکوع۔

[5] ابن جوزی نے اس عورت کا نام تنقیح میں جمرہ بنت حارث بن عوف لکھا ہے اور اس کو دمیاطی نے بھی اختیار کیا ہے اپنی اس رسالہ میں جو آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے حال میں لکھا ہے۔ مگر پایہ صحت کو نہیں پہنچتا۔

Marfat.com

انفرادی طور پر متواتر نہیں ہیں لیکن اگر ان کے حالات بہ حیثیت مجموعی دیکھے جاویں تو بیشک حضرت علیؓ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کے متواتر (یقینی) ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے اور یہ ایک ایسا زبردست اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے جو حضور ﷺ کے سوا کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوا کیونکہ تمام پیغمبروں کے معجزات ان کی زندگی تک محدود رہے ہیں لیکن حضور کا یہ قرآنی معجزہ دنیا میں تا قیامت باقی رہے گا آپ نے تمام فصحا و بلغاء عرب کو بانگ دہل چیلنج دیا۔ کہ اگر تم کو قرآن مجید میں کسی طرح کا شک وشبہ ہے اور تمہیں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت میں دعویٰ ہے تو پھر کیوں قرآن مجید جیسی فصیح و بلیغ کلام تم بنا نہیں لاتے۔ اس جیسی دس سورتیں یا کم از کم ایک سورت ہی بنا لاؤ چنانچہ اس آیت قرآنی میں اس چیلنج کا تذکرہ مفصل طور پر موجود ہے "لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا" یعنی اگر تمام انسان اور جن باہم ایک دوسرے کے مددگار بن کر اکٹھے ہو جاویں اور اس قرآن پاک جیسی کوئی کلام بنانی چاہیں تو وہ ہرگز نہیں بنا سکے گیں۔ یہ چیلنج فصحا و بلغاء عرب کو عاجز کرنے کے لئے فرمایا تھا چنانچہ اس معجزہ کے سامنے وہ عاجز ہوئے اور اپنے آپ کو قتل کرایا اور اپنی عورتوں اور بچوں کو قید کرایا مگر ان سے یہ نہ ہو سکا کہ قرآن مجید کا معارضہ کریں یا اس کی فصاحت و بلاغت وغیرہ میں کسی قسم کا کوئی طعن یا اعتراض کر سکیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کے بعد قرآن مجید تمام دنیا میں مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلا اور صدیوں گزر گئیں۔ حتی کہ تقریباً پانچ سو برس گزر گئے ہیں کہ آج تک کوئی شخص اس معارضہ پر قادر نہیں ہوا۔ اندریں حالات بڑا ہی بے وقوف ہے وہ شخص جو آپ کے احوال واقوال اور افعال واخلاق اور معجزات کو دیکھنے اور اس کو یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ حضور کی شریعت اب تک جاری ہے اور اطراف عالم میں پھیل چکی ہے اور باوجود حضور کے یتیم رہ جانے کے تمام روئے زمین کے بادشاہ آپ کے احد مبارک میں اور اس کے بعد آپ کے حلقہ بگوش ہوئے ان سب امور کو معلوم کرنے کے بعد بھی جو شخص آپ کی صداقت میں کسی طرح کا شک وشبہ کرے وہ بڑا ہی احمق اور بد بخت ہے۔ اور بڑا ہی عقلمند اور نیک بخت وہ ہے جو آپ پر ایمان لائے اور صدق دل سے آپ کی تصدیق کرے اور ہر کام میں آپ کی اتباع اور پیروی کرے۔ آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ محض اپنے فضل وکرم سے اخلاق افعال احوال واقوال میں ہمیں حضور پرنور کا متبع اور فرمانبردار بنا دے۔ بیشک وہی سننے والا اور دعا قبول کرنے والا ہے۔

Marfat.com

عربی سے اردو ترجمہ کتاب

قسطاس المستقیم

از

امام ہمام حجۃ الاسلام امام محمد الغزالیؒ

Marfat.com

اردو ترجمہ کتاب

قسطاس المستقیم

بعدہ بندہ مصطفیٰ بن سید محمد القبانی الدمشقی مرحوم ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ دمشق کے شاہی کتب خانہ کی کتابوں کو غور سے مطالعہ کرتے وقت (اللہ تعالیٰ اس کتاب خانے کو ہمیشہ رکھ کر لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچائے اور اس کے وقف کنندہ اور امداد کنندوں سے بحسن سلوک پیش آئے) ''قسطاس المستقیم'' نام ایک کتاب دیکھی۔ جو حجۃ الاسلام امام ابی حامد الغزالی (اللہ تعالیٰ ان کی روح پر رحم کرے اور ان کے مرقد کو منور کرے) کی تصنیف لطیف ہے۔ اور جس کی تصنیف سے مصنف مرحوم کی غرض یہ تھی کہ حقیقت معرفت معلوم ہو جائے اس کتاب کا باعث تصنیف وہ مناظرہ ہے جو مصنف اور ایک باطنی شیعہ کے مابین ہوا۔ جس میں اس کے عقیدہ کی کجی کو درست کیا اور اس کی عقل اور استعداد کے مطابق گفتگو کر کے اسے جتلا دیا کہ تمہارے برابر وہ نتائج غلط ہیں دلیل اور نقل نے مناظرہ کر کے عجائبات اسے دکھا کر گمراہی سے نکال کر سیدھی راہ پر لے آئے اور اسے مختلف ترازوؤں کی کنہ سمجھا دی تاکہ قسطاس المستقیم سے وزن کر سکے۔

چونکہ مصنف علیہ الرحمۃ مصدقہ حجت تھے جس کے بارے میں کوئی سے دو محقق بھی مختلف الرائے نہیں اور یہ موضوع یعنی معرفت کا ادراک ہر زمانہ اور ہر مقام پر پسندیدہ اور مرغوب ہے بلکہ انسان کے لئے اس کا دریافت کرنا واجب ہے اس لئے میں نے اس کتاب کو بغرض ثواب مشتہر کرنا چاہا اس لئے ان کا اس طرح ضائع ہو جانا اچھا نہیں لیکن اس کی اشاعت میں یہ دقت پیش آئی کہ اس کتاب کے شروع کے چند ورق بوسیدہ اور پھٹے ہوئے تھے۔ جن کی تکمیل کے لئے بھتیرے کتب خانے چھان مارے لیکن صرف ایک نسخہ برلن میں اور دو اس

Marfat.com

کریاں میں ہاتھ آئے لیکن ان سے تصحیح کرنا میری قدرت سے باہر تھا پھر خاص خاص اشخاص کے کتب خانوں میں اس کی تلاش کرنے لگا۔اثنائے تلاش میں میری نظر سے اس کا کوئی نسخہ نہ گزرا لیکن میرے ایک دوست نے کہا کہ اس کا ایک نسخہ استاد سلیم آفندی بخاری کے پاس ہے جو دمشق کے جید العلم اور جامع فضائل ہیں۔میں نے کہا میری مراد پوری ہوئی اور گھر میں ہی گوہر مقصود ہاتھ آیا۔اس مطلب کے لئے اپنے ایک شریف طالبعلم رشتہ دار کو اس نسخہ کی نقل کے لئے کہا۔جب وہ نقل کرکے لے آیا تو میں نے دونوں نسخوں کا مقابلہ کیا اور ایک کامل نسخہ تیار کیا اور اس کے شروع میں مصنف مرحوم کے کچھ حالات بھی قلم بند کیے اور اس میں ضروری باتیں بھی درج کیں۔اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ یہ مفید کتاب مکمل ہوگئی جس میں طرح طرح کی خوبیاں ہیں توفیق اور بھروسہ محض اللہ تعالیٰ پر ہے۔اور وہی کافی اور عمدہ وکیل ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ کی مختصر سوانح عمری

آپ کا اسم مبارک محمد ہے اور محمد بن محمد بن احمد الطوسی کے فرزند ارجمند ہیں آپ کی کنیت ابو حامد غزالی اور لقب حجۃ الاسلام اور محجۃ الدین ہے جس دین کے ذریعہ دارالسلام میں داخل ہو سکتے ہیں آپ کی ذات بابرکات تمام علوم کے اسباب کی جامع اور معقول و منقول پر حاوی تھی۔آپ ۴۵۰ھ میں طوس میں پیدا ہوئے لڑکپن میں تھوڑا سا علم فقہ اسی شہر میں علی احمد بن محمد رازگانی سے پڑھا پھر جرجان چلے گئے اور امام ابی نصر اسماعیل سے تعلیم حاصل کرکے طوس میں آئے اور یہاں تین سال رہ کر آموختہ کو حفظ کیا پھر نیشاپور جاکر امام الحرمین کی خدمت میں رہنے لگے یہاں حد درجے کی کوشش کی حتیٰ کہ آپ مذہب خلاف جدل اصول اور منطق میں ماہر ہوگئے اور حکمت اور فلسفہ کی کتابیں پڑھ کر ان کے مسایل کو بخوبی ذہن نشین کر لیا پھر ان علوم کی کتابوں کے مصنفوں کی غلطیاں دور کرنے کے درپے ہوئے چنانچہ ان علوم کے ہر فن پر کتابیں لکھیں آپ اعلیٰ درجہ کے ذکی تیز نظر عجیب فطرت تیز فہم قوی حافظہ اور غور و خوض کرنے والے تھے دقیق معنوں پر غور کرنا آپ ہی کا حصہ ہے جب ۴۷۸ھ میں امام الحرمین کا انتقال ہو گیا تو آپ چھاؤنی میں وزیر جنگ کے پاس چلے گئے جس کی مجلس علماء کا مجمع اور جائے پناہ تھی وزیر نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور استقبال کیا وزیر کے ہاں جید علماء کا مجمع تھا جب کئی بار ان میں مناظرہ مباحثہ اور مجادلہ ہوا اور ان سب پر آپ کا سرمایہ علمی لیاقت اور ذہانت ظاہر ہوگئی

Marfat.com

تو آپ کی فضیلت کا سب نے اقرار کیا اور آپ ہی کا تذکرہ ہر وقت ہونے لگا جب کافی شہرت ہوگئی اور وزیر کو آپ کی فضیلت کی تحقیق ہوگئی تو بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں تعلیم و تدریس کا کام آپ کے سپرد ہوا چنانچہ آپ نے جمادی الاولیٰ ۴۸۴ھ کو یہ کام شروع کیا اہل عراق آپ کی لیاقت دیکھ کر دنگ رہ گئے آپ کی قدر و منزلت لوگوں کی نگاہوں میں اس قدر ہوئی کہ امراء اور اکابر تو درکنار بادشاہوں سے بھی بڑھ گئی جب آپ کے شاگردوں اور مستفیدوں کا گروہ بکثرت ہوگیا تو آپ یہ کام چھوڑ کر ۴۸۹ھ میں حج کو روانہ ہوئے اور اپنی جگہ اپنے بھائی کو تدریس کے کام پر لگایا جب ۴۸۹ھ میں دمشق واپس آئے تو فقر وزہد میں چند ہفتے گزار کر بیت المقدس چلے گئے اور مدت تک وہاں رہے پھر جب دمشق آئے تو یہاں پورے دس سال جامع مسجد کے مغربی مینار میں رہے اور یہیں پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں کہتے ہیں کہ احیاء العلوم بھی یہیں پر تصنیف کی ہے لیکن آپ کی اس لیاقت اور فضیلت کا کسی کو علم تک نہ ہوا جب انھیں آپ کی فضیلت کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے علماء دمشق کی مجلس منعقد کرنے کا ارادہ کیا جس میں علمائے دمشق نے آپ کو بھی بلایا۔ آپ نے فرمایا کل آؤں گا لیکن راتوں رات مصر کی طرف روانہ ہوگئے اور اسکندریہ میں کچھ مدت رہنے کے بعد عرب اور اندلس کے بادشاہ سلطان یوسف بن تاشقین کے پاس جانا چاہا یہ پانسو ۵۰۰ ہجری کا واقعہ ہے جب اس کی وفات کی خبر سنی تو شہروں میں پھرتے پھراتے نیشاپور آئے یہاں ناظمیہ مدرسہ میں کچھ عرصہ پڑھانے کا کام کیا پھر شہر طوس میں آکر اپنے گھر کے پاس فقیہوں کے لئے مدرسہ اور صوفیوں کے لئے خانقاہ بنوائی اور اپنا تمام وقت کارِ خیر مثلاً قرآن شریف کا ختم صحیح بخاری مسلم کا مطالعہ تالیف کتب طلباء کی تعلیم، دائمی نماز، روزہ، اور تمام عبادات وغیرہ کے لئے وقف کر دیا جب آپ کی رحلت کا وقت قریب آپہنچا تو آپ کے ایک اصحابی نے وصیت کے لئے عرض کیا تو فرمایا اخلاص کا پابند رہنا پھر وضو کر کے صبح کی نماز ادا کی اور فرمایا میرے لئے کفن درکار ہے چنانچہ کفن لیکر اسے چوس کر آنکھوں پر رکھ کر فرمایا "سن لیا اور مان لیا میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا" پھر پاؤں پھیلائے اور روقبلہ ہو کر صبح سے پہلے فوت ہو گئے۔

انا لله وانا اليه راجعون۔

آپ کی وفات شہر طوس میں بروز اتوار بتاریخ ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ کو ہوئی (خراسان کے دو شہر طوس کہلاتے ہیں جن میں سے ایک کا نام طابران اور دوسرے کا توقان ہے) آپ کا مقبرہ شہر طابران میں ہے آپ کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

سقی فی الحب عافیتی
ووجودی فی الھوا عدمی

محبت میں میرا بیمار ہونا بمنزلہ میرے آرام کے ہے اور عشق میں میرا وجود بمنزلہ میرے عدم کے ہے۔

وعذاب یرتضون بہ
فی فمی احلامن النغم

جو عذاب مجھے دیا جا رہا ہے وہ میرے منہ میں سردو سے بھی میٹھا ہے۔

ما الضرفی محبتکم
عندنا واللہ من الم

بخدا تمہاری محبت میں کسی رنج والم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

ابوالمظفر بیوردی نے آپ کے مرثیہ میں حسب ذیل اشعار کہے ہیں:۔

بکی علی حجۃ الاسلام حین ثو ی
من کل حی عظیم القدر اشرفه

جب حجۃ الاسلام دفن ہو چکے تو ان پر تمام شریف اور عظیم القدر ذی روح روئے۔

فمالمن تمتري فی اللہ عبرته
علی ابی حامد لاج یعنفه
مضی واعظم مفقود فجعت به
من لا نظیر له فی الناس یخلفه

حجۃ الاسلام کے فوت ہونا ایک نہایت بڑی چیز کا گم ہونا ہے کیونکہ اس کے بعد انسانوں میں اس کی نظیر موجود نہیں اس مفقودگی سے دل سخت بے قرار ہیں۔

Marfat.com

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی حسب ذیل تصانیف ہیں

الوسیط ،البسیط ،الوجیز ،الخلاصۃ ، احیاء علوم الدین۔الاربعین ،شرح الاسماء الحسنی ،المستصفی فی اصول الفقہ ،المخول فی اصول الفقہ ، ہدایۃ الہدایۃ ،الماخذ فی الخلافیات ،تحصن الماخذ ،کیمیائے سعادت فارسی (اس کا عربی نسخہ برلن کے کتب خانہ میں ہے)المنقذ فی الضلال ،البنان المنتحل فی الجدل ،شفاء العلیل فی مسالک التعلیل ،الاقتصاد فی الاعتقاد ،معیار النظر ،محک النظر ،بیان القولین ، الشافعی ،مشکوۃ الانوار ،المستظہری فی الرد علی الباطنیۃ ،تہافتہ الفلاسفہ ،القاصد فی بیان اعتقاد الاوائل وہو اعتقاد الفلاسفہ ،الجام العوام (عن الخوض) فی علم الکلام ،الغایۃ القصوی ،جواہر القرآن بیان فصائح الاباحیۃ ،غور الدور ،فی المسئلۃ السریحیۃ ،وہو المختصر الاخیر رجع فیہ عن مصنفہ الاول المسمی بغایۃ الدور فی درایۃ الدور کشف علوم الآخرۃ ، العقیدۃ القدسیۃ ،الفتوی میزان العمل ،مواہم الباطنیۃ فی الرد علیہم ایضاً ،حقیقۃ الروح ،اسرار معاملات الدین عقیدت المصباح ،المنہج الاعلی ، اخلاق الابرار والنجاۃ من الاشرار المعراج ، حجۃ الحق ،تنبیہ الغافلین ،المکنون فی الاصول ،رسالۃ الاقطاب ،مسلم السلاطین ،القانون الکلی (فی التاویل)القربۃ الی اللہ ،معیار العلم ،مفصل ،الخلاف فی اصول القیاس ،اسرار اتباع السنۃ تلبیس ابلیس ،المبادی ،الاجوبۃ المسکتۃ (عن الاسئلۃ المبہتۃ) عجائب صنع اللہ ،رسالۃ الطیر (فی رد علی من طعن) ،قاضی القضاۃ تاج الدین السبکی کی کتاب الطبقات الکبریٰ والوسطیٰ کا اختصار معہ محی الدین الجزامی۔طبقات الشافعیہ پر تقریظ ،تاریخ دفیات الاعیان ،تاریخ ابن الوردی۔

Marfat.com

مندرجہ بالا صرف وہ کتابیں ہیں جن سے لوگ عام طور پر واقف ہیں ان کے علاوہ اور کتابیں بھی ہیں جن کی واقفیت عام لوگوں کو نہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

فضائل القرآن، البدور فی اخبار البعث والنشور، الامتثال لمشیۃ اللہ تعالی والعصیان لہا، کشف الاسرار فی سر الاسرار، شرح الارشاد النفخ والتسویۃ الحقائق فی الذر الفائق، حل الرموز، فاتحۃ العلوم، الرد الجمیل علی صریح الانجیل، شفاء الغلیل فیما قع التوراۃ والانجیل، جامع الحقائق بتجرید العلائق، القسطاس المستقیم، (موجودہ کتاب) سر العالمین۔ کشف ما فی الدارین، قانون الرسول، المنازل السائرۃ، یواقیت العلوم، الاشارۃ المعنویۃ، الاسرار الحروفیۃ، کتاب الحکمۃ، التبر المسبوک فی نصائح الملوک، مدخل السلوک الی منازل الملوک، مقامات العلماء بین یدی الخلفاء والامراء۔ الکشف والتبیین فی غرور الخلق اجمعین، الانیس فی الوحدۃ، الحکمۃ فی مخلوقات فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ، مغالیط المغرورین، الانتصار علی الامام الزناتی الاملاء علی مشکل الاحیاء المعارف العقلیۃ والحکمۃ الالہیۃ۔ مقاصد الفلاسفہ، مکاشفۃ القلوب المقربۃ الی اعلام الغیوب، التجرید فی التوحید، معارج السالکین، کنز القوم والسر المکتوم، مذاہب اہل السلف کلمات تقریر علی المقامات (فارسی) الاجوبۃ الغزالیۃ فی المسائل الاخرویۃ، مفصل الخلاف الدرج المرقوم فی الجدوال (اس کا ذکر منقذ میں بھی ہے) ایہا الولد، منہاج العابدین، الزہد الفاتح، المواعظ فی الاحادیث القدسیہ، رسائل فی فتوح القرآن، رسالۃ الفہا الی ابی الفتح احمد الدمیمی، تفسیر الایۃ التاسعہ والعشرین من سورۂ یونس علیہ السلام، رسالۃ فی معرفۃ اللہ تعالی نور الشمعۃ فی بیان ظہر الجمعۃ المضنون بن عن غیر اہلہ (جو مصنف کے ساتھ ہی دفن کیا گیا) رسالۃ فی العبادات، رسالۃ فی بیان العلم اللدنی، رسالۃ فی حقایق العلوم لاہل الفہوم رسالۃ الطیر، مقالۃ الفوز (علم کیمیا میں الخاتم (طلسمات) الغایۃ والنہایۃ (یہ مجموعہ قصاید ہے جو رسول علیہ السلام کی تعریف میں ہیں)۔

مذکورہ بالا تصنیفات مختلف ممالک کے مختلف کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں جو شخص ان کی تفصیل معلوم کرنی چاہے اسے بروکلمن کی تاریخ آداب اللغۃ العربیہ لقوستنقلد کی مدارس العرب اور کوشن صاحب کی، حیاۃ الغزالی ومولفاۃ مطالعہ کرنی چاہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلے میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں بعدازاں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ بعدہ' عرض پرداز ہوں کہ بھائیو! کیا تم میں سے کوئی میری اس رام کہانی کو سنے گا جو میرے اور میرے ایک اہل تعلیم ہمراہی کے مابین گزری۔ اس رفیق نے سوال وجدال سے مجھے تنگ کر مارا اور عمدہ عمدہ دلائل پیش کیں۔ جو گفتگو ہم میں ہوئی اسے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

رفیق : میں تمہیں کمال معرفت کا مدعی دیکھتا ہوں۔ کس ترازو سے معرفت کی حقیقت کا وزن کرتے ہو؟ آیا رائے اور قیاس کے ترازو سے یا نہایت مشتبہ اور خلاف ہے اور اس سے لوگوں میں جھگڑا ہوتا ہے یا تعلیم کے ترازو سے بہرحال تمہارے لئے کسی امام معصوم کا اتباع لازم ہے لیکن امام معصوم کی طلب تم میں پائی نہیں جاتی۔

مصنف : رائے اور قیاس کے ترازو کی نسبت میری یہ رائے ہے کہ یہ شیطانی ترازو ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بچائے میرے اصحاب میں سے جو شخص اس کو میزان معرفت خیال کرے میں اللہ تعالیٰ سے التجا کروں گا کہ ایسے شخص کے شر سے دین کو محفوظ رکھے کیونکہ ایسا شخص دین کے لیے جاہل دوست ہے جو عاقل دشمن سے بدتر ہوتا ہے اگر کسی کو اہل تعلیم کے

Marfat.com

مذہب کی سعادت نصیب ہو تو اسے پہلے طریق جدال قرآن کریم سے سیکھنا چاہیے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن'' اے محمد ﷺ! لوگوں کو اپنے پروردگار کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحتوں کے ذریعہ لا اور نیک طریقہ سے ان سے مجادلہ کر۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت سے بلائے جاتے ہیں اور جو وعظ اور نصیحت کے ذریعہ بلائے جاتے ہیں وہ اور ہیں۔ اور جو بذریعہ مجادلہ بلائے جاتے ہیں وہ اور ہیں۔ پس اگر اہل نصیحت کو حکمت سکھائی جائے۔ تو ایسی ہی مضر پڑتی ہے جیسے شیر خوار بچے کو پرندوں کا گوشت، اگر اہل حکمت سے مجادلہ کا استعمال کیا جائے تو وہ اس سے ایسی ہی نفرت کریں گے جیسے طاقتور آدمی انسان کا دودھ پینے سے اگر اہل جدال سے عمدہ طور سے جیسا کہ قرآن شریف سکھلاتا ہے مجادلہ نہ کیا جائے تو ایسا ہی ہے جیسے بدوی کو گیہوں کی روٹی بدوی کھجور چھوڑ کسی چیز کی رغبت نہیں کرتا اور شہری چھوہارے کو پسند نہیں کرتا۔ صرف گیہوں کو پسند کرتا ہے کاش میرے اس صحابی کو وہ عمدہ طریقہ و تسلی معلوم ہوتی۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قصہ میں یوں ہوا ہے کہ جب آنحضرت نے اپنے دشمن نمرود سے مجادلہ کیا اور نمرود نے پوچھا تیرا پروردگار کون ہے تو جناب نے فرمایا ''ربی الذی یحی ویمیت'' میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے لیکن جب دیکھا کہ یہ دلیل اس کے مناسب نہیں کیونکہ نمرود نے دو شخص بلا کر ایک کو قتل اور دوسرے کو رہا کر کے کہا۔ کہ دیکھو میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں اس واسطے جھٹ پہلو بدل اس کی سمجھ اور طبیعت کے موافق یہ فرمایا ''ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر'' اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تجھ سے ہو سکتا ہے۔ تو مغرب سے نکال۔ یہ سن کر نمرود حیران رہ گیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بہت جھگڑا نہ کیا بلکہ اسے جتا دیا کہ مردے کو زندہ کرنے کا مطلب سمجھنے میں تو نے غلطی کھائی ہے کیونکہ اس کا خیال تھا کہ قتل کر دینا مار دینا ہے اس مجادلہ و مناظرہ کی تحقیق نمرود کی طبیعت کے موافق اور اس کے عقیدہ قلبی کی حد کے مناسب نہ تھی لیکن آنحضرت کا ارادہ نمرود کے مارنے کا نہ تھا بلکہ زندہ کرنے کا تھا موافق غذا کھانا زندہ کرتا ہے اور سخت جھگڑا کرنا جو اس کے ناموافق ہو فنا کرتا ہے یہ وہ دقائق ہیں جو سوائے تعلیم کے نور کے معلوم نہیں کر سکتے جو عالم

Marfat.com

نبوت کے اشراق سے روشن ہے۔ اس واسطے اہل فطانت اس سے محروم ہیں کیونکہ وہ مذہب تعلیم کے بھید سے محروم ہیں۔

رفیق:۔ جبکہ تم نے ان کی راہ کو دشوار گزار اور ان کی دلیل کو بودا کہا ہے تو پھر بتاؤ اپنی معرفت کو کس چیز سے وزن کرتے ہو؟

مصنف:۔ میں اسے قسطاس المستقیم (نہایت ہی ٹھیک اور صحیح ترازو) سے وزن کرتا ہوں جس کا حق و باطل اور استقامت و میلان مجھ پر ظاہر ہے اور یہ بات جناب سرور کائنات ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے قرآن شریف سے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا معلوم ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے "وزنوا بالقسطاس المستقیم۔" صحیح اور درست ترازو سے جانچو۔

رفیق:۔ قسطاس المستقیم کونسی ہے؟

مصنف:۔ وہ پانچ ترازو ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو ان سے وزن کرنا سکھایا ہے۔ سو جس نے جناب حضور ﷺ سے وزن کرنا سیکھا ہے اور میزان الٰہی سے وزن کیا اس نے ہدایت پائی جو ان سے گمراہ ہو کر رائے اور قیاس کی طرف دوڑا وہ گمراہ اور مردود ہو گیا۔

رفیق:۔ قرآن شریف میں ترازوؤں کا کہاں ذکر ہے؟ یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔

مصنف:۔ کیا تو نے وہ قول الٰہی نہیں سنا جو سورہ رحمٰن میں فرمایا ہے" وھو ھذا الرحمن علم القرآن ، خلق الانسان علم البیان ......وضع المیزان ،ان لا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان "اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے جس نے قرآن شریف سکھایا ۔انسان کو پیدا کیا اور پھر اسے بیان سکھایا...............ترازو وضع کیا ۔تاکہ تم ترازو کے استعمال میں کمی بیشی نہ کرو اور وزن ٹھیک ٹھیک کرو۔ اور کم نہ تولو' کیا تم نے سورہ حدید کی یہ آیت نہیں سنی "لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط "ہم نے اپنے رسولوں کو ظاہرہ نشانیاں دے کر بھیجا ہے اور کتاب اور میزان ان پر اتارے ہیں تاکہ لوگ عدل و انصاف کریں" کیا تمہارا خیال ہے کہ جس ترازو کا ذکر کتاب کے ساتھ ہوا ہے وہ سونا چاندی یا جو اور گیہوں تولنے والا ترازو ہے یا کیا

Marfat.com

تمہارا وہم ہے۔ کہ اس آیت میں ''والسماء رفعھا ووضع المیزان'' میں جس ترازو کا ذکر ہے وہ کانٹا اور ایک پلڑے والا ترازو ہے۔ ایسا خیال راستی سے بہت گرا ہوا اور یہ وہم محض بہتان ہے اللہ تعالی سے ڈرو تاویل میں ہٹ دھرمی سے کام نہ لو یقین مانو یہ ترازو اللہ تعالی کی شناخت ہے اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور ملکوت کا ترازو ہے تاکہ تم اس سے وزن کرنے کی ترکیب اس کے انبیاء سے سیکھو جس طرح کہ انھوں نے اس کے فرشتوں سے سیکھی ہے پس اللہ تعالی معلم اول ہے۔ اور جبرائیل دوم اور جناب سرور کائنات ﷺ سوم تمام خلقت رسولوں سے معرفت الٰہی کی راہ سیکھتی ہے کیونکہ ان کے بغیر اور کوئی طریقہ نہیں۔

رفیق :۔ تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ یہ ترازو درست یا غلط ہے؟ آیا عقل اور نظر سے معلوم کیا؟ اگر ایسا کیا تو عقل مختلف ہوا کرتی ہیں۔ یا امام معصوم صادق سے جو جہاں میں حق پر قائم ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر میرا مذہب ہے جس کی طرف میں تجھے بلاتا ہوں۔

مصنف :۔ اسے بھی میں نے تعلیم کے ذریعہ معلوم کیا ہے لیکن اس معاملہ میں میرے امام جناب محمد مصطفی بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ ہیں۔ اگرچہ میں نے آنحضرت ﷺ کی زیارت تو نہیں کی لیکن میں نے آپ کی تعلیم کو سنا جو بذریعہ تواتر مجھ تک پہنچی اور اس تعلیم میں مجھے کسی قسم کا شک وشبہ نہیں آنحضرت کی تعلیم قرآن مجید ہے۔ اور قرآن شریف میں ذکر کردہ ترازوؤں کی سچائی بھی نفس قرآن کے معلوم ہوتی ہے۔

رفیق :۔ اپنی دلیل بیان کرو اور قرآن شریف سے ذکر کردہ ترازوؤں کو بیان کرو اور بتاؤ کہ نفس قرآن سے ان کو سچائی اور درستی کیونکر معلوم کی؟

مصنف :۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ سونا چاندی تولنے والے ترازو کی صحت وسقم کیونکر معلوم کرتے ہو ایسا معلوم کرنا تمہارے ذہن میں فرض ہے۔ اس واسطے کہ اگر تم نے کسی کا قرض دینا ہو تو پورا پورا ادا کرو اور اگر تم نے کسی سے لینا ہو تو بلا زیادتی پورا پورا لو جب تم مسلمانوں کے بازار میں جاکر ترازو لیکر لین دین کرنا چاہو تو کس طرح معلوم کر سکتے ہو کہ کم و بیش نہ لیا جاوے۔؟

رفیق :۔ مسلمانوں پر نیک ظن رکھنا چاہیے وہ لوگ جب تک ترازو کو درست نہیں کر لیتے لین دین نہیں کرتے اگر بالفرض مجھے ترازو کی صحت میں شک ہو تو میں اسے پکڑا اٹھا کر اس کے پلڑوں اور زبانہ کی طرف دیکھتا ہوں اگر ڈنڈی بالکل متوازی الافق ہو اور کوئی پلڑا جھکا ہوا نہ ہو اور بالکل مقابل ہوں تو سمجھ لیتا ہوں کہ ترازو ٹھیک ہے۔

Marfat.com

مصنف:۔ فرض کرو سوئی بھی سیدھی عموداً ہے اور پلڑے بھی مقابل ہیں اور ڈنڈی بھی متوازی الافق ہے پھر تم کیونکر معلوم کرتے ہو کہ ترازو صحیح ہے۔

رفیق:۔ یہ میں بذریعہ اس ضروری علم کے معلوم کرتا ہوں جو مجھے دو مقدموں سے حاصل ہوا ہے ان مقدموں میں سے ایک تجربی ہے اور دوسرا حسی تجربی یہ کہ مجھے بذریعہ تجربہ معلوم ہوا ہے کہ بھاری چیز نیچے کی طرف مائل ہوتی ہے اور جو زیادہ بھاری ہوگا وہ زیادہ جھکے گا۔ پس اگر ایک پلڑا زیادہ بھاری ہوگا تو وہ نیچے کی طرف جھک جائیگا یہ مقدمہ کلیہ تجربہ ضرورتاً مجھے حاصل ہوا ہے دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ یہ ترازو آنکھ نے دیکھ کر معلوم ہوا کہ اس کا کوئی پلڑا جھکا ہوا نہیں بلکہ ڈنڈی متوازی الافق ہے یہ مقدمہ حسیہ ہے جسے میں نے آنکھ سے مشاہدہ کیا سو مجھے نہ پہلے مقدمہ میں شک ہے نہ دوسرے میں ان دونوں مقدموں سے ایک ضروری نتیجہ میرے دل میں پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ترازو درست ہے اگر کوئی پلڑا بھاری ہوتا تو ضرور وہ جھکا ہوا ہوتا اور اب محسوس ہوتا ہے کہ جھکا ہوا نہیں پس معلوم ہوا کہ وہ بھاری نہیں۔

مصنف:۔ یہ تو عقلی قیاس اور رائے ہے۔

رفیق:۔ افسوس! یہ ضروری علم یقینی مقدمات سے حاصل ہوا ہے جن کا یقین تجربہ اور حس سے ہوا ہے پھر اسے رائے اور قیاس کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ رائے اور قیاس تو ظنی اور وہمی ہوتا ہے یہ یقین کیونکر رد کر سکتے ہیں اور میں ایسا کرنے میں یقین کو رد کرنا محسوس کرتا ہوں

مصنف:۔ اگر دلیل نے تمہیں ترازو کی صحت معلوم ہو جائے تو پھر تم بٹا وغیرہ کی صحت کا اندازہ کیونکر کرو گے؟ ممکن ہے وہ صحیح بٹا سے کم و بیش ہوں۔

رفیق:۔ اگر مجھے صحیح بٹا میں شک پڑ جائے تو میں انھیں اس بٹا سے اندازہ کروں گا جو معیار مانے گئے ہیں اگر وہ ان کے مساوی ہونگے تو جان لوں گا کہ صحیح ہیں اور ان سے جن چیزوں کا وزن کیا جائے گا وہ بھی درست اور پورا ہوگا کیونکہ یہ ایک مسلمہ اور بدیہی امر ہے کہ جو چیزیں ایک چیز کے مساوی ہوں وہ باہم مساوی ہوتی ہیں۔

مصنف:۔ کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اصل میں پہلے کس شخص نے ترازو کو وضع کیا اور یہ کہ اس سے وزن کرنا کس نے معلوم کیا؟

رفیق:۔ نہیں مجھے معلوم نہیں مجھے اس کی ضرورت کیوں ہوئی جبکہ ترازو کی صحت مجھے معلوم کرنا آتی ہے جو میں مشاہدہ سے کر سکتا ہوں۔ اسی طرح ترازو کو وضع کرنے والے کی مراد یہ تھی کہ ترازو کی صحت اور اس سے وزن کرنا آ جائے سو مجھے معلوم ہے جیسا کہ میں

Marfat.com

ظاہر کر چکا ہوں اور میں اسے پہچان گیا ہوں اب مجھے یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت نہیں کہ ترازو کا وضع کنندہ کون تھا۔ کیونکہ ہر دفعہ ایسا کرنا محض طوالت ہے اور نہ ہی ہر وقت اس پر غالب آسکتے ہیں حالانکہ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔

مصنف:۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ تجھے ترازو کی واقفیت ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ لیکن میں اور بھی زیادہ واقفیت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میرے معلومات اس بارہ میں زیادہ ہیں۔ مجھے اس کا وضع کنندہ، معلم، استعمال کنندہ حضرت خلیل علیہ السلام، جناب سرور کائنات ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ واقعی وہ اسکے استعمال میں سچے اور ماہر ہیں کیا تو اس بات کو مان کر سچ جانتا ہے۔

رفیق:۔ آہ! کیونکر اسے سچ نہ مانوں۔ جبکہ تم نے اسے مجھ پر ظاہر کر دیا۔

مصنف:۔ اب میں تجھ میں عقل و دانائی کی خصلت بتاتا ہوں میری یہ سچی خواہش ہے کہ تیرے مذہب کی حقیقت تجھے سلجھا دوں اب میں تجھے قرآن مجید میں ذکر کردہ پانچ ترازو بتاتا ہوں۔ تاکہ تمہیں تمام اماموں سے لا یحتاج کر دوں اور صرف تم جناب سرور کائنات ﷺ کو اپنا امام مانے تمہارا رہنما قرآن شریف اور معیار مشاہدہ ہو واضح رہے کہ قرآن شریف میں جن ترازوں کا ذکر ہے اصل میں تین ہے۔ میزان التعاول، میزان التلازم، میزان التعاند، لیکن میزان التعاول کی تین قسمیں ہیں۔ اکبر، وسطی اور اصغر۔

موازین التعاول میں سے میزان اکبر کا بیان

رفیق:۔ موازین التعاول میں پہلے مجھے میزان اکبر سمجھاؤ۔ اور یہ جو مختلف ترازوں کے نام رکھے ہیں مثلاً تعاول، تلازم، تعاند، اکبر، اوسط اور اصغر۔ ان کی تشریح کرو۔ کیونکہ گو مجھے اس میں تو کلام نہیں کہ ان کی تحت میں دقیق معانی ضرور ہیں لیکن پھر بھی یہ القاب مجھے عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔

مصنف:۔ ان القاب کے معنی تو اس وقت تک نہیں سمجھ سکو گے جب تک میں ان کی تشریح نہ کروں گا اور تم ان کے معنی نہ سمجھو گے اس کے بعد ان کے حقائق تمہیں معلوم ہونگے۔ پہلے میں تمہیں بتاؤں گا کہ یہ ترازو صورت میں تو ظاہری ترازو سے نہیں ملتا۔ لیکن حقیقت میں دونوں ملتے جلتے ہیں کیونکہ وہ ترازو جس کا ذکر میں کرنے کو ہوں روحانی ہے۔ پس

Marfat.com

وہ جسمانی کے برابر کب ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان کا مساوی ہونا لازم آتا ہے جب کہ جسمانی ترازو بھی مختلف شکل و وضع کے ہوتے ہیں چنانچہ بعض ایک پلڑے والے اور بعض دو والے اور نہایت نازک۔ اصطرلاب حرکات فلکی کی پیمائش کا ترازو ہے۔ اور مسطر سطروں کا بعد ناپنے کا آلہ اور ازار شاقول دیواروں کی سیدھائی اور کجی معلوم کرنے کا ترازو اگرچہ ان کی صورتیں مختلف ہیں لیکن ایک بات میں مشترک ہیں۔ وہ یہ کہ ان میں کمی بیشی معلوم کی جاتی ہے بلکہ علم عروض شعر کا ترازو ہے جس سے شعروں کے وزن معلوم ہو سکتے ہیں اور سالم اور مزحاف میں تمیز ہو سکتی ہے۔ جسمانی ترازوں سے یہ زیادہ نازک ہے لیکن پھر بھی اجسام کے علائق سے بری نہیں کیونکہ یہ آوازوں کا ترازو ہے اور آواز جسم کے متعلق ہے سب سے نازک اور سخت ترازو قیامت کے دن کا ترازو ہے جس سے بندوں کے اعمال، عقائد اور معارف وزن کیے جائیں گے معرفت اور ایمان کا تعلق اجسام سے نہیں بلکہ روح سے ہے اور اسی واسطے ان کا ترازو بھی محض روحانی ہے اور قرآن شریف کے ترازو بھی روحانی معرفت کے لئے نہیں لیکن عالم شہادت میں غلاف سے ڈھپے ہوئے ہیں اس غلاف سے مراد ان کا اجسام سے تعلق ہوتا ہے اگر جسم نہ ہوتا تو اس جہان میں غیر کی تعریف ناممکن تھی صرف آواز سے ہو سکتی سو آواز جسمانی ہے یا لکھ کر اور وہ قوم ہیں جو کاغذ وغیرہ کسی جسمانی چیز پر لکھی جاتی ہیں یہ بمنزلہ غلاف کے ہیں جو اس کے عوارض ہیں لیکن فی نفسہ وہ محض روحانی ہے اسے اجسام سے کوئی علاقہ نہیں کیونکہ اس سے معرفت آلہی وزن کی جاتی ہے جو عالم اجسام سے خارج اور جہت و طرف کی نسبتوں سے پاک ہے اور اجسام کے نفس سے بدرجہا افضل ہے لیکن باوجود ان تمام باتوں کے پھر بھی اس میں عام ترازو کی طرح عمود اور پلڑے برابر موجود ہیں یہ سب کچھ میزان التعادل میں ہے لیکن میزان التلازم ایک پلڑے والے ترازو سے ملتی جلتی ہے کیونکہ اس کا بھی ایک ہی پلڑا ہے اس کی دوسری طرف گولا ہوتا ہے جس سے فرق مقادیر معلوم ہوتا ہے۔

رفیق: آخر اس رام کہانی کا مطلب؟ وعدہ ہی وعدہ ہے۔ وعدہ ایفائی کا نام نہیں۔

مصنف: جلدی مت کرو۔ صبر سے کام لو۔ قبل از مرگ کیوں واویلا کرتے ہو یہ کہو میرے پروردگار میرے علم کو زیادہ کر۔ جلدی کام شیطان کا اور آہستگی کام رحمٰن کا سنو! میزان اکبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ہے جسے آنحضرت نے نمرود کے معاملہ میں استعمال کیا اس معاملہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترازو ہے لیکن قرآن شریف کے وسیلہ سے

Marfat.com

اس کی مفصل کیفیت یوں ہے کہ جب نمرود نے خدائی دعویٰ کیا اور اسے یہ بات معلوم تھی کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے لیکن تو ان دونوں پر ہی قادر نہیں۔ نمرود نے اس کے جواب میں کہا کہ میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔ لیکن نمرود کی مراد زندہ کرنے اور مارنے سے نطفہ کو بچانا اور انسان کو قتل کرنا تھا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تاڑ گئے۔ کہ یہ مسئلہ یوں اس کی سمجھ میں آنے کا نہیں۔ جھٹ پہلو بدل کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سورج مشرق سے نکالتا ہے اگر تو واقعی قادر ہے تو مغرب سے نکال یہ سن کر نمرود جھوٹا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ ہمارے دلائل صحیح ہیں جو ہم نے ابراہیم کو دیے اس قول سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول میں حجت و برہان ہے جب آنحضرت کے ترازو کو دیکھا اور اس کے وزن کی کیفیت پر غور کیا تو جس طرح تم نے سونا چاندی تولنے والے ترازو میں دو پلڑے دیکھے اسی طرح میں نے اس حجت میں دو اصول دیکھے۔ جن کے ملنے سے نتیجہ یعنی معرفت نکلا جو قرآن شریف میں بہ سبب ایجاز حذف کیا گیا ہے اس میزان کی پوری شکل وصورت یوں ہے جو شخص سورج کے طلوع کرنے پر قادر ہے۔ وہ معبود حقیقی ہے۔ یہ ایک اصل ہے میرا معبود طلوع کرنے پر قادر ہے۔ یہ دوسرا اصل ہے ان دونوں کے ملنے سے یہ ضروری نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اے نمرود! میرا معبود تو نہیں بلکہ اور ہے۔ اب یہ دیکھو کہ کیا یہ ممکن ہے کہ دونوں اصولوں کا اعتراف کرے اور نتیجہ پر شک کرے یا ان دونوں اصولوں پر شک کرے یہ ممکن نہیں کیونکہ ہمارا یہ قول کہ معبود سورج کے طلوع کرنے پر قادر ہے۔ بالکل ٹھیک ہے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیونکہ ان کے نزدیک معبود وہ ہے جو ہر شے پر قادر ہو اور سورج کا نکلنا بھی ایک شے ہے یہ اصل وضع واتفاق سے معلوم ہے۔ ہمارا دوسرا قول جو سورج نکالنے پر قادر ہے وہ تیرے علاوہ اور معبود ہے۔ یہ مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے کیونکہ نمرود اور ہر ذی روح کی عاجزی سورج کے متحرک کرنے کے بارے میں ایک حسی امر ہے معبود سے مراد وہ ذات ہے جو سورج کو حرکت دیتی ہے اور اسے نکالتی ہے پس ہمارے دونوں قولوں سے جن میں سے ایک وضع سے معلوم اور متفق علیہ ہے اور دوسرا مشاہدہ سے معلوم ہوا یہ ضروری نتیجہ نکلتا ہے کہ نمرود حرکت دینے پر قادر نہیں ان دونوں اصولوں کی واقفیت کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نمرود معبود نہیں اور یہ کہ معبود حقیقی صرف ذات الٰہی ہے۔ اب تم غور کرو اور بتاؤ کہ کیا یہ اصول ان مقدمات تجربی اور حسی سے جن پر سونے چاندی کے ترازو کی بناء رکھی تھی زیادہ واضح ہیں یا نہیں؟

Marfat.com

رفیق :۔ یہ پہچان لازمی اور ضروری ہے اب میرے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ ان دونوں اصولوں پر شک کروں یا ان سے برآمدہ لازمی نتیجہ پر شبہ کروں۔ لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ یہ ترازو صرف ایسے ہی موقع پر اور ایسے ہی طریقہ پر جس طرح ابراہیم خلیل علیہ السلام نے استعمال کیا مفید ہوسکتا ہے۔ اور یہ نمرود کی خدائی کی تردید اور معبود حقیقی کی خدائی کی تائید میں مستعمل ہوسکتا ہے اس سے باقی کے مشکل معارف کا کیونکر اندازہ کرسکتا ہوں اور حق و باطل میں کیونکر تمیز کرسکتا ہوں۔

مصنف :۔ جو شخص ترازو سے سونا تول سکتا ہے۔ وہ اس ترازو سے چاندی اور جواہرات کا بھی وزن کرسکتا ہے کیونکہ وزن دار چیز کا وزن کرنا ہے۔ خواہ سونا ہو خواہ چاندی اسی طرح اس دلیل سے ہم پر نہ صرف اس کے مین کی شناخت ظاہر ہوتی ہے بلکہ بہت سے حقائق میں سے ایک حقیقت اور بہت سے معانی سے ایک معنی اب ہم غور کرتے ہیں کہ جب اس سے یہ نتیجہ لازمی طور پر نکلتا ہے اور ہم اس کی روح کو لیتے ہیں اور اس خاص مثال سے علیحدہ کرکے اسے جہاں چاہیں فائدہ اٹھاسکتے ہیں اور یہ لازم آتا ہے صفت کا حکم موصوف پر ضروری ہوتا ہے اس کا بیان یوں ہے کہ میرا پروردگار نکالنے والا ہے اور نکالنے والا معبود ہے پس ان سے لازم آتا ہے کہ میرا پروردگار معبود ہے۔ نکالنے والا پروردگار کی صفت ہے نکالنے والا ہونا معبود ہونے کی علامت ہے اس واسطے میرا پروردگار معبود ہے اسی طرح ہر ایک موقع پر مجھے شے کی صفت اور اس سے اس کی شناخت حاصل ہوسکتی ہے۔ جس سے موصوف کی شناخت بآسانی ہوسکتی ہے۔

رفیق :۔ اس کا سمجھنا میری سمجھ کے لیے مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اگر بالفرض مجھے اس میں شک پڑجائے تو پھر میں اس شک کو کیونکر رفع کروں۔

مصنف :۔ اس کا مقررہ معیار سے مقابلہ کرو۔ جیسا کہ سونا چاندی تولنے والے ترازو کی صورت میں کرتے ہو۔

رفیق :۔ میں کہاں سے مقررہ معیار لوں۔ اور اس فن میں مقررہ بٹا کونسا ہے؟

مصنف :۔ اس میں مقررہ بٹا وہ ضروری یقینیات ہیں۔ جو یا حسی ہیں یا تجربی یا عقلی سو یقینیات میں دیکھو کیا تم خیال کرتے ہو کہ صفت سے موصوف مدلول نہیں ہوسکتا ہے مثلاً جب تمہارے سامنے سے ایک پھولے ہوئے پیٹ والا حیوان (خچر) گذرے اور پاس سے ایک شخص کہدے کہ یہ خچر حاملہ ہے، تو کیا تم اسے یہ نہیں کہو گے کہ خچر بانجھ ہوا کرتی ہے۔ یہ بچہ نہیں

Marfat.com

جنتی۔ تو وہ کہے گا کہ یہ تو ٹھیک ہے کیونکہ مجھے اس بات کا تجربہ ہے۔ کہ خچر بچہ نہیں جنتی پھر تم اس سے پوچھ سکتے ہو کہ کیا یہ خچر نہیں۔ وہ کہے گا ہاں یہ خچر ہے۔ کیونکہ اس کے خچر ہونے کا علم مجھے بذریعہ حس حاصل ہے پھر تم پوچھ سکتے ہو کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ حاملہ نہیں۔ تو وہ بالضرور کہے گا کہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔ جب کہ دو اصول معلوم ہیں جن میں سے ایک حس دوسرا تجربی ہے۔ پھر خچر کا بانجھ ہونا ان سے بطور ایک ضروری نتیجہ نکلتا ہے جس طرح کہ ترازو کے بارے میں اس کی صحت کا اندازہ ایک تجربی یعنی بھاری چیز جھک جاتی ہے۔ اور حسی یہ کہ کوئی پلڑہ ایک دوسرے سے بھاری نہیں۔

رفیق :۔ اب میں واضح طور پر سمجھ گیا ہوں لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ صفت کے حکم سے موصوف کا حکم لازم آتا ہے۔

مصنف :۔ ذرا سوچو۔ تمہارا یہ قول کہ یہ خچر ہے وصف ہے اور صفت خچر ہے اور تمہارا یہ قول تمام خچر بانجھ میں حکم ہے اس خچر پر جس کی صفت بانجھ ہونا ہے پس خچر سے موصوف ہونے سے اس کا بانجھ ہونا لازم آتا ہے اسی طرح اور مثال لو۔ تمام حیوان صاحب حس ہیں۔ کیڑے بھی حیوان ہیں جب ان دو باتوں میں تمہیں کسی قسم کا شبہ نہیں تو ان سے جو نتیجہ نکلتا ہے کہ کیڑے بھی صاحب حس ہیں اس میں کیونکر شبہ ہو سکتا ہے۔ اس (قیاس اقترانی) کا طریق یوں ہے تمام کیڑے حیوان ہیں تمام حیوان صاحب حس ہیں۔ پس تمام کیڑے صاحب حس ہیں کیونکہ تمہارا یہ قول کہ تمام کیڑے حیوان ہیں کیڑوں کی صفت ہے۔ اس واسطے کہ وہ حیوان ہیں اور حیوان ہونا ان کی صفت ہے جب حیوانات پر احساس کا حکم لگا چکے ہو خواہ وہ احساس جسمانی ہو یا غیر جسمانی تو اس میں کیڑے ضرور داخل ہیں اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔ہاں یہ شرط ضروری ہے کہ صفت موصوف کے مساوی ہو یا اس سے عام حتیٰ کہ حکم موصوف پر مشتمل ہو۔ ایک اور مثال سنو جس شخص نے اس نظر فقہی کو تسلیم کیا ہے کہ ہر قسم کی شراب نشی ہوتی ہے اور ہر ایک نشی شے حرام ہے پھر کوئی وجہ ہے کہ ہر قسم کی شراب کے حرام ہونے میں شک کرے۔ کیونکہ نشی ہونا شراب کی صفت ہے اور اس پر تحریم کا حکم ہے۔ جو شراب پئے گا اس میں موصوف بھی ضروری داخل ہو گا اسی طرح تمام نظریات کا حال ہے۔

رفیق :۔ اب میں سمجھ گیا ہوں۔ کہ یہ ضروری ہے کہ دو اصولوں کے مناسب طور سے ملانے سے ایک ضروری اور لازمی نتیجہ برآمد ہوتا ہے اور یہ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ کی :۔ ہاں صحیح اور آنحضرت کا ترازو درست ہے۔ نیز یہ بھی آپ نے سکھلا دیا کہ اس ترازو

Marfat.com

کی حد حقیقت، معیار کیا ہے۔ اب میری خواہش ہے کہ میں مشکل اور ظنی امور میں اس ترازو کا استعمال سیکھ جاؤں کیونکہ جو مثال آپ نے دی ہے یہ بنفسہ واضح ہے اس کو ترازو اور برہان کی ضرورت نہیں۔

مصنف:۔ افسوس! بعض مثالیں بنفسہٖ معلوم نہیں بلکہ وہ دو اصولوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ حیوان بانجھ ہے اس وقت تک معلوم نہیں ہوتا جب تک بذریعہ حس یہ نہ جانتا ہو کہ یہ خچر ہے۔ اور بذریعہ تجربہ اسے معلوم نہ ہو کہ خچر نہیں جنتی۔ ان دو باتوں میں سے پہلی بنفسہ واضح ہے لیکن اس کا دو اصولوں ماں اور باپ سے پیدا ہونا ضروری ہے۔ پس اس لحاظ سے یہ بھی بنفسہ واضح نہیں بلکہ بذریعہ غیر واضح ہے جس کے دونوں اصول واضح ہیں لیکن پھر بھی تجربہ اور مشاہدہ کے بعد اسی طرح شراب کا حرام ہونا بنفسہ واضح نہیں۔ بلکہ یہ بھی دو اصول کا نتیجہ ہے جس میں ایک یہ ہے شراب مُنشی ہے اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہوئی ہے دوسری یہ ہے، ہر منشی شے حرام ہے، اور یہ بات شارع ﷺ سے معلوم ہوئی ہے پس یہ ہے اس ترازو سے وزن کرنے کی کیفیت۔ اگر تم اس سے بھی زیادہ نازک مثال لینا چاہو تو بیشمار مل سکتی ہیں۔ ہم نے اس ترازو سے بے شمار غوامض کا وزن کیا ہے صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ انسان بنفسہ حادث نہیں کیونکہ اس کا سبب اور صانع ہے اور عالم ہے۔ اور وہ صانع عالم بھی ہے۔ میں کہتا ہوں ہر ایک جائز کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ عالم یا انسان کا اختصاص اسی قدر ہوتا ہے جس قدر وہ جائز ہو۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اس کا کوئی سبب ہے۔ اس نتیجہ پر کوئی شق نہیں کر سکتا جس نے کہ دونوں اصولوں کو تسلیم کر لیا ہے اور ان دونوں کو پہچان لیا ہے لیکن اگر دونوں اصولوں پر شک ہے تو وہ دونوں اصول الگ الگ کسی دو اصولوں کا نتیجہ ہیں۔ حتی کہ اس طرح کرتے کرتے یقینیات تک پہنچ جائیں گے جن میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ علوم خفی اوّلیہ علوم غامضہ جلیلہ کے اصول ہیں وہ بمنزلہ بیج ہیں۔ ان سے پھل وہی حاصل کر سکتا ہے جو انہیں بوئے پرورش کرے اور دو دو کو ملا کر ان سے نتیجہ پیدا کرے۔

اگر تم یہ کہو کہ مجھے ان دونوں اصولوں پر شک ہے۔ پھر تم نے کیوں کہا کہ ہر ایک جائز کا کوئی سبب ہوتا ہے اور یہ کہ انسان کا اختصاص مقدار مخصوص سے جائز ہے لیکن واجب تو میں کہوں گا کہ میرا یہ قول کہ ہر ایک جائز کا سبب ہوتا ہے بالکل واضح ہو جائے گا جب تم جائز کے معنی سمجھ لو گے جائز سے میری مراد یہ ہے کہ جو مساوی دو قسموں میں مشترک ہوں جب دو چیزیں مساوی ہوں تو پھر ان میں سے ایک عدم و وجود دونوں سے مخصوص نہیں ہوگی کیونکہ جو ایک چیز

Marfat.com

کے لئے ثابت ہوگا وہ دوسرے کے لئے ضرور ہوگا۔ اور یہ ایک یقینی امر ہے اور میرا یہ قول کہ، اس قدر انسان کا اختصاص جائز ہے واجب نہیں، ایسا ہی ہے جیسے میں کہدوں کہ خط جسے کاتب نے لکھا ہے اور اس کی مقدار مخصوص ہے جائز ہے۔ کیونکہ خط بحیثیت خط ہونے کے اس کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں بلکہ اس سے چھوٹا اور بڑا خیال کیا جا سکتا ہے لیکن خاص مقدار سے مخصوص ہونا نہ وہ لمبا ہو نہ چھوٹا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ضرور اس کا فاعل کوئی ہے کیونکہ اس کی مقادیر مساوی ہیں۔ اور یہ ضروری ہے جیسے انسانی شکل میں مقادیر کا تناسب، اس کی اطراف کا مساوی ہونا پس ضروری ہے کہ انسان کے بنانے والا کوئی ہو۔ اس سے ترقی کر کے میں یہ کہوں کہ اس کا فاعل عالم بھی ہے۔ تو درست ہے کیونکہ جو فعل مرتب اور محکم ہو اس کا فاعل ضرور عالم ہوتا ہے کیونکہ انسانی وجود کی بناء مرتب و محکم ہے۔ اس لئے اس کی ترتیب اور تدبیر کو ضرور فاعل کے علم سے منسوب کیا جائے گا یہ دونوں اصول ہیں جب ان میں تمہیں شک نہیں تو ان سے جو نتیجہ نکلتا ہے ضرور ہے کہ اس میں شک و شبہ نہ ہوگا ان دو اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسانی بنیاد مرتب و محکم ہے یہ بات اعضاء کے تناسب اور ہر ایک عضو کا کسی خاص مطلب کے لئے بنائے جانے مثلاً ہاتھ پکڑنے کے لئے، پاؤں چلنے کے لئے وغیرہ اور اعضاء کی تشریح سے معلوم ہوتی ہے۔ مرتب اور منظوم کا علم کی طرف محتاج ہونا بھی واضح ہے اس میں شک و شبہ نہیں عقلمند آدمی اس بات پر شک نہیں کرتا کہ باقاعدہ خط اسی کا ہوتا ہے جو علم کتابت کا عالم ہو گو وہ قلم کے ذریعہ لکھا جاتا ہے جسے وہ نہیں جانتا۔ اسی طرح عمارات مفیدہ مثلاً گھر، حمام وغیرہ وہی شخص بنا سکتا ہے جو تعمیر کے کام کا عالم ہو۔ پس اگر کسی شے میں شبہ پڑ بھی جائے تو اس کے رفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے جو زیادہ واضح اصول ہیں ان کی طرف چلو حتیٰ کہ یقینیات اور بدیہات تک پہنچ جاؤ۔ اس کی تشریح ہماری علت غائی نہیں۔ بلکہ ہماری غرض تو یہ ہے کہ یقینیات کو اس طرح ملا کر ان سے نتائج نکالیں جس طرح ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے نکالا۔ اور یہ ترازو حقیقت کی پہچان کے لئے مفید ہو سکے اس کا بطلان گویا اس تعلیم کا بطلان ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو دی اور نیز اس تعریف کا جھٹلانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کی "تلک حجتنا اٰتینٰھا ابراھیم علیٰ قوم" گو رائے سچی ہو یا نہ ہو لیکن تعلیم ضرور سچی ہے اس کے جھٹلانے میں سراسر رائے اور تعلیم دونوں کا جھٹلانا ہے۔

Marfat.com

میزان اوسط کے بیان میں

رفیق:۔ میں میزان اکبر، اس کی حد، اس کا معیار، اس کی حقیقت، اور اس کا استعمال سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔ اب مجھے بتائیں کہ میزان اوسط کیا شے ہے؟ اس کی تعلیم کہاں سے حاصل ہوتی ہے؟ کس نے اسے وضع کیا؟ اور کس نے اسے استعمال کیا؟۔

مصنف:۔ میزان اوسط بھی حضرت خلیل اللہ نے استعمال کی جبکہ آنحضرت نے فرمایا "لا احب الا فلین" میں غروب ہونے والے سے پیار نہیں کرتا' اس ترازو کی مفصل کیفیت یوں ہے چاند غروب ہوتا ہے، معبود غروب نہیں ہوتا، لیکن قرآن مجید میں ایجاز واختصار سے کام لیا لیکن معبود کی نفی کا علم چاند سے براہ راست حاصل نہیں ہوتا جب تک ان دو اصولوں سے واقف نہ ہو اور وہ یہ ہیں۔ چاند غروب ہونے والا ہے، اور معبود غروب نہیں ہوتا جب ان دونو اصول سے واقف ہو جاؤ گے تو پھر چاند سے معبود کی نفی سمجھ جاؤ گے۔

رفیق:۔ اس میں تو مجھے شک نہیں کہ چاند معبود نہیں کیونکہ یہ دونوں مشہور اصولوں سے بطور نتیجہ نکلتا ہے یہ میں جانتا ہوں کہ چاند غروب ہونے والا ہے جو ایک حسی امر ہے لیکن معبود غروب نہیں ہوتا یہ نہ ضروری ہے نہ حسی۔

مصنف:۔ اس ترازو کے بیان سے میری یہ غرض نہیں کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ چاند غروب ہونے والا نہیں بلکہ یہ ہے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ یہ ترازو صحیح اور درست ہے اور اس سے یوں شناخت حاصل ہوتی ہے اور جو علم اس بارے میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو تھا وہ یہ تھا کہ معبود غروب نہیں ہوتا اگرچہ علم اولیات سے ہیں بلکہ یہ بھی دو اصولوں کا نتیجہ تھا وہ یہ کہ معبود متغیر نہیں ہوتا ہر ایک متغیر حادث ہوتا ہے ان سے نتیجہ نکلتا ہے کہ معبود غروب نہیں ہوتا وزن کی بنا معصوم پر تھی لو تم بھی ترازو ولیکر استعمال کرو تا کہ تمہیں بھی دو اصولوں سے علم حاصل ہو۔

رفیق:۔ میں بالضرور سمجھ گیا ہوں کہ یہ ترازو سچا ہے اور یہ شناخت دو اصولوں کا لازمی نتیجہ ہے لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ تم اس ترازو کی حد اور حقیقت کی شرح پر کرو اور مشہور و معروف بت کے معیار کی تشریح سمجھا دو بعد ازاں مشکوک اور باریک معاملات میں اس کا استعمال بتاؤ کیونکہ چاند کا معبود ہونا ایک واضح امر ہے۔

Marfat.com

ـــــــــــــ: اس کی حد یہ ہے کہ ہر ایک مثل وصف سے موصوف ہوتی ہے لیکن ایک کا وصف دوسرے وصف کو مسلوب ہوتا ہے اور وہ دونوں الگ الگ ہوتے ہیں ایک دوسرے سے وصف کو مسلوب کرتا ہے لیکن خود اس وصف سے موصوف نہیں ہوتا۔ میزان اکبر کی حد یہ تھی کہ جو عام پر صادق آتا ہے وہ خاص پر بھی صادق آتا ہے لیکن میزان اوسط کی حد یہ ہے کہ جو ایک کے لئے نفی ہے وہ دوسرے کو ثابت کرتی ہے۔ حالانکہ غیر سے الگ ہوتی ہے۔ مثلاً معبود اپنے آپ سے غروب ہونے کی نفی کرتا ہے لیکن چاند غروب ہونے کا اثبات کرتا ہے۔ پس یہ اختلاف معبود اور چاند میں ہے کہ نہ چاند معبود ہے نہ معبود چاند۔ اللہ تعالیٰ نے اس ترازو سے وزن کرنا جناب سرور کائنات ﷺ کو قرآن شریف میں بہت سے موقعوں پر سکھایا جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو سکھایا تھا میں صرف دو موقعوں پر اکتفا کروں گا باقی قرآن شریف کی آیتوں میں سے معلوم کر لینا ان دو میں سے ایک یہ ہے قولہ تعالیٰ "قل فلم یعذ بکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق " اور یہ اس واسطے فرمایا کہ انھوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے قسطاس المستقیم سے ان کے خطاب کے اظہار کی کیفیت انھیں سکھائی۔ چنانچہ فرمایا "قل فلم یعذبکم بذنوبکم" اس کی مفصل کیفیت یوں ہے کہ بیٹے عذاب نہیں دیے جاتے اور تم عذاب دیے جاتے ہو۔ پس تم بیٹے نہیں۔ یہاں دراصل ہیں بیٹے عذاب نہیں دیے جاتے، یہ بذریعہ تجربہ معلوم ہوا ہے، اور تم عذاب دیے جاتے ہو، بذریعہ مشاہدہ معلوم ہوا ہے۔ ان دونوں سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ تم بیٹے نہیں۔ ایک اور موقع پر قرآن مجید میں فرمایا ہے "قل یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للّٰہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ولا یتمنونہ ابداً بما قدمت ایدیھم " یعنی "اے محمد! آپ یہود کو کہہ دو کہ اگر تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا دوست خیال کرتے ہو تو موت کی خواہش کرو بشرطیکہ تم سچے دوست ہو اور اپنے اعمال کا احسان ہرگز اسے نہ جتاؤ یہ اس واسطے فرمایا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے دوست ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دوست دوست کے دیدار کی خواہش کرتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس موت کے خواہش مند نہیں جو دوست کے دیدار کا سبب ہے پس اس سے ضروری نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست نہیں۔ اس میزان کی مفصل صورت یوں ہے، ہر ایک دوست اپنے دوست کی لقا کی خواہش کرتا ہے، لیکن یہودی اللہ تعالیٰ کے لقا کی خواہش نہیں کرتے پس ان سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ یہودی اللہ تعالیٰ کے دوست نہیں، اس ترازو کی حد یہ ہے کہ دوست تمنا سے موصوف ہوتا ہے۔ اور یہود

Marfat.com

سے اس وصف کی نفی کی گئی ہے پس ولی اور یہودی بلکل مختلف ہوئے کیونکہ جو شے ایک میں پائی جاتی ہے دوسرے میں نہیں۔ پس نہ ولی یہودی ہوسکتا ہے، نہ یہودی ولی۔ اس ترازو کے مقررہ بٹ میرے پاس نہیں جبکہ تم باوجود اس قدر وضاحت کے اس کے محتاج ہو اگر تم بطور مدد چاہتے ہو تو لو میں بتائے دیتا ہوں۔ دیکھو! جب تمہیں معلوم ہے کہ پتھر جماد ہے اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ انسان جماد نہیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ انسان پتھر نہیں؟ کیونکہ جمادیت پتھر کے لئے صادق ہے اور انسان سے جمادیت کی نفی ہے پس ضروری ہے کہ انسان پتھر سے الگ ہے۔ اور پتھر انسان سے الگ۔ پس کوئی انسان پتھر نہیں، اور کوئی پتھر انسان نہیں رہا بار یک موقعہ پر اس کا استعمال سو اس کی مثالیں بکثرت ہیں معرفت کا ایک پہلو تقدیس ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو بعض باتوں سے پاک سمجھنا اس قسم کے تمام معارف اسی ترازو سے وزن کیے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیلؑ نے اس ترازو کو تقدیس کے موقعہ پر استعمال کیا اور ہمیں بھی اس سے وزن کرنا سکھایا کہ اس سے اللہ تعالیٰ سے جسمیت کی نفی کی اور وہ یوں ہے ''اللہ تعالیٰ جو ہر متمیز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ معلول ہے''۔ اس واسطے کہ ہر ایک متمیز جو خاص چیز سے مخصوص ہوتا ہے معلول ہے پس اس سے لازمی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ وہ جرہر نہیں، اور یہ کہنا کہ وہ عرض بھی نہیں، یوں ثابت ہوتا ہے کہ عرض حی اور عالم نہیں ہوتا لیکن معبود حی اور عالم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ عرض نہیں اسی طرح تقدیس کے تمام معاملات کی شناخت دو اصولوں ملا کر ان سے نتیجہ نکال کر ہوسکتی ہے ان دو اصولوں میں سے ایک سالبہ ہو جس کا مضمون نفی ہو اور دوسرا موجبہ جس کا مضمون اثبات ہو۔ اور ان سے جو نتیجہ برآمد ہو گا وہ بالضرورت نفی اور تقدیس ہو گی

میزان اصغر کے بیان میں

رفیق:۔ میزان اوسط و اکبر تو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اب مجھے میزان اصغر، اس کی حد، اس کا معیار، اس کا موقعہ استعمال وغیرہ سمجھائیں۔

مصنف:۔ میزان اصغر ہم نے اللہ تعالیٰ سے سیکھی ہے جبکہ اس نے سرور کائنات ﷺ کو قرآن شریف میں یوں سکھایا۔ قولہ تعالیٰ ''وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسی نورا و ھدی للناس'' انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہ کی جبکہ انھوں نے کہا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے کونسی ایسی چیز انسان پر نازل کی سوائے محمد ﷺ ان سے یہ تو پوچھ کہ جو کتاب موسیٰ علیہ السلام لائے اور جو انسانوں کے واسطے سراسر نور اور ہدایت تھی کس نے اتاری؟ اس ترازو سے وزن کرنے کا طریق یوں ہے ان کا یہ کہنا کہ انسان پر وحی نازل نہیں ہوتی جھوٹ ہے کیونکہ مندرجہ ذیل دو اصولوں کے نتیجہ سے اس کا بطلان ثابت ہے وہ اصول اور ان کا نتیجہ یہ ہیں موسیٰ علیہ السلام بشر ہیں موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل ہوئی ان دو سے یہ لازمی اور خاص نتیجہ نکلتا ہے کہ انسانوں پر کتاب نازل ہوتی ہے اور اس سے یہ باطل ہو جاتا ہے کہ انسان پر کتاب نازل ہی نہیں ہوتی ان دو اصولوں میں سے پہلا موسیٰ علیہ السلام بشر ہیں حس سے ہے دوسرا موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل ہوئی یہ ان کے اعتراف سے معلوم ہوا ہے کیونکہ توریت کی بعض باتیں چھپاتے تھے اور بعض ظاہر کرتے تھے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''یعبدونہا وتخفون کثیرا'' یہ معرض مجادلہ میں بطریق احسن فرمایا ہے اور مجادلہ کی خاصیت بھی یہ ہے کہ اس میں دو اصول ہوں جنھیں حریف تسلیم بھی کرتا ہو اور ہوں بھی مشہور اگر ان میں غیر مسلم کے لئے شک کا امکان ہو تو نتیجہ یہ کہ وہ اس کا معترف ہو قرآن شریف کی اکثر دلیلیں اسی قسم کی ہیں اگر تمہارے دل میں بعض اصول اور اقدامات کی نسبت شک پیدا ہو تو یاد رکھو اس کا اصلی مقصود یہ ہے کہ باہم ایسے دلائل پیش کیے جائیں جن میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو تمہارا اصلی مقصود یہ ہے کہ اس ترازو سے تمام موقعوں پر وزن کر سکو اس کا معیار یہ ہے اگر کوئی کہے کہ حیوان بغیر پاؤں کے چل نہیں سکتا اسے کہو کہ سانپ بھی حیوان ہے جو بغیر پاؤں کے چلتا ہے اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض حیوان بغیر پاؤں کے چلتے ہیں پس ثابت ہوا کہ کوئی حیوان بغیر پاؤں کے چل نہیں سکتا باطل ہے اس ترازو کے استعمال کے مواقعہ بکثرت ہیں مثلاً اگر کوئی کہے کہ ہر ایک جھوٹ برا ہے تو ہم اسے کہیں گے کہ اگر کوئی شخص کسی ولی یا نبی کو ظالم سے چھپائے اور ظالم اس سے پوچھے کے کہاں چھپایا ہے اور وہ اسے نہ بتائے اور کہدے کہ مجھے معلوم نہیں یہ ہے تو سراسر جھوٹ لیکن برا نہیں کیونکہ اگر وہ سچ بولتا تو نبی یا ولی مارا جاتا اس کا سچ بولنا برا تھا بہ نسبت جھوٹ بولنے کے ہم اسے کہتے ہیں کہ میزان کی طرف دیکھ ایک اصل تو یہ ہے کہ موقع پر چھپا دینا جھوٹ ہے یہ اصل معلوم ہے دوسرا اصل برا نہیں ان سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر ایک جھوٹ برا نہیں اب سوچو کہ کیا تمہیں اس نتیجہ میں شک ہے جب کہ ان دونوں اصولوں کو مانتے ہو اور کیا یہ اس سے زیادہ واضح ہے جو میں نے میزان تقدیس میں مقدمہ تجربی اور حسی بیان کیا تھا اس ترازو کی حد یوں ہے کہ دو صفتیں ایک شے کے لئے تسلیم کی جاتی ہیں بعض ان

Marfat.com

میں سے ضروری ہوتی ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام سے موصوف ہو بلکہ بعض احوال میں ہوتا ہے اور بعض میں نہیں مثلاً انسان میں حیوانیت اور جسمانیت دونوں ہیں اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بعض جسم حیوان ہیں لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ تمام جسم حیوان ہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ ہر حیوان جسم ہے کیونکہ جب ایسی صفت سے موصوف ہو جو ہر حالت میں ضروری نہ ہو اس سے ضروری معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

رفیق:۔ میں یہ تینوں میزان سمجھ گیا ہوں لیکن یہ معلوم نہیں ہوا کہ ان کو اکبر اوسط اور اصغر سے کیوں موسوم کیا گیا ہے؟

مصنف:۔ اکبر اس واسطے کہ اس سے بہت سی چیزوں کا وزن ہو سکتا ہے اور اصغر اس کے خلاف اوسط دونوں کے بین بین میزان اکبر سب سے وسیع ہے کیونکہ اس سے عام و خاص کا اثبات و نفی ہر دو ہو سکتے ہیں یعنی چاروں قسم کے معارف وزن کیے جا سکتے ہیں دوسرے ترازو سے صرف نفی لیکن عام و خاص دونوں کی تیسرے سے صرف خاص خاص معارف جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ جب دو وصف ایک چیز میں ہوں تو جس میں ان کا ایک وصف ہو وہ صرف جزئی طور پر اس میں شامل ہوتی ہے اس واسطے اس ترازو کو اصغر کہا گیا ہے اب رہا شیطان کے ترازوؤں سے حکم عام کا وزن کرنا جس سے اہل تعلیم نے بعض معارف کو وزن کیا اور اسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ میں داخل کیا جہاں پر فرماتے ہیں "ھذا ربی ھذا اکبر" انشاء اللہ عنقریب ہی میں ان کا ذکر کروں گا

میزان التلازم کے بیان میں

رفیق:۔ میں میزان تعادل کی تینوں قسموں سے واقف ہو گیا ہوں اب مجھے میزان التلازم کا مطلب سمجھایئے۔

مصنف:۔ یہ میزان حسب ذیل اقوال الٰہی سے مستفاد ہے۔ "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا" "قل لو کان معہ آلھۃ کما تقولون اذا لا تبتغوا الی ذی العرش سبیلا" "لو کان ھؤلاء آلھۃ ما وردوھا"۔ اس ترازو کی صورت تحقیق یوں ہے "اگر جہان میں دو معبود ہوتے تو بگاڑ ہوتا"۔ ایک یہ اصل ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس میں بگاڑ نہیں یہ دوسرا اصل ہے ان دونوں سے یہ ضروری نتیجہ نکلتا ہے

Marfat.com

کہ دو معبود نہیں بلکہ ایک ہے نیز اگر صاحب عرش کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا وہ صاحب عرش کی طرف رستہ کی خواہش کرتے، یہ ایک اصل ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہ خواہش نہیں کرتے، پس اس سے اس معبود کی نفی لازم آتی ہے جو صاحب عرش کے سوا ہے اس ترازو کا معیار معلومہ بتوں سے یوں کیا جاتا ہے۔ اگر سورج نکلا ہو تو ستارے چھپ جاتے ہیں یہ بات تجربہ سے معلوم ہوئی ہے پھر اگر تم کہو کہ سورج نکلا ہوا ہے تو اسے لازم آتا ہے کہ ستارے چھپے ہوئے ہیں۔ نیز اگر تم یہ مانو کہ فلاں شخص نہیں کھاتا تو سمجھو کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہوئی ہے پھر اگر معلوم ہو جائے کہ اس نے کھانا کھایا ہے۔ یہ حس سے معلوم ہوا ہے۔ تو تجربی اور حسی دو اصولوں سے یہ ضروری نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا نہیں۔ پوشیدہ اور دیر فہم مقام پر بکثرت استعمال ہوتا ہے حتی کہ جب فقیہ کہتا ہے کہ اگر غائب کا بیچ صحیح ہے تو اس سے صریحاً الزام لازم آتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ تصریح الزام لازم نہیں تو اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ صحیح نہیں۔ پہلا اصل استقراء شرعی سے معلوم ہوتا ہے جو ظن کے لئے مفید ہے اگر چہ وہ علم کے لئے مفید نہیں اور دوسرا حریف کے تسلیم کرنے اور اس کی مدد سے نظریات میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر جہاں کی بناوٹ اور آدمی کی ترکیب مرتب عجیب اور مضبوط ہے تو اس کا بنانے والا ضرور عالم ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ جہان وانسان کی بناوٹ اور ترکیب عجیب اور مرتب ہے۔ کیونکہ آنکھوں سے ایسا دیکھتے ہیں پس اس سے لازم آتا ہے کہ ان کا بنانے والا عالم ہے، جب اس سے ہم ترقی کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اگر ان کا بنانے والا عالم ہے تو وہ زندہ بھی ہے۔ سو چونکہ میزان اول سے معلوم ہے کہ وہ عالم ہے اس لئے لازم آتا ہے کہ وہ زندہ ہو پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ زندہ اور عالم ہے تو ضرور وہ بذاتہ خود قائم ہے نہ کہ کسی اور کی مدد سے چونکہ پہلی دو میزانوں سے معلوم ہے کہ وہ زندہ اور عالم ہے اس لئے لازم آتا ہے وہ بذاتہ خود قائم ہے۔ اسی طرح ہم آدمی کی ترکیب کی صفت سے اس کے بنانے والی کی صفت تک ترقی کرتے ہیں یعنی معلوم کرتے ہیں کہ اس کا بنانے والا عالم ہے پھر علم سے زندگی اور زندگی سے ذات تک ترقی کرتے ہیں اور یہ روحانی ترقی ہے یہ ترازو آسمان پر چڑھنے کے لئے آسمان سے خالق آسمان تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں ہیں اور یہ اصول ان سیڑھیوں کے پائے ہیں۔ جسمانی معراج ایک قوت سے نہیں ہو سکتا یہ نبوت کی قوت سے ہی مخصوص ہے اس ترازو کی حد یہ ہے کہ جو باتیں کسی خاص چیز کے لئے لازم ہے وہ ہر حال میں اس کی تابع ہیں اس واسطے لازم کی نفی سے ملزوم کی نفی لازم آتی ہے اور ملزوم کے وجود سے لازم کا وجود واجب آتا ہے لیکن ملزوم کی نفی اور لازم کے وجود

Marfat.com

سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا بلکہ یہ شیطانی ترازو ہے جس سے بعض اہل علم اپنی معرفت کو وزن کرتے ہیں۔ تم جانتے ہیں کہ نماز کی درستی کے لئے نمازی کا پاک ہونا لازم ہے پس تمہارا یہ کہنا درست ہوگا کہ اگر زید کی نماز صحیح ہے تو وہ پاک ہے لیکن اگر معلوم ہو کہ وہ پاک نہیں تو لازم کی نفی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس کی نماز درست نہیں جو ملزوم کی نفی ہے اسی طرح اگر تم کہو کہ چونکہ اس کی نماز درست ہے جو ملزوم کا وجود ہے اس لئے وہ پاک ہے جو لازم کا وجود ہے یہ تو درست ہے لیکن اگر تم یہ کہو کہ چونکہ وہ پاک ہے اس لئے لازم آتا ہے کہ اس کی نماز درست ہو ایسا کہنا غلطی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی نماز کسی اور وجہ سے باطل ہوگئی ہو اور یہ لازم کا وجود ہے یہ ملزوم کے وجود پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی طرح اگر تم کہو کہ چونکہ اس کی نماز درست نہیں اس لئے وہ پاک نہیں یہ بھی غیر لازمی خطا ہے کیونکہ ممکن ہے کسی اور شرط کی کمی سے نماز درست نہ رہی ہو یہ ملزوم کی نفی ہے۔ لیکن اس سے لازم کی نفی لازم نہیں آتی۔

میزان التعاند کا بیان

رفیق:۔ اب مجھے بتاؤ کہ میزان التعاند کیا چیز ہے اور قرآن شریف میں سے اس کا مقام، اس کا پرکھنا اور موقع استعمال سمجھاؤ۔

مصنف:۔ قرآن شریف میں اس کا مقام یہ قول الٰہی ہے۔ قولہ تعالیٰ "قل من یرزقکم من السموت والارض قل اللّٰہ" جناب سرور کائنات ﷺ کو سکھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کہہ دے کہ آسمان اور زمین سے تمہیں کون رزق پہنچاتا ہے، اور کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ اور میں یا تم ہدایت پر ہو یا گمراہی میں لیکن انا وایاکم کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں تسویہ اور تشکیک ہے بلکہ اس میں دوسرا اصل چھپا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے قول "بیشک اللہ تعالیٰ ہی تمہیں آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے" گمراہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اس آسمان سے مینہ اتار کر اور زمین میں سے نباتات اگا کر تمہیں رزق دیتا ہے سو تم اس بات سے انکار کر کے گمراہ بنتے ہو۔ اس میزان کے کمال کی صورت یوں ہے "انا او ایاکم لعلی ھدی اوفی ضلال مبین" میں یا تم گمراہ ہو یہ ایک اصل ہے اور یہ معلوم ہے کہ ہم گمراہ نہیں دوسرا اصل ہے دونوں کے ملانے سے ضروری نتیجہ برآمد ہوتا ہے اگر تم گمراہی میں ہو مشہور بتوں سے اس کا پرکھنا اس طرح پر ہے فرض کرو ایک شخص ایسے مکان میں داخل ہوتا ہے جس میں دو کوٹھڑیاں

Marfat.com

ہیں اگر ہمیں ایک کوٹھڑی میں وہ نہ ملے تو ہم جانتے ہیں کہ وہ دوسری میں ضرور ہوگا یہ نتیجہ بھی دو اصولوں سے مل کر بنا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایک کوٹھڑی میں ضرور ہے اور دوسرا یہ کہ اس کوٹھڑی میں بالکل نہیں ان دونوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ ضرور دوسری کوٹھڑی میں ہے اس واسطے کہ جب ہمیں ایک کوٹھڑی میں نہیں ملتا تو دوسری میں ہم اپنی آنکھوں دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن اگر دوسری میں جا کر آنکھوں سے نہ بھی دیکھیں تو بھی ہمیں اس میزان سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ضرور دوسری کوٹھڑی میں ہے، یہ علم میزانی ہوگا۔ جو بمنزلہ آنکھوں سے دیکھنے کے ہوگا اس میزان کی حد یہ ہے اگر کوئی چیز دو قسموں پر منحصر ہے تو ایک میں ہونے سے دوسری میں نفی لازم آتی ہے اور ایک کی نفی سے دوسری کا اثبات لازم آتا ہے۔ لیکن یہ ضروری شرط ہے کہ قسم منحصر ہو نہ کہ منتشر۔ کیونکہ قسم منتشر سے وزن کرنا شیطانی فعل ہے بعض اہل قلم ایسے موقعوں پر اپنے کلام کو اسی سے وزن کرتے ہیں۔ اس کا بیان ہم نے قول اصح میں فصل الخلاف کے جواب اور کتاب ''مستظہری'' وغیرہ میں بھی کر دیا ہے۔ پوشیدہ اور دیر فہم موقعوں پر اس کے استعمال کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ اور شاید نظریات کا اکثر حصہ اسی سے وزن کیا جاتا ہے۔ مثلاً موجودات کو ہی لو یا تو تمام موجودات حادث ہے یا اس کا بعض حصہ حادث ہے اور بعض قدیم۔ اور یہ قاصر ہے کیونکہ یہ نفی اور اثبات کے مابین دائر ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ معلوم ہے کہ تمام موجودات حادث نہیں اس سے لازم آتا ہے کہ اس میں کچھ حصہ قدیم ہے کہ ہم نے یہ کیوں کہا کہ تمام موجودات حادث نہیں تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ اگر تمام موجودات حادث ہو تو اس کا حدوث بنفسہ ہوتا اور اس میں اثبات کا دخل نہ ہوتا پس یہ کہنا کہ تمام موجودات حادث ہے باطل ہو جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ اس میں موجود قدیم بھی ہے۔ اس میزان کے استعمال کی مثالیں بے شمار ہیں۔

رفیق:۔ اب میں سمجھ گیا کہ حقیقت میں یہ پانچوں ترازو سچے ہیں۔ لیکن صرف اتنی خواہش باقی ہے کہ میں ان کے القاب کے معنی سمجھ جاؤں اور یہ کہ آپ نے پہلی کو میزان التعادل دوسری کو میزان التلازم اور تیسری کو میزان التعاند کے نام سے کیوں مخصوص کیا ہے؟۔

مصنف:۔ پہلی کا نام اس واسطے میزان التعادل رکھا ہے کہ اس میں دو اصول بمنزلہ دو پلڑوں کے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے محاذی ہیں دوسری کا میزان التلازم اس واسطے رکھا کہ دو اصول میں ایک اصل کے دو جز ہیں جن میں سے ایک لازم ہے اور دوسرا ملزوم مثلاً اللہ تعالی نے فرمایا ہے ''لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا'' لازم آتا ہے اور''

Marfat.com

لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ ' ملزوم ہے اس کا نتیجہ لازمی کی نفی ہے تیسری کا نام میزان التعاند اس واسطے رکھا کہ نفی اور اثبات پر دو قسمیں منحصر ہیں۔ ایک کے اثبات سے دوسرے کی نفی اور ایک کی نفی سے دوسرے کا اثبات لازم آتا ہے۔ ان دونوں قسموں میں التعاند اور تضاد ہے۔

رفیق :۔ کیا یہ نام آپ ہی نے رکھے ہیں اور ان کا استخراج بھی آپ ہی نے کیا ہے یا کہیں سے سیکھے ہیں؟۔

مصنف :۔ نام میں تو میں نے ہی رکھے ہیں۔ رہے ترازو، سو انھیں میں نے قرآن شریف سے استخراج کیا ہے ان کے اصول پہلے ہی سے استخراج کیے ہوئے ہیں۔ متاخرین نے ان کے نام کچھ اور ہی مقرر کیے ہیں۔ اور جناب سرور کائنات ﷺ کے زمانہ سے پہلے کی امتوں نے کچھ اور ہی نام مقرر کر رکھے تھے۔ انھوں نے یہ ترازو حضرت ابراہیم اور مہتر موسیٰ کے صحیفوں سے نکالے تھے میں نے ان کے نام ولباس اس واسطے تبدیل کر دیے ہیں کہ مجھے معلوم تھا کہ تم طبیعت کے کمزور ہو اور تمہارا نفس وہم پرست ہے۔ اور یہ کہ تم ظاہر پر دھوکا کھاتے ہو حقیقت سے واقف نہیں ہوتے۔ مثلاً اگر میں سرخ شہد پچھنے لگانے والے کے شیشے میں ڈال کر تمہیں پلاؤں تو تم کبھی نہیں پیؤ گے کیونکہ تمہاری طبیعت اس سے متنفر ہے تمہاری عقل اس قدر کمزور ہے کہ تم اتنی بھی تمیز نہیں کر سکتے کہ پاک شہد خواہ کسی شیشے میں ہو اسی طرح اگر تم کسی ترک کو گوڈری یا جبہ وغیر پہنے ہوئے دیکھو تو تم اسے صوفی یا فقیہہ خیال کرو گے اور اگر کوئی صوفی مرد قبا اور کلاہ پہنے ہوئے ہو تو اسے ترک خیال کرو گے تمہارا وہم صرف چیزوں کے خلاف اور جھلکنے تک ہی رہتا ہے اصل مغز تک نہیں پہنچتا اسی طرح تم بات کو اس کے نفس اور ذات کے لحاظ سے نہیں دیکھتے بلکہ اس کے حسن صنعت کو اور اس کے قائل حسن ظن کو دیکھتے ہو جو اس کی طرف سے تمہارے دل میں بیٹھا ہوا ہے اگر کسی شخص کے حق میں تمہارا ظن درست ہے تو خواہ اس کی عبارت مکروہ ہی کیوں نہ ہو تمہیں پسند آئے گی لیکن اگر تمہارے نزدیک کہنے والا برا ہے تو خواہ وہ اچھی بات بھی کرے۔ تم فوراً اس کی بات رد کر دو گے۔ اگر تم سے کہا جائے کہ تم "لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ" کہو تو تمہاری طبیعت اس کے کہنے سے نفرت کرے گی اور تم کہدو گے کہ یہ تو نصاریٰ کا قول ہے میں اسے کیونکر کہوں اتنا نہیں سمجھو گے کہ یہ قول فی نفسہٖ سچا ہے۔ نصرانی سے نہ اس کلمہ کے لئے ناراض ہونا چاہیے۔ بلکہ صرف دو کلموں کے لئے ایک یہ خدا تین ہیں اور دوسرا یہ کہ محمد رسول اللہ نہیں۔ ان دو کے سوا باقی اس کے

Marfat.com

تمام کلمات سچے ہیں پس جب میں نے دیکھا کہ تم اور تمہارے اہل تعلیم رفیق صرف چیز کے ظاہر پر ہی دھوکا کھاتے ہیں اصل حقیقت تک نہیں پہنچتے اس واسطے تمہیں دوائی پانی کے کوزے میں پلائی جس سے تمہیں شفا ہوئی اور تمہارے ساتھ میں نے ویسی نرمی اور مہربانی کی جیسی ایک طبیب مریض کے ساتھ کرتا ہے اور اگر میں تمہیں کہدیتا کہ یہ دوائی ہے اور اسے دوائی کے پیالے میں تمہیں دیتا تو تمہاری طبیعت اس سے نفرت کر جاتی اگر قبول بھی کرتی تو گھونٹ گھونٹ کر پیتے۔ اور شاید نہ بھی پیتے یہ وجہ تھی کہ میں نے ان ترازوؤں کے نام بدل دیئے اسے جو سمجھ گیا سمجھ گیا۔ جو جاہل رہا جاہل رہا۔ اور جس نے انکار کیا انکار کیا۔

رفیق :۔ یہ تو میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔ لیکن تم نے وعدہ کیا تھا کہ اس ترازو کے دو پلڑے بھی ہوتے ہیں اور ایک عمود بھی جس سے وہ لٹکتے ہیں لیکن مجھے تو اس ترازو میں پلڑے اور عمود دکھائی نہیں دیتے۔ اور وہ کیسا ترازو ہے جو ایک پلڑے والے سے مشابہ ہے۔

مصنف :۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس ترازو میں دو اصل ہیں یہی دو اصل بمنزلہ پلڑوں کے ہیں اور ان اصلوں میں جو جز مشترک ہے وہ بمنزلہ عمود ہے۔ اور ان دونوں میں داخل ہے اب میں فقہیات میں سے ایک مثال بیان کرتا ہوں تا کہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ۔ وہ یہ کہ ہمارا کہنا کہ "ہر نشیلی چیز حرام ہے" ایک پلڑا ہے۔ اور "ہر نبیذ نشیلی ہے" دوسرا پلڑا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہر ایک نبیذ حرام ہے اس مقام پر دو اصلوں میں صرف تین امور ہیں نبیذ، نشیلی اور حرام، نبیذ صرف ایک اصل میں پائی جاتی ہے وہ ایک پلڑا ہے۔ اور حرام صرف دوسرے اصل میں جو دوسرا پلڑا ہے لیکن نشیلی دونوں اصلوں میں مذکور ہے اور دونوں میں مشترک ہے یہی عمود ہے دونوں پلڑے اس سے لٹکے ہوئے ہیں اور موصوف صفت کے متعلق ہے یہاں پر موصوف "ہر ایک نبیذ نشیلی ہے" کیونکہ نبیذ نشے سے موصوف ہے۔ دوسرا صفت موصوف کے متعلق ہے یعنی تمام نشیلی چیزیں حرام ہیں اس پر غور کر کے سمجھ لو کہ اس میزان میں کسی قسم کا بگاڑ آ جائے تو یہ دنوں پلڑوں میں سے کسی ایک میں ہوگا یا عمود میں یہ بات میں عنقریب ہی میزان الشیطان کے بیان میں سمجھا دوں گا رہا ایک پلڑے والے ترازو کے مشابہ ترازو یعنی میزان التلازم اس میں ایک بازو دوسرے کی نسبت بہت زیادہ لمبا ہوتا ہے مثلاً تمہارا یہ کہنا کہ "اگر غائب کا بیع صحیح ہے تو صریح الزام لازم آتا ہے" ایک لمبا اصل ہے جس میں دو جز لازم اور ملزوم ہیں اور تمہارا یہ کہنا کہ صریح الزام لازم نہیں آتا دوسرا اصل ہے جو پہلے کی نسبت چھوٹا ہے جو ایک پلڑے والے ترازو کے چھوٹے بٹ کے مشابہ ہے۔ لیکن میزن التعادل میں دونوں پلڑے ہم وزن اور

Marfat.com

دونوں بازو یکساں لمبے اور ہم وزن ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک پلڑے میں صرف صفت موصوف ہوتے ہیں یہ بھی سمجھ لو کہ روحانی ترازو جسمانی ترازو کی سی نہیں ہوتی صرف ان میں مناسبت ہوتی ہے۔ اور اسی واسطے اس سے نتیجہ نکلنے کو دو اصلوں کے ازدواج سے تشبیہ دینا ممکن ہے کیونکہ دو اصلوں میں ایک چیز داخل نہیں ہوتی اور وہ اس مثال میں نشلی چیز ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اصلوں میں ہے تبھی ان سے نتیجہ نکلتا ہے۔ لیکن اگر ایک اصل کا کوئی جز دوسرے اصل میں داخل ہو تو کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ مثلاً ہر نشلی چیز حرام ہے۔ اور ہر ایک چھپی ہوئی بری ہے۔ سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ گو یہ دونوں بجائے خود اصل ہیں لیکن ان سے نتیجہ کوئی نہیں نکلتا اس واسطے کہ ان میں کوئی جز مشترک نہیں اسی جز و مشترک کو عمود کہتے ہیں۔ اگر تمہیں محسوس اور معلوم کا وزن کرنا آجائے تو تمام ملک اور عالم شہادت اور عالم غیب اور عالم ملکوت کے مابین وزن کرنے کی واقفیت بھی حاصل ہو جائے اس میں بڑے بڑے بھید پوشیدہ ہیں۔ جس شخص کو مذکورہ بالا چیزوں کا وزن کرنا نہیں آتا وہ قرآنی انوار کا اقتباس نہیں کر سکتا اور اس سے کچھ سیکھ نہیں سکتا اور اس کا علم صرف چھلکوں تک ہی محدود رہتا ہے قرآن شریف میں تو تمام علوم کے تراز و اور تمام علوم کی چابیاں ہیں۔ جیسا کہ میں جواہر القرآن میں اشارتاً بیان کر چکا ہوں۔ اس کتاب سے دیکھ لو عالم ملک و عالم شہادت اور عالم غیب و عالم ملکوت کے درمیان موازنہ نہیں البتہ بعض کو خواب کے اندر کچھ معنوی حقائق بطور خیالی مثالوں کے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ سچا خواب نبوت کا ایک جزو ہوا کرتا ہے اور عالم نبوت میں ملک اور ملکوت سارے کا سارا متجلی ہوتا ہے۔ خواب میں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک انگشتری ہے جس سے وہ مردوں کے منہ اور عورتوں کی فروج پر مہریں لگا رہا ہے جب اسنے اپنا یہ خواب ابن سیرینؒ سے بیان کیا۔ تو آپ نے اس کی تعبیر یوں فرمائی کہ تم مؤذن ہو اور ماہ رمضان میں تم صبح سے پہلے اذان دیتے ہو اس نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ اب غور کرو کہ ابن سیرینؒ کو عالم غیب نے اس کی حالت کیونکر معلوم ہوئی۔ اور اس مثال اور ماہ رمضان میں قبل از صبح اذان دینے کا موازنہ کرو۔ یہی مؤذن اکثر خواب میں دیکھا کرتا تھا۔ کہ یہ وہی انگوٹھی ہے جس سے تم مردوں کے منہ اور عورتوں کے فروج پر مہریں لگا رہے تھے وہ کہتا تھا کہ بخدا میں تو ایسا نہیں کیا کرتا تھا۔ اسے کہا جاتا کہ نہیں تم بالضرور ایسا کیا تو کرتے تھے لیکن تم بھول گئے ہو کیونکہ یہ تمہارے فعل کی روح ہے۔ اشیاء کی حقیقت اور ان کی روح صرف عالم ارواح میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس عالم حس اور عالم خیال کے اندر عالم تلبیس میں روح صورتوں کے پردوں

Marfat.com

میں ڈھکی ہوئی ہوتی ہیں۔ قیامت کے دن جب آنکھوں پر سے پردہ اٹھایا جاتا ہے تو اصل حقیقت کھلتی ہے۔ اور اسی طرح جس نے کوئی شرعی حرکت کی ہو اسکی حقیقت بھی اس پر واضح ہو جاتی ہے۔ اگر تم اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو احیاء العلوم کے باب حقیقت الموت یا کتاب جواہر القرآن کا مطالعہ کرو۔ اس میں تمہیں عجیب وغریب باتیں معلوم ہونگی۔ اس پر غور کرنے سے شاید تمہارے لئے عالم ملکوت کی رویت کا دروازہ کھل جائے اور تم کچھ سن سکو۔ لیکن ایسی حالت میں امید نہیں کہ تمہارے لئے دروازہ کھلے کیونکہ تم معلم غائب سے معرفت حقائق کے منتظر ہو جسے تم دیکھ نہیں رہے اور اگر اسے دیکھ لو تو بہت سے معارف میں اسے اپنے سے بھی کمزور پاؤ گے سو تم معارف وحقائق ایسے شخص سے معلوم کرو جس کی وہاں تک رسائی ہے۔ اور جسے خود ان کی شناخت حاصل ہے۔

رفیق :: اب اور بات بیچ میں آ گئی ہے۔ جس کے سبب مجھ میں اور تم میں جھگڑا بڑھ جائے گا کیونکہ معلم غائب کو اگرچہ میں نے بچشم خود تو نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کی خبر تو سنی ہے مثلاً شیر گو میں نے اسے نہیں دیکھا لیکن اس کی علامات تو دیکھی ہیں اور یہ بھی دیکھا ہے کہ میری والدہ صاحبہ اور مولانا صاحب قلعہ الموت دونوں ہی اس کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور یہاں تک کہا کرتے تھے کہ وہ معلم غیب جہاں کی ہر ایک کاروائی سے خواہ وہ ہزار فرسنگ کے فاصلہ پر ہی کیوں نہ ہو واقف ہے کیا میری والدہ اس بارے میں جھوٹ بولتی ہیں جو کہ بڑھیا اور پاک دامن ہے۔ یا مولانا صاحب قلعہ الموت جھوٹ بولتے ہیں جو حسن صیرت وصورت کے امام ہیں۔ نہیں نہیں وہ دونوں چشم دید سچے گواہ ہیں۔ علاوہ بریں اور مغان اور اصیہان میں جس قدر میرے رفیق ہیں وہ سب اس معاملہ میں متفق الرائے ہیں اور ان کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اور مختلف قلعوں کے باشندے انھیں کے فرمان پذیر ہیں یہ کہنا کہ انھوں نے دھوکا کھایا محض افترا ہے کیونکہ وہ سب کے سب ذکی ہیں اور یہ کہنا کہ وہ مکار ہیں سراسر بہتان ہے کیونکہ وہ سارے متقی ہیں افسوس افسوس یہ غیبت کرنا چھوڑ دو کیونکہ جو کچھ ہمارے درمیان گفتگو ہو رہی ہے مولانا اس سے بخوبی واقف ہیں اس واسطے کہ زمین اور آسمان کا ذری ذری حال انھیں معلوم ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں ان کی بے عزتی سنتے ہی تم سے لڑ نہ پڑوں۔ سو یہ فضول گوئی کا طومار لپیٹ لو اور میزان الشیطان اور اس سے اہل تعلیم کے وزن کرنے کی کیفیت سمجھاؤ۔

Marfat.com

شیطانی ترازوؤں اوران سے اہل تعلیم

کا وزن کرنے کا بیان

مصنف: بیچارے! اب اپنے رفیقوں کے ترازوؤں کا حال سن۔ تو تو نہایت غلو سے کام لیتا ہے۔ واضح رہے کہ قرآن شریف میں سے جن ترازوؤں کا ذکر میں نے کیا ہے ان کے مقابل شیطانی ترازو بھی ہیں جن سے وزن کیا جاتا ہے ان کے ذریعہ شیطان غلطی میں ڈالتا ہے لیکن صرف اسی مقام سے داخل ہوتا ہے جہاں کہیں کوئی رخنہ ہے۔ وہ شخص جوان رخنوں کو بند کر لیتا ہے وہ شیطان سے بے کھٹکے ہو جاتا ہے کہ رخنہ اندازی کے کل موقعے دس ہیں جو سب کے سب معہ شرح کتاب محک النظر اور کتاب معیار العلم میں بیان کر دیے ہیں ترازوؤں کی شرائط کی باریکیاں اس واسطے بیان نہیں کیں کہ تم اس وقت بآسانی سمجھ نہیں سکتے اگر تم ان مشکلات کا حل سمجھنا چاہتے ہو تو کتاب محک النظر میں دیکھ لو اور اگر ان کی مفصل کیفیت سے واقف ہونا چاہتے ہو تو کتاب المعیار العلم کا مطالعہ کرو اب میں صرف ایک مثال بیان کرتا ہوں جو شیطان نے حضرت ابراہیمؑ کے دل میں اس وقت ڈالی تھی جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا "وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ" ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول یا نبی نہیں بھیجا مگر جب خواہش کی، شیطان نے انھیں خواہش میں ڈالا۔ سو اللہ تعالیٰ نے وہ بات منسوخ کر دی جو شیطان نے آنحضرت کے دل میں ڈالی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی آیت کو مضبوط کیا۔ اور یہ سورج کی طرف مبادرت کرنا تھا۔ آپ کا قول کہ "ھذا ربی ھذا اکبر" یہی میرا خدا ہے کیونکہ یہی بڑا ہے۔ شیطان نے آپ کو دھوکے میں ڈالنا چاہا اس سے وزن کرنے کی کیفیت یوں ہے اللہ تعالیٰ بڑا ہے، یہ اصل متفق علیہ ہے سورج ستاروں سے بڑا ہے یہ اصل حسی ہے پس ان دونوں سے نتیجہ نکلتا ہے کہ سورج خدا ہے۔ یہ نتیجہ ہے اور یہ نظام ہے جسے شیطان نے میزان التعادل کے میزان اصغر سے ملایا ہے کیونکہ بڑائی ایک وصف ہے جو خدا میں بھی پایا جاتا ہے اور سورج میں بھی۔ اس سے وہم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے موصوف ہے۔ لیکن یہ میزان اصغر کا عکس ہے اس میزان کی حد یہ ہے کہ ایک شے میں دو وصف پائے جائیں تو ان میں سے ایک کے بعض حصے دوسرے سے موصوف ہونگے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے لیکن جب دو چیزوں میں ایک وصف پایا جائے تو

Marfat.com

ایک چیز دوسری کی صفت نہیں ہو سکتی لیکن دیکھو شیطان نے اسے عکس کے ساتھ کس طرح خلط ملط کیا ہے۔اس میزان باطل کی پرکھ ظاہری بٹوں سے رنگ کا جھٹلانا ہے کیونکہ سیاہ اور سفید دونوں رنگ ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سفید سیاہ ہے۔یا سیاہ سفید ہے اگر کہنے والا کہے کہ سفید بھی رنگ ہے اور سیاہ بھی رنگ ہے پس اس سے لازم آتا ہے سیاہ سفید ہے اس کا یہ نتیجہ غلط ہے اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ خدا بڑا ہے اور سورج بڑا ہے پس سورج خدا ہے غلط ہے کیونکہ یہ متضاد کو ایک صفت سے موصوف کرنا ہے اگر دو چیزیں ایک صفت سے موصوف ہوں تو اس سے لازم نہیں آیا کہ وہ دونوں ایک ہیں لیکن اگر ایک چیز دو صفتوں سے موصوف ہو تو دونوں صفتوں میں اتصال ہو سکتا ہے ہر وہ شخص جو ان دو باتوں کا فرق سمجھ سکتا ہے کہ ایک چیز دو صفات سے متصف ہو اور دو چیزیں ایک صفت سے متصف ہوں وہ اسے بھی سمجھ سکتا ہے۔

رفیق :۔ یہ تو مجھے واضح ہو گیا ہے کہ باطل ہے لیکن اہل تعلیم اپنے کلام کو اس سے وزن کرتے ہیں۔

مصنف :۔ وہ اپنے کلام کا اکثر حصہ اس سے وزن کرتے ہیں لیکن میں بہت مثالیں دیکر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں آپ نے ان کا یہ کلام اکثر سنا ہو گا حق وحدت سے ہے اور باطل کثرت سے اہل رائے کا مذہب کثرت کی طرف ہے اور اہل تعلیم کا مذہب وحدت کی طرف اس سے لازم آتا ہے کہ اہل تعلیم کا مذہب حق ہو۔

رفیق :۔ ہاں یہ تو میں نے بہت دفع سنا ہے میرے خیال میں یہ ایک برہان ہے بلکہ میرا یقین ہے کہ برہان قاطع ہے اس میں مجھے کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔

مصنف :۔ دیکھو یہ شیطانی ترازو ہے جس کے استعمال میں انھوں نے غلط پہلو اختیار کر رکھا ہے اور دیکھو کس طرح انھوں نے شیطانی قیاس اور ترازو حضرت ابراہیمؑ کے ترازو اور دوسرے ترازوں کو جھٹلانے کے استعمال کیا ہے۔

رفیق :۔ شیطان نے یہ ترازو کیونکر نکالا اس کی مفصل کیفیت سے آگاہ کیجئے گا۔

مصنف :۔ واقعی شیطان بے سبب کثرت کلام مختلف ترازوؤں کو اس طرح گھٹ مٹ کر دیتا ہے کہ انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ کس موقعہ پر خلط ملط ہو گئے ہیں اس کلام کثیر کا مع حاصل یوں ہے کہ حق وحدت سے موصوف ہے یہ ایک اصل ہے اہل تعلیم کا مذہب وحدت سے موصوف ہے یہ دوسرا اصل ہے ان دونوں سے لازم آتا کہ اہل تعلیم کا مذہب حق سے موصوف ہو لیکن اس میں غلطی یہ ہے کہ دو چیزیں ایک صفت سے متصف ہیں اس لئے ضروری نہیں کہ ان

Marfat.com

دونوں چیزوں میں اتصال ہو جیسے کوئی کہے اور سیاہ دونوں رنگ ہیں اس لئے سفید سیاہ ہے یا سیاہ سفید ہے یا شیطانی قول کی طرح کہ خدا اور سورج دونوں میں بڑائی ہے اس لئے خدا سورج ہے یا سورج خدا ہے ان تینوں ترازوؤں میں کوئی فرق نہیں یعنی سیاہ وسفید کا رنگ ہونا سورج اور خدا کا بڑا ہونا اور تعلیم اور حق میں وحدت کا ہونا سو ان پر غور کر کے سمجھو۔

رفیق:۔ میں اسے سمجھ گیا ہوں لیکن میں ایک مثال پر قناعت نہیں کرتا میرے رفیقوں کی ترازوؤں کی کوئی اور مثال بیان کریں تا کہ میرے دل کو تسلی ہو کہ واقعی وہ شیطانی ترازو سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اوروں کو دھوکا دیتے ہیں۔

مصنف:۔ کیا تم نے ان کا یہ قول سنا ہے کہ حق یا تو محض رائے سے پہچانا جاتا ہے یا محض تعلیم سے اور یہ کہ جب ان میں سے ایک باطل ہو تو دوسرا ثابت ہو جاتا ہے یاد رکھو یہ باطل ہے کہ محض عقلی رائے سے معلوم ہو کیونکہ اپنے اور مذاہب متعارض ہوا کرتے ہیں پس ثابت ہوا کہ حق تعلیم سے پہچانا جاتا ہے۔

رفیق:۔ بخدا میں نے ان کی اس قسم کی باتیں بہت سنی ہیں اور یہی ان کے دعووں اور ان کی دلیلوں کے عنوانوں کی چابی ہوا کرتی تھی۔

مصنف:۔ کہ شیطانی ترازو سے وزن کرتے ہیں جو میزان التعاند سے ملتی جلتی ہے کیونکہ دو قسموں میں سے ایک کے بطلان سے دوسرے کا اثبات ہوتا ہے لیکن اس میں ضروری شرط یہ ہے کہ وہ قسم منحصر ہو نہ کہ منتشر شیطان منتشر اور منحصر کو خلط ملط کر دیتا ہے اور یہ منتشر ہے کیونکہ نفی اور اثبات کے درمیان دائر نہیں بلکہ ان دونوں کے بین بین تیسری قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ عقل اور تعلیم دونوں کی رو مدرک ہوں اور معلومہ ہوں سے اس کا بطلان یوں ہے جیسے کوئی کہے کہ رنگ آنکھوں سے معلوم نہیں ہوتے بلکہ سورج کی روشنی سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم پوچھیں کیوں؟ تو کہے کہ یا تو آنکھ سے نظر آتے ہیں یا سورج کی روشنی سے آنکھوں سے ان کا معلوم ہونا اس واسطے باطل ہے کہ رات کو نظر نہیں آتے۔ پس ثابت ہوا کہ سورج کی روشنی سے معلوم ہوتے ہیں لیکن اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک تیسری قسم بھی ہے اور وہ یہ کہ گو آنکھوں سے معلوم ہوتے ہیں لیکن سورج کی روشنی میں۔

رفیق:۔ میں اسے بھی سمجھ گیا ہوں۔ لیکن اب چاہتا ہوں کہ آپ ذرا اس غلطی کی زیادہ تشریح کر دیں۔ جو پہلی مثال یعنی حق اور وحدت میں واقع ہوئی ہے کیونکہ اس میں غلطی ایسی ہے جو بہت سوچ کے بعد سمجھ میں آتی ہے۔

Marfat.com

مصنف:۔ اس میں غلطی یہ ہے کہ انسان ان دو باتوں میں مغالطہ کھاتا ہے۔ ایک چیز کا دو اوصاف سے متصف ہونا اور دو چیزوں کا ایک وصف سے متصف ہونا یہ غلطی عکس کے نہ سمجھنے سے واقعہ ہوتی ہے کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ ہر ایک حق واحد ہے لیکن یہ عکس لازمی نہیں بلکہ خاص عکس لازمی ہے اور وہ یہ کہ بعض واحد حق ہیں۔ مثلاً اگر کہیں کہ ہر انسان حیوان ہے تو اس کا عکس کہ ہر حیوان انسان ہے، غلط ہے۔ البتہ اس کا اس قدر عکس ٹھیک ہے کہ بعض حیوان انسان ہیں شیطان بھی کم عقل انسانوں پر غالب آتا ہے تو ایک لطیف حیلہ سے جسے عوام الناس بآسانی نہیں سمجھ سکتے اور کوئی فاش غلطی نہیں کرتا جسے ہر ایک بآسانی سمجھ سکے وہ عکس کے شبہ میں ڈالتا ہے حتیٰ کہ وہ شبہ محسوسات میں جا کر ختم ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص چمک دار سیاہ رنگ کی رسی دیکھ لیتا ہے تو اسے سانپ خیال کر کے اس سے ڈرنے لگتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر ایک سانپ لمبا اور چمکیلا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا وہم اس کے عکس عام یعنی ہر لمبی چمکیلی چیز سانپ ہے وہ صحیح مانتا ہے لیکن عکس عام لازم نہیں آتا بلکہ عکس بعض لمبی چمکیلی چیزیں سانپ ہوتی ہیں لازم آتا ہے عکس اور نقیض میں بہت سی باریک باتیں ہیں۔ جو تم صرف کتاب محک النظر اور معیار العلم کے مطالعہ سے سمجھ سکو گے۔

رفیق:۔ آپ جو مثال بیان کرتے ہیں مجھے یقین آ جاتا ہے کہ واقعی شیطانی ترازو غلط ہیں اس لئے ایک اور مثال کے لئے التجا کرتا ہوں۔ تا کہ شیطانی ترازوں کی ماہیت سے بخوبی واقف ہو جاؤں۔

مصنف:۔ شیطانی ترازو کی غلطی حسب ذیل اقسام کی ہوا کرتی ہیں کبھی تو اس کی ترغیب غلط ہوتی ہے یعنی اس کے دونوں پلڑے عمود سے ٹھیک طور پر آویزاں نہیں ہوتے اور کبھی پلڑے کی طینت میں غلطی ہوتی ہے کیونکہ یہ کبھی تو لوہے پیتل یا چمڑے کا ہوتا ہے یا روئی اور برف کا۔ موخر الذکر سے وزن ٹھیک نہیں ہو سکتا اور کبھی اس کی شکل بگڑی ہوئی ہوتی ہے کہ عصا کی طرح غیر معترض ہوتا ہے کبھی اس کی طینت اور مادہ میں بگاڑ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا ہے۔ مثلاً لکڑی یا مٹی سے سو جو بگاڑ اس کی ترکیب سے ہوتا ہے اس کی مثال سورج کی بڑائی اور وحدت حق ہے۔ کیونکہ ان کی صورتیں مختلف اور معکوس ہیں۔ یعنی ان میں پلڑے عمود سے اوپر کی طرف ہیں (ترازو کے لئے ضروری ہے کہ موازنہ مستقل کی صورت کا ہو کہ غیر مستقل کی صورت کا مترجم) ایسی صورت میں وزن میں ضرور غلطی ہوگی اور مادے کی بگاڑ کی مثال شیطان کا یہ قول ہے کہ میں اس سے اچھا ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔ یہ

Marfat.com

اس نے اس وقت کہا جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے کس بات نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا آیا تو نے اپنے آپ کو اس سے بڑا سمجھا۔ یا تو بڑائی کرنے لگا شیطان نے اس وقت دو جھوٹے ترازو استعمال کیے ایک تو یہ کہ آدم علیہ السلام سے اچھا ہونے کو سجدہ نہ کرنے کی علت قرار دیا اور دوسرا یہ کہہ کر اپنی اچھائی ثابت کی کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں شیطان کو اپنا ترازو ٹھیک ترکیب کا معلوم ہوا لیکن دراصل اس کے مادے میں بگاڑ تھا جس کی اصلی کیفیت یوں ہے کہ جو آگ سے پیدا کیا گیا ہے وہ اچھا ہے اور اچھا سجدہ نہیں کرتا۔ اس لئے میں سجدہ نہیں کرتا۔ لیکن اس قیاس کے دونوں اصول ممنوع ہیں کیونکہ دونوں غیر معدوم ہیں علوم خفیہ علوم جلیہ سے وزن کیے جاتے ہیں لیکن جو کچھ اس نے بیان کیا ہے وہ غیر جلی ہے اور تسلیم کرنے قابل نہیں کیونہ اگر ہم یہ مان بھی لیں وہ آدم علیہ السلام سے اچھا ہے جو پہلے اور آخری اصول کا مانع ہے تو بھی ہم یہ تسلیم کرتے کہ اچھے کو سجدہ لازم نہیں کیونکہ سجدہ کا لزوم اور استحقاق امر الٰہی پر منحصر تھا۔ نہ کہ اچھائی پر لیکن شیطان دوسرے اصول یعنی سجدہ کا لزوم و استحقاق امر پر تھا نہ اچھائی پر کو چھوڑ گیا۔ بلکہ وہ اپنی اچھائی جی دلیل پر کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور وہ مٹی سے ڈٹا رہا۔ اچھائی کا دعویٰ نسبی ہوتا ہے اس کی دلیل اور ترازو کی مکمل صورت یوں ہے جو اچھائی کی طرف منسوب ہے وہ اچھا ہے میں اچھائی کی طرف منسوب ہوں اس لئے اچھا ہوں لیکن یہ دونوں پلڑے بذاتہ غلط ہیں۔ کیونکہ ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ جو اچھائی سے منسوب ہو وہ اچھا ہے اس واسطے کہ اچھائی ذاتی صفت ہے نہ اضافی یہ کہنا جائز ہے کہ لوہا شیشے سے اچھا ہے لیکن ممکن ہے کہ کاریگری سے شیشے کی کوئی ایسی چیز بنائی جائے جو لوہے کی بنی ہوئی چیز سے اچھی ہو۔ جیسا کہ ہم کہدیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوحؑ کے بیٹے سے اچھے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کے بیٹے تھے جو ایک کافر تھا اور حضرت نوحؑ کے بیٹے ایک نبی کے بیٹے تھے اور اس کا دوسرا اصل بھی کہ میں اچھی چیز سے پیدا کیا گیا ہوں۔ یعنی آگ سے جو کہ مٹی سے بہتر ہے ماننے کے قابل نہیں بلکہ مٹی آگ سے بہتر ہے کیونکہ مٹی اور پانی کی آمیزش سے حیوانات اور نباتات کا قوام ہے۔ اور اسی سے دونوں کی نشوونما ہوتی ہے برخلاف اس کے آگ ان میں بگاڑ پیدا کرتی ہے اور ان دونوں کو ہلاک کرتی ہے۔ اس سے شیطان کا یہ کہنا کہ آگ مٹی سے اچھی ہے غلط ثابت ہوا یہ ترازو شکل و صورت میں صحیح معلوم ہوتے ہیں بلحاظ مادہ خراب ہیں ان کی مثال لکڑی کی تلوار کی سی ہے کہ شکلوصورت تلوار کی سی ہے لیکن کام تلوار کا نہیں دیتی بلکہ یہ ترازو بمنزلہ سراب ہیں کہ

Marfat.com

یہاں انھیں پانی کا قطعہ خیال کر کے جب قریب آتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا یہی حال قیامت کے دن اہل تعلیم کا ہو گا جبکہ ان کے ترازوں کی حقیقت ان پر منکشف ہو گی یہ بھی ایک رستہ ہے جس سے شیطان داخل ہوتا ہے ضروری ہے کہ اس راہ کو بند جائے۔ بلکہ صحیح مادہ جو نظری میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا اصل قطعی طور پر معلوم ہونا چاہیے۔ خواہ اس سے خواہ تجربہ سے خواہ تواتر کامل سے یا عقل سے یا ان تمام کے نتیجہ سے۔ لیکن جو محاجہ ومجادلہ میں استعمال ہوتا ہے حریف اس کا اعتراف کرتا ہے۔ اور اسے تسلیم کرتا ہے۔ اگر فی نفسہ معلوم نہ ہو تو اس کے لئے حجت ہو جاتی ہے اسی طرح قرآن شریف کی بعض دلیلیں ہیں۔ اگر تمہیں قرآن شریف کی بعض دلیلوں کے اصول میں کسی قسم کا شک وشبہ ہو تو اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ ان لوگوں پر وارد ہوئیں جو ان کا اعتراف کرتے تھے۔

اس بارے میں جناب سرور کائنات ﷺ اور آنحضرت کی امت کے علماء کے ہوتے امام معصوم کی ضرورت نہیں اور یہ کہ معجزات کے لحاظ سے جو آنحضرت کی سچائی ظاہر ہوتی ہے اس سے زیادہ واضح اور واثق طریق سے آنحضرت نبی برحق ہیں۔ اور یہ عارفوں کا طریقہ ہے۔

رفیق :۔ آپ نے شفا مکمل طور پر کی ہے پردہ اٹھا دیا ہے، اور ید بیضا کر دکھلایا ہے لیکن شہر برباد کر کے محل بنایا ہے۔ اب تک تو آپ سے میں امید کرتا تھا کہ میں آپ سے بذریعہ ترازو وزن کرنا سیکھوں۔ اور آپ کے اور قرآن شریف کے ذریعہ امام معصوم سے بے پرواہ ہو جاؤں لیکن اب جب آپ نے غلطی کے دقیق موقعوں کو بیان فرمایا تو مجھے اس پر مستقل رہنے سے ناامیدی ہو گئی کیونکہ اگر میں وزن کرنے لگوں تو ضروری ہے کہ کہیں غلطی کھا جاؤں اب مجھ پر

Marfat.com

واضح ہو گیا کہ ان مذاہب میں انسانوں کا کیوں اختلاف ہے۔ وہ اس واسطے مختلف الرائے ہیں کہ وہ ان باریکیوں کو ایسی اچھی طرح نہیں سمجھے جیسا آپ سمجھے ہیں۔ اس لئے بعض درستی پر ہیں اور بعض غلطی پر۔ اب میرے لئے سب سے نزدیک رستہ یہ ہے۔ کہ میں امام معصوم کا سہارا لوں۔ تا کہ میں ان دقائق سے بچ جاؤں۔

مصنف: بھائی۔ امام صادق کی شناخت تمہارے لئے ضروری نہیں۔ کیونکہ وہ یا تو والدین کی تقلید پر منحصر ہے یا ان ترازوں میں سے وزن کی گئی ہے کیونکہ ہر ایک علم اولیہ نہیں ہوتا وہ صاحب علم کے نفس میں ان ترازوں سے وزن کیا ہوا ہوتا ہے اگر چہ اسے معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ تمہیں میزان تقدیر کی صحت اپنے ذہن میں دو اصولوں کے انتظام سے معلوم ہوئی ہے جن میں سے ایک تجربی ہے دوسرا حسی یہی حالت عام لوگوں کی ہے کہ وہ اسے جانتے نہیں مثلاً جو شخص جانتا ہے کہ یہ جانور حاملہ نہیں۔ کیونکہ وہ خچر ہے یہ بات اسے دو اصولوں سے معلوم ہوئی ہے جو ہم نے صدر کتاب میں بیان کیے ہیں اگر چہ اسے اس علم کے نکلنے کی جگہ معلوم نہیں اسی طرح جہان میں تمام علوم انسان کو حاصل ہوتے ہیں ایسا ہی اگر تم نے امام صادق بلکہ جناب سرور کائنات ﷺ میں عصمت کا اعتقاد اخذ کیا ہے۔ تو محض والدین اور رفیقوں کی تقلید سے یہود، نصاریٰ اور مجوس سے تمیز نہیں کیا کیونکہ وہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اگر ان ترازوں سے وزن کر کے عصمت کا اعتقاد حاصل کرنا چاہو تو شاید کسی دقیق کے دریافت کرنے میں تم نے غلطی کھائی ہو ضروری ہے کہ تم اپنے زعم پر یقین نہ کرو۔

رفیق: آپ سچ فرماتے ہیں لیکن اب مجھے کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ آپ نے دو طریقے یعنی تعلیم اور وزن بند کر دیے ہیں۔

مصنف: افسوس! تم قرآن شریف کی طرف رجوع کرو۔ اس نے تمہیں طریقہ سکھایا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون" جو لوگ پرہیزگار ہیں جب کبھی شیطان کی طرف کا کوئی خیال ان کو چھو بھی جاتا ہے تو فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں یعنی پردہ غفلت ان کی آنکھوں سے دور ہو جاتا ہے تو وہ اسی دم راہ ثواب دیکھتے ہیں یہ نہیں کہا کہ امام معصوم کی طرف جاؤ کیونکہ وہ خود مبصر ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ معارف بکثرت ہیں۔ اگر تم ہر مشکل کے وقت امام معصوم کی طرف صفر کرو تو تمہارا رنج بڑھ جائے گا۔ اور علم کم ہو جائے گا۔ تمہارا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ تم مجھ سے وزن کرنے کی کیفیت سمجھ لو اور ان شرائط کو پورا کرو اگر کوئی مشکل بات پیش آ جائے تو

Marfat.com

اسے ترازو سے تولو اور شرائط کی بابت سوچ بچار کرو تو تمہیں سیدھی راہ ہاتھ آ جائے گی اور تم مبصر ہو جاؤ گے اس کی مثال یوں ہے کہ اگر بالفرض دکاندار سے تم نے یا تم سے دکاندار نے کچھ لینا ہے۔ یا فرائض کا کوئی مسئلہ تقسیم ہے اور تمہیں اس کے درست یا غلط ہونے میں احتمال ہے تو ایسی صورت میں اگر تم امام صادق کی طرف سفر کرو تو محض تکلیف کا باعث ہوگا۔ اس کا فیصلہ علم حساب کا جاننے والا بخوبی کر سکتا ہے جب اس سے بار بار پوچھو گے اور وہ تمہیں سمجھائے گا تو تمہیں پورا یقین ہو جائے گا کہ واقعی یہ غلطی تھی لیکن یہ بات وہی شخص کر سکتا ہے جو علم حساب سے بخوبی واقف ہو۔ اور ایسا ہی وہ شخص جو اس سے وزن کرنا جانتا ہے جیسا کہ میں جانتا ہوں۔ بار بار اس سے ذکر کرنے، سوچنے اور یکے بعد دیگر غور کرنے سے ضروری یقین آ جائے گا کہ واقعی اس میں یہ غلطی تھی لیکن اگر یہ طریقہ نہ برتو گے تو یاد رکھو کبھی تمہاری بہتری نہ ہوگی اور شاید اور ممکن ہے کہ کرشک وشبہ میں رہو گے شاید تم نے امام بلکہ نبی جس پر ایمان لائے ہو کی تقلید کرنے میں غلطی کی ہو۔ کیونکہ نبی ﷺ کی سچائی کی شناخت ضروری نہیں۔

رفیق:۔ آپ نے اس بات کے سمجھانے میں میری مدد کی، کہ تعلیم حق ہے اور یہ کہ جناب سرور کائنات ﷺ امام ہیں اور میں مان گیا ہوں کہ ہر ایک کے لئے یہ ضروری نہیں کہ نبی ﷺ ہی سے علم حاصل کرے اس بات کو ترازو کی پہچان سے حاصل کر سکتے ہیں اور یہ کہ تمام ترازوں کی شناخت آپ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے گویا آپ امام خاص ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو امام خاص ہونے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ اور آپ کا معجزہ کیا ہے کیونکہ میرے امام کو یا تو معجزہ حاصل ہے یا اپنے آباؤ اجداد سے نص سو آپ کا معجزہ یا نص کہاں ہے؟

مصنف:۔ تمہارا یہ کہنا کہ میں امام خاص ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ ٹھیک نہیں کیونکہ میں خواہش کرتا ہوں کہ اس معرفت میں کوئی اور شخص میرا شریک بناؤ ممکن ہے کہ اس سے بھی ایسی باتیں سیکھو جو مجھ سے سیکھی ہیں میں تعلیم کو اپنے لئے وقف نہیں کرتا اور یہ جو تم نے کہا کہ میں امام ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں سو واضح رہے کہ امام سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام تعلیم حاصل کرے اور یہ بات مجھ میں نہیں پائی جاتی اور نہ میں اس کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اگر امام سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ کے بغیر تعلیم حاصل کرے یا جبرائیل علیہ السلام سے بوسیلہ جناب سرور کائنات ﷺ اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو امام کہتے ہیں کیونکہ آپ نے جناب سرور کائنات ﷺ سے براہ راست سیکھا ہے نہ کہ جبرائیل سے، ان معنوں کے لحاظ سے میں بھی امام ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں اس

Marfat.com

بارے میں میری برہان نص سے زیادہ واضح ہے۔ اور معجزہ کے معتقد ہو۔ ان میں سے تین بہت عمدہ ہیں۔ اگر وہ تیرے نزدیک دعویٰ کریں کہ وہ قرآن شریف حفظ کرتے ہیں جب میں نے پوچھا کہ تمہاری دلیل تو ان میں سے ایک نے کہا میری دلیل یہ ہے کہ وہ مقرئین کے استاد علی الکسائی کا نص ہے۔ اور وہ میرے استاد کا اور میرا استاد میرے لئے نص ہے دوسرے نے کہا میں نے عصا کو سانپ بنایا، سو عصا سانپ بن گیا تیسرے نے کہا میری برہان یہ ہے کہ میں تمہارے روبرو بغیر قرآن شریف دیکھے سارا قرآن سنا سکتا ہوں۔ ان تینوں میں سے کون سی برہان زیادہ واضح ہے اور آپ کس کو زیادہ سچی مانتے ہیں اس نے کہا جو قرآن شریف پڑھتا ہے کیونکہ وہ قرآن کی غایت ہے کیونکہ اس میں مجھے شک وشبہ کی گنجائش نہیں لیکن استاد کا اس پر نص ہونا اور علی الکسائی کا اس کے استاد پر نص ہونا ممکن ہے۔ کہ اس میں کوئی غلطی ہو خصوصاً جبکہ زمانہ بہت گزر چکا ہے۔ آیا عصا کو سانپ میں تبدیل کرنا مشکل ہے کہ اس نے حیلہ اور فریب سے کیا ہو۔ اگر حیلہ وفریب نہ ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے عجیب کام کیا۔ لیکن یہ کہاں لازم آتا ہے کہ جو فعل عجیب پر قادر ہو وہ قرآن شریف کا حافظ ہو۔

مصنف:۔ میری برہان بھی ایسی ہے میں نے ان ترازوں کو پہچانا تم نے بھی پہچانا سمجھا اور تمہارے دل سے شک رفع ہوا۔ اس لئے اب تمہیں میرے امام ہونے پر ایمان لانا چاہیے جیسا کہ جب تم استاد سے حساب سیکھتے ہو تو تمہیں علم حساب آ جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ تمہارا استاد حساب دان ہے۔ اسی طرح مجھے بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت موسیٰ کے نبی برحق ہونے کا ایمان ہے۔ لیکن یہ ایمان شق القمر اور عصا کا سانپ بنا دینے پر مبنی نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سوں کا شبہ پڑتا ہے سو اس پر یقین نہیں ہو سکتا بلکہ جو عصا کا سانپ میں تبدیل ہونا یقین کرتا ہے وہ بچھڑے کی آواز کا قائل نہیں۔ کیونکہ عالم حس اور عالم شہادت میں تعارض بکثرت ہیں۔ بلکہ یہ ایمان ترازوؤں کے استعمال پر مبنی ہے میں نے قرآن شریف سے ان ترازوؤں کو اخذ کیا اور پھر ان سے تمام معارف الٰہی کا وزن کیا نہ صرف معارف الٰہی کا بلکہ معاد کے اصول عذاب قبر بدکاروں کے عذاب فرمانبرداروں کے ثواب وغیرہ کا وزن کیا جیسا کہ میں نے جواہر القرآن میں بیان کیا ہے۔ سو یہ تمام باتیں مجھے ٹھیک اسی طرح معلوم ہوئیں جیسی قرآن شریف میں بیان کی گئی ہیں یا جیسی اخبار ہیں اس لئے مجھے یقین ہو گیا کہ واقعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن شریف دونوں سچے ہیں اور میں نے ویسا ہی کیا جیسا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے انسانوں سے حق نہیں پہچانا جاتا وہی حق پہنچاتا ہے جو اس کے اہل کو

Marfat.com

پہنچاتا ہو جناب سرور کائنات ﷺ کے نبی برحق ہونے کی شناخت میں نے کی ہے وہ ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ تم کسی بدوی کو فقہ کے کسی مسئلہ کے بارے میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھو جو اسے بخوبی سرانجام دے رہا ہو اور صحیح اور صریح فقہ بیان کرتا ہو تو تمہیں اس کے فقیہ ہونے میں شک نہیں ہوگا اور جو یقین تمہیں اس کے فقیہ ہونے کا تمہیں اس طرح حاصل ہوگا وہ ہزار اعصاء کو سانپ میں بدلنے سے بھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ مؤخرالذکر میں جادو، مکر، طلسم اور ہاتھ کی صفائی وغیرہ کا احتمال ہوسکتا ہے ان میں اور ان چیزوں کا علم اور ان کے معجزہ ہونے کا علم قرآن شریف سے حاصل نہیں ہوتا مگر بڑی غور اور بحث کے بعد اور اس سے ایمان ضعیف حاصل ہوتا ہے وہ علوم اور متکلمین کا ایمان ہے لیکن صاحب مشاہدہ جو مشکوۃ ربوبیت سے دیکھتے ہیں ان کا ایمان ان جیسا نہیں ہوتا۔

رفیق: اب میں یہ چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ کی طرح جناب سرور کائنات ﷺ کو پہچانوں یہ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ بات اس وقت تک معلوم نہیں ہوسکتی جب تک معارف الٰہی کو ان ترازوؤں سے وزن نہ کیا جائے اور مجھے یہ واضح نہیں ہوا کہ کیا تمام دینی معارف بھی اس سے وزن کیئے جاسکتے ہیں میں اسے کس طرح معلوم کروں؟۔

مصنف: افسوس! میں نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ میں نے ان سے صرف دینی معارف کا وزن کرسکتا ہوں بلکہ ان سے میں علوم حسابیہ ہندسہ، طبیعیہ، فقہیہ، کلامیہ بلکہ ہر ایک علم حقیقی غیر وضعی فانی کے حق و باطل کو تمیز کرسکتا ہوں اور کیونکر نہ کروں جبکہ یہ قسطاس المستقیم ہے اور ایسا ترازو ہے جو قرآن اور کتاب کا رفیق ہے قولہ تعالی۔ "لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط" ہم نے واقعی اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو اتارا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں تجھے میرا اس پر قادر ہونا نص سے نہ معجزہ سے باور ہوسکتا ہے ہاں تجربہ اور آزمائش سے تمہیں یقین آسکتا ہے جیسے اگر گھوڑے کی سواری کا مدعی ہو تو اس کی صداقت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں نہ دوڑائے ہاں علوم دینیہ میں سے اگر چاہتے ہو کہ تمہاری مشکلات حل کردوں تو میں ایک ایک کر کے حل کرسکتا ہوں اور ان ترازوؤں سے وزن کرکے دکھا سکتا ہوں پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ وزن صحیح ہے اور اس سے تمہیں جو علم حاصل ہوگا وہ یقینی ہوگا جو شخص آزمائش نہیں کرتا وہ پہچان نہیں سکتا۔

رفیق: کیا آپ کے لئے ممکن ہے کہ آپ تمام الٰہی حقائق و معارف ساری خلقت کو

Marfat.com

سمجھا دیں تا کہ ان کے باہمی اختلاف اٹھ جائیں۔

مصنف :۔ آہ! میں اس بات پر قادر نہیں کیا تمہارے امام معصوم نے اب تک خلائق کے باہمی اختلاف اور شکوک کو رفع کیا اور مشکلات کو ان کے دل سے نکالا یہ بات تو انبیاء سے بھی نہیں ہو سکی بلکہ اختلاف خلق تو ایک ازلی اور ضروری حکم ہے اور یہ اختلاف بدستور قائم رہے گا ہاں جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اسی واسطے وہ پیدا کیے گئے ہیں اور تمہارے پروردگار کا حکم تمام ہوا کیا میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ قضائے ازلی کو رد کروں یا اس کے روکنے کا تمہارا امام معصوم دعویٰ کر سکتا ہے اگر اسے دعویٰ تھا تو پھر اس وقت دنیا میں اختلاف موجود کیوں ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ رئیس الامۃ علی ابن ابی طالبؓ عنہ خلقت کے باہمی اختلافات کو رفع کرنے کا سبب ہوتے یا کوئی ایسی بنیاد قائم کرتے کہ ہمیشہ کے لئے اختلاف اٹھ جاتا۔

اختلافات کی تاریکی سے خلقت

کو نجات دلانے کے بیان میں

رفیق :۔ خلقت ان اختلافات سے کیسے نجات پا سکتی ہے؟

مصنف :۔ اگر وہ مجھ سے کلام آلہی سن لیں تو ان کا باہمی اختلاف جاتا رہے لیکن وہ کسی طرح بھی نہیں سنتے کیونکہ انھوں نے پیغمبروں کی سنی نہ تمہارے امام کی جب پیغمبر اور امام کی نہ سنی تو میری کیونکر سن سکتے ہیں۔ نیز جب ازل سے ہی ان کے حق میں لکھا گیا ہے کہ ان کے مابین اختلاف رہے گا سوائے اس شخص کے جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے تو پھر کیونکر میری سن سکتے ہیں ان کے مابین اختلاف کا ہونا ضروری اس وقت معلوم ہو گا جب تم کتاب جواب مفصل الخلاف کا مطالعہ کرو گے اور وہ بارھویں فصل ہے۔

رفیق :۔ اچھا اگر بالفرض سنیں بھی تو کس طرح سناؤ گے؟

مصنف :۔ میں انھیں صرف ایک آیت پر عمل کراؤں اور وہ یہ ہے۔ قولہ تعالیٰ " وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید .... " اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان اتاری تا کہ انسان انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے اتارا لوہا ...... ۔ اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں واسطے اتاریں کہ آدمی بھی تین

Marfat.com

قسم کے ہیں اور کتاب لوہے اور میزان سے ایک ایک قسم کا علاج ہوسکتا ہے۔

رفیق:۔ وہ اقسام کونسی ہیں۔ اور ان کا علاج کیا ہے؟

مصنف:۔ آدمی تین قسم کے ہیں۔

اول عوام: یہ اہل سلامت اور اہل جنت ہیں؟

دوم خواص: اہل ذکا و بصیرت، ان کے بین بین ایک گروہ ہے جو اہل جدل ہیں کتاب سے ملتی جلتی چیز کی پیروی کرتے ہیں تاکہ فساد برپا ہو جو خواص ہیں ان کا علاج میں اس طرح کرسکتا ہوں کہ ان کو انصاف کے ترازو اور ان سے وزن کرنا بتلاؤں اس طرح کرنے سے انکا باہمی اختلاف رفع ہوسکتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن میں تین صفات جمع ہیں ایک طبع رسا اور سرشت قوی.......... اس کا حاصل کرنا ممکن نہیں یہ قدرتی اور پیدائشی ہوتی ہے دوسرے ان کے باطن تقلید اور ہٹ دھرمی جو موروثی اور سنا ہوا ہے سے خالی ہوتے ہیں کیونکہ مقلد سنتا ہے اور کند ذہن جو کچھ سنتا ہے سمجھتا نہیں تیسرا یہ یقین کرتے ہیں کہ ہم اہل بصیرت میزان سے اچھی طرح واقف ہیں اور جس شخص کا تیری نسبت یہ یقین ہے کہ تجھے حساب نہیں آتا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ تجھ سے کچھ سیکھ سکے دوسری قسم سادہ لوح جو عوام الناس ہیں جنہیں حقائق کے سمجھنے کے لئے عقل حاصل نہیں اور اگر قدرتی طور پر ہے تو بھی طلب حقائق کی خواہش نہیں بلکہ وہ صنعت وحرفت میں مشغول ہیں اور برخلاف ان لوگوں کے جو باوجود علم کو نہ سمجھ سکنے کے کیاست سے کام لیتے ہیں جدل کی خواہش نہیں پائی جاتی ایسے لوگ مختلف رائے نہیں ہوتے البتہ ایسا کرتے ہیں کہ مختلف اماموں میں سے اچھے کو چننا چاہتے ہیں سو ایسے لوگوں کو میں اللہ تعالیٰ کی طرف وعظ ونصیحت کے ذریعہ بلاتا ہوں جیسا کہ اہل بصیرت کو حکمت سے اور اہل شغب کو مجادلہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو ایک ہی آیت میں جمع کردیا ہے جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں ان لوگوں کو میں وہی بات کہوں گا جو جناب سرور کائنات ﷺ نے ایک اعرابی کو فرمائی تھی جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ملتمس ہوا تھا کہ مجھے علم کے عجائب وغرائب سکھائیں اور آنحضرت نے ان سے فرمایا تھا کہ ابھی تجھ میں اس بات کی قابلیت نہیں پہلے علم کا سر یعنی ایمان تقویٰ اور آخرت کی تیاری سیکھ اور اس پر عمل کرتب میرے پاس آنا پس تمہیں عجائبات علم تعلیم کروں گا سو میں بھی عوام کو کہوں گا کہ اختلاف میں غور کرنا تمہارا کام نہیں اگر تم اس پر غور وخوض کروگے تو ہلاک ہوجاؤ گے کیونکہ جب تم اپنی عمر سنار کے کام میں صرف کروگے تو جولاہے کا کام کیونکر کرسکوگے تو اہل علم کیونکر ہوسکتے ہو۔ اور نکات علمی پر کیونکر غور وخوض کرسکتے ہو خبردار!

Marfat.com

ایسا بھی نہ کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے عوام الناس سے جو کبیرہ سرزد ہوتے ہیں ان میں سے سب سے بری بات یہ ہے کہ علم میں غور کرے اور نہ سمجھ آنے پر انکار کر کے کفر میں شامل ہوا گر وہ مجھ سے یہ بات کہے کہ ضروری ہے کہ جس دین کا میں معتقد ہوں اور جس پر میرا عملدرآمد ہے اس کے ذریعہ میں مغفرت حاصل کروں اور لوگ مختلف دینوں کے بارے میں مختلف الرائے ہیں مجھے کونسا دین اختیار کرنے کے لئے اختیار دیتے ہیں تو میں اسے کہوں گا کہ دین اصول وفروع ہے اور ان دونوں میں اختلاف ہے رہا اصول سو جو کچھ قرآن شریف میں ہے صرف اسی پر اعتقاد کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنی صفات اور اپنے اسماء چھپا نہیں رکھے تمہارے لئے لازم ہے کہ تمہارا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ حی، عالم، قادر، سمیع، بصیر، جبار، متکبر، قدوس اور بے مثال وغیرہ وغیرہ جو قرآن شریف میں وارد ہوا ہے اور جس پر اماموں کا اتفاق ہے دین کی صحت کے لئے اسی قدر کافی ہے اور اگر شبہ پڑ جائے تو کہدو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسے ہم مانتے ہیں اور صفات، اثبات اور بہ سبب غائیت تعظیم ان کی نفی تقدیس مع نفی مماثلت پر ہمارا ایمان ہے اور یہ کہ اس جیسا کوئی نہیں اس قدر اعتقاد کے بعد قیل وقال کی طرف دھیان نہ کرو کیونکہ نہ تو قیل وقال کی طرف متوجہ ہونے کا تمہیں حکم ملا ہے اور نہ ہی تمہاری طاقت میں ہے کہ تم ان معلومات پر غور کر سکو اگر وہ یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ عالم بالذات ہے یا اس سے زیادہ واقفیت ہے اس میں اشعریہ اور معتزلہ کا اختلاف ہے تو وہ عوام کی حد سے خارج ہے کیونکہ عامی کا دل ایسی باتوں کی طرف مائل نہیں ہوتا جب تک شیطان اسے حرکت نہ دے۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا تاوقتیکہ انہیں بدل نہ دے اور ایسا ہی خبر میں بھی ہے اور جب میں اہل جدل سے ملونگا تو ان کے علاج کا بھی عنقریب ذکر کروں گا میں انہیں اصول کے بارے میں وعظ ونصیحت نہیں کروں گا بلکہ میں انہیں کتاب الٰہی کا حوالہ دونگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میزان اور لوہا اتارا ہے رہا فروع، سو اس کی نسبت تو میں یہ کہوں گا کہ جو اختلاف کے مواقع ہیں ان کی طرف اپنے دل کو اس وقت تک مشغول ہی نہ کروں جب تک تم متفق علیہ باتوں سے فارغ نہ ہو جاؤ تمام امت کا اجماع ہے کہ آخرت کا توشہ تقویٰ اور ورع ہے اور یہ کہ حرام اور مال حرام کا حاصل کرنا، غیبت، چغلی، زنا، چوری، خیانت، وغیرہ ممنوع ہیں اور فرائض سب کے سب واجب ہیں اگر تم ان سب سے فارغ ہو جاؤ تو پھر میں تمہیں خلاق سے بچنے کا طریقہ سکھاؤنگا اگر وہ ان باتوں سے فارغ ہونے سے پہلے مجھ سے وہ طریقہ سیکھنا

Marfat.com

چاہے جس کے ذریعہ اختلاف سے بچ سکتا ہے تو وہ جدلی ہے نہ کہ عامی ان باتوں سے فارغ ہو کر خلاف کے موقعوں کی طرف متوجہ ہو ہی نہیں سکتا کیا تم نے اپنے رفیقوں کو دیکھا ہے کہ وہ ان تمام باتوں سے فارغ ہو کر خلاف کے اشکال کی طرف مائل ہوئے ہیں کبھی اپنے خلاف میں ان کی عقلوں کی کمزوری بعینہ اس مریض کی عقل کی کمزوری سے ملتی ہے جو شدید مرض میں مبتلا ہو اس کا علاج وہ چیز ہو جس پر اطباء کا اتفاق ہے اور وہ یہ کہے کہ نہیں کہ بعض دواؤں کے گرم یا سرد ہونے کے بارے میں اطباء مختلف الرائے ہیں تو اس وقت تک اپنا علاج نہ کراؤں گا جب تک مجھے کوئی ایسا شخص نہ ملے جو یہ بتائے یہ اختلاف الرائے کیونکر رفع ہو سکتا ہے تقویٰ کی حدود سے فارغ ہونے کے بغیر اس کی صحت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔

رفیق:۔ اب مجھے مسائل میں مشکل پیش آئی ہے مجھے معلوم نہیں کہ میں قے نکسیر اور لمس کے بعد وضو کروں یا نہ کروں اور یہ کہ ماہ رمضان میں روزے کی نیت رات کو کروں یا دن کو وغیرہ وغیرہ۔

مصنف:۔ اگر تم آخرت میں امن و امان کے خواہش مند ہو احتیاط کے طریقے پر کار بند رہو ایسی بات اختیار کرو جس پر سب کا اتفاق رائے ہے تمام مختلف فیہ حالتوں میں وضو کرو کیونکہ ہر چیز جو واجب نہیں مستحب ہے ماہ رمضان میں روزے کی نیت کرو کیونکہ جو واجب نہیں مستحب ہے اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ احتیاط تمہارے لئے دو بھر ہے اور تمہیں بعض مسائل کی نفی اثبات کا ٹھیک علم نہیں ہے اور یہ کہ صبح کے وقت قنوت پڑھو یا بسم اللہ جہر پڑھو یا نہ تو ان سب باتوں کا جواب میں یہ دوں گا کہ تم ایسی حالت میں اجتہاد سے کام لو اور اماموں کی نسبت غور کرو جو تمہاری رائے میں کونسا افضل ہے اور تمہاری دانست میں کون زیادہ راستی پر ہے جیسا کہ اگر تم بیمار ہو جاؤ اور شہر میں کوئی کئی طبیب رہتے ہوں تو ایسے طبیب کا علاج پسند کرو گے جو تمہارے خیال میں سب سے اچھا ہے ایسی صورت میں تم اجتہاد سے کام لو گے نہ کہ خواہش اور طبع سے سو اسی قسم کا جو اجتہاد تمہارے اجتہاد دین کے معاملہ میں تمہارے لئے کافی ہے جو تمہارے خیال میں غالب ہو اسی پر کار بند ہو کیونکہ اس بارے میں اگر اجتہاد راستے پر ہو گا تو اسے دو اجر ورنہ ایک تو ضرور ملے گا جیسا کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''من اجتهد فاصاب فله اجران ومن اجتهد فاخطاء فله اجر واحد'' جس نے اجتہاد سے کام لیا اور درستی پر نکلا تو اسے دو اجر اور اگر چوک گیا تو اسے ایک اجر ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ان لوگوں کی تعلیم کے لئے جو نتیجے نکالتے ہیں

Marfat.com

اجتہاد سے کام لینے کو پسند فرمایا ہے چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے معاذؓ سے پوچھا کہ تم کس کے مطابق حکم کرتے ہو تو عرض کیا کہ اللہ کی کتاب کے بموجب، فرمایا اگر تمہیں نہ مل سکے عرض کیا سنت نبوی ﷺ کے مطابق فرمایا اگر یہ بھی میسر نہ ہو عرض کیا ایسی صورت میں اجتہاد سے کام لیتا ہوں فرمایا تم نے رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے پہلے ہی اس پر عمل کرنا شروع کر دیا پھر اجازت عنایت کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ رسول خدا کے قاصد کو رسول خدا کی مرضی کے مطابق توفیق دی گئی ہے اس سے تم اندازہ کر لو کہ رسول اللہ ﷺ معاذؓ وغیرہ سے خوش ہوئے جیسا کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ میں خود ہلاک ہوا اور دوسرے کو ہلاک کیا میں نے رمضان کو دن کے وقت اپنی بیوی سے مجامعت کی فرمایا ایک غلام آزاد کرو بس اس سے سمجھ لو کہ اگر ترکی یا ہند سے بھی ایسا ہو جائے تو اسے بھی غلام آزاد کرنا لازم آتا ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے لئے مکلف نہیں کہ وہ بالضرور راستی پر ہوں کیونکہ ایسا کرنا ان کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی وہ ایسی بات کے لیے مکلف ہیں جس کی طرف درست ہونے کا ظن ہوتا ہے مثلاً نماز میں اس بات کے لئے مکلف نہیں کہ کپڑے پاک ہوں بلکہ اس بات کے لیے مکلف ہیں کہ انھیں خیال ہو کہ کپڑے پاک ہیں چنانچہ اگر اثنائے نماز میں پلیدی یاد دلائی جائے تو نماز کا قضا کرنا لازم نہیں آتا جیسا کہ ایک مرتبہ جناب رسول اکرم ﷺ نعلین سمیت نماز ادا فرما رہے تھے تو آپؐ نے جبرائیل کی اطلاع کے مطابق کہ اس پر کچھ پلیدی ہے پائے مبارک سے اتار دیا لیکن نماز دوبارہ ادا نہ فرمائی اور نہ از سر نو شروع کی اسی طرح اس کی تکلیف نہیں دی گئی قبلہ رو ہو کر نماز ادا کی جائے بلکہ اس طرف رخ کر کے جس کی طرف گمان ہو کہ ادھر قبلہ ہے اور وہ بھی پہاڑوں ستاروں اور سورج کی طرف دیکھ کر اگر ایسی صورت میں گمان درست نکلا تو دو ثواب ورنہ ایک تو ضرور ملے گا۔

ایسا ہی فقیر کو زکوٰۃ کے لیے مکلف نہیں بلکہ وہ شخص مکلف نہیں جس کی نسبت گمان ہو کہ وہ فقیر ہے کیونکہ حقیقت میں ان چیزوں کا معلوم کرنا دشوار ہے اسی طرح خون گرانے اور فروج کو حلال قرار دیتے وقت قاضی اس بات کے لئے مکلف نہیں کہ وہ اس مطلب کے لیے ضرور سچے گواہ لیں بلکہ ان گواہوں کی مظنونہ سچائی کے لیے مکلف ہیں اگر محض گواہوں کی مظنونہ سچائی سے خون گرانے کا حکم دے تو ممکن ہے غلطی پر ہو جبکہ خون گرانا اور فروج کا جائز کرنا اجتہاد سے ہو سکتا ہے تو کیا نماز ہی جائز نہیں ہو سکتی نہیں معلوم تمہارے رفیق اس بارے میں کیا کہتے ہیں وہ یہ کہیں کہ اگر قبلہ کے بارے میں شبہ پڑ جائے تو نماز از سر نو ادا کر دیا ایسی صورت میں سفر کر

Marfat.com

کے امام کے پاس جانا اس سے پوچھنا اور اسے اس درستی کی تکلیف دینا جس کی اسے طاقت نہیں جائز ہے یا ایسے شخص سے اجتہاد کرو جس کے لئے اجتہاد ممکن نہیں کیونکہ وہ قبلہ کی دلیلوں اور ستاروں اور پہاڑوں اور ہوا سے استدلال نہیں کر سکتا۔

رفیق:۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایسی صورت میں ضرور اجتہاد کی اجازت دیگا پھر کوئی گناہ نہیں اگر وہ کنہ مجہودہ سے کام لے خواہ وہ اس میں غلطی پر ہو یا قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کر کے نماز ادا کرے۔

مصنف:۔ جو شخص قبلہ کے بغیر کسی اور طرف نماز ادا کر کے معذور اور ماجور ہو سکتا ہے تو یہ بعید از عقل و قیاس نہیں کہ جو سارے اجتہادات میں غلطی کرے معذور نہ ہو اور ان کے مجتہد اور مقلد سب کے سب معذور ہوں بعض ان میں سے درستی پر اور بعض غلطی پر ایسے اشخاص بلحاظ ثواب قریب قریب ہیں (کیونکہ بعض کو ایک بعض کو دو ثواب ملتے ہیں) انھیں آپس میں جھگڑنا نہ چاہیے اگر بعض آپس میں ہٹ دھرمی سے کام لیں تو یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ایک غلطی پر ہے اور دوسرا راستی پر مثلاً اگر دو مسافر قبلہ کے بارے میں اجتہاد سے کام لیں اور اس اجتہاد میں اختلاف رائے رکھتے ہوں اور وہ اپنی اپنی مظنونہ جانب رخ کر کے نماز ادا کریں اور ایک دوسرے پر اعتراض کریں یا آپس میں انکار کریں تو وہ دونوں حق بجانب ہیں کیونکہ وہ دونوں مظنونہ جانب کے لئے مکلف ہیں ٹھیک قبلہ کی طرف رخ کرنا اللہ ہی کو معلوم ہے دور کے اشخاص اس بات پر قادر نہیں ایسا ہی معاذ یمن میں اجتہاد سے کام لیا کرتے تھے تو اس خیال سے نہیں کہ آپ غلطی پر ہیں بلکہ یہ اعتقاد کر کے کہ اگر مجھ سے خطا بھی ہوئی تو میں معذور سمجھا جاؤں گا اور یہ اس لئے ہے کہ بعض شرعی وضعی امور ایسے ہیں جن میں شرائع کا اختلاف ہے وہ اس وجہ سے کہ ان میں ان کا مظنونہ نقیض بھی ہوتا ہے یہی نقیض اختلاف کا باعث ہے اور جن امور میں شرائع کا تغیر نہیں ان میں اختلاف بھی نہیں اتباع و سنت کے اسرار میں اس فصل کی حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے جس کو میں نے جواہر القرآن میں اعمال ظاہرہ کا بیان کرتے ہوئے دسویں اصل میں لکھا ہے۔

رہی تیسری قسم اور وہ اہل جدل ہیں سو میں انھیں حق کی طرف نرمی سے بلاتا ہوں یہاں نرمی سے میری مراد ہے کہ میں ہٹ دھرمی سے کام نہیں لیتا اور ان پر سختی نہیں کرتا اور نہ جھڑکتا ہوں بلکہ سب سے عمدہ جدل جو ہو سکتا ہے استعمال کرتا ہوں مجادلہ بالاحسن کے یہ معنی ہیں کہ میں ایسے اصولوں کو لیتا ہوں جنہیں اہل جدل تسلیم کرتے ہیں پھر میں ان سے میزان

Marfat.com

محقق کے ذریعہ حق نتیجہ اس طرح برآمد کرتا ہوں جیسا کہ میں نے "الاقتصاد فی الاعتقاد" میں بیان کیا ہے اور اگر اس پر بھی قناعت نہیں کرتے اور زیادہ واضح طور پر سمجھنا چاہتے ہیں تو میں انھیں ترزاوں کا استعمال سمجھاتا ہوں اگر پھر بھی کند ذہنی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے قناعت نہ کریں اور اپنے تعصب عناد اور جھگڑے پر اڑے رہیں تو پھر ان کا علاج لوہے سے کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوہے اور ترازو کا ذکر کتاب کے قریب ہی کیا ہے تا کہ اس سے انسان سمجھ جائے کہ تمام خلقت انصاف پر صرف انھیں تین چیزوں کے ذریعے قائم رہ سکتی ہے کتاب عوام کے لئے ہے جو اس چیز کی پیروی کرتے ہیں جو کتاب سے مشابہت رکھتی ہے اور ایسا کرنے میں ان کی خواہش فتنہ وفساد اور تاویل کی ہو اور وہ جانتے ہیں یہ ان کی شان سے بعید ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی تاویل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے یا جید عالموں کے اور کوئی نہیں جانتا اہل جدل سے میری مراد وہ لوگ ہیں جن میں عقلمندی زیادہ ہے اور جس کی وجہ سے وہ عوام الناس کی نسبت ترقی کرتے ہیں لیکن ان کی عقل مندی ناقص ہے گو بلحاظ فطرت کامل ہے چونکہ ان کے باطن میں خبث عناد۔ تعصب، اور تقلید ہوتی ہے اس لئے یہ باتیں حق کے ادراک سے انھیں روکتی ہیں اور یہ صفات ان کے دلوں پر بمنزلہ پردے کے ہیں جو غور وخوض نہیں کرنے دیتا اور ان کے کانوں میں بمنزلہ بہرہ پن ہیں جو انھیں حق بات سننے نہیں دیتا لیکن ان کے حق میں سب سے زیادہ مضر ان کی ناقص ادھوری اور نا تمام عقل مندی ہے کیونکہ ان کی ذہانت غیر مکمل اور عقل ناقص ابلاپن سے زیادہ بری ہے حدیث میں ہے کہ اکثر اہل جنت بیوقوف ہونگے اور اہل علیین، عقل مندان دو سکے بین بین ایک فرقہ ہے جو آیت الٰہی کے بارے میں جھگڑتے ہیں یہ دوزخی ہونگے اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے ذریعہ اتنا نہیں روک سکتا جس قدر بادشاہ کے ذریعے ان لوگوں کو جدال سے روکنا بذریعہ تلوار اور نیزہ زیادہ نسبت ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو درے کے ذریعے روکا جب کہ اس نے آپ سے قرآن شریف کی دو متشابہ آیتوں کے بارے میں پوچھا جیسا کہ امام مالکؒ نے کیا جب آپ سے استوا علی العرش کی بابت پوچھا گیا آپ نے فرمایا استوا حق ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اس کی کیفیت نامعلوم ہے اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اس پر نکتہ چینی کرنا یا نہ ماننا جدالی ہے سلف صالحین ایسا ہی کرتے آئے ہیں اگر لوگوں سے جدال کیا جائے تو باعث نقصان و تکلیف عظیم ہے یہ ہے میرا طریقہ لوگوں کو حق کی طرف بلانا اور گمراہی اور تاریکی سے نکال کر نور حق کی طرف لانے کا اور یہ اس طرح پر کہ خواص کو حکمت کی طرف میزان کی تعلیم سے

Marfat.com

بلاتا ہوں حتی کہ جب وہ میزان القسط سیکھ جاتے ہیں تو صرف ایک علم پر قادر نہیں ہوتے بلکہ بہت سے علوم پر کیونکہ جس کے پاس میزان ہوتی ہے تو وہ اس سے لاانتہاء مقادیر کا اندازہ کر سکتا ہے ایسا ہی جس کے پاس قسطاس المستقیم ہوتی ہے اس کے پاس حکمت بھی ہوتی ہے جس کی نسبت یہ فرمان الٰہی ہے کہ جسے حکمت دی گئی ہے اسے بہت خیر و برکت دی گئی ہے جس کی انتہاء نہیں اگر ترازوں پر قرآن شریف کا استعمال نہ ہوتا تو قرآن شریف کو نور کہنا صحیح نہ مانا جاتا کیونکہ نور بذات خود دکھائی نہیں دیتا ہاں اس کے ذریعہ اور چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور یہی ترزاؤں کی تعریف ہے اور جب اس کے اس قول کی تصدیق ہو گی کہ تمام رطب یابس اس کتاب مبین میں مندرج ہے تو اب جاننا چاہیے کہ تمام علوم اس میں مندرج ہیں لیکن بے سراحت نہیں بلکہ بالقوت۔ مثلاً اس میں ان ترازوں کا ذکر ہے۔ جن سے حکمت کے لاانتہاء دروازے کھل سکتے ہیں اور انھیں انہیں سے میں عوام و خواص کو کتاب کا حوالہ دے کر موعظہ حسنہ کے ذریعے حق کی طرف بلاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لے صفات ثابتہ کے اقتصاد سے کام لیتا ہوں اور اہل جدال کو مجادلہ بلاحسن کے ذریعے حق کی طرف بلاتا ہوں اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو میں مخاطبہ کو بند کر اس کی شرارت کی روک تھام غلبہ اور لوہے کے خوف سے کرتا ہوں جس کا ذکر میزان کے ساتھ ہی ہوا ہے۔

اے میرے رفیق کاش اب مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کا امام ان تین قسم کے لوگوں کا علاج کیوں کرتا ہے کیا عوام کو وہ باتیں سکھاتا اور ان باتوں کی تکلیف دیتا ہے جنہیں وہ سمجھ نہیں سکتے اگر ایسا کرتا ہے تو وہ جناب رسول کریم ﷺ کی مخالفت کرتا ہے یا مجادلین کے دماغوں سے جدال کو بذریعہ حجت نکالتا ہے سو ایسا تو جناب رسول کریم ﷺ بھی نا کر سکے حالانکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے بکثرت حجتیں بیان فرمائیں کیا تمہارے امام کی قدرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی قدرت سے بڑھ گئی ہے یا وہ اہل بصیرت سے اپنی تقلید کرانا چاہتا ہے حالانکہ انھوں نے تقلید سے قول نبوی ﷺ کو قبول نہیں کیا اور نہ وہ عصا کو سانپ میں تبدیل کرنے پر قانع ہوئے بلکہ انھوں نے کہدیا کہ یہ تو فعل عجیب ہے اس سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا فاعل سچا ہے جہاں میں سحر و طلسم کے ایسے عجائب و غرائب کرشمے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر عقلیں حیران رہ جاتی ہیں معجزہ اور سحر و طلسم میں وہی شخص تمیز کر سکتا ہے۔ جو ان سے بخوبی واقف ہو اور انکے اقسام کا ماہر ہو۔ جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی شناخت کی کیونکہ وہ علم سحر کے ماہرین کے سربرآوردہ تھے اور جو اس کو قوی کر سکے

Marfat.com

۔ بلکہ اہل بصیرت معجزہ کے علاوہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ اسی کے قول سے اس کی تصدیق ہو جیسا کہ حساب کا سیکھنے والا حساب سے ہی اپنے استاد کے حساب دان ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ وہ معرفت یقینیہ ہے جس پر عقلمند اور اہل بصیرت قناعت کرتے ہیں۔ اس کے سوا وہ کسی بات پر قناعت نہیں کرتے جب وہ اس طریق سے رسول کریم ﷺ اور قرآن شریف کی صداقت کو مان جائیں اور قرآن شریف میں ذکر کردہ ترازوں کو سمجھ جائیں جیسا کہ میں نے تم سے بیان کیا ہے اور ان ترازوں سے تمام علوم کی چابیاں ان کے ہاتھ آ جائیں جیسا کہ میں نے جواہر القرآن میں بیان کیا ہے۔ تو پھر وہ کیونکر تمہارے امام معصوم کے محتاج ہو سکتے ہیں اور وہ کیا ہے جس سے ان کی مشکلات حل ہوئیں۔ اور کس سے اس نے اس کی باریکیوں کو ظاہر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”ھذا خلق اللہ فارونی ماذا خلق الذین من دونہ“

اب تو علوم کے ترازوں میں میرے طریق کو سن لیا ہے اب مجھے دکھاؤ کہ تم نے اپنے امام سے علوم کی باریکیوں کی بابت اب تک کیا اقتباس کیا ہے اور وہ کیا چیز ہے جو لوگ اس سے سیکھتے ہیں کاش میں بھی جانتا کہ تم نے اپنے امام معصوم سے کیا کچھ سیکھا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے مجھے بھی دکھاؤ۔

مایسدی بی رتسدی اوف
خرابن وقلب یارقوت

دسترخوان کی طرف بلانے کا مطلب محض بلانا ہی نہیں ہوتا بلکہ کھانا پلانا بھی ہوتا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگوں کو امام کی طرف بلاتے ہو باوجود امام کے پاس آنے کے ان کی سابقہ جہالت بدستور رہتی ہے۔ امام ان کے کسی عقدہ کو حل نہیں کرتا بلکہ الٹا حل شدہ کو عقدہ بنا دیتا ہے اور اس کی استجابت بلحاظ علم انھیں کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ بلکہ بسا اوقات اس سے ان کی سرکشی اور جہالت بڑھ جاتی ہے۔

رفیق:۔ میں بہت مدت اپنے رفیقوں کے ساتھ رہا ہوں لیکن اس عرصہ میں ان سے سوائے اس بات کے اور کچھ نہیں سیکھا۔ وہ کہتے تھے تمہارے لئے مذہب کی تعلیم ضروری ہے اور یہ کہ رائے اور قیاس سے کام لینا۔ حالانکہ یہ دونوں متعارض اور مختلف ہیں۔

مصنف:۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ وہ تعلیم کی طرف بلاتے تو ہیں لیکن تعلیم میں مشغول نہیں کرتے۔ انھیں یہ تو کہنا تھا کہ تم نے مجھے تعلیم کی طرف بلایا اور میں نے مان لیا اب مجھے وہ باتیں تو سکھاؤ جو تمہارے پاس ہیں۔

رفیق:۔ میں تو نہیں جانتا کہ انھوں نے مجھے اس قسم کی باتیں سکھائی ہوں۔

مصنف:۔ میں تعلیم اور امام کا قائل ہوں اور رائے اور قیاس کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اگر تم تقلید چھوڑ دو تو میں تمہاری واقفیت کو زیادہ کر سکتا ہوں اور علوم کے غرائبات اور اسرار قرآنی سکھا

Marfat.com

سکتا ہوں اور ان سے علوم کی تمام کنجیاں نکال سکتا ہوں جیسا کہ میں نے اس سے علوم کے ترازوں کو نکالا ہے جیسا کہ میں جواہر القرآن میں علوم کی مختلف شاخوں کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن میں سوائے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اور کسی امام کی طرف نہیں بلاتا اور سوائے قرآن شریف کے اور کسی کتاب کی طرف رجوع نہیں دلاتا۔ کیونکہ میں اسی سے علوم کے تمام اسرار استخراج کرتا ہوں اس بات پر میری برہان میری زبان اور میرا ایمان ہے تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم لازم پکڑو اپنے لئے میرا تجربہ اور امتحان۔ پھر بتاؤ تم مجھ کو کہ اس بہتر بات کو کوئی مجھ سے تمہارے دوستوں میں سے سیکھتا ہے یا نہیں۔

رائے اور قیاس کی تصاویر اور ان کے اظہار کے حقیقت کے بیان میں

رفیق: رفیقوں سے قطع تعلق کرنا اور آپ سے تعلیم حاصل کرنا مجھے اس نصیحت سے جو میری والدہ محترمہ نے مرتے وقت کی تھی اور جس کا ذکر میں نے آپ سے کیا ہے روکیں گے۔ لیکن تاہم میں چاہتا ہوں کہ آپ رائے اور قیاس کے بگاڑ کو مجھ پر زیادہ واضح کر دیں کیونکہ میرا گمان غالب ہے کہ آپ میری عقل کو کمزور پاتے ہیں اور شبہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ قیاس اور رائے کو میزان سے موسوم کرتے ہیں اور اس کے مطابق قرآن شریف پڑھ سناتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہی بعینہ وقیاس ہے جس کا آپ کے اصحاب دعویٰ کرتے ہیں۔

جواب: افسوس! الواب میں رائے اور قیاس کی نسبت مشرح بیان کرتا ہوں کہ اس سے میری مراد کیا ہے اور ان کی مراد کیا ہے رائے اور قیاس کی مثال معتزلہ کا یہ قول ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ پر اپنے بندوں کی بہتری کی رعایت واجب ہے اور جب اس کی تحقیق کے درپے ہوتے ہیں تو صرف رائے سے کام لیتے ہیں جس کو جب اس کی تحقیق کے درپے ہوتے ہیں تو صرف رائے سے کام لیتے ہیں جس کو وہ اپنی عقلوں کے مطابق بہتر خیال کرتے ہیں۔ جس میں وہ خالق کو خلقت کے مطابق قیاس کرتے ہیں اور اس کی حکمت کو خلقت کی حکمت سے تشبیہ دیتے ہیں عقلیں جس کو بہتر خیال کرتی ہیں وہ رائے ہے جس کے لئے کوئی تاویل نہیں دیکھتا کیونکہ اس سے ایسے نتائج برآمد ہوتے ہیں جو قرآن شریف کی ترازوں کے مطابق غلط ہوتے ہیں۔ مثلاً مذکورہ بالا قیاس میں لیکر میزان التلازم سے اس کا وزن یوں کرتا ہوں کہ اگر بندوں کی بہتری اللہ تعالیٰ پر واجب ہوتی تو وہ بالضرور کرتا۔ اور یہ معلوم ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ غیر واجب ہے کیونکہ واجب کی ترک نہیں کرتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کو تو ہم مانتے ہیں کہ اگر واجب ہوتی تو ضرور کرتا لیکن اس کو ہم نہیں مانتے کہ وہ نہیں کرتا تو میں

Marfat.com

یہ کہوں گا کہ اگر اسے خلقت کی بہتری ہی منظور تھی تو اسے جنت میں ہی رہنے دیتا کیونکہ اس میں رہنا اس کے لئے بہتر تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنا نہیں کیا پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے بہتری نہیں کی۔ یہ میزان تلازم کا صریح نتیجہ ہے لیکن اگر فریق مخالف انکار کرے اور کہے کہ اسے جنت میں چھوڑا اور اس پر جھوٹی گواہی دے یا یہ کہے کہ ان کی بہتری اسی میں تھی کہ انھیں دنیا کی طرف جو مصیبتوں کا گھر ہے نکالے اور انھیں خطاؤں کے پیش کرے۔

جیسا کہ خبر صحیح میں وارد ہوا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہوتا کہ جنت میں پیدا کر کے اسی میں رہنے دیے جاتے۔ کیونکہ ایسی صورت میں بہشت ان کی کوششوں کا نتیجہ نہ ہوتی اور نہ انکا استحقاق ہوتا۔ یہ ایک قسم کا احسان تھا اور احسان ناگوار ہوتا ہے جب وہ سنتے اطاعت کرتے تو جو کچھ انھیں ملتا وہ اس کی جزا ہوتی اور اجرو مزدوری میں احسان نہیں ہوتا لیکن میں نہیں چاہتا کہ اس قسم کے کلام یا اس کے جواب سے اپنی زبان اور تمہارے کانوں کو تکلیف دوں۔ تم صرف اس پر اسی غرض سے غور کرو کہ تمہیں رائے کے نتائج قبیحہ معلوم ہو جائیں تمہیں یہ معلوم ہے کہ جب بچے مرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں بہشت میں بالغ اور مطیع لوگوں کی نسبت گھٹیا درجہ عطا فرماتا ہے۔ اگر وہ بچے اللہ تعالیٰ سے یہ کہیں کہ ہمارے خدا۔ ہماری بہتری میں بخل سے کام نہ لو ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہمیں بھی بالغوں اور مطیعوں جیسے درجے عطا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ انھیں معتزلہ کے خیال کے بموجب یہ جواب دے گا کہ میں تمہیں ان کے درجوں پر کیسے پہنچا سکتا ہوں۔ جبکہ وہ بالغ ہوئے انھوں نے تکلیفیں اور فرمانبرداری کی حالانکہ تم بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ وہ کہیں گے تو نے ہی ہمیں مارا تھا اور تو نے ہی دنیا میں دیر تک رہنے اور آخرت کے اعلیٰ درجے حاصل کرنے سے محروم رکھا ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہمیں ان ہی جیسے رتبے عطا فرمائے اگر تو ہمیں نہ مارتا تو از خود کیسے مرتے۔ تب اللہ تعالیٰ معتزلہ کے خیال کے مطابق یہ جواب دے گا کہ یہ مجھے معلوم تھا کہ اگر تم بالغ ہوتے تو ناشکر گزار ہو کر دوزخ کے مستحق بنتے اور پھر ہمیشہ کے لئے اسی میں رہتے اور مجھے معلوم تھا کہ تمہاری بہتری اسی میں تھی کہ تم بچپن میں فوت ہو جاتے تب بالغ کافر دوزخ میں سے پکار اٹھیں گے۔ اگر تمہیں یہ معلوم تھا کہ ہم بالغ ہو کر ناشکر گزار ہونگے تو پھر تو نے ہمیں بچپن ہی میں کیوں نہ مار ڈالا۔ ہم تو لڑکوں کو عطا کردہ درجوں کے سوئیں حصے پر بھی راضی ہیں۔ اس وقت معتزلہ لاجواب ہو جائیں گے اور یہ کفار کی اللہ تعالیٰ پر حجت ہو جائیگی۔ قولہ تعالیٰ "الظالمین علوا کبیرا" ہاں بہتری کا فعل ایک بھید ہے جو اللہ تعالیٰ نے قدر میں رکھا ہے لیکن معتزلہ اس اصل سے نہیں دیکھتا۔ کیونکہ وہ علم کلام کے سرمایہ سے یہ بھید معلوم نہیں کر سکتا جس کو اس کے معلوم کرنے کا خبط ہے وہ خبط ہی ہے۔ اس میں رائیں مضطرب ہو جاتی ہیں۔ پس یہ ہے میری

Marfat.com

مثال رائے باطل کی۔

اب رہی قیاس کی مثال وہ کسی چیز میں ایک خاص حکم کا اثبات ہے جو اس کے غیر میں پایا جاتا ہے جیسے معتزلہ کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ مجسم ہے جب ان سے پوچھا جائے کیوں۔ تو کہتے ہیں کہ وہ فاعل اور صانع ہے اس لئے جسم ہے یہ نتیجہ انھوں نے تمام کاری گروں اور کارکنوں کو دیکھ کر نکالا ہے۔ لیکن یہ قیاس باطل ہے کیونکہ اگر ہم ان سے پوچھیں کہ تم نے یہ کیونکر کہا جو فاعل ہے وہ جسم ہے۔ کیونکہ وہ فاعل ہے وہ قرآن شریف کی ترازوں سے اس کا وزن کرنا نہیں جانتے اس قیاس کی جانچ کی ترازو موازین التعادل میں سے میزان اکبر ہے۔ اور اس سے وزن کرنے کی یہ صورت ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ہر ایک فاعل جسم ہے اور باری تعالیٰ فاعل ہے اس لئے وہ بھی جسم ہے اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ باری تعالیٰ فاعل ہے لیکن ہم پہلی اصل کو نہیں مانتے جو یہ ہے کہ ہر فاعل جسم ہے یہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ ہر فاعل جسم ہے جب یہ سوال کیا جائے تو پھر ان کے لئے استقرار اور قسمت منتشرہ کے سوا اور کوئی سہارا نہیں رہتا اور یہ دونوں ہی صحت نہیں رکھتے۔ استقرا تو اس واسطے کہ اگر وہ کہیں کہ میں نے حجام، درزی، نجار وغیرہ کو دیکھا تو سب کو اجسام پایا اس واسطے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام فاعل جسم ہیں اس وقت اگر ان سے پوچھا جائے کہ کیا تم نے سارے فاعلوں کو دیکھا ہے یا کوئی دیکھنے سے بچ بھی گیا ہے اگر وہ یہ کہیں کہ بعض کو دیکھا ہے تو اس سے کل کے لئے حکم لازم نہیں آتا اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہم نے سب کو دیکھا ہے تو ہم اسے ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ انھیں تمام فاعلوں کا علم نہیں ہوسکتا کیونکہ انھوں نے زمین و آسمان کے فاعل کو نہیں دیکھا بعض کو دیکھا ہے کل لازم نہیں آتا۔ اگر سب کو دیکھا ہے تو کیا سب کو جسم پایا ہے اگر وہ کہیں ہاں تو کہو اچھا۔ جب تم نے اپنے قیاس کے مقدمہ میں پایا تو پھر کیسے اس کو اصل قرار دیا جو اس پر دلالت کرتا ہے ایسی صورت میں نفس وجدان کو ہی دلیل گردانا اور ایسا کرنا غلطی ہے اور ایسی صورت میں تمہاری دیکھ بھال اس شخص کی طرح ہے کہ اونٹ، گھوڑے، ہاتھی کیڑے مکوڑوں اور پرندوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالے کہ تمام حیوان پاؤں سے چلتے ہیں۔ حالانکہ اس میں سانپ اور رینگنے والے کیڑوں کو دیکھا ہی نہیں۔ یا حیوانات کو جگالی کرتے دیکھ کر کہ وہ نچلے جبڑے کو ہلاتے ہیں۔ یہ نتیجہ نکالے کہ تمام حیوان جگالی کے وقت نچلے جبڑے کو ہلاتے ہیں لیکن اس نے مگر مچھ کو دیکھا ہی نہیں جو اوپر کے جبڑے کو ہلاتا ہے۔ ایسا اس نے اس واسطے کیا کہ وہ اس بات کو جائز قرار دیتا ہے کہ اگر ہزار شخص جنس واحد میں ایک حکم رکھتا ہو اور ایک میں وہ بھی نہ پایا جائے تو جائز ہے اس سے برابر نتیجہ یا یقین رد نہیں ہوتا۔ لیکن یاد رکھو ایسا قیاس قیاس باطل ہے۔ رہا قسمت منتشرہ سے سہارا لینا۔ سو اس کی مثال یہ ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں نے فاعلوں کے اوصاف کی اچھی طرح

Marfat.com

چھان بین کی ہے وہ سب اجسام تھے کیونکہ وہ فاعل تھے یا اس واسطے کہ وہ موجود تھے یا اس واسطے کہ وہ یہ تھے وہ وہ تھے۔ پھر خود ہی تمام اجسام کو باطل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پس اس سے لازم آتا ہے وہ جسم تھے کیونکہ وہ فاعل تھے۔ اور یہی قسمت منتشرہ ہے جس سے شیطان اپنے قیاسوں کا وزن کرتا ہے سو اس کی بطلان کو میں بیان کر چکا ہوں۔

رفیق:۔ میرا گمان ہے کہ جب وہ تمام اقسام جن سے ان کی مراد ہوتی ہے باطل ہو چکیں حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ اکثر متکلمین اپنے عقائد میں اس پر وار مدار رکھتے ہیں وہ رویت باری تعالی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مرئی (دکھائی دینے کے قابل) ہے۔ کیونکہ وہ صاحب سفیدی ہے اس واسطے کہ تاریکی یا سیاہی دیکھی جاتی ہے اور اس کا دیکھا جانا باطل ہے کیونکہ وہ جوہر ہے۔ اس واسطے غرض دکھائی دیتا ہے نہ کہ جوہر اور یہ باطل ہے کہ وہ غرض ہے کیونکہ جوہر دکھائی دیتا ہے۔ جب ساری قسمیں باطل ہو چکیں تو باقی صرف یہ رہ گیا کہ موجود دکھائی دیتا ہے اب میری یہ خواہش ہے کہ آپ اس ترازو کی خرابی مجھے بالتشریح و بالتوضیح سمجھائیں تا کہ اس میں مجھے کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے۔

مصنف:۔ اس بارے میں میں ایک سچی مثال بیان کروں گا جو قیاس باطل سے بطور نتیجہ کبھی برآمد نہیں ہو سکتی اور میں اس پر سے پردہ ہٹا دوں گا وہ یہ کہ ہمارا یہ قول کہ عالم حادث ہے بالکل ٹھیک ہے لیکن قائل کا یہ قول کہ وہ اس واسطے حادث ہے کہ مصور ہے۔ محض اس قیاس پر مبنی ہے کہ گھر اور تمام عمارتیں مصور ہیں لیکن اس کا یہ قول باطل ہے۔ حدوث عالم کے علم کے لئے مفید نہیں پڑتا جب میزان حق سے اس کی جانچ یوں کی جاتی ہے ہر مصور حادث ہے اور عالم مصور ہے اس واسطے وہ حادث ہے اس میں دوسرا اصل تو مسلم ہے لیکن پہلا کہ ہر مصور حادث ہے اس کو فریق ثانی نہیں مانتا ایسے موقع پر وہ استقراء کی اوٹ لیتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے بطور نتیجہ یہ بات معلوم کی ہے کیونکہ مصور کو حادث پایا ہے۔ مثلاً گھر، پیالہ، قمیص وغیرہ وغیرہ اس کی خرابی تو تم سمجھ گئے ہو۔ اب وہ اور پہلو بدلتا ہے اور کہتا ہے کہ گھر حادث ہے کیونکہ جب ہم اس کے اوصاف کی چھان بین کرتے ہیں تو اسے ایک جسم پاتے ہیں جو بنفسہ قائم موجود اور مصور ہے۔ اور یہ چار صفات ہیں اس نے اپنی علت کو یہ کہہ کر کہ گھر جسم بنفسہ موجود ہے باطل کر دیا پس ثابت ہوا کہ وہ مصور ہونے کی وجہ سے معلل ہے اور وہ چوتھی ہے پس اسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کئی وجوہات کے سبب باطل ہے ان چار میں سے پہلی کو بیان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر تین کا بطلان ثابت ہو جائے تو وہ علت ثابت نہیں ہوتی جس کی تجھے طلب ہے۔ شاید حکم معلل جو علت قاصرہ غیر عامہ ہو اور متعدی نہ ہو۔ مثلاً گھر اگر گھر کا غیر محدث ہونا ثابت بھی ہو جائے تو شاید حکم معلل حقیقت میں اس سے قاصر ہو جو ان کے حادث ہونے کو ظاہر کرتا ہو

Marfat.com

کیونکہ ممکن ہے کوئی وصف خاص جو تمام کو جامع ہو رہ گیا ہو اور دوسرے تک نہ پہنچتا ہو اس واسطے کہ وہ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جبکہ اس درجہ کوشش کی جائے کہ یہ خیال ہی نہ کیا جا سکے کہ کوئی قسم رہ گئی ہوگی اور جب نفی اور اثبات کے مابین حاضر نہ ہو اور یہ خیال کیا جا سکے کہ شاید اس میں سے کوئی قسم باقی رہ گئی ہے تو حکم ٹھیک اور کلیہ نہیں ہو سکتا حصر بدرجہ غایت کوئی آسان کام نہیں غالب اوقات متکلمین اور فقیہہ اس کا پورا پورا اہتمام نہ کر سکنے کے باعث یہ کہتے ہیں کہ اگر اور کوئی قسم ہے تو اسے ظاہر کر دو۔ اور بسا اوقات فریق ثانی یہی کہتا ہے کہ مجھے اس کے ظاہر کرنے کا الزام نہ دو اس طرح جھگڑا بڑھ جاتا ہے۔ اور بسا اوقات قیاس کنندہ استدلال کے وقت یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی اور قسم ہوتی تو ضرور ہمیں معلوم ہوتی یا تمہیں معلوم ہوتی پس ہماری اس سے ناواقفیت اور قسم کی نفی پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ مجلس میں ہاتھی کا نہ دیکھنا اس کی عدم موجودگی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اس بیچارے کو یہ معلوم ہی نہیں کہ گو اس وقت ہم نے ہاتھی کو نہیں دیکھا لیکن اس سے پہلے یا بعد تو کوئی مرتبہ اور کئی اشخاص نے دیکھا ہے اور کئی دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ ہم معانی حاضرہ دیکھے اور اس کے ادراک سے عاجز رہے۔ لیکن مدت بعد خود ہی آگاہ ہو جاتے ہیں اسی طرح ممکن ہے کہ کوئی اور قسم باقی رہ گئی ہو جس کا علم ہمیں اس وقت نہ ہوا ہو۔ اور بسا اوقات عمر بھر میں بھی اس کا علم نہیں ہوتا تیسرے اگر ہم حصر کو تسلیم بھی کر لیں تو تین کے بطلان سے چوتھی کا ثبوت لازم نہیں آتا۔ بلکہ چار سے جو ترکیب حاصل ہوتی ہے وہ تین سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ احتمال ہو سکتا ہے کہ علت ان چارہ میں سے ایک ہو۔ دو ہوں یا تین ہوں پھر دو یا تین کا بھی تعین نہیں۔ بلکہ یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ علت اس کا موجود ہونا یا جسم ہونا یا موجود اور بنفسہ قائم ہونا یا جسم موجود اور قائم بنفسہ ہو یا موجود اور گھر ہونا ہو یا گھر اور مصور ہو یا گھر اور قائم بنفسہ ہو، یا گھر اور جسم ہو یا جسم اور مصور ہو، یا جسم اور قائم بنفسہ ہو یا جسم اور موجود ہو، یا قائم بنفسہ اور موجود ہو، یہ دو دو کی بعض ترکیبیں ہیں اسی طرح تین تین کی قیاس کر لو۔ واضح رہے کہ احکام بہت سے اثبات کے یکجا جمع ہونے پر موقوف ہوتے ہیں۔ مثلاً چیز صرف اس واسطے دکھائی نہیں دیتی کہ دیکھنے والے کی آنکھیں ہی ہوں۔ بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ رات نہ ہو بادل نہ گھرے ہوئے ہوں، مطلع صاف ہو اور وہ چیز رنگدار ہو وغیرہ وغیرہ اور ان کے علاوہ یہ کہ اس کا وجود ہو۔ آخرت میں رویت ایک الگ بات ہے جو شرائط مذکور ہوئی ہیں وہ دنیا کے لئے ہیں۔ چوتھے یہ کہ اگر بدرجہ غایت کوشش اور حصر کو مان بھی لیا جائے اور ترکیب کو بھی چھوڑ جائیں تو بھی تین کے بطلان سے چوتھی کے حکم کے تعلق کا اطلاق نہیں ہو سکتا بلکہ ممکن ہے حکم کا انحصار چوتھی پر ہو اور ہو سکتا ہے کہ چوتھی کی دو قسمیں ہوں، جن میں سے صرف ایک سے حکم کا تعلق ہو۔ اور وہی تم نے نہ دیکھی ہو

اس کا جسم یا موجود یا قائم بنفسہ یا مصور ہونا مثلاً صورت میں مربعہ یا گول ہو تو تین اقسام باطل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ حکم محض صورت کے متعلق نہیں ہوتا بلکہ بصا اوقات صورت مخصوصہ سے مخصوص ہوتا ہے۔ متکلمین جو اس قسم کے دقائق سے غفلت کرتے ہیں اس کا باعث ان کا خبط اور کثرت نزاع ہے جس سے وہ رائے اور قیاس کے وقت کام لیتے ہیں یہ یقین کو رد کرنے کے لئے مفید نہیں پڑتا۔ بلکہ فقہی ظنی قیاسوں کی درستی کرتا ہے عام لوگوں کے دلوں کو راستی اور درستی کی طرف مائل نہیں کرتا کیونکہ ان کے افکار احتمالات بعیدہ کی طرف نہیں دوڑتے بلکہ ان کے اعتقاد کمزور اسباب تک ہی محدود رہتے ہیں۔ جیسا کہ تم ایک عام شخص کو دیکھتے ہو جسے سر درد ہے۔ اسے ایک اور شخص کہتا ہے کہ عرق گلاب استعمال کرو کیونکہ جب مجھے سر درد تھا تو میں نے اسے استعمال کیا تھا اور مجھے فائدہ ہوا تھا۔ چونکہ تمہیں بھی سر درد ہے اس لئے تمہیں بھی فائدہ دے گا۔ مریض کا دل مائل ہو جاتا ہے کہ میں بھی عرق گلاب استعمال کروں گا لیکن وہ یہ نہیں پوچھتا کہ پہلے تو یہ ثابت کرو۔ کہ عرق گلاب ہر قسم کے درد سر کو مفید ہے۔ خواہ وہ سردی سے ہو یا گرمی سے یا معدہ کے انجرہ سے۔ کیونکہ سر درد کی بہت سے قسمیں ہیں اور یہ بھی ثابت کرو کہ میرا درد سر تمہارے درد سر کی طرح ہے اور میرا مزاج تمہارے مزاج کی طرح ہے، اور میری عمر، میری صناعت اور احوال تجھ جیسے ہیں۔ اور یہ تمام باتیں ضرور مختلف ہوتی ہیں اس لئے ان سب کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا علاج بھی مختلف ہوتا ہے اس قسم کی تحقیق سے کام لینا نہ عوام کا خاصہ ہے اور نہ متکلمین کا کیونکہ ان کو اول تو اس قسم کا شوق ہی نہیں ہوتا اور اگر برخلاف عوام کے متکلمین کو ہوتا ہے ہی تو یقین کو رد کرنے کے خاطر مفید راہ کی طرف آتے ہیں نہیں۔ کیونکہ ہدایت کی طرف آنا صرف ان لوگوں کا خاصہ ہے جنھیں حضرت محمد مصطفی ﷺ سے یہ راہ ہاتھ آئی ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نور الٰہی سے قرآن شریف کی روشنی کی طرف آ کر اس سے میزان بالقسط اور قسطاس المستقیم اخذ کی ہیں۔ اور ایسا کرنے سے وہ منصف مزاج ہو گئے ہیں

رفیق: آپ کے کلام سے مجھے حق کی راہ اور اس کے مواقع خواب واضح ہو گئے ہیں کیا آپ اب اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کی پیروی اس واسطے کروں آپ مجھے وہ سکھائیں۔ جو آپ کو (علم لدنی) سکھایا گیا ہے۔

حنیف: آہ! تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے۔ اور ایسی بات پر کیسے صبر کر سکو گے جو تمہارے احاطۂ واقفیت سے باہر ہے۔

رفیق: انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔

حنیف: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں اس وعظ و نصیحت کو بھول گیا ہوں جو تمہیں

Marfat.com

تمہارے رفیقوں اور تمہاری والدہ نے کی تھی۔ اور جس پر تم پرلے درجے کے کاربند ہو جس شخص میں تقلید کی رگ پختہ ہو وہ میری ہم نشینی کے لائق نہیں۔ اس لئے نہ تم میری ہم نشینی کے لائق ہو نہ میں تمہاری کے۔ مجھ سے دور ہو جاؤ بس اب سے تم میں اور مجھ میں جدائی ہے کیونکہ میں تمہیں سدھاروں یا اپنے نفس کو۔ اور تمہاری تعلیم کا خیال رکھوں یا قرآن کی تعلیم کا آئندہ نہ تم نے مجھے دیکھنا نہ میں تمہیں دیکھوں گا اس اصلاح فاسد اور ٹھنڈا لوہا کوٹنے سے میرے وقت کو زیادہ ضائع نہ کرنا۔ میں نے تمہیں نصیحت کی ہے لیکن ناصح نگاہ محبت سے نہیں دیکھے جاتے

والحمد اللّٰہ رب العالمین والسلام علی

محمد نبینا سید المرسلین۔

بھائیو! میں نے اپنا اور اپنے رفیق کا قصہ جیسا روکھا پھیکا مجھ سے ہو سکا تمہیں سنایا تاکہ پڑھائیں نے تم پر یہ سارا، تاکہ حاصل کرو تم اس سے عجیب بات اور ان محادثات کو اپنی ذہانت سے ثابت کرنے میں فائدہ اٹھاؤ۔ کیونکہ یہی مذہب تعلیم کا سب سے بڑا کام ہے۔ اس سے میری یہ غرض نہ تھی۔

مخلصوں سے میری التماس ہے کہ اسے مطالعہ کرتے وقت میری معذرت کو قبول فرمائیں گے کیونکہ میں نے اپنے مذاہب میں عقد و تحلیل کو پسند کیا۔ ناموں میں تغیر و تبدیل کیا ہے۔ اور معانی میں تخییل و تمثیل سے کام لیا ہے۔ لیکن ایسا کرنے میں میری ایک خاص غرض صحیح تھی اور یہ بھید تھا جو اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔ اب تمہیں لازم ہے کہ اس نظام کو نہ بدلو۔ اور ان معنوں کو اس لباس سے نہ نکالو میں نے تمہیں سکھا دیا ہے کہ منقول کی سند دے کر معقول کو کیونکر وزن کیا جاتا ہے۔ تاکہ قول کو طبیعتیں جلدی قبول کر لیں اور اس بات کا خیال رکھنا کہ کبھی بھی منقول کو اصل قرار نہ دینا کیونکہ یہ تابع اور ردیف ہے۔ اور ایسا کرنا امر شنیع ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم امر شنیع کو چھوڑ دو۔ اور مجادلہ بالاحسن استعمال کرو۔ خبردار اس امر کی مخالفت نہ کرنا اگر ایسا کرو گے تو خود بھی ہلاک ہو جاؤ گے اور اوروں کو بھی کرو گے۔ خود بھی گمراہ ہو گے اوروں کو بھی کرو گے میری نصیحت تمہیں کیا فائدہ دے سکتی ہے۔ جبکہ حق گم ہو گیا ہے اور سرچشمہ سوکھ گیا ہے برائی پھیل گئی ہے اور شہروں میں مضحکہ بن گئی ہے۔ عام لوگوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے اور نبی ﷺ کی تعلیمات کو ملیا میٹ کر دیا گیا ہے۔ اور یہ ساری باتیں جاہلوں کے قصور کی وجہ سے ہوئی ہیں کیونکہ دراصل وہ کچھ بھی نہیں لیکن وہ عارفوں کے منصب اور دین کی مدد کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بہت سے جاہل لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ بغیر علم کے اللہ تعالیٰ اہل ہدایت کو اچھی طرح جانتا ہے اور تصرف دین کے بارہ میں ان کا دعویٰ ہے کہ ہمارا منصب عارفین کا ہے۔

تمت بالخیر

Marfat.com

حجۃ الاسلام امام محمد الغزالیؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے، آپ وقت کے امام و پیشوا تھے، لوگ آپ کی اتباع اور آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ علامہ اسماعیل حضرمی یمنی نے امام غزالیؒ کو سید المصنّفین قرار دیا ہے۔

امام غزالیؒ نے اپنی عمر تصنیف، تالیف، درس و تدریس اور طالبانِ حق و سالکان طریقت کی تربیت میں گزاری، تمام تر مصروفیات کے باوجود آپ نے بہت سی یادگار تصانیف چھوڑی ہیں ان میں کچھ کتابیں ایسی بھی ہیں جن کا اردو مین ترجمہ ہوا۔ جن میں بالخصوص احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت کا ترجمہ (اکسیر ہدایت) ہے۔

لیکن کچھ تراجم حالات کی وجہ سے ناپید ہوتے جا رہے تھے، ضرورت تھی کہ امام غزالیؒ کے ان جواہر پاروں کو محفوظ کر کے یکجا جمع کردیا جائے جن کی تلاش میں علماء، طلباء اور سالکین پھرتے ہیں۔

زیرِ نظر ۶۱ رسائل بنام ''مجموعہ رسائل امام غزالیؒ'' سے اس کی تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

www.darulishaat.com.pk

E-mail : sales@darulishaat.com.pk
ishaat@cyber.net.pk
ishaat@pk.netsolir.com

DIU-04207